



وزارت امور اسلامی و اسلامیات  
حکومت سندھ

وزارت اوقاف و اسلامی امور، کورٹ



# موسم و فتنہ

جلد - ۹

بیع - بیکہ

# موسوعة فقهية

منايع كروه

وزارة اوقاف و اسلامى امور، كويت

© جملہ حقوق بحق وزارت اوقاف و اسلامی امور کویت محفوظ ہیں

پوسٹ بکس نمبر ۱۳، وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

اردو ترجمہ

اسلامک فقہ اکیڈمی (انڈیا)

161-F، جوگابائی، پوسٹ بکس 9746، جامعہ نگر، نئی دہلی - 110025

فون: 26982583, 26981779-11-91

Website: <http://www.ifa-india.org>

Email: [ifa@vsnl.net](mailto:ifa@vsnl.net)

اشاعت اول : ۱۴۳۰ھ / ۲۰۰۹ء

ناشر

جینوین پبلیکیشنز اینڈ میڈیا (پرائیویٹ لمیٹڈ)

**Genuine Publications & Media Pvt. Ltd.**

B-35, Basement, Opp. Mogra House

Nizamuddin West, New Delhi - 110 013

.....Tel: 24352732, 23259526,

وزارت اوقاف و اسلامی امور، کویت

# موسوعه فقہیہ

اردو ترجمہ

جلد - ۹

بیع — بیئۃ

مجمع الفقہ الإسلامی الہند



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً  
فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي  
الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾

(سورہ توبہ، ۱۲۲)

”اور مومنوں کو نہ چاہئے کہ (آئندہ) سب کے سب نکل کھڑے ہوں، یہ کیوں نہ ہو کہ  
ہر گروہ میں سے ایک حصہ نکل کھڑا ہوا کرے، تاکہ (یہ باقی لوگ) دین کی سمجھ بوجھ  
حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ اپنی قوم والوں کو جب وہ ان کے پاس واپس  
آجائیں ڈراتے رہیں، عجب کیا کہ وہ محتاط رہیں!“۔

”من یرد اللہ بہ خیراً

یفقہہ فی الدین“

(بخاری و مسلم)

”اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے

اسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے۔“

## فہرست موسوعہ فقہیہ

### جلد - ۹

صفحہ	عنوان	فقرہ
۶۲-۲۳	بیع	۶۷-۱
۲۳	تعریف	۱
۲۵	متعلقہ الفاظ: بیہ، وصیت، اجارہ، صلح اور تقسیم	۲
۲۶	شرعی حکم	۶
۲۹-۲۷	بیع کی تقسیم	۱۷-۸
۲۸-۲۷	اول: بیع کے اعتبار سے بیع کی تقسیم	۱۲-۹
۲۷	بیع مطلق	۹
۲۷	بیع مسلم	۱۰
۲۷	بیع صرف	۱۱
۲۸	بیع مقایضہ	۱۲
۲۸	دوم: ثمن کی تحدید کے طریقہ کے اعتبار سے بیع کی تقسیم	۱۵-۱۳
۲۸	بیع مساومہ	۱۳
۲۸	بیع مزایہ	۱۴
۲۸	بیع امانت	۱۵
۲۸	سوم: ثمن کی کیفیت کے اعتبار سے بیع کی تقسیم	۱۶
۲۹	چہارم: حکم شرعی کے اعتبار سے بیع کی تقسیم	۱۷
۳۵-۲۹	بیع کے ارکان و شرائط	۳۲-۱۸
۳۰	صیغہ اور اس کے شرائط	۲۰
۳۲	لین دین سے بیع کا منعقد ہونا	۲۲
۳۳	تحریر اور پیغام کے ذریعہ بیع کا انعقاد	۲۵

صفحہ	عنوان	فقرہ
۳۳	کو نکلے وغیرہ کی طرف سے اشارہ کے ذریعہ بیع کا انعقاد	۲۶
۳۵-۳۳	شرائط بیع	۳۲-۲۷
۳۵-۳۴	شروط بیع	۳۲-۲۸
۳۴	عقد کے وقت بیع کا موجود ہونا	۲۸
۳۴	بیع کا مال ہونا	۲۹
۳۴	بیع کا عقد کرنے والے کی ملکیت ہونا	۳۰
۳۵	بیع کا مقدور تسلیم ہونا	۳۱
۳۵	بیع کا عاقدین میں سے ہر ایک کے لئے معلوم ہونا	۳۲
۴۶-۳۵	بیع، اس کے احکام اور احوال	۴۷-۳۳
۳۵	اول: تعیین بیع	۳۳
۳۶	دوم: بیع کی معرفت اور اس کی تعیین کا وسیلہ	۳۴
۴۲-۳۷	سوم: بیع کی شمولیت	۴۲-۳۵
۳۷	ملکھات بیع	۳۵
۳۸	بیع سے استثناء	۳۶
۴۰	بیع اصول	۳۷
۴۲	پہلوں کی بیع	۴۲
۴۲	چہارم: بیع کی موجودگی اور غیر موجودگی	۴۴-۴۳
۴۲	الف- بیع کی موجودگی	۴۳
۴۳	ب- بیع کی غیر موجودگی	۴۴
۴۶-۴۴	پنجم: قبضہ سے پہلے بیع میں کمی یا زیادتی کا ظہور	۴۷-۴۵
۴۴	الف- بیع جزا (اُکل سے بیع کرنا)	۴۶
۴۴	ب- بیع مقدرات (متعینہ مقدار کی بیع)	۴۷

صفحہ	عنوان	فقہ
۵۰-۴۶	ثمن کے احکام و احوال	۵۳-۴۸
۴۶	اول: ثمن کی تعریف	۴۸
۴۷	تسعیر (زرخ متعین کرنے) کا حکم	۴۹
۴۷	دوم: کون چیز ثمن بن سکتی ہے اور کون نہیں	۵۰
۴۸	سوم: ثمن کی تعین اور اس کو بیع سے ممتاز کرنا	۵۱
۴۹	چہارم: ثمن کو مبہم رکھنا	۵۲
۴۹	پنجم: راس المال کے مد نظر ثمن کی تحدید	۵۳
۵۱-۵۰	بیع و ثمن کے مشترکہ احکام	۵۴-۵۹
۵۰	اول: بیع یا ثمن میں زیادتی کرنا	۵۴
۵۰	دوم: بیع یا ثمن میں کمی کرنا	۵۵
۵۱	سوم: زیادتی یا کمی کے آثار	۵۶
۵۳	چہارم: غیر کے حق میں زیادتی یا کمی کے لاحق ہونے کے موانع	۵۷
۵۴	پنجم: بیع یا ثمن کو سپرد کرنے کے اثر اجات	۵۸
۵۵	ششم: بیع یا مضمین ثمن کا کلی یا جزوی طور پر سپردگی سے قبل ہلاک ہونا	۵۹
۶۲-۵۶	بیع پر مرتب ہونے والے آثار	۶۰-۶۶
۵۶	اول: ملکیت کی منتقلی	۶۰
۵۷	دوم: نقد ثمن کی ادائیگی	۶۱
۵۸	عوضین میں سے کسی ایک کی ادائیگی کا آغاز	۶۲
۵۸	پہلی حالت۔ دونوں عوض مضمین ہوں (مقایضہ) یا دونوں ثمن ہوں (صرف)	۶۳
۵۹	دوسری حالت۔ ایک عوض متعین اور دوسرا ذمہ میں دین ہو	۶۴
۵۹	ادائیگی نہ کر سکنے کی وجہ سے دو طریقہ واپسی کی شرط لگانا	۶۵
۶۰	سوم۔ بیع کو سپرد کرنا	۶۶
۶۲	بیع کی انتہاء	۶۷

صفحہ	عنوان	فقہ
۶۷-۶۳	بیع استجرار	۱۶-۱
۶۳	تعریف	۱
۶۳	متعلقہ الفاظ: بیع بالتعاہی	۲
۶۷-۶۳	بیع استجرار سے متعلق احکام	۱۶-۳
۶۳	مذہب حنفیہ	۳
۶۳	مذہب مالکیہ	۷
۶۵	مذہب شافعیہ	۱۱
۶۵	مذہب حنبلیہ	۱۳
۶۷	بیع استئمانہ	
	دیکھئے: استرسال	
۷۲-۶۸	بیع امانت	۱۵-۱
۶۸	تعریف	۱
۷۰-۶۸	بیع امانت کی انواع	۱۰-۲
۶۸	بیع الوفاء	۵
۶۹	بیع المراءمہ	۶
۶۹	بیع اتولیہ	۷
۶۹	بیع الاشراک	۸
۶۹	بیع الوضعیہ	۹
۶۹	بیع المسترسل	۱۰
۷۰	بیوع امانت میں خیانت کا حکم	۱۱
۸۱-۷۲	بیع باطل	۱۶-۱
۷۲	تعریف	۱
۷۳	متعلقہ الفاظ: بیع صحیح، بیع فاسد اور بیع مکروہ	۲
۷۳	شرعی حکم	۵

صفحہ	عنوان	فقہ
۷۴	بطال بیع کے اسباب	۶
۸۱-۷۶	بیع باطل سے متعلق احکام	۸-۱۶
۷۶	الف۔ تر او (باہمی واپسی)	۹
۷۷	ب۔ بیع میں تصرف	۱۰
۷۷	ج۔ ضمان	۱۱
۷۸	د۔ بیع باطل کی تجزی	۱۲
۷۹	ه۔ بیع باطل کی تصحیح	۱۳
۸۹-۸۲	بیع التلجہ	۱-۱۷
۸۲	تعریف	۱
۸۲	متعلقہ الفاظ: بیع وفاء، بیع مکرمہ اور بیع ہازل	۲
۸۳	بیع کے علاوہ میں تلجہ	۵
۸۸-۸۴	بیع التلجہ کی قسمیں	۶-۱۶
۸۵-۸۴	قسم اول: تلجہ نفس بیع میں ہو	۷-۹
۸۴	نوع اول: تلجہ انشاء بیع میں ہو	۷
۸۵	نوع دوم: اترار بیع میں تلجہ ہو	۹
۸۸-۸۵	قسم دوم: وہ بیع جس میں تلجہ شمن یا بدل میں ہو	۱۰-۱۶
۸۵	نوع اول: وہ بیع جس میں تلجہ مقدار شمن میں ہو	۱۰
۸۶	نوع دوم: وہ بیع جس میں تلجہ جنس شمن میں ہو	۱۱
۸۸	فروخت کنندہ اور خریدار کے مابین اختلاف کا اثر	۱۷
۸۹	بیع التولیہ	
	دیکھئے: اتولیہ	
۸۹	بیع الثنیہ	
	دیکھئے: بیع الوفاء	

صفحہ	عنوان	فقہہ
۸۹-۹۲	بیع جبری	۹-۱
۸۹	تعریف	۱
۸۹	متعلقہ الفاظ: اکراہ علی البیع، بیع تلجھ	۲
۹۰	شرعی حکم	۳
۹۰	مدیون کو اپنا مال بیچنے پر مجبور کرنا	۵
۹۱	بیع مرہون	۶
۹۱	مٹکر (ذخیرہ اندوز) کفر و خنکی پر مجبور کرنا	۷
۹۱	واجب نفقہ کے لئے بیع پر مجبور کرنا	۸
۹۲	شفعہ کی وجہ سے جبر الیہا	۹
۹۲-۱۰۰	بیع جزاف	۱۱-۱
۹۲	تعریف	۱
۹۲	شرعی حکم	۲
۹۳	بیع جزاف کی شرائط	۳
۹۴	غلہ کا ڈھیر اُکل سے فروخت کرنا	۴
۹۴	اُکل کی بیع کے وقت لاج کے ڈھیر کی جگہ کا برابر ہونا	۵
۹۵	پینائش کی جانے والی اشیاء اور متفاوت عددی اشیاء کی بیع جزاف	۶
۹۵	خریدار اور فروخت کنندہ میں سے کسی ایک کے مقدار بیع سے واقف ہونے کے ساتھ بیع جزاف	۷
۹۶	مال ربوی کی ہم جنس سے اُکل کی بیع	۸
۹۶	بیع میں کسی معلوم چیز کا یا اُکل کا اُکل میں ضم کرنا	۹
۹۸	بیع کا طے شدہ مقدار سے کم یا زائد نکالنا	۱۱
۱۰۱-۱۰۷	بیع الحاضر للبادی	۲۲-۱
۱۰۱	تعریف	۱
۱۰۲	اس بیع سے ممانعت	۳
۱۰۳	بیع الحاضر للبادی سے ممانعت کی علت	۵



صفحہ	عنوان	فقہہ
۱۰۳	ممانعت کی قیود	۷
۱۰۵	نہج الحاضر للبادی کا حکم	۱۶
۱۰۸-۱۱۰	نہج الحصة	۱۱-۱
۱۰۸	تعریف	۱
۱۰۹	نہج الحصة کا حکم	۷
۱۱۰	نہج سلم	دیکھئے: سلم
۱۱۰	نہج صرف	دیکھئے: صرف
۱۱۱-۱۱۳	نہج عرایا	۵-۱
۱۱۱	تعریف	۱
۱۱۱	اس کا حکم	۲
۱۱۳-۱۱۵	نہج عربون	۶-۱
۱۱۳	تعریف	۱
۱۱۳	اجمالی حکم	۲
۱۱۳	نہج عربون کے اہم ترین احکام	۴
۱۱۵	نہج عہدہ	دیکھئے: نہج الوفاء
۱۱۵-۱۱۷	نہج عینہ	۵-۱
۱۱۵	تعریف	۱
۱۱۶	نہج عینہ کی صورت	۲
۱۱۶	اس کا حکم	۳

صفحہ	عنوان	فقہہ
۱۱۸	بیع غرر	دیکھئے: غرر
۱۱۸-۱۳۵	بیع فاسد	۱-۲۰
۱۱۸	تعریف	۱
۱۱۹	متعلقہ الفاظ: بیع صحیح، بیع باطل، بیع مکروہ، بیع موقوف	۲
۱۲۰	شرعی حکم	۶
۱۲۰-۱۲۴	اسباب فساد	۷-۱۶
۱۲۰	الف۔ ضرر اٹھائے بغیر سپرد کرنے کی قدرت نہ ہونا	۸
۱۲۱	ب۔ بیع یا ثمن یا اجل کی جہالت	۹
۱۲۱	ج۔ بیع بالا کراہ (زبردستی کی بیع)	۱۱
۱۲۲	د۔ شرط مفسد	۱۲
۱۲۳	ه۔ عقد میں توقیت کا ہونا	۱۳
۱۲۳	و۔ عقد میں ربا کا ہونا	۱۴
۱۲۳	ز۔ بیع بالغ غرر (غرر کے ساتھ بیع)	۱۵
۱۲۳	ح۔ قبضہ سے قبل منقول کی بیع	۱۶
۱۲۴	فساد کی تجزی	۱۷
۱۲۴	بیع فاسد کی مثالیں	۱۸
۱۲۶-۱۳۵	بیع فاسد کے آثار	۲۱-۲۰
۱۲۷	اول: قبضہ کے ذریعہ ملکیت کا منتقل ہونا	۲۲
۱۲۸	ملکیت کی منتقلی قیمت کے ذریعہ نہ کہ متعین کردہ ثمن کے ذریعہ	۲۴
۱۲۸	دوم: استحقاق فسخ	۲۵
۱۲۹	شرائط فسخ	۲۶
۱۲۹	فسخ کا اختیار کس کو ہے	۲۷
۱۳۰	بیع فاسد کے فسخ کا طریقہ	۲۸
۱۳۰	حق فسخ کو باطل کرنے والی چیزیں	۲۹

صفحہ	عنوان	فقہہ
۱۳۰	پہلی صورت: بیع فاسد والے بیع میں قولی تصرف	۳۰
۱۳۲	دوسری صورت: بیع فاسد کی بیع میں کئے جانے والے تصرفات	۳۳
۱۳۳	سوم: (بیع فاسد کے احکام میں سے) بیع فاسد کے بیع اور ثمن میں نفع کا حکم	۳۶
۱۳۳	چہارم: بیع فاسد کا تصحیح کو قبول کرنا	۳۷
۱۳۴	پنجم: بیع کے بلاک ہو جانے پر ثمن	۳۸
۱۳۴	ششم: بیع فاسد میں خیار کا ثبوت	۴۰
۱۳۵ - ۱۴۴	بیع الفضولی	۱۹-۱
۱۳۵	تعریف	۱
۱۳۶	شرعی حکم	۲
۱۳۶	اجمالی حکم	۳
۱۳۶	دلائل	۴
۱۳۸	الف - بیع میں فضولی کا تصرف	۶
۱۴۲	ب - خریداری میں فضولی کا تصرف	۱۶
۱۴۴ - ۱۵۹	بیع مالم یقبض	۱۴-۱
۱۵۰	قبضہ سے قبل ممنوع تصرف کا ضابطہ	۶
۱۵۳	قبضہ کی تحدید اور اس کا تحقق	۱۰
۱۵۶	قبضہ سے قبل صدق یا بیہ کی بیع	۱۳
۱۵۹ - ۱۶۰	بیع محاقلہ	۲-۱
۱۵۹	تعریف	۱
۱۵۹	بیع محاقلہ کا حکم	۲
۱۶۰	بیع مراہجہ	
	دیکھئے: مراہجہ	

صفحہ	عنوان	فقہ
۱۶۰-۱۶۱	بیع مزایہ	۱-۲
۱۶۰	تعریف	۱
۱۶۱	بیع مزایہ کا حکم	۲
۱۶۲	بیع مزایدہ	دیکھئے: مزایدہ
۱۶۲	بیع مساومہ	دیکھئے: مساومہ
۱۶۲	بیع مسترسل	دیکھئے: استرسال
۱۶۲-۱۶۳	بیع ملامتہ	۱-۴
۱۶۳-۱۶۵	بیع منابذہ	۱-۲
۱۶۶-۲۶۰	بیع منہی عنہ	۱-۱۵۳
۱۶۶	تعریف	۱
۱۶۶	کوئی عارض نہ ہو تو بیع میں اصل حلت ہے	۲
۱۶۶	نہی کا موجب	۳
۱۶۷-۲۵۷	بیع سے نہی کے اسباب	۴-۱۳۸
۱۶۷-۱۹۱	محل عقد سے متعلق اسباب	۵-۳۵
۱۶۸	معقود علیہ سے متعلق پہلی شرط	۵
۱۶۹	محل عقد سے متعلق دوسری شرط	۷
۱۷۰	تیسری شرط: مالیت والا ہونا	۸
۱۷۱	کتے کی خرید و فروخت	۱۳

صفحہ	عنوان	فقہہ
۱۷۷	درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں اور کیڑوں کی خرید و فروخت	۱۴
۱۷۹	لہو و لعب اور گانے بجانے کے آلات کی خرید و فروخت	۱۹
۱۸۱	بتوں وغیرہ کی خرید و فروخت	۲۰
۱۸۱	چوتھی شرط: خرید و فروخت خود مالک یا اس کا قائم مقام انجام دے	۲۱
۱۸۳	الف: بیع فضولی	۲۲
۱۸۳	۱۔ بیع وقف	۲۲
۱۸۳	۲۔ بیت المال کی اراضی کفر و خست کرنا	۲۲
۱۸۳	۳۔ مساجد وغیرہ کفر و خست کرنا	۲۲
۱۸۳	۴۔ سیال اور جامد معدنیات کفر و خست کرنا	۲۲
۱۸۴	۵۔ ایک بار کی غوطہ خوری (کے نتیجے کی بیع)	۲۳
۱۸۴	۶۔ قبضہ سے قبل صدقہ اور ہبہ کفر و خست کرنا	۲۴
۱۸۵	۷۔ تقسیم سے قبل مال غنیمت کفر و خست کرنا	۲۵
۱۸۸	پانچویں شرط: فروخت کردہ کو سپرد کرنے کی قدرت ہو	۳۲
۱۹۱-۲۳۰	لازم عقد سے متعلق اسباب	۳۶-۹۸
۱۹۱-۲۱۰	ربا سے متعلق اسباب ممانعت	۳۶-۶۶
۱۹۲	الف۔ بیع عینہ	۳۷
۱۹۲	ب۔ بیع مزابنہ	۳۸
۱۹۲	ج۔ بیع محاقلہ	۳۹
۱۹۲	د۔ بیع عرایا	۴۰
۱۹۲	ه۔ بیع عربون	۴۱
۱۹۲	و۔ دونوں صاع کے جاری ہونے سے قبل امان کفر و خست کرنا	۴۲
۲۰۰	ز۔ بیع الکالی بالکالی (دین کی دین سے یا ادھار کی ادھار سے فروخت)	۵۳
۲۰۳	ح۔ جانور کے عوض کوشت فروخت کرنا	۵۸
۲۰۳	اول: کیا سارا کوشت ایک جنس ہے؟	۵۹

صفحہ	عنوان	فقرہ
۲۰۴	دوم: کوشت کو اسی جنس کے جانور کے عوض فروخت کرنا	۶۰
۲۰۵	سوم: کوشت کو خلاف جنس جانور کے عوض فروخت کرنا	۶۱
۲۰۶	چہارم: کوشت کو نہ کھائے جانے والے جانور کے عوض فروخت کرنا	۶۲
۲۰۷	ط۔ خشک کھجور کے عوض تر کھجور کفر وخت کرنا	۶۳
۲۰۸	ی۔ بیج اور قرض	۶۵
۲۱۰	ک۔ بیج اور شرط	۶۶
۲۱۰-۲۳۰	غیر سے متعلق اسباب ممانعت	۶۷-۹۸
۲۱۱	الف۔ شکم مادر میں موجود جنین کی بیج	۶۹
۲۱۱	ب۔ قابل انتفاع ہونے سے قبل پھل کی بیج	۷۰
۲۱۳	- بد و صلاح کا معنی	۷۱
۲۱۴	- بد و صلاح سے قبل پھل کفر وخت کرنے کا حکم	۷۲
۲۱۹	- کیا پھل کی بیج کی صحت کے لئے پورے پھل میں بد و صلاح شرط ہے	۷۹
۲۲۲	- پے در پے پیدا ہونے والے پھلوں وغیرہ کی بیج	۸۵
۲۲۵	ج۔ کئی سال کے لئے بیج	۸۸
۲۲۵	و۔ پانی میں مچھلی کی بیج	۸۹
۲۲۶	ھ۔ بھگوڑے غلام کی بیج	۹۱
۲۲۶	و۔ تھن میں دودھ کی بیج	۹۲
۲۲۷	ز۔ پشت پر رہتے ہوئے اون کی بیج	۹۳
۲۲۷	ح۔ دودھ میں لگی کی بیج	۹۴
۲۲۸	ط۔ بیج میں مجہول شی کا استثناء کرنا	۹۵
۲۳۰-۲۵۷	ممانعت کے وہ اسباب جو عقد سے متعلق نہیں ہیں	۹۹-۱۴۸
	نوع اول	
۲۳۱-۲۴۷	وہ اسباب جن کے نتیجے میں ضرر مطلق لازم آئے	۱۰۰-۱۳۲
۲۳۱	غلام کی بیج میں ماں اور اس کے بچہ کے درمیان تفریق کرنا	۱۰۱
۲۳۱	اس تفریق کے حکم کے بارے میں فقہاء کے مذاہب	۱۰۲

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۳۲	چھوٹے جانور اور اس کی ماں کے درمیان تفریق کا حکم	۱۰۴
۲۳۲	ب۔ شراب بنانے والے کے ہاتھ مصیر (رس) کی بیع	۱۰۶
۲۳۴	۔ رس کو شراب بنانے کے خریدار کے قصد کا بائع کو علم ہونے کی شرط	۱۰۷
۲۳۴	۔ شراب بنانے والے ذمی کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع کا حکم	۱۰۹
۲۳۵	۔ انگور کے رس کی بیع کا حکم اور دوسرے رسوں پر اس حکم کی شمولیت	۱۱۰
۲۳۵	۔ شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع کے صحیح اور باطل ہونے کا حکم	۱۱۱
۲۳۶	۔ حرام مقصد والی چیز کی بیع	۱۱۲
۲۳۷	۔ حرام مقصد والی چیز کی بیع کے صحیح اور باطل ہونے کا حکم	۱۱۷
۲۳۸	ج۔ کسی دوسرے کی بیع پر بیع کرنا	۱۱۸
۲۳۹	اس کا حکم	۱۱۹
۲۴۰	دوسرے کی خریداری پر مول تول کرنا اور خریدنا	۱۲۲
۲۴۱	اس کا حکم	۱۲۴
۲۴۵	ھ۔ نجش	۱۲۸
۲۴۶	و۔ تلہی جلب یا رکبان یا سلع	۱۲۹
۲۴۶	تلہی کا شرعی حکم	۱۳۰
۲۴۷	تلہی کا قانونی حکم	۱۳۱
۲۴۷	ز۔ شہری کی دیہاتی سے فروخت	۱۳۲

### نوع دوم

۲۴۸-۲۵۷	وہ اسباب جن کے نتیجہ میں دینی یا خالص عباداتی مخالفت لازم آئے	۱۳۳-۱۳۸
۲۴۸	الف۔ اذان جمعہ کے وقت بیع	۱۳۳
۲۴۹	اس کا شرعی حکم	۱۳۴
۲۴۹	اس بیع کی حرمت کی قیود	۱۳۵



صفحہ	عنوان	فقہ
۲۵۰	حرمت میں بیع کے علاوہ دوسرے عقود کو بیع پر قیاس کرنا	۱۳۶
۲۵۰	نماز ختم ہونے تک بیع کی حرمت کا برقرار رہنا	۱۳۷
۲۵۱-۲۵۴	اذان کے وقت بیع کے عمومی احکام	۱۳۸-۱۴۴
	اول: جس پر جمعہ لازم ہے اس کی طرف سے ایسے شخص کے	۱۳۸
۲۵۱	ہاتھ بیع کا حکم جس پر جمعہ لازم نہیں	
۲۵۱	دوم: اذان سن کر جامع مسجد جاتے ہوئے بیع کا حکم	۱۳۹
۲۵۲	سوم: سعی کے بعد مسجد میں بیع کا حکم	۱۴۰
۲۵۳	چہارم: زول کے بعد دوسری اذان سے قبل بیع	۱۴۱
۲۵۳	پنجم: ممانعت کا جمعہ سے غافل کرنے والی تمام چیزوں کو شامل ہونا	۱۴۲
۲۵۳	ششم: اذان میں اعتبار ابتداء کا ہے یا مکمل ہونے کا	۱۴۳
۲۵۳	اس کا قانونی حکم	۱۴۴
۲۵۴	ب۔ کافر کے ہاتھ مصحف کی بیع	۱۴۵
۲۵۵	- اس بیع سے ملحق امور	۱۴۶
۲۵۵	- اس بیع سے مستثنیٰ امور	۱۴۷
۲۵۶	- مسلمانوں کی طرف سے مصحف کی بیع اور اس کی خریداری کا حکم	۱۴۸
۲۵۷	ممنوع بیع کے نتائج	۱۴۹
۲۵۸	فساء بطلان اور صحت کی اصطلاحات کے درمیان فرق	۱۵۰
۲۵۸	اول: خفیہ کے نزدیک بیع باطل کے احکام	۱۵۱
۲۵۹	دوم: بیع فاسد کے احکام	۱۵۲
۲۵۹	سوم: بیع مکروہ کے احکام	۱۵۳
۲۶۱-۲۶۶	بیع موقوف	۷-۱
۲۶۱	تعریف	۱
۲۶۱	بیع موقوف کی مشروعیت	۲
۲۶۳	بیع موقوف کی انواع	۴

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۶۴	بیع موقوف کا حکم	۵
۲۶۴	بیع موقوف کا اثر	۶
۲۶۵	توقف کے دوران معقود علیہ میں ہونے والے تصرفات	۷
۲۶۵	اول: وہ تصرفات جن کا اثر اثنا عقد کے وقت سے جاری ہوتا ہے	۷
۲۶۶	دوم: وہ تصرفات جن کا حکم اجازت ملنے کے وقت کے ساتھ محدود ہوتا ہے	۷
۲۸۴-۲۶۷	بیع و شرط	۳۵-۱
۲۶۷	اس کی ماہیت و مشروعیت	۱
۲۶۸	اول: مذہب حنفیہ	۲
۲۷۱	دوم: مذہب مالکیہ	۱۱
۲۷۵	سوم: مذہب شافعیہ	۲۱
۲۷۹	چہارم: مذہب حنابلہ	۲۸
۲۸۳	ایک بیع میں دو بیع	۳۵
۲۸۴	بیع الوضیعہ	
	دیکھئے: وضیعہ	
۲۸۸-۲۸۴	بیع الوفاء	۱۰-۱
۲۸۴	تعریف	۱
۲۸۴	بیع الوفاء کا حکم	۲
۲۸۷	جواز کے قائلین کے نزدیک بیع الوفاء کی شرط	۶
۲۸۸-۲۸۶	بیع الوفاء پر مرتب ہونے والے اثرات	۱۰-۷
۲۸۶	اول: ملکیت کے لئے اس کو منتقل نہ کرنا	۷
۲۸۷	دوم: فروخت شدہ چیز کو واپس لینے کے سلسلہ میں فروخت کرنے والے کا حق	۸
۲۸۷	سوم: بیع الوفاء میں متعاقبین میں سے کسی ایک کی موت کا اثر	۹
۲۸۸	چہارم: بیع الوفاء میں متعاقبین کا اختلاف	۱۰

صفحہ	عنوان	فقہ
۲۸۸-۲۹۸	بیعتان فی بیعة	۱-۱۴
۲۸۸	تعریف	۱
۲۹۰	متعلقہ الفاظ: صفتان فی صفتہ، بیع و شرط	۲
۲۹۱	بیعتین فی بیعة کا حکم	۴
۲۹۳	اس مسئلہ میں مالکیہ کے مذہب کی توضیح	۷
۲۹۸-۳۰۵	بیعت	۱-۱۳
۲۹۸	تعریف	۱
۲۹۹	متعلقہ الفاظ: عقد اور عہد	۳
۲۹۹	بیعت کا شرعی حکم	۵
۳۰۰	بیعت کی مشروعیت کے دلائل	۶
۳۰۲	نبی کریم ﷺ سے صحابہ کی بیعت، اور دوسرے ائمہ سے بیعت کے درمیان فرق	۸
۳۰۳	کیا بیعت عقد ہے اور قبول کرنے پر موقوف ہے	۹
۳۰۳	امامت کے انعقاد میں بیعت کا اثر	۱۰
۳۰۴	جن لوگوں کی بیعت سے امامت کا انعقاد ہوتا ہے ان کی تعداد	۱۱
۳۰۴	طریقہ بیعت	۱۲
۳۰۵	بیعت کو توڑنا	۱۳
۳۰۵	بیعت	
	دیکھئے: معابد	
۳۰۵	بینہ	
	دیکھئے: شہادات، اثبات	
۳۰۹-۳۲۴	تراجم فقہاء	

موسوع فقهيہ

من فلان أو لفلان“۔

اور رہا بیع کو ”علی“ صلہ کے ساتھ ذکر کرتے ہوئے یہ کہنا: ”باع علی فلان کذا“، تو اس کا استعمال اس صورت میں ہے جب مالک کی رضا مندی کے بغیر اس کا مال فروخت کر دیا گیا ہو<sup>(۱)</sup>۔ فقہاء کی اصطلاح میں بیع کی دو تعریفیں ہیں: اول بیع بمعنی اعم (زیادہ عام معنی میں) اور وہ ”مطلق بیع“ ہے، اور دوم بیع بمعنی اخص (زیادہ خاص معنی میں) اور وہ ”بیع مطلق“ ہے۔

حنفیہ نے بیع پہ معنی اعم کی تعریف بیع کی لغوی تعریف کے مطابق کی ہے، اور ”تراضی“ (آپسی رضا مندی) کی قید لگائی ہے، لیکن ابن ہمام نے کہا: لفظ بھی ”تراضی“ ضروری ہے، اس لئے کہ ”باع زید ثوبہ“ کا مفہوم یہی تو ہے کہ اس نے باہمی رضا مندی کے ذریعہ تبادلہ کیا ہے، اور یہ کہ غصب کے طور پر کوئی چیز لیا، اور بلا تراضی کوئی دوسری چیز دینا، اہل لغت اس کو ”باعہ“ نہیں کہتے<sup>(۲)</sup>۔ اور حنفیہ میں سے صاحب ”الدرر“ نے ”تراضی“ کے بجائے لفظ ”اکتاب“ کی قید لگانا پسند کیا ہے، اور اس کا مقصد بہہ کا بہہ سے مقابلہ و تبادلہ سے امتراز کرنا ہے، کیوں کہ اس میں مال کا مال سے تبادلہ ہوتا ہے، لیکن ”تصرع“ کے طور پر ہوتا ہے، ”اکتاب“ کی غرض سے نہیں<sup>(۳)</sup>۔

مالکیہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ بیع ایسا عقد معاوضہ ہے جس میں عوض نہ منافع ہو اور نہ حصول لذت ہو، اور یہ اس لئے ہے تاکہ اس میں اجارہ اور نکاح سے امتراز ہو جائے، اور تاکہ اس میں ثواب کا بہہ کرنا<sup>(۴)</sup>، ”صرف“ اور ”سلم“ ہو جائیں<sup>(۵)</sup>۔

(۱) المصباح، المغرب، الملمان مادۃ ”بیع“، المصباح ۲/۲۲۲۔

(۲) فتح القدیر ۵/۵۵۵۔

(۳) الدرر شرح القدر ۲/۱۳۲۔

(۴) یہاں ”ثواب کے بہہ“ سے مراد کسی کو اس مقصد سے بہہ کرنا ہے کہ وہ بوبلہ اس کے بہہ کا عوض اس کو دے۔

(۵) المصباح ۲/۵۵۵۔

## بیع

تعریف:

۱- بیع لغت میں ”باع“ کا مصدر ہے، جس کا معنی: مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے، یا بعض کتابوں میں موجود دوسرے الفاظ میں: کسی شے کو کسی شے کے مقابلہ میں رکھنا یا عوض دے کر اس شے کو لیا جس کا عوض دیا گیا۔

”بیع“ (شراء کی طرح) اضداد میں سے ہے، ان میں سے ایک بول کر دوسرا مراد ہوتا ہے، اور متعاقدین میں سے ہر ایک کو ”باع“ یا ”بیع“ کہا جاتا ہے، لیکن اگر لفظ بائع مطلق بولا جائے تو عرف میں عام طور پر اس سے مراد: سامان دینے والا ہوتا ہے۔ اور خطاب نے لکھا ہے کہ قریش کی زبان میں لفظ ”باع“ کا استعمال اس صورت میں ہے جب کسی چیز کو اپنی ملکیت سے نکالے، اور ”اشتری“ کا استعمال اپنی ملکیت میں کسی چیز کو داخل کرنے کے لئے ہے، اور یہی زیادہ فصیح ہے، اور فہم میں سہولت کے لئے اسی کو علماء نے اصطلاح بنالیا ہے۔

”باع“ فعل بذات خود و مفعولوں کی طرف متعدی ہوتا ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: ”بعت فلانا السلعة“ (یعنی میں نے فلاں کو سامان بیچا)، اور ان میں سے ایک مفعول پر اکتفا کثرت سے ہے، کہا جاتا ہے: ”بعت الدار“، اور کبھی کبھی تاکید کے لئے فعل کے ساتھ کوئی حرف مثلاً (من) یا (لام) کا اضافہ کر کے کہا جاتا ہے: ”بعت

شافعیہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ مخصوص طریقہ پر مال کو مال کے مقابلہ میں دینا بیع ہے۔

قلیوبی نے اس کی ایک اور تعریف ذکر کی ہے، اور اسی کو اولیٰ کہا ہے، وہ یہ ہے: ”عقد معاوضۃ مالیۃ تفید ملک عین أو منفعة علی التابید لا علی وجه القربة“ (یعنی ایسے مالی معاوضہ کا عقد ہے جس سے عین یا منفعت کی ملکیت ابدی طور پر حاصل ہو، مگر بہت کے طور پر نہیں)۔ پھر قلیوبی نے کہا: ”معاوضۃ“ کی قید سے ہر یہ وغیرہ نکل گیا، ”مالیۃ“ کی قید سے نکاح وغیرہ نکل گیا، ”إفادة ملک العین“ کی قید سے اجارہ نکل گیا، ”تابید“ کی قید سے بھی اجارہ نکل گیا، اور ”غیر وجہ القربة“ کی قید سے قرض نکل گیا۔ اور منفعت کی قید کا مقصد یہ ہے کہ گزرگاہ کا حق اور اس جیسے دوسرے حقوق کی بیع بیع کی تعریف میں داخل رہے (۱)۔

حنابلہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے: ہمیشہ کے لئے مال کا مبادلہ (اگرچہ ذمہ میں ہو) یا مباح منفعت کا مبادلہ (مثلاً گھر کے لئے گزرگاہ) ان میں سے کسی ایک کے مثل کے عوض بیع کہلاتا ہے، جبکہ اس میں ربا قرض نہ ہو، اور بعض حنابلہ نے یہ تعریف کی ہے کہ مالک بنانے اور مالک بننے کے لئے مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے (۲)۔

ربا بیع بہ معنی اخس، اور وہ بیع مطلق ہے، تو اس کا ذکر حنفیہ و مالکیہ نے کیا ہے، مالکیہ اس کی تعریف میں کہتے ہیں: ”عقد معاوضۃ علی غیر منافع ولا متعة لذۃ ذومکایسة، أحد عوضیه غیر ذهب ولا فضة، معین غیر العین فیہ“ (۳)۔

(۱) شرح الروض ۲/۲، اقلیوبی ۱۵۲/۲۔

(۲) المغنی و المشرع للکبیر ۲/۳، کشاف القناع ۱۳۶/۳۔

(۳) غیر العین فیہ، کے قید کا مقصد یہ ہے کہ غیر عین سلم میں معین نہیں ہوتا بلکہ ”ذمہ“ میں واجب ہوتا ہے اور یہاں ”معین“ سے مراد سوا یا چاندی ہے جو سلم کا راس المال ہو۔

(یعنی ایسا عقد معاوضہ جو منافع اور حصول لذت کے علاوہ کے لئے ہو، آپس میں غلبہ کے جذبہ سے ہو، اس کے عوضین میں سے ایک سوا یا چاندی نہ ہو، اور غیر عین اس میں معین ہو)۔

ذومکایسة کی قید سے ثواب کے لئے دیا جانے والا ہبہ نکل گیا، ”مکایسة“ کا معنی مغالبہ ہے، ”أحد عوضیه غیر ذهب ولا فضة“ کی قید سے ”صرف“ اور ”مراطلة“ (سونے کو سونے سے یا چاندی کو چاندی سے وزن کر کے بیچنا) نکل گئے، اور ”معین“ کی قید سے ”سلم“ نکل گیا (۱)۔

پھر شافعیہ نے دیکھا کہ بیع کی تعریف سے بسا اوقات صرف بیع مراد ہوتی ہے، اس اعتبار سے کہ وہ عقد کی ایک شق ہے، تو انہوں نے اس کے بارے میں کہا کہ وہ مخصوص طور پر عوض کے ذریعہ مالک بنانا ہے، اور اسی وجہ سے انہوں نے ”شراء“ کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ مخصوص طور پر عوض کے ذریعہ تملک (مالک بننا) ہے۔

جیسا کہ خطاب نے ایک اور تعریف (جو بیع صحیح و فاسد کو شامل ہے) ان الفاظ میں ذکر کی ہے: ”دفع عوض فی معوض“ (۲) (یعنی معوض کا عوض دینا)، کیونکہ اس تعریف والے کا خیال ہے کہ بیع فاسد ملکیت کو منتقل نہیں کرتی، بلکہ صرف ملکیت کے شبہ کو منتقل کرتی ہے، پھر خطاب نے اشارہ کیا ہے کہ عرب والے کسی چیز کو صحیح محض اس کے صحیح سمجھنے کی بنیاد پر کہہ دیتے ہیں، لہذا ان کے اپنے عہد جاہلیت کے حکم کے لحاظ سے ملکیت منتقل ہو جاتی ہے، کو کہ اسلامی حکم کے لحاظ سے منتقل نہ ہوتا، تاہم حقائق شرعیہ کا مقصود ”صحیح“ کا علم حاصل کرنا ہی ہے۔

(۱) الخطاب ۲/۲۵۵، المبحر شرح المآثر ۳/۲۔

(۲) الخطاب ۲/۲۲۳۔



متعلقہ الفاظ:

الف- ہبہ اور وصیت:

۲- ہبہ: زندگی کے دوران بلا عوض مالک بنانا ہے۔

وصیت: موت کے بعد بلا عوض مالک بنانا ہے<sup>(۱)</sup>۔

یہ دونوں بیع سے اس لحاظ سے الگ ہیں کہ بیع میں تملیک عوض کے ذریعہ ہوتی ہے۔

ب- اجارہ:

۳- اجارہ: معلوم معاوضہ کے بدلے معلوم منفعت کا عقد ہے۔

لہذا اجارہ میں مدت یا عمل کی تحدید ہوتی ہے جبکہ بیع میں ایسا نہیں ہوتا۔

اجارہ میں منفعت کی تملیک ہوتی ہے جبکہ بیع میں فی الجملہ ”ذات“ کی تملیک ہوتی ہے<sup>(۲)</sup>۔

ج- صلح:

۴- صلح: ایسا عقد ہے جو نزاع اور خصومت کے ختم کرنے کا مقاضی ہو۔

ابن عرفہ نے صلح کی تعریف یہ کی ہے: ”انتقال عن حق أو دعوی بعوض لرفع نزاع أو خوف وقوعه“ (یعنی نزاع یا اندیشہ نزاع کو دور کرنے کے لئے عوض لے کر کسی حق یا دعوی سے ہٹنا)۔

اگر مصالحت عوض کے لینے پر ہو تو یہ صلح معاوضہ ہے، اس کو فقہاء

بیع قرار دیتے ہیں، جس میں شرائط بیع کا اعتبار ہوگا۔

فقہاء کہتے ہیں: جس شی پر دعوی ہے اس کو چھوڑ کر دوسری چیز لینے پر صلح کرنا، لی ہوئی چیز کے عوض اس شی کی ذات کی بیع کرنا ہے بشرطیکہ لی ہوئی چیز ذات ہو، لہذا اس میں بیع کی شرائط ضروری ہونگی۔

اور اگر لی ہوئی چیز منافع ہو تو یہ معاملہ اجارہ ہے۔

لیکن اگر اس دعوی کی گئی شی کے کچھ حصہ کو لینے اور باقی کو چھوڑنے پر صلح ہو تو یہ ہبہ ہے۔

لہذا صلح بعض صورتوں میں بیع مانی جائے گی<sup>(۱)</sup>۔

د- تقسیم:

۵- حنفیہ نے تقسیم کی تعریف یہ کی ہے: کہ وہ پھیلے ہوئے غیر معین حصہ کو معین میں جمع کرنا ہے۔ اور ابن عرفہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے: کہ وہ دو مالک کے مملوک شی میں سے غیر معین حصہ کو معین بنادینا ہے، خواہ قراءہ اندازی کے طریقہ پر یا باہمی رضامندی سے اس میں تصرف کی تخصیص کے ذریعہ ہو۔

شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک تقسیم: بعض حصوں کو ممتاز اور الگ کرنا ہے<sup>(۲)</sup>۔

بعض فقہاء نے تقسیم کو بیع قرار دیا ہے۔ ابن قدامہ کہتے ہیں: ”تقسیم“: حق کو الگ کرنا، اور دو حصوں میں سے ہر ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنا ہے، اور یہ بیع نہیں ہے، امام شافعی کے دو قول میں سے ایک قول یہی ہے، ان کا دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بیع ہے،

(۱) الاختیار ۵/۳، جوہر لا طیل ۲/۱۰۲، ۱۰۳، مغنی المحتاج ۲/۱۷۷، شرح منہجی و رادات ۲/۲۶۰۔

(۲) البحر الرائق ۸/۱۶۷، مع الجلیل ۳/۶۱۹، نہایۃ المحتاج ۸/۲۶۹، منہجی و رادات ۳/۵۰۸۔

(۱) البدائع ۶/۳۳۳، جوہر لا طیل ۲/۲۱۱، قلیوبی ۳/۵۶، مغنی المحتاج ۲/۶۲۔

(۲) التلخیص ۲/۵۱۱، الشرح المفید ۳/۵، طبع دار المعارف جوہر لا طیل ۲/۱۸۳، مغنی المحتاج ۲/۳۳۲، المغنی ۵/۳۳۳، منہجی و رادات ۲/۳۵۱۔





ہوتا ہے، اس میں کچھ تفصیل ہے جس کے لئے اصطلاح ”بیع منہی عنہ“ نیز علاحدہ علاحدہ ممنوع بیع کی قسمیں، اور اصطلاح ”بیع باطل“ اور ”بیع فاسد“ دیکھی جائے۔

کبھی حکم کراہت کا ہوتا ہے اور وہ اس صورت میں ہے جب اس میں ممانعت غیر یقینی ہو، ایسی بیع کو فسخ کرنا واجب نہیں ہوتا۔ مالکیہ میں سے خطاب نے اس کی مثال میں درندوں کی بیع کو لکھا ہے جبکہ ان کی کھالوں کے واسطے بیع نہ ہوئی ہو<sup>(۱)</sup>۔ کبھی بیع پر وجوب کا حکم آتا ہے، مثلاً وہ شخص جو کھانا یا پیما خریدنے کے لئے اضطراری حالت میں پہنچ چکا ہے تاکہ جان بچا سکے۔

کبھی بیع مستحب ہوتی ہے، مثلاً کسی نے دوسرے پر قسم کھالی کہ وہ اس کو کوئی سامان فروخت کرے، اور اس کے فروخت کرنے میں اس کا ضرر نہ ہو تو اسے قبول کر لینا مستحب ہے، اس لئے کہ غیر ضرر رساں چیز میں قسم کھانے والے کی قسم کو پورا کرنا مستحب ہے۔ ۷- بیع کی مشروعیت کی حکمت ظاہر ہے، اور وہ بندوں پر مہربانی کرنا، اور ان کے معاش کے حصول کے لئے تعاون کرنا ہے<sup>(۲)</sup>۔

### بیع کی تقسیم:

۸- مختلف اعتبارات سے بیع کی مختلف تقسیمیں ہیں جن میں اہم ترین بیع کے اعتبار سے تقسیم ثمن کے اعتبار سے تقسیم یعنی اس کی مقدار مقرر کرنے کے طریقہ کے لحاظ سے اور اس کی ادائیگی کی کیفیت کی حیثیت سے، اور حکم شرعی خواہ تکلیفی ہو یا وضعی (یعنی اثر) کے اعتبار سے۔

اول: بیع کے اعتبار سے بیع کی تقسیم:

بیع میں مبادلہ کے موضوع کے اعتبار سے بیع کی چار قسمیں ہیں:

### بیع مطلق:

۹- بیع مطلق: عین کا دین سے تبادلہ ہے، اور یہ مشہور ترین قسم ہے، اور اس نوع میں انسان کو موقع ملتا ہے کہ اپنے نقود کے عوض اپنی ضرورت کی ہر شے کا تبادلہ کرے، بیع کا لفظ اگر مطلق بولا جائے تو یہی قسم مراد ہوتی ہے، اور دوسری قسموں کی طرح اس میں قید ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

### بیع سلم:

۱۰- بیع دین کا عین سے تبادلہ کرنا یا نقد ثمن کے ذریعہ ادھار سامان کو فروخت کرنا ہے<sup>(۱)</sup>۔ اس کی تفصیل اصطلاح ”سلم“ میں ہے۔

### بیع صرف:

۱۱- یہ اثمان کا تبادلہ کرنا ہے، اس کی تفصیل اصطلاح ”صرف“ میں ہے۔

مالکیہ ”صرف“ کو اس صورت کے ساتھ خاص کرتے ہیں جبکہ نقد کا تبادلہ مخالف نقد سے ہو، اور یہ ”شمار“ کے ذریعہ ہوتا ہے، اور اگر اسی نوعیت کے نقد کے ذریعہ ہو تو اس کو ”مراطلہ“ کہتے ہیں جو وزن کے ذریعہ ہوتا ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) المجملہ: دفعہ (۱۳۳)۔

(۲) الخطاب ۲۲۶/۳، الدسوقی ۲/۳۳۔

(۱) ساتھ مراجع۔

(۲) جامعہ العدوی ۲/۲۵، محاسن الاسلام للبغدادی المجلد ۱ ص ۷۹۔

### فج مقایضہ:

۱۲- یہ عین کا عین سے تبادلہ کرنا ہے، اس کی تفصیل ”مقایضہ“ میں ہے۔

دوم: ثمن کی تحدید کے طریقہ کے اعتبار سے فج کی تقسیم:

ثمن کی تحدید کے طریقہ کے اعتبار سے فج کی چار قسمیں ہیں:

### فج مساومہ:

۱۳- فج مساومہ: ایسی فج جس میں بائع اپنے رأس المال کو ظاہر نہیں کرتا۔

### فج مزایده:

۱۴- فج مزایده یہ ہے کہ بائع اپنا سامان بازار میں پیش کرے، خریدار اس میں ایک دوسرے پر اضافہ کریں، اور سب سے زیادہ ثمن دینے والے کے ہاتھ سامان فروخت کر دیا جائے<sup>(۱)</sup>۔

### بیوع امانت:

۱۵- وہ بیوع جن میں ثمن کی تحدید رأس المال کے مثل یا اس سے زیادہ اس سے کم کے ذریعہ کی جاتی ہے، ان کو بیوع امانت اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان میں بائع کو رأس المال کی خبر دینے میں امین سمجھا جاتا ہے، اور اس کی تین قسمیں ہیں:

(۱) اس کے بالمقابل ”شراء بالمناقصہ“ ہے یعنی یہ کہ مشتری معین اوصاف کے حامل سامان کی خریداری کی پیش کش کرے اور فروخت کرنے والے کم از کم قیمت میں فروخت کرنے میں مقابلہ کریں، اور کم از کم قیمت سے رخصی ہونے والے پر فج ٹھہر جائے، جنہو کے باوجود ہمیں سب فقہ میں اس کا ذکر نہیں ملا، تاہم فقہاء کی رعایت کے ساتھ اس پر بھی ”مزایده“ کے احکام جاری ہوں گے۔

الف- فج مرابحہ: ایسی فج جس میں ثمن رأس المال پر اضافہ کے ساتھ مقرر کیا جائے، اس کی تفصیل ”مرابحہ“ میں ہے۔

ب- فج تولیہ: ایسی فج جس میں بذات خود رأس المال کو بغیر نفع اور نقصان کے ثمن مقرر کر دیا جائے۔  
دیکھئے: اصطلاح ”تولیہ“۔

ج- فج وضعیہ یا عطیہ یا نقیصہ: ایسی فج جس میں ثمن رأس المال سے کم مقرر کیا جائے یعنی اس میں خسارہ ہو، اس کی تفصیل اصطلاح ”وضعیہ“ میں ہے۔

اگر بیع کے ایک جز کی فج ہو تو اس کو بیع اشراک کہتے ہیں، اور یہ سابقہ قسموں سے الگ نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

اس کی تفصیل اصطلاح ”اشراک“ اور ”تولیہ“ میں دیکھی جائے۔

سوم: ثمن (قیمت) کی کیفیت کے اعتبار سے فج کی تقسیم:

۱۶- اس اعتبار سے فج کی اقسام یہ ہیں:

الف- فوری قیمت: جس میں قیمت اصدار کرنے کی شرط نہیں ہوتی اس کو فج نقد یا فوری واجب الاداء ثمن کے ذریعہ فج کہتے ہیں۔

ب- اصدار قیمت: جس میں قیمت اصدار کرنے کی شرط ہو۔ اس نوع پر تفصیلی کلام ثمن کے مباحث میں آئے گا۔

ج- قیمت کا عوض اصدار ہو: اور یہ فج سالم ہے، جس کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے۔

د- دونوں عوض اصدار ہوں: یعنی دین کے بدلہ دین کی فج، اور یہ فی الجملہ ممنوع ہے۔ اس کی تفصیل اصطلاح ”دین“، اور ”بیع منہی عنہ“ میں ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) رد المحتار ۳/۳۳، فج القدیرہ ۵/۵۵۵۔

(۲) فج القدیرہ ۵/۵۵۵۔



ابن رشد الحفید نے تبادلے کے طریقے، ثمن کی تحدید کی کیفیت، خیار واجب ہونے، اور بیع اور قیمت میں سے ہر ایک میں نقد و ادھار کے لحاظ سے بیع کی نو تقسیمات ذکر کی ہیں جو سابقہ تقسیمات سے الگ نہیں (۱)۔

ان کے علاوہ بیع کی موجودگی اور عدم موجودگی کے اعتبار سے، بیع کی رؤیت اور عدم رؤیت کے اعتبار سے، اور عقد کو قطعی شکل دینے اور اس میں اختیار دینے کے اعتبار سے کچھ اور فروعی تقسیمات ہیں (۲)۔

چہارم: حکم شرعی کے اعتبار سے بیع کی تقسیم:

۱۷- رعہ حکم شرعی کے اعتبار سے تقسیم تو اس کی انواع بکثرت ہیں مثلاً: بیع منعقد، اس کے مقابلہ میں بیع باطل ہوتی ہے، بیع صحیح، اس کے مقابلہ میں بیع فاسد ہوتی ہے، بیع مانذ، اس کے مقابلہ میں بیع موقوف ہوتی ہے، بیع لازم، اس کے مقابلہ میں بیع غیر لازم ہوتی ہے (اور اس کو بیع جائز یا بیع مختار بھی کہتے ہیں)، ان انواع سے متعلق تفصیل ان کی اپنی اپنی اصطلاحات میں دیکھی جائے، اور بیوع مہی عنہا کو اصطلاح ”بیع مہی عنہ“ میں دیکھا جائے۔

کچھ اور بیوع ہیں جن کے مخصوص نام ہیں، ان کے بارے میں ممانعت وارد ہے، مثلاً بیع نجس، بیع منابذہ وغیرہ، ان کو ان کی اصطلاحات میں دیکھا جائے۔

بیع کی کچھ اور انواع ہیں جن کے نام رکھنے میں ان حالات کی رعایت ہے جو عقد کے ساتھ پائے جاتے ہیں، اور حکم میں اثر انداز ہیں، مثلاً مکروہ یا ہازل کی بیع، بیع تلجہ، بیع فضولی، اور بیع ونا، اور ان کی

بھی اپنی اپنی اصطلاحات ہیں۔

اسی طرح امتصناع بیوع کی فہرست میں داخل ہے، حالانکہ اس میں اختلاف ہے کہ وہ بیع ہے یا اجارہ، اس کی تفصیل اس کی اپنی اصطلاح میں دیکھی جائے۔

ان بیوع پر فقہاء نے بیع مطلق سے الگ مستقل بحث کی ہے، تاہم وہ بیع مطلق کے بعد آتی ہے۔

اسی وجہ سے ان کو ”بیوع“ کہا گیا ہے، کیوں کہ یہ مطلق بیع کے تحت آتی ہیں، لیکن وہ ”بیع مطلق“ میں داخل نہیں، جیسا کہ گذرا۔

بیع کے ارکان و شرائط:

۱۸- بیع وغیرہ عقود کے ارکان کی تحدید کے بارے میں فقہاء کا مشہور اختلاف ہے کہ یہ محض صیغہ (ایجاب و قبول) ہے یا صیغہ، عاقدین (باع و مشتری) اور معقود علیہ کا مجموعہ یا محل عقد (بیع اور ثمن) ہے۔ جمہور (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کی رائے ہے کہ یہ سب بیع کے ارکان ہیں، اس لئے کہ جمہور کے نزدیک رکن وہ ہے جس پر کسی چیز کا وجود، اور عقلاً اس کا تصور موقوف ہو، خواہ وہ اس کی حقیقت کا جز ہو یا نہ ہو، اور بیع کا وجود عاقدین اور معقود علیہ پر موقوف ہوتا ہے، کو عاقدین اور معقود علیہ اس کی حقیقت کا جز نہیں ہیں (۱)۔

حنفیہ کی رائے ہے کہ بیع وغیرہ عقد کا رکن صرف صیغہ ہے، رہے عاقدین اور محل تو یہ ان چیزوں میں سے ہیں جو صیغہ کے وجود سے لازم آتے ہیں، ارکان میں سے نہیں ہیں، اس لئے کہ صیغہ کے علاوہ کوئی چیز بیع کی حقیقت کا جز نہیں ہے، کو کہ بیع کا وجود اس پر موقوف ہو (۲)۔

(۱) المشرح الصغیر ۳/۳ طبع الحلبي، معنی المحتاج ۵/۲، ۷، شرح منتقى البراد

۱۳۰/۲

(۲) الاختیار ۲/۲

(۱) بدلیۃ المجرید ۱۰۸/۲

(۲) لطايف ۲۲۶/۳

بعض معاصر فقہاء کے یہاں مستحسن یہ ہے کہ صیغہ، عاقدین، اور محل کے مجموعہ کا نام ”مقومات عقد“ رکھا جائے، اس لئے کہ بالاتفاق ان کے بغیر عقد کا قیام نہیں ہوتا<sup>(۱)</sup>۔

۱۹- صیغہ، عاقدین اور محل ہر ایک کے لئے کچھ شرائط ہیں جن کے بغیر ان میں سے کسی کا شرعی وجود متحقق نہیں اور اپنے وجود یا نقد ان کی تاثیر کے لحاظ سے یہ شرائط مختلف ہیں۔

ان میں سے بعض انعقاد کی شرائط ہیں، ان میں کسی بھی ایک شرط کے نقد ان پر عقد باطل ہو جاتا ہے۔

ان میں سے کچھ صحت کی شرائط ہیں، اور ان میں سے کسی شرط کے نقد ان پر عقد کا باطل ہونا یا فاسد ہونا مرتب ہوتا ہے، جیسا کہ حنفیہ اور جمہور کے مابین اختلاف ہے۔

ان میں سے کچھ شرائط نفاذ ہیں، اور ان میں سے کسی کے نقد ان پر بیع کا موقوف ہونا مرتب ہوتا ہے۔

ان میں سے کچھ شرائط لزوم ہیں، اور ان کے کلی یا جزئی طور پر نقد ان کے نتیجہ میں عقد غیر لازم ہو جاتا ہے۔

شرائط کی یہ تقسیم حنفیہ کے مذہب کے موافق ہے۔  
ان میں سے بعض میں غیر حنفیہ کا اختلاف ہے جس کا بیان آئے گا۔

صیغہ اور اس کی شرائط:

۲۰- صیغہ (جیسا کہ خطاب نے صراحت کی ہے)<sup>(۲)</sup> ایجاب و قبول ہے۔

ایجاب و قبول کی صلاحیت ہر ایسا قول رکھتا ہے جس سے

(۱) المدخل القوی الحام ۱/۲۹۹، ۳۰۰۔

(۲) الخطاب ۲/۲۲۸۔

رضا مندی معلوم ہو، مثلاً بائع کا قول: میں نے تم کو بیچ دیا، یا تم کو دے دیا، یا اتنے میں تم کو مالک بنا دیا، اور مشتری کا قول: میں نے خرید لیا یا میں مالک بن گیا، یا میں نے سودا کر لیا، یا میں نے قبول کر لیا وغیرہ۔

ایجاب جمہور کے نزدیک وہ ہے جو بائع کی طرف سے رضا مندی کو بتانے کے لئے صادر ہو، اور قبول وہ ہے جو مشتری کی طرف سے رضا مندی کو بتانے کے لئے صادر ہو۔

حنفیہ نے کہا: ایجاب کا اطلاق اس کلام پر ہوتا ہے جو عاقدین میں سے کسی ایک کی طرف سے پہلے صادر ہو، خواہ وہ بائع ہو یا مشتری، اور اسی طرح قبول وہ ہے جو اس کے بعد صادر ہو<sup>(۱)</sup>۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”ایجاب“ اور ”قبول“ کی اصطلاح۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ مشتری کے لفظ کا بائع کے لفظ سے مقدم ہونا جائز ہے، اس لئے کہ مقصد حاصل ہو جاتا ہے<sup>(۲)</sup>۔

بیع میں صیغہ کی شرائط، بیع کے علاوہ دوسرے مالی عقود میں صیغہ کی شرائط سے مختلف نہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے کہ صیغہ ماضی کا ہو یا ایسا ہو جو فوری طور پر عقد کے پائے جانے کا متقاضی ہو، جیسا کہ آئے گا، اور ایجاب و قبول میں موافقت ہو، اگر ایجاب و قبول میں اختلاف ہو تو بیع منعقد نہ ہوگی۔

حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ ایسا قبول جو ایجاب کے خلاف ہو، وہ نیا ایجاب مانا جائے گا۔

صیغہ کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ مجلس ایک ہو، اور اتحاد مجلس، مجلس کے متفرقات کو جمع کر دیتی ہے، لہذا اگر ایجاب قبول سے مؤخر ہو یا قبول ایجاب سے مؤخر ہو تو ان میں سے جو مقدم ہوگا وہ صحیح ہے،

(۱) الجملہ: دفعہ (۱۰۱)، (۱۰۲)، الاختیار ۲/۳۲۔

(۲) مع الجلیل ۲/۶۲، جوہر لا ظلیل ۲/۲، قلیوبی ۲/۵۳، شرح شنبی

لا رادات ۲/۱۳۰۔

اور لغو نہ ہوگا جب تک عاقدین مجلس میں ہوں، اور کسی ایسی چیز میں مشغول نہ ہوئے ہوں جو اس کو عرفاً قطع کر دے۔

ایک شرط یہ ہے کہ ایجاب یا قبول میں مذاق نہ ہو۔

ایجاب کے صحیح باقی رہنے کی شرط یہ ہے کہ ایجاب کرنے والا رجوع نہ کرے، قبول سے قبل اس کی موت نہ ہوئی ہو، اور معقود علیہ ہلاک نہ ہوا ہو۔

ایک شرط یہ ہے کہ قبول سے قبل معقود علیہ میں کوئی ایسا تغیر پیش نہ آیا ہو جس سے اس کا نام ہی بدل جائے، مثلاً مصیر (رس) کا سرکہ میں بدل جانا۔ اس کی تفصیل اصطلاح ”عقد“ اور اصطلاح ”صیغہ“ میں ہے۔

ذیل میں صیغہ بیع سے متعلق کچھ خاص اور اہم تطبیقات ذکر کی جارہی ہیں، حالانکہ عمومی عقود میں صیغہ کی شرائط کی طرف اشارہ آچکا ہے۔

۲۱- اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ ایجاب و قبول ماضی کے صیغہ سے ہو، مثلاً: میں نے بیچا، یا میں نے خریدا، یا مضارع ہو اور اس سے مراد کسی لفظی قرینہ کے سبب حال ہو، مثلاً ”ابیعک الآن“ (میں اس وقت بیچ رہا ہوں)، یا قرینہ حالیہ ہو، مثلاً مضارع کو حال کے معنی میں استعمال کا عرف رائج ہو۔

بیع منعقد نہ ہوگی اگر ایجاب یا قبول صیغہ استفہام کے ذریعہ ہو، مثلاً ”اتبیعنی“؟ کیا تم مجھے فروخت کرو گے؟ یا مضارع کے صیغہ سے ہو اور اس سے مراد استقبال ہو، مثلاً ”سابیعک“ یا ”ابیعک غدا“۔

رہا صیغہ امر مثلاً ”بیعنی“ (مجھ سے فروخت کرو)، اگر دوسرا شخص جواب میں کہے: بعنک، تو یہ دوسرا لفظ ایجاب ہوگا، اور اول (بیع کا حکم دینے والے) کی طرف سے قبول کی ضرورت ہوگی، یہ

حنفیہ کے نزدیک ہے، اور یہی حنابلہ کے یہاں ایک روایت ہے، اور شافعیہ کے یہاں ”اظہر“ کے بالمقابل ہے<sup>(۱)</sup>۔

جبکہ مالکیہ کا مذہب، شافعیہ کے یہاں ”اظہر“ اور حنابلہ کے یہاں ایک روایت یہ ہے کہ بیع، مشتری کے قول: ”بیعنی“ اور بائع کے قول: ”بعنک“ سے منعقد ہو جائے گی، اس لئے کہ اس سے رضامندی معلوم ہوتی ہے، اور اول کی طرف سے قبول کی حاجت نہیں رہے گی<sup>(۲)</sup>۔

شافعیہ نے کہا: اگر مشتری نے ماضی یا مضارع کے لفظ سے کہا: ”بعننی“ (تم نے مجھ سے بیچا)، یا ”تبیعنی“ (تم مجھ سے بیچ رہے ہو)، اور بائع نے کہا: ”بعنک“ (میں نے تم سے بیچا) تو بیع منعقد نہ ہوگی، تا آنکہ اس کے بعد قبول ہو<sup>(۳)</sup>۔

حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ امر یا مضارع کے لفظ سے ایجاب صحیح ہے اگر عبارت میں ایجاب یا قبول ضمنی ہو مثلاً: ”أخذ هذه السلعة بكذا“ (یہ سامان اتنے میں لے لو) تو دوسرے نے کہا: أخذتها (میں نے لے لیا)، اس لئے کہ لفظ (أخذ) میں ضمنی طور پر ”بعنک فخذ“ (میں نے تم سے بیچا تو تم لے لو) ہے، اسی طرح مشتری کے ایجاب کرنے کے بعد بائع کا قول: ”يبارك الله لك في السلعة“ (اللہ تمہیں اس سامان میں برکت دے) ہے، اس لئے کہ اس میں بھی ضمناً ”قبلت المبيع“ (میں نے بیع کو قبول کیا) کا معنی ہے، یہی مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے، اور: ”اعتق عبدك عني بكذا“ (اپنے غلام کو میری جانب سے اتنے میں آزاد کرو) کے مثل جملوں میں شافعیہ کے نزدیک ایسا ہی حکم ہے،

(۱) شرح المجملہ لولایتی ۲/۳۲، الاختیار ۲/۵۲، معنی المحتاج ۲/۵۲، المعنی ۳/۵۶۱۔

(۲) مع الجلیل ۲/۶۲، معنی المحتاج ۲/۵۲، شرح منہجی لرادات ۲/۱۳۰، المعنی ۳/۵۶۱۔

(۳) معنی المحتاج ۲/۵۲۔



اس لئے کہ اس میں بھی ضمناً: ”بعنیہ و اعتقہ عنی“ (اس کو مجھ سے بیچ دو اور میری طرف سے آزاد کرو) کا مفہوم شامل ہے<sup>(۱)</sup>۔

۲۲- فقہاء کی عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اعتبار مقصود پر دلالت کا ہے خواہ وضع لغوی کے اعتبار سے ہو یا عرف کے جاری ہونے سے ہو، و سوتی نے کہا: بیع اس چیز سے منعقد ہو جاتی ہے جو عرفاً رضامندی بتائے، خواہ اعتقاد دلالت ہو یا نہ ہو، قول ہو یا تحریر، یا فریقین یا کسی ایک کی طرف سے اشارہ ہو۔

”کشاف القناع“ میں ہے: قولی صیغہ کسی معین لفظ مثلاً بیعت اور اشترویت (میں نے بیچا، اور میں نے خریدا) میں منحصر نہیں، بلکہ وہ ہر ایسا لفظ ہے جو بیع کے معنی کو بتائے، اس لئے کہ شارح نے اس کو کسی معین صیغہ کے ساتھ خاص نہیں کیا ہے، لہذا جو بھی اس کے معنی کو ادا کر دے اس کو شامل ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

۲۳- ایجاب و قبول کے درمیان توافق اس طرح سے ہوتا ہے کہ مشتری پوری بیع کو پورے ثمن کے بدلہ قبول کرے، لہذا اگر وہ ”عین“ کے بعض کو قبول کرے جس پر ایجاب ہوا ہے، یا اس کے علاوہ کسی اور ”عین“ کو قبول کرے تو ایجاب و قبول میں توافق نہیں، اسی طرح اگر بعض ثمن کو قبول کرے (جس کے ذریعہ ایجاب ہوا ہے) یا کسی اور ثمن کے عوض کو قبول کرے تو دونوں میں توافق نہیں، الا یہ کہ ایجاب سے بہتر کی طرف قبول منتقل ہو جائے، مثلاً کسی شخص نے سامان ایک ہزار میں فروخت کیا، اور مشتری نے اس کو ایک ہزار پانچ سو میں قبول کر لیا، یا کسی شخص نے کوئی سامان ایک ہزار میں خریدا اور بائع نے آٹھ سو کے عوض اس کی بیع کو قبول کر لیا تو یہ ضمنی موافقت ہے، لیکن

(۱) شرح لکھلہ ۲/۳۲، الدسوتی ۳/۳، قلیوبی ۲/۵۳، شرح منتہی الارادات ۱۳۰/۲۔  
(۲) الدسوتی ۳/۳، کشاف القناع ۱۳۶/۱۔

زیادتی لازم نہ ہوگی، الا یہ کہ فریق ثانی اس کو قبول کر لے۔

رہا ثمن میں کمی کرنا تو جائز ہے گو کہ بیع کے بعد ہو<sup>(۱)</sup>۔

اسی طرح توافق نہیں اگر سامان کو ایک ہزار میں فروخت کیا، اور دوسرے نے اس کو آدھا مثلاً پانچ سو میں قبول کر لیا، الا یہ کہ بائع اس کے بعد راضی ہو جائے، تو قبول، ایجاب ہو جائے گا، اور اس کے بعد بائع کی رضامندی، قبول ہو جائے گی۔

بعض شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ اگر بائع نے کہا: میں نے تمہیں اس کو ایک ہزار میں اور اس کا آدھا پانچ سو میں فروخت کیا اور اس نے آدھا قبول کر لیا تو جائز ہے، اور اسی سے اس صورت کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے جبکہ ثمن کے تناسب سے بیع کی تقسیم سے بائع کی رضامندی کا قرینہ موجود ہو<sup>(۲)</sup>۔

لین دین سے بیع کا منعقد ہونا:

۲۴- لین دین یہ ہے کہ: عاقدین میں سے ہر ایک دوسرے کو وہ شیء دے دے جس پر تبادلہ ہو رہا ہے، ایجاب و قبول نہ ہو، یا ایجاب ہو قبول نہ ہو، یا اس کے برعکس ہو، اور یہ دلالت حالیہ کی قبیل سے ہے، اور لین دین کے ذریعہ بیع قلیل و کثیر میں حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور بعض شافعیہ (مثلاً متولی اور بغوی) کے نزدیک درست ہوتا ہے، ان کے علاوہ دیگر فقہاء کا اختلاف ہے<sup>(۳)</sup>۔

اس میں تفصیل اور اختلاف ہے جس کا ذکر اصطلاح ”تعاطی“ میں آئے گا۔

(۱) شرح لکھلہ ۱/۲۱۵، شرح لکھلہ ۲/۳، طبع مجلس، ہاشم الفروق ۳/۴۰۰۔  
(۲) لکھلہ شرح ۲/۳، قلیوبی ۲/۵۳، شرح منتہی الارادات ۱۳۰/۲۔  
(۳) شرح لکھلہ ۲/۳، الدسوتی ۳/۳، مفتی محمد حجازی ۳/۳، شرح منتہی الارادات ۳۱/۲۔



تحریر اور پیغام کے ذریعہ بیج کا انعقاد:

۲۵- دو موجود اشخاص کے درمیان تحریر کے ذریعہ، یا ایک موجود شخص کی طرف سے لفظ اور دوسرے کی طرف سے تحریر کے ذریعہ عقد کرنا صحیح ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی غائب کے پاس ”بعثتک داری بکلمنا“ (میں نے تم سے اپنا گہرا تعلق میں بیجا) جیسے الفاظ لکھ کر یا کسی قاصد کو بھیج کر بیج کا ایجاب کرے اور مشتری تحریر یا قاصد کے ذریعہ ایجاب پر مطلع ہو کر قبول کرے، تو عقد صحیح ہوگا اور بیج منعقد ہو جائے گی۔

شافعیہ نے قبول میں ”فوری ہونا“ کی شرط لگاتے ہوئے کہا: مکتوب الیہ یا مرسل الیہ کے لئے خیال کی مجلس دراز ہوتی ہے، جب تک وہ اپنی مجلس قبول میں ہو، اور کاتب کے لئے مجلس کا اعتبار نہیں، کو کہ مکتوب الیہ کے قبول کرنے کے بعد ہو، بلکہ اس کا خیال مکتوب الیہ کے خیال کے باقی رہنے تک برقرار رہتا ہے، اسی طرح انہوں نے کہا: قبول کے بعد فوراً خط یا قاصد کو بھیجنا شرط نہیں۔

غیر شافعیہ نے قبول میں ”فوری ہونے“ کی شرط نہیں لگائی ہے، بلکہ حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہاں پر ایجاب و قبول کے درمیان تاخیر مضرت نہیں، اس لئے کہ مشتری کی عدم موجودگی کے ساتھ تاخیر ایجاب سے اس کے اعراض کرنے کی دلیل نہیں (۱)۔

گونگے وغیرہ کی طرف سے اشارہ کے ذریعہ بیج کا انعقاد: ۲۶- گونگے کے اشارہ سے بیج کا انعقاد ہو جاتا ہے اگر اشارہ قائل فہم ہو، کو کہ گونگا تحریر پر قادر ہو، حنفیہ کے یہاں معتمد یہی ہے، اس لئے کہ اشارہ اور تحریر دونوں حجت ہیں۔

رہا تاہل فہم اشارہ تو وہ غیر معتبر ہے۔

کو یاہی رکھنے والے شخص کی طرف سے اشارہ جمہور کے نزدیک مقبول نہیں۔

مالکیہ کے نزدیک تاہل فہم اشارہ سے بیج کا انعقاد ہو جاتا ہے کو کہ بولنے کی قدرت موجود ہو۔

رہا وہ شخص جس کی زبان بند ہوگئی یعنی اس پر گونگا پن طاری ہو گیا ہو تو اس کے بارے میں اختلاف و تفصیل ہے (۱)، جس کو اصطلاح ”اعتقال اللسان“ میں دیکھا جائے۔

شرائط بیج:

۲۷- شرائط بیج کی تحدید میں فقہاء کا طریقہ الگ الگ ہے، بعض نے ان کو بذات خود بیج کی صحت کی شرط قرار دیا ہے، جبکہ بعض نے بیج کی شرائط کے ذکر کرنے پھر ثمن میں ان شرائط کے امکان تصور کے لحاظ سے، بیج کی تمام یا بعض شرائط میں ثمن کو لاحق کرنے کا اہتمام کیا ہے۔

ان میں سے اکثر شرائط میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ ان شرائط کے لئے ان کی تعبیرات کا مقصود قریب قریب ہے۔

کچھ شرائط ایسی ہیں جن کو بعض مذاہب نے انفرادی طور پر ذکر کیا ہے، دوسروں نے ذکر نہیں کیا ہے، ہر چند کہ حنفیہ شرائط انعقاد اور شرائط صحت کے درمیان فرق کرتے ہیں، پھر بھی وہ شرائط انعقاد کو شرائط صحت مانتے ہیں، اس لئے کہ جس کا انعقاد نہ ہو وہ غیر صحیح ہے، اس کے برعکس نہیں ہوتا۔

ذیل میں جمہور کے طریقہ پر ان شرائط کا بیان ہے، نیز ان میں سے حنفیہ نے جن کو شرط انعقاد مانتا ہے اس کی طرف بھی اشارہ

(۱) شرح لہجہ ۳/۳۲، الحاشی ۵/۵، لوطاب ۳/۲۳۱، اقلیو ۲/۱۵۳،

کشاف القناع ۳/۱۳۸۔

(۱) شرح لہجہ ۳/۳۵، الفواکیر الدوائی ۲/۱۵۷، اقلیو ۲/۱۵۵۔

کر دیا جائے گا<sup>(۱)</sup>۔

اس چیز کے فروخت کرنے سے ممانعت کی جو انسان کے پاس نہیں ہے، اور سلم میں اس کی رخصت دی ہے۔

شروط بیع:

بیع کی شرائط یہ ہیں:

عقد کے وقت بیع کا موجود ہونا:

۲۸- لہذا معدوم کی بیع صحیح نہیں ہے، اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

یہ حنفیہ کے نزدیک شرط انعقاد ہے۔

بیع معدوم کی مثالوں میں یہ ہے: پھل آنے سے قبل اس کی بیع،

مضامین (جو آئندہ زر کے نطفہ سے وجود میں آئے گا) کی بیع، اور مائع

(پیٹ کے جنین) کی بیع، اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ کی

حدیث میں ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع المضامین

والملاحیح وحبل الحبلہ“،<sup>(۲)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے مضامین،

مائع، اور حبل الحبلہ کی بیع سے منع کیا ہے)، نیز اس لئے کہ اس میں

غرر (دھوکہ) اور جہالت ہے، نیز حدیث میں ہے: ”نہی عن بیع

الغور“،<sup>(۳)</sup> (بیع غرر سے منع کیا ہے)۔

بیع سلم کے مستثنیٰ ہونے میں کوئی اختلاف نہیں، چنانچہ وہ صحیح

ہے اگرچہ وہ معدوم کی بیع ہے، اور اس کی دلیل اس کے متعلق وارد

نصوص ہیں، مثلاً: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع ما لیس

عند الإنسان ورخص فی السلم“،<sup>(۴)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳، شرح الجملہ: دفعہ (۲۰۵)، (۲۰۸)۔

(۲) حدیث: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع المضامین.....“ کی روایت

عبدالرزاق نے اپنے مصنف (۲۱/۸ طبع مجلس العلمی) میں حضرت ابن عمرؓ

سے کی ہے اور ابن حجر نے تخیض المیز (۱۲/۳ طبع شرکت المطابع لغویہ)

میں اس کی سند کو قوی کہا ہے۔

(۳) حدیث: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الغور“ کی روایت مسلم

(۳۳/۱۱۵۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۴) فتح القدیر ۱/۵۰، الدرر النوری ۳/۱۵۷، المغنی والشرح الکبیر ۳/۲۷۶،

بیع کا مال ہونا:

۲۹- مالکیہ وشافعیہ نے اس شرط کو لفظ نفع یا انتفاع سے تعبیر کیا ہے،

پھر انہوں نے کہا: جس میں نفع نہیں وہ مال نہیں، لہذا اس کے ذریعہ

تبادلہ جائز نہیں ہے، اور یہ حنفیہ کے نزدیک شرط انعقاد ہے۔

مال وہ ہے جس کی طرف طبیعت مائل ہو، اور اس کو خرچ کیا

جائے اور روک لیا جائے، لہذا جو مال نہ ہو وہ کسی عوض کے ذریعہ

تبادلہ کا محل نہیں، اور مالیت کے اعتبار سے معیار شریعت ہے، لہذا

مردار اور جاری خون مال نہیں ہیں<sup>(۱)</sup>۔

بیع کا عقد کرنے والے کی ملکیت ہونا:

۳۰- یہ اس صورت میں ہے کہ بذات خود فروخت کر رہا ہو، حنفیہ

نے اس شرط کو شرط انعقاد مانا ہے، اور اس کی دو قسمیں کی ہیں:

اول: یہ کہ بیع ذاتی طور پر مملوک ہو، لہذا اگلاس کی بیع منعقد نہ

ہوگی، اس لئے کہ وہ مباحات میں سے ہے، مملوک نہیں، کوک زمین

اس کی مملوک ہو۔

دوم: بیع بائع کی ملکیت ہو، یہ اس صورت میں ہے جبکہ بذات

خود فروخت کرے، لہذا غیر مملوک کی بیع منعقد نہ ہوگی، کوک بعد میں

اس کا مالک بن جائے، البتہ سلم، ضمان دینے کے بعد مقصوب، اور

وکالت یا شرعی نیابت مثلاً ولی، وصی اور قیم (نگراں) کے ذریعہ بیع

= اقلیو بی ۲/۵۷۶، ۱۷۷۔

(۱) ابن حابدین ۳/۱۰۰، البدائع ۵/۱۳۹، الدرر النوری ۳/۱۰۰، اقلیو بی ۲/۵۷۶،

شرح منتہی لإرادات ۲/۱۳۲۔

اس سے مستثنیٰ ہے (۱)۔

غیر مملوک کی بیع کے عدم جواز کے لئے حکیم بن حزامؒ کی اس حدیث سے استدلال کیا گیا ہے: ”لا تبع ما ليس عندك“ (۲) (اس چیز کو فروخت نہ کرو جو تمہارے پاس نہیں)۔ اور فضولیؒ کی بیع کے بارے میں اختلاف ہے، اس کو اصطلاح ”بیع فضولی“ میں دیکھا جائے۔

بیع کا مقدور تسلیم ہونا:

۳۱- یہ خفیہ کے نزدیک شرط انعقاد ہے، لہذا ابد کے ہوئے اہت کی بیع، فضا میں موجود پرندہ کی بیع، اور پانی میں موجود مچھلی کی بیع صحیح نہیں (۳)، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیع غرر سے منع کیا ہے (۴)۔

باعث نزاع ہو، صحیح نہیں، مثلاً ریوڑ میں سے ایک بکری کی بیع (۱)۔

علاوہ ازیں مالکیہ و شافعیہ نے شرائط بیع میں اس شرط کا اضافہ کیا کہ عین بیع ظاہر ہو۔

اسی طرح مالکیہ نے دو اور شرائط کا ذکر کیا ہے جو یہ ہیں: یہ کہ بیع بیوع منہی عنہا میں سے نہ ہو، اور یہ کہ بیع حرام نہ ہو (۲)۔

یہ شرائط، سابقہ شرائط کے تحت آجاتی ہیں۔

ان شرائط کے ذریعہ جن چیزوں سے احتراز کیا گیا ہے ان کی تفصیل نیز ہر شرط کے نقد ان پر مرتب ہونے والے نتائج کی تفصیل اصطلاح ”بیع منہی عنہ“ میں دیکھی جائے، نیز ہر بیوع کی بیع اس کے اپنے مقام پر دیکھی جائے۔

بیع، اس کے احکام اور احوال

اول: تعیین بیع:

۳۲- بیع کی معرفت کے لئے ضروری ہے کہ مشتری کو اس کی جنس، نوع اور مقدار معلوم ہو، جنس: جیسے گیہوں ہے، نوع: مثلاً یہ کہ معروف شہر کی پیداوار ہو، اور مقدار، ماپ یا وزن وغیرہ کے ذریعہ معلوم ہو (۳)۔

بیع کی تعیین اس کی معرفت سے زائد ایک امر ہے، اس لئے کہ تعیین اس کی ذات و مقدار کے علم کے بعد ما سوا سے اس کی تمیز کے ذریعہ ہوگی، اور یہ تمیز نفس عقد میں اس کی طرف اشارہ کے ذریعہ

بیع کا عاقدین میں سے ہر ایک کے لئے معلوم ہونا:

۳۲- یہ شرط خفیہ کے نزدیک شرط صحت ہے، شرط انعقاد نہیں، لہذا اگر یہ شرط موجود نہ ہو تو عقد باطل نہ ہوگا، بلکہ فاسد ہو جائے گا۔

علم ہر ایسی چیز سے حاصل ہو جاتا ہے جو بیع کو دوسرے سے ممتاز کر دے اور مانع نزاع ہو، لہذا ایسے مجہول کی بیع جس کی جہالت

(۱) ابن ماجہ ۱۰۶، ۶۸۳، البدائع ۱۳۶/۵، لفروق للقرافی ۲۳۰/۳، اقلیو بی ۱۶۰/۲، کشاف القناع ۱۶۰/۳۔

(۲) حدیث: ”لا تبع ما ليس عندك“ کی روایت ترمذی (تحت الاخذی ۲۳۰/۳) نے کی ہے اور اسے حسن قرار دیا ہے۔

(۳) ابن ماجہ ۶۸۳، الدسوقی ۱۱/۳، لفروق ۲۳۰/۳، ہامش لفروق ۲۳۸/۲، اقلیو بی ۱۵۸/۲، شرح منہی لارادات ۱۳۵/۲۔

(۴) حدیث: ”یہی البی نزلت عن بیع الغرد“ کی تحریر فقہ ۲۸ کے تحت گذر چکی ہے۔

(۱) ابن ماجہ ۶۸۳، الدسوقی ۱۵/۳، شرح منہی لارادات ۱۳۶/۲، اقلیو بی ۱۶۱/۲۔

(۲) مخ الجلیل ۵۵۷/۳، جوہر لاکلیل ۶۵۳/۲، مغنی المحتاج ۱۱/۲، اقلیو بی ۱۵۷/۲۔

(۳) شرح الجملہ: دفعہ (۲۰۳)، مخ الجلیل ۵۸۶/۲، الشرح البصیر ۶۸۳ طبع الحلی، اقلیو بی ۱۶۱/۲، کشاف القناع ۱۶۳/۳، المجموع شرح المہرب ۵۵۷/۲، ۵۵۸/۲۔



والے اثر کے بارے میں تفصیلات ہیں<sup>(۱)</sup> جن کو اصطلاح ”خیار تعین“ میں دیکھا جائے۔

دوم: بیع کی معرفت اور اس کی تعین کا وسیلہ:

۳۴- اگر بیع مجلس سے غائب ہو اور بیع کی معرفت اس کے مشاہدہ یا اس کی طرف اشارہ کے ذریعہ نہ ہو سکے جیسا کہ گذرا تو یہ معرفت اس وصف کے ذریعہ ہوگی جو اس کو دوسرے سے ممتاز کر دے، نیز اس کی مقدار کا بیان ہو، اور اگر عقار ہو تو اس کی حدود کا بیان ضروری ہے، اس لئے کہ عقار کی جہت اور موقع کے مختلف ہونے سے اس کی قیمت الگ الگ ہوتی ہے، اور اگر ملکیت یا موزونات یا مذروعات (پیشکش والی چیز) یا معدودات (شمار کی جانے والی چیز) میں سے ہو تو اس کی معرفت اس مقدار کے ذریعہ ہوگی جو نرخ و خست ہو رہی ہے<sup>(۲)</sup>۔ اس میں کچھ تفصیلات ہیں جن کا بیان جلد آ رہا ہے۔

اُکل سے خرید و خست کرنا صحیح ہے، اور وہ یا تو نخلہ کے سارے ڈھیر پر شمن کو مجمل رکھ کر ہوگی تو یہ بالاتفاق صحیح ہے، البتہ اس میں بیع جزاف کے بارے میں مالکیہ کی ذکر کردہ شرائط کی رعایت ہوگی۔ یا شمن کی تفصیل کے ذریعہ ہوگی مثلاً: ہر صاع اتنے میں ہے، تو یہ بیع مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ، اور ابو یوسف و محمد کے نزدیک صحیح ہے، جبکہ امام ابو حنیفہ نے کہا: ایک قفیز میں صحیح ہے، اور بقیہ میں باطل ہوگی، اس لئے کہ وہ مجموعہ مجہول ہے جس پر عقد ہوا ہے۔

شافعیہ نے کہا: اگر نخلہ کے ڈھیر کی مقدار بیان کر دی ہو مثلاً اس نے کہا: میں نے تمہیں نخلہ کا یہ ڈھیر ایک صاع ایک درہم کے حساب

حاصل ہوگی جبکہ وہ مجلس میں موجود ہو اور اس صورت میں وہ تعین ہو جائے گی، اور بائع کو یہ حق نہ ہوگا کہ مشتری کو اسی جنس کی کوئی اور چیز اس کی رضا مندی کے بغیر دے، اور اشارہ تعریف کی اعلیٰ ترین صورت ہے<sup>(۳)</sup>۔

یا یہ کہ عقد میں بیع کی تعین نہیں کی گئی ہوگی، یعنی یہ کہ بیع غائب ہو اس کا وصف بیان کر دیا گیا ہو، یا مجلس میں موجود ڈھیر میں سے ایک مقدار ہو تو اس صورت میں تعین حوالگی ہی کے ذریعہ ہوگی۔

یہ خفیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے، اور شافعیہ کے یہاں ”اظہر“ کے بالمقابل بھی یہی ہے، جبکہ ان کے نزدیک ”اظہر“ یہ ہے کہ غائب کی بیع صحیح نہیں ہے<sup>(۴)</sup>۔

غیر متعین بیع کی قبیل سے مشترک کے طور پر ایک حصہ کفر و خست کرنا ہے، خواہ وہ حصہ جائیداد میں سے ہو یا منقولہ سامان میں سے، خواہ وہ مشترک شئی قابل تقسیم ہو یا ناقابل تقسیم ہو، کیونکہ اشتراک کے ساتھ تعین بغیر تقسیم اور حوالگی کے نہیں ہوتی<sup>(۵)</sup>۔

بیع کی تعین سے متعلق چند چیزوں میں سے ایک چیز کی بیع ہے، اس شرط کے ساتھ کہ مشتری کو خیار تعین حاصل ہوگا، یعنی ان میں سے کس کو خریدے گا اس کی تعین کرے، اور اس طرح اس کے لئے امکان ہوگا کہ اپنے لئے جس کو زیادہ مناسب سمجھے منتخب کر لے، یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو خیار تعین کے قائل ہیں۔

اس بیع کے جواز، اس کی شرائط، اور اس خیار پر مرتب ہونے

(۱) شرح المجملہ: دفعہ (۲۰۲)، الفواکہ الدوانی ۲/۲۱۱، البجہ شرح البجہ ۲/۲۳۳، اقلیو بی ۲/۱۶۳، شرح منتہی لا رادات ۲/۱۳۶۔

(۲) شرح المجملہ: دفعہ (۲۰۱)، جوہر لا کلیل ۲/۷۹، کشاف القناع ۳/۱۶۳، ۱۶۸، المغنی ۳/۱۳۳، مغنی المحتاج ۲/۱۶، ۱۸۔

(۳) شرح المجملہ: دفعہ (۲۲۰)، اہل المذاہب ۲/۲۸۱، خلیل الترویایہ مسئلہ ۱۸۰، رص ۱۹۹، مغنی المحتاج ۲/۱۶، اقلیو بی ۲/۱۶۱، کشاف القناع ۳/۱۷۰۔

(۱) الہدایہ ۳/۳۰، جوہر لا کلیل ۲/۳۹، کشاف القناع ۳/۲۰۵۔

(۲) شرح المجملہ: دفعہ (۲۲۰)، حاشیہ ابن عابدین ۳/۲۸، لوطاب ۳/۲۹۶، البجہ ۲/۱۹۲، کشاف القناع ۳/۱۶۳، مغنی المحتاج ۲/۱۸۔

سے فروخت کیا، اور یہ ڈھیر ایک سوصاع کا ہے، اگر سوصاع نکلتا ہے تو بیع صحیح ہے، اس لئے کہ اجمال و تفصیل میں توافق ہے، اور اگر سوصاع نہ نکلے مثلاً اس سے کم یا زیادہ ہو تو صحیح یہ ہے کہ بیع صحیح نہیں، اس لئے کہ اجمالی ثمن اور تفصیلی ثمن میں تطبیق محال ہے، جبکہ دوسرا قول ہے کہ بیع صحیح ہے<sup>(۱)</sup>۔

کیلی چیز کی بیع وزن کے ذریعہ اور اس کے برعکس جائز ہے، یہ حکم فی الجملہ غیر ربوی اشیاء میں ہے یعنی جس میں تفاضل اور کمی بیشی حرام نہیں، اس لئے کہ ربوی اشیاء میں اس کی صراحت آئی ہے۔  
خصوصی مکیال یا میزان سے بیع جائز ہے مثلاً فریقین کے لئے معین پتھر، کوکہ دوسرے لوگوں میں اس کا عرف نہ ہو۔

غیر منضبط مکیال (یعنی وہ پیمانہ جو پھیلتا اور سکڑتا ہو) اس کے ذریعہ بیع ناجائز ہے، البتہ پانی کی بیع مشکیزہ سے اس حکم سے مستثنیٰ ہو کر اتحساناً جائز ہے، اس لئے کہ اس کا عرف و رواج ہے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں<sup>(۲)</sup>۔

### سوم: بیع کی شمولیت: ملکات بیع:

۳۵- بیع، عین اور اس کے منافع کی ہوتی ہے، اسی وجہ سے بسا اوقات اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ بیع میں وہ چیز داخل ہو جس کا اس سے تعلق ہے تاکہ مقصود منفعت کی تحصیل ہو، یا عرف کا تقاضا ہو کہ بیع

(۱) شرح المجلد: دفعہ (۲۲۰)، حاشیہ ابن عابدین ۲۸/۲، منج الجلیل ۵۰۵/۲،  
الشرح الصغیر ۱۰/۱، طبع الجلی، معنی المحتاج ۲/۱۷، ۱۸، نہایت المحتاج  
۳۹۹/۳، ۴۰۰/۳، المعنی ۲/۱۲، کشاف القناع ۳۶۸/۱۔  
(۲) شرح المجلد: دفعہ (۲۱۸)، حاشیہ ابن عابدین ۲/۱۷، الشرح الصغیر ۱۲/۲،  
منج الجلیل ۲/۱۷، ۳۹۹/۳، خطاب ۲۸۰/۲، شرح الروض ۲/۱۷، خلیل الخروبا  
۲۰۷/۳، المعنی ۳۱۸/۳، کشاف القناع ۳۳۳/۱۔

ان اشیاء کو شامل ہو جو اس میں داخل ہیں کوکہ عقد میں اس کی صراحت نہ کی گئی ہو، اسی طرح وہ اس سے استثناء کئے بغیر جدا نہیں ہوتیں۔

حنفیہ کے نزدیک بیع میں حسب ذیل اشیاء داخل ہوتی ہیں:  
الف: وہ چیزیں جو بیع کے نام کے تحت آتی ہیں، اس طور پر کہ وہ ان کا ایک جز ہو، پس مثلاً گھر کی بیع میں اس کے کمرے داخل ہوں گے، اور الماری کی بیع میں اس کے خانے داخل ہوں گے۔

ب: وہ چیز جس کا بیع سے علاحدہ ہونا عقد کی غرض کو مد نظر رکھتے ہوئے ناممکن ہو، لہذا اتانے کی بیع میں کنجی داخل ہوگی۔

ج: جو بیع سے پائیداری کے ساتھ متصل ہو، بایں طور کہ وہ دائمی طور پر وابستہ ہو، مثلاً گھر کی بیع میں دروازے اور حوض داخل ہوں گے۔

د: جس کو بیع کے ساتھ تابع ہو کر فروخت کرنے کا عرف ہو، مثلاً اونٹ کے ساتھ اس کی ٹکیل<sup>(۱)</sup>۔

اصل یہ ہے کہ یہ سارے امور عرف سے وابستہ ہیں، اور عرف ملکوں کا الگ الگ ہوتا ہے، لہذا جس ملک میں جس چیز کے تابع ہو کر بیع میں داخل ہونے کا عرف ہو، وہ وہاں بیع میں داخل ہوگی، کوکہ دوسرے ملک میں یہ عرف نہ ہو<sup>(۲)</sup>۔

اسی وجہ سے ابن عابدین مکان کی بیع کے بارے میں ”الذخیرہ“ کے حوالہ سے نقل کرتے ہیں: اصل یہ ہے کہ جو چیز گھر کی تعمیر اور اس سے متصل نہیں وہ بیع میں داخل نہیں ہوگی، الا یہ کہ عرف جاری ہو کہ بائع اس کو مشتری سے نہیں روکتا، لہذا کنجی اتحساناً داخل

(۱) شرح المجلد: دفعات (۲۱۹، ۲۳۰، ۲۳۶)، حاشیہ ابن عابدین ۳۳/۳،  
۳۳/۳، نیز ابن عابدین کا رسلہ ”نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف“ (مجموع رسائل ابن عابدین)۔  
(۲) المفروق ۳۸۳/۳، معنی المحتاج ۲/۱۷، ۱۸، المہذب ۲۸۵/۱، شرح منتہی  
الرادات ۲/۲۰۶، ۲۰۹۔

بیج کے ان اشیاء کو شامل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیج کے ساتھ اسی ثمن سے داخل ہوں گی، ثمن میں ان کا حصہ نہیں ہوگا، اس لئے کہ ضابطہ ہے کہ جو چیز بیج میں مبعاً داخل ہوتی ہے ثمن میں سے اس کا کوئی حصہ نہیں ہوتا<sup>(۱)</sup>۔

یہی اعتبار (حنفیہ کے نزدیک) اس چیز کا بھی ہے جو بیج کے تعلق سے وصف ہو، اگر وہ وصف عقد کے بعد اور قبضہ سے قبل تلف ہو جائے تو مشتری کو یہ حق نہیں کہ اس کے مقابلہ میں ثمن میں سے کچھ ساتھ کر دے، بلکہ اسے اختیار ہوگا کہ عقد پر قائم رہے یا اس کو فسخ کر دے، اور یہ وصف فوت ہونے کے خیال کی قبیل سے ہے، یہ مسئلہ اس صورت کے خلاف ہے کہ ذات بیج میں سے (توابع میں سے نہیں) کوئی چیز بلاک ہو جائے، تو اس کی وجہ سے مشتری اس کے حصہ کا ثمن ساتھ کر سکتا ہے۔

شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک اگر اس نے کہا: میں نے تمہیں یہ گھر فروخت کر دیا، تو اس میں اس سے متصل اشیاء مثلاً دیوار میں ٹھونکنے گئے تختے، منکے اور اس میں گڑے ہوئے ٹب، اور ہر وہ چیز جو اس کی مصلحت میں دائمی طور پر اس سے متصل ہے داخل ہوگی، اور حنابلہ کے نزدیک علاحدہ چیز داخل نہ ہوگی، شافعیہ کے یہاں ایک رائے بھی یہی ہے، لہذا اس میں چکی کا نچلا پتھر اگر متصل ہو داخل ہوگا، اور اوپری پتھر داخل نہ ہوگا، اسی طرح ڈول، رسی، چرخ اور کنجی جیسی چیزیں داخل نہ ہوں گی<sup>(۲)</sup>۔

بیج سے استثناء:

۳۶- بیج سے استثناء کا حکم نص اور ضابطہ پر مبنی ہے، اور وہ ضابطہ نص

ہوگی، قیاساً نہیں، کیونکہ وہ متصل نہیں، البتہ عرف کے تقاضے سے ہم اس کے داخل ہونے کے قائل ہیں، پھر ابن عابدین نے کہا: اس کا تقاضہ یہ ہے کہ گھر کا شرب (پانی کا راستہ) ہمارے دیار (دُشَق) میں عرف کی وجہ سے داخل ہوگا، بلکہ یہ ظاہرہ شہر کے عرف میں علاحدہ سیڑھی کے شامل ہونے سے اولیٰ ہے، اس لئے کہ دُشَق میں اگر گھر کے لئے جاری پانی ہو اور پھر کلی طور پر رک جائے تو گھر سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، نیز اگر مشتری کو معلوم ہو کہ عقد بیج کے ذریعہ وہ گھر کے ”شرب“ کا مستحق نہ ہوگا تو اس گھر کے مقابلہ میں جس میں پانی کا حصہ داخل ہو، اس گھر کو نہایت کم قیمت پر ہی خریدنے پر راضی ہوگا<sup>(۱)</sup>۔

قرآنی قاعدہ: ”ما یتبع العقد عرفاً“ (جو عرفاً عقد کے تابع ہو)، اور قاعدہ: ”ما لا یتبعہ“ (جو تابع نہیں) کے درمیان فرق کے تحت (اس سلسلہ کے ابواب ذکر کرنے کے بعد) کہتے ہیں: یہ ابواب جن کو میں نے شمار کر لیا ہے، یہ عادات و اعراف پر مبنی ہیں، البتہ اس سے ”ناپیر شدہ پھلوں“ کا مسئلہ الگ ہے، اس وجہ سے کہ اس کا ماخذ نص و قیاس ہے، اس کے علاوہ دوسرے مسائل کا ماخذ عرف و عادات ہے، تو جب عادت بدل جائے یا ختم ہو جائے تو یہ فتاوے بھی ختم ہو جائیں گے، اور یہ فتاوے صادر کرنا حرام ہوگا کیونکہ ان کا ماخذ باقی نہ رہا، لہذا اس پر غور کر لینا چاہئے، بلکہ فتویٰ ان عادات کے تابع ہوگا جیسے جیسے وہ بدلتی جائیں، جیسا کہ فقہ و ہر دور اور وقت کے تابع ہوتے ہیں، اور جس چیز کی بھی عقد میں صراحت کر دی گئی ہو اور لغت اس کی متقاضی ہو، تو یہی وہ چیز ہے جو عادات کے بدلنے سے نہیں بدلتی، اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ عرف کا تقاضا ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) ابن عابدین ۳۳/۳۔

(۲) الفروق للقرآنی ۳۳/۲۸۸ (فرق ۱۹۹)۔

(۱) شرح المجملہ: دفعہ (۲۳۳)۔

(۲) المہذب ۱/۲۸۵، المجموع ۱۱/۲۶۸، کشاف القناع ۳/۲۷۵۔



پر مبنی ہے، تاہم فقہاء کا اس پر مبنی بعض مسائل میں اتفاق اور بعض مسائل میں اختلاف ہے، اور اس اختلاف کی وجہ، توجیہ میں اختلاف ہے جس کی تشریح یہ ہے:

جہاں تک نص کا تعلق ہے تو بخاری کی روایت میں ہے: "آن النبی ﷺ نہی عن الثیبا إلا أن تعلم" (۱) (نبی کریم ﷺ نے استثناء کرنے سے منع کیا الا یہ کہ وہ معلوم ہو)۔

ضابطہ ہر وہ چیز جس کو انفرادی طور پر فروخت کیا جاسکتا ہے اس کا استثناء کرنا بھی جائز ہے، اور جس کو انفرادی طور پر فروخت نہیں کیا جاسکتا اس کا استثناء کرنا بھی ناجائز ہے۔

مستثنیٰ کا معلوم ہونا ضروری ہے، اس لئے کہ اگر وہ مجہول ہو تو بقیہ کو بھی مجہول کر دے گا، لہذا بیع صحیح نہیں ہوگی۔

لہذا جانور کی بیع سے حمل کا استثناء کرنا جائز نہیں، اس لئے کہ اس کو انفرادی طور پر فروخت نہیں کر سکتے، تو اس کا استثناء بھی جائز نہیں ہوگا، یہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا قول ہے، البتہ امام احمد سے حمل کے استثناء کی صحت منقول ہے، اور یہی حضرت حسن، نجفی، اسحاق اور ابو ثور کا قول ہے۔ اس کی دلیل مافیہ کی روایت ہے کہ ابن عمرؓ نے ایک باندی فروخت کی، اور اس کے حمل کو مستثنیٰ کر دیا، نیز اس لئے کہ آزادی میں اس کا استثناء کرنا صحیح ہے، لہذا اسی پر قیاس کرتے ہوئے بیع میں بھی اس کا استثناء کرنا درست ہوگا۔

اسی طرح کسی بھی مجہول شے کا استثناء کرنا ناجائز ہے، مثلاً بکریوں کے ریوڑ میں سے ایک غیر معین بکری کا استثناء۔

باغ کی بیج میں کسی غیر معین درخت یا نخل کا استثناء کرنا ناجائز ہے، اس لئے کہ معلوم میں سے مجہول کا استثناء کرنا معلوم کو بھی مجہول

بنادے گا، لیکن اگر مستثنیٰ کو معین کر دیا جائے تو بیع و استثناء صحیح ہیں، یہ جمہور کے نزدیک ہے۔

امام مالک کے نزدیک چند کھجور کے درخت یا چند درختوں کا استثناء کرنا جائز ہے اگرچہ وہ معین نہ ہوں، اس شرط کے ساتھ کہ وہ ان کا انتخاب کر لے گا، اگر ان کا پھل بقدر ثلث یا اس سے کم ہو، اور باغ کے پھل ایک نوع کے ہوں، کیوں کہ اس صورت میں "غرر" ہکا ہے۔

پھل کی بیج میں معین مقدار کا استثناء کرنا جائز نہیں، کیونکہ نبی کریم ﷺ نے استثناء سے منع کیا ہے، نیز اس لئے کہ استثناء کے بعد باقی ماندہ حصہ مجہول ہے، یہ سعید بن مسیب، شافعی، اوزاعی، اسحاق اور ابو ثور سے مروی ہے، ابو الخطاب کے علاوہ حنابلہ کا یہی قول ہے، اور یہی حسن کی روایت اور حنفیہ میں سے طحاوی کا قول ہے۔

امام مالک کے نزدیک یہ جائز ہے اگر ایک تہائی یا اس سے کم ہو، حنفیہ کے نزدیک جو ازہی ظاہر الروایہ ہے، اور یہی ابن سیرین، سالم بن عبد اللہ، اور حنابلہ میں سے ابو الخطاب کا قول ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے معلوم کا استثناء کیا ہے۔

غیر معین حصے مثلاً چوتھائی اور تہائی کا استثناء جائز ہے، اس لئے کہ اس کے نتیجے میں مستثنیٰ و مستثنیٰ منہ میں جہالت پیدا نہ ہوگی، لہذا یہ صحیح ہے جیسا کہ اگر کسی معین درخت کو خرید لے۔

حنابلہ میں سے ابو بکر اور ابن ابوموسیٰ نے کہا کہ یہ ناجائز ہے۔ حنابلہ کے نزدیک ماکول اللحم جانور کی بیج، اس کے سر، کھال، اطراف اور سوا قط (جانور کے جسم کے وہ اجزاء جن کو عام طور پر پھینک دیا جاتا ہے) کے استثناء کے ساتھ جائز ہے۔ امام مالک نے اس کو صرف سفر میں جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ سفر میں ان اجزاء کی کوئی قیمت نہیں ہوتی جو پھینک دیئے جاتے ہیں، امام مالک نے اس کو حضر میں مکروہ کہا ہے، نیز اس لئے کہ مسافر کے لئے کھال اور سوا قط سے

(۱) حدیث: "لہی رسول اللہ ﷺ عن الثیبا إلا أن تعلم" کی روایت مسلم (۳/۵۵۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔



حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، شرط اور بیع دونوں باطل ہیں، اس لئے کہ یہ شرط غیر ملائم (غیر مناسب) ہے<sup>(۱)</sup>۔

### بیع اصول:

۳۷- اصول، اصل کی جمع ہے، اور اصل وہ ہے جس پر دوسری چیز مبنی ہو، یہاں پر اصول سے مراد وہ ہے جس کو نووی نے اپنی کتاب ”تحریر“ میں اپنے اس قول سے تعبیر کیا کہ اصول: درخت اور زمین ہیں<sup>(۲)</sup>۔

”شرح منہج الارادات“ میں ہے: یہاں اصول سے مراد زمین، گھر اور باغات ہیں<sup>(۳)</sup>۔

فقہاء کے یہاں یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ ”بیع اصول“ کے عنوان سے ایک الگ فصل قائم کرتے ہیں اور اس میں ان چیزوں کو ذکر کرتے ہیں جو بیع میں ان اصول کے تابع ہیں یا نہیں ہیں۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے:

۳۸- زمین کی بیع: جس نے زمین فروخت کی، تو زمین میں پودے اور تعمیر داخل ہوں گے، اس لئے کہ یہ زمین سے پائیدار طور پر متصل ہیں، اور یہ زمین کے حقوق میں سے ہیں، یہ تمام مذاہب کا حکم ہے، البتہ شافعیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ اگر مطلق رکھا اور یہ نہیں کہا کہ اس کے حقوق کے ساتھ، تو تعمیر اور درخت داخل نہ ہوں گے، لیکن شافعیہ کے یہاں مذہب یہی ہے کہ مطلق رکھنے کے وقت وہ

فائدہ اٹھانے کا امکان نہیں، اس کے استثناء کے جواز کی دلیل یہ ہے: ”ان النبی ﷺ نہی عن الشیء الا ان تعلم“ (نبی ﷺ نے استثناء سے منع کیا مگر یہ کہ معلوم ہو) اور یہ معلوم ہیں۔

روایت میں ہے کہ ”نبی کریم ﷺ نے جب مدینہ منورہ کی ہجرت فرمائی، اور آپ کے ساتھ حضرت ابوبکر اور عامر بن نبیرہ تھے تو ان کا گزر ایک بکریاں چرانے والے پر ہوا، حضرت ابوبکر اور عامر اس کے پاس گئے، اور اس سے ایک بکری خریدی، اور اس کے لئے اس کے سلب (یعنی اس کی کھال، پائے اور شکم) کی شرط لگائی“<sup>(۱)</sup>، یہ حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔

فقہاء کے یہاں مختلف فیہ استثناء میں سے وہ بھی ہے جس کو بعض فقہاء نے شرط صحیح کہا ہے، اور اس کو اور بیع کو جائز قرار دیا ہے، جبکہ دوسرے فقہاء نے اس کو شرط فاسد بتایا ہے، اور اس کو باطل قرار دیا ہے، اور بیع کو بھی باطل کہا ہے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص گھر فروخت کرے، اور مثلاً اس میں ایک ماہ کی رہائش کا استثناء کرے تو مالکیہ و حنابلہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال حضرت جابر کی اس روایت سے ہے: ”باع النبی ﷺ جملاً، واشترط ظہرہ الی المدینۃ“ (نبی کریم ﷺ نے ایک اونٹ فروخت کیا، اور مدینہ تک اس کی سواری کی شرط لگائی)، ایک روایت میں ہے کہ یہ لفظ آپ نے فرمایا: ”بعته واستثنیت حملانہ الی اہلی“<sup>(۲)</sup> (میں نے اس کو فروخت کر دیا، اور اپنے گھر تک اس کی سواری کا استثناء کیا)۔

(۱) ابن ماجہ ص ۳۰، ۳۱، الہدایہ ص ۳۵، ۳۶، جوہر لا کلیل ص ۷، ابن حجر شرح التہذیب ص ۳۲، الفواکیر الدوائی ص ۳۸، نہایۃ المحتاج ص ۳۵، شرح روض الطالب ص ۱۵، ۱۷، المہذب ص ۶۱، ۶۲، جہیزۃ الجمل ص ۸۳، المغنی ص ۱۱۳ اور اس کے بعد کے صفحات، شرح منہج الارادات ص ۸، ۱۲،

(۲) آسنی الطالب ص ۹۵۔

(۳) شرح منہج الارادات ص ۲، ۶، ۲۰۔

(۱) حدیث: ”ان النبی ﷺ لما ہاجر الی المدینۃ و معہ ابو بکر و عامر بن نبیرہ مروا براعي غنم.....“ کو صاحب کشف القناع (ص ۱۷۱ طبع لریاض) نے ابو الخطاب سے منسوب کیا ہے۔

(۲) جانوروں کی سواری کی شرط کے بارے میں حضرت جابر کی حدیث کی روایت بخاری (فتح ص ۳۱۳ طبع استغیہ) اور مسلم (ص ۱۲۲ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

داخل ہیں۔ اسی طرح شافعیہ نے کہا ہے کہ جو درخت زمین کے تابع ہوگا اس سے مراد ہر ابھر اور خست ہے۔ خشک درخت اس میں داخل نہ ہوگا، جیسا کہ ابن رقبہ اور سبکی نے صراحت کی ہے کہ فقہ کا تقاضا یہی ہے، جبکہ اسنوی نے کہا کہ قطعاً داخل نہیں ہوگا۔

اسی طرح زمین کی بیع میں وہ پتھر بھی داخل ہوگا جو زمین میں پیدا ہوا اور اس میں گڑا ہوا ہے، اس لئے کہ وہ اس کا جز ہے، برخلاف مدفون شی جیسے خزانہ کے کہ وہ بیع میں داخل نہ ہوگا، بلکہ وہ بائع کا ہوگا، لیکن قرانی نے کہا: مدفون پتھر صرف اس قول کی بنیاد پر داخل ہوگا کہ جو شخص زمین کے ظاہر کا مالک ہے اس کے باطن کا بھی مالک ہے۔

اگر زمین میں ایسی کھیتی ہو جس کو بار بار کاٹا جاتا ہو تو اصول (جزیں) خریدار کی ہوں گی، اور بیع کے وقت ہونے والی کٹائی بائع کی ہوگی (۱)۔

۳۹۔ جس نے گھر بچا تو بیع میں اس کی تعمیر، اس کا صحن، اس میں موجود لگا ہوا درخت، اور اس کے مفاد کے لئے متصل چیزیں مثلاً سیڑھیاں، کیل لگے ہوئے تختے، دروازے، اور گڑی ہوئی چکی داخل ہوں گی، لیکن اس میں ذن شدہ خزانہ اور اس سے جدا چیزیں مثلاً رسی اور ڈول، اور منقولہ اشیاء مثلاً پتھر اور لکڑی داخل نہ ہوں گی۔ رہا لگا ہوا تالا تو اس کی کنجی حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک جیسا کہ گذرا، داخل ہوگی، شافعیہ کے یہاں اصح قول اور حنابلہ کے یہاں ایک روایت یہی ہے (۲)۔

۴۰۔ درخت کی بیع میں شاخیں، پتے، اور درخت کے جملہ اجزاء، اس

کے تابع ہوں گے، اس لئے کہ یہ سب اس کے اجزاء ہیں، اور اسی کے مفاد میں پیدا کئے گئے ہیں۔ رسی وہ زمین جو درخت کے اگنے کی جگہ ہے تو وہ بھی اس کی بیع میں مالکیہ کے نزدیک اور حنفیہ کے نزدیک بالاتفاق داخل ہوگی اگر درخت کو برقرار رکھنے کے لئے خریدا ہو، جبکہ حنابلہ کا مذہب اور شافعیہ کے یہاں اصح یہ ہے کہ داخل نہ ہوگی، اس لئے کہ درخت کے کام میں وہ شامل نہیں، اور نہ ہی وہ بیع کے تابع ہے۔

اگر درخت میں پھل یا کھجوریں لگی ہوں تو تاجر پیر شدہ پھل بائع کا ہوگا الا یہ کہ مشتری اس کی شرط لگا دے، اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”من باع نخلاً فقد ابتر فثمرتها للبائع إلا أن يشترط المبتاع“ (۱) (جو تاجر پیر شدہ کھجور کا درخت فروخت کرے تو اس کا پھل بیچنے والے کا ہی ہوگا مگر جب خریدار شرط کر لے)۔

اگر درخت تاجر پیر شدہ نہ ہو تو مشتری کا ہوگا، اس لئے کہ اس فرمان نبوی سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر تاجر پیر شدہ نہ ہو تو وہ خریدار کا ہوگا، نیز اس لئے کہ کھجور کا پھل حمل کی طرح ہے، کیونکہ یہ مخفی اضافہ اور نمو ہے جو ایک مقررہ حد پر ظاہر ہوگا۔ یہ جمہور کے نزدیک ہے۔ حنفیہ کے یہاں ”صحیح“ یہ ہے کہ تاجر پیر شدہ اور غیر تاجر پیر شدہ پھل شرط کے بغیر داخل نہ ہوں گے (۲)، اس کی دلیل حدیث سابق ہے، لیکن اس روایت کے ساتھ جس میں تاجر کا ذکر نہیں ہے۔

۴۱۔ جانور کی بیع میں وہ چیز اس کے تابع ہوگی جس کے تابع ہونے کا عرف ہو مثلاً اگام، مہار، اور زین۔ شافعیہ نے فرق کرتے ہوئے

(۱) حدیث: ”من باع نخلاً فقد ابتر.....“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳۱۳/۵ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۲) البدایہ ۲۵/۳، ابن ماجہ ۳۸/۳، لفروق ۳۸۵/۳، مع الجلیل ۲۳/۲، نہایہ المحتاج ۳۰/۳، شرح الروض ۱۰۱/۲، المغنی ۸۷/۳، ۸۳، شرح منتہی لإرادات ۲۰۹/۲۔

(۱) ابن ماجہ ۳۷/۳، الدسوقی ۷۰/۳، لفروق ۳۸۳/۳، نہایہ المحتاج ۱۱۶/۳، ۱۲۳، شرح روض الخطاب ۹۶/۲، ۹۸، المغنی ۸۵/۳، ۸۸، شرح منتہی لإرادات ۲۰۷/۲۔

(۲) ابن ماجہ ۳۳/۳، مع الجلیل ۲۵/۲، نہایہ المحتاج ۱۲/۲۔

کہا ہے کہ جو چیز جانور سے متصل ہے مثلاً بڑھ (جانور کی ناک کا حلقہ) اور پیوستہ نعل تو وہ تابع ہو کر بیع میں داخل ہوگی۔  
لگام، زین، اور مہار، لفظ کے تقاضے پر اکتفاء کرتے ہوئے جانور کی بیع میں داخل نہیں ہوں گے (۱)۔

### پھلوں کی بیع:

۴۲- فقہاء کا اتفاق ہے کہ درخت سے الگ صرف پھلوں کی بیع جائز ہے لیکن بدو صلاح کے بعد ہی جائز ہے۔ بدو صلاح کی تفسیر میں اختلاف ہے: وہ پھل کا پکنا اور مٹھاس وغیرہ کا ظاہر ہونا ہے جیسا کہ جمہور کی رائے ہے، یا آفت اور فساد سے مامون ہونا ہے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔

دلیل جواز اس فرمان نبوی سے ماخوذ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پھل کفر وخت کرنے سے منع کیا تا آنکہ بدو صلاح ہو جائے (۲)۔ ابن قدامہ نے کہا: اس حدیث کا ”مفہوم“ یہ ہے کہ بدو صلاح کے بعد پھل کی بیع مباح ہے، اور یہ ان لوگوں کے نزدیک ہے جو ”مفہوم“ کے قائل ہیں، جیسا کہ اصل وضابطہ ہے کہ جس بیع میں تمام شرائط موجود ہوں وہ جائز ہے (۳)۔

اسی طرح پھل آنے کے بعد اور بدو صلاح سے قبل فی الحال توڑنے کی شرط کے ساتھ ان پھلوں کی بیع جائز ہے، اگر وہ قابل انتفاع ہوں، یہ حکم بالاتفاق ہے۔ البتہ مالکیہ نے اس میں دو شرطوں کا اضافہ کیا ہے: اول یہ کہ بائع مشتری دونوں یا کسی ایک کو بیع کی حاجت ہو،

دوم یہ کہ اکثر اہل شہر اس قسم کی بیع کرنے پر باہم اتفاق نہ کئے ہوں (۱)۔

اگر پھل کو بدو صلاح سے قبل باقی رکھنے کی شرط کے ساتھ یا مطلقاً (توڑنے یا باقی رکھنے کا ذکر کئے بغیر) فروخت کیا گیا تو جمہور مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بیع باطل ہے۔

حنفیہ کے نزدیک بھی یہی حکم ہے اگر چھوڑنے کی شرط رکھی گئی ہو، اور اگر توڑنے یا باقی رکھنے کی شرط نہ لگائی ہو تو مذہب حنفی میں بالاتفاق جائز ہے اگر قابل انتفاع ہو، اور صحیح قول میں جائز ہے اگر ناقابل انتفاع ہو، اس لئے کہ یہ بعد میں قابل انتفاع مال ہے کو کہ فی الحال قابل انتفاع نہیں ہے، لیکن اگر چھوڑنے کی شرط لگادی تو بیع فاسد ہے (۲)۔

اگر پھل کو ”اصل“ کے ساتھ فروخت کرے تو بالاتفاق جائز ہے، اس لئے کہ پھل اصل کے تابع ہوتا ہے (۳)۔  
اس کی تفصیل اصطلاح ”شمار“ میں دیکھی جائے۔

چہارم: بیع کی موجودگی اور غیر موجودگی:  
الف: بیع کی موجودگی:

۴۳- یہ طے ہے کہ بیع کی طرف اشارہ تعریف و تعیین کی قوی ترین صورت ہے، اور اسی وجہ سے اگر بیع فریقین کے سامنے (مجلس عقد میں) ہو، اور اشارہ کے ذریعہ اس کی اس طور پر تعیین کر دی گئی ہو کہ مشتری نے اس کو جان لیا اور دیکھ لیا ہو تو بیع لازم ہوگی، بشرطیکہ کوئی خاص سبب (جس کا تعلق رؤیت بیع سے نہ ہو) ان اسباب میں سے (۱) ساتھ مراجع۔

(۲) الہدایہ ۳/۲۵، جوہر لا کلیل ۲/۶۰، نہایۃ المحتاج ۳/۱۳۲، المغنی ۳/۵۳۔  
(۳) الجملہ: دفعہ (۶۵)، الفواکیر الدوائی ۲/۱۲۱، الفروق ۳/۲۳، تہذیب الفروق ۳/۲۳۹۔

(۱) ابن ماجہ ۲/۳۸، الہدایہ ۳/۲۵، نہایۃ المحتاج ۳/۱۳۰، شرح الروض ۲/۱۰۰، شرح تہذیبی لادوات ۲/۲۱۳۔

(۲) حدیث: ”لبيبي عن بيع الغنم حتى يبدو صلاحها.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۳/۳۹۷ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۳) ابن ماجہ ۲/۳۸، الدرر ۳/۶۶، نہایۃ المحتاج ۳/۱۳۲، المغنی ۳/۵۲۔



نہ پایا جائے جن کی وجہ سے مشتری کے لئے ”خیار“ پیدا ہوتا ہے۔  
حتیٰ کہ اگر اشارہ، وصف کے ساتھ متصل ہو اور وصف، مشتری کے مشاہدہ اور اس کی رضامندی کے خلاف اٹلے تو بھی اس کے بعد مشتری کو حق نہیں کہ ”وصف“ کا مطالبہ کرے، جبکہ عقد رویت اور رضا کے بعد مکمل ہو چکا ہو۔

اس کی تعبیر اس فقہی قاعدہ سے کی جاتی ہے کہ ”حاضر چیز میں وصف لغو ہے اور غائب میں معتبر ہے“۔

یہ بیع کے اسم اور اشارہ میں تغایر ثابت ہونے کے برخلاف ہے مثلاً اس نے کہا: میں نے تمہیں یہ گھوڑی فروخت کر دی، اور مثلاً کسی اونٹنی کی طرف اشارہ کیا تو یہاں پر نام لینے کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ اسم کے ذریعہ جنس بیع کی تحدید ہوتی ہے، اور یہ جنس میں غلطی ہے، وصف میں نہیں، اور جنس میں غلطی ناقابل معافی ہے، اس لئے کہ اس کی وجہ سے بیع معدوم ہو جائے گی۔

قرآنی نے صراحت کی ہے کہ اگر بیع میں جنس کا ذکر نہ کرے مثلاً کہے: میں نے تمہیں ایک کپڑا فروخت کیا، تو بلاجماع ممنوع ہے<sup>(۱)</sup>۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ وصف مشتری کے لئے قابل اور اک ہو، لیکن اگر مشتری سے مخفی ہو یا تجربہ کی ضرورت ہو مثلاً گائے میں دودھ دینے والی ہونے کا وصف ہو، پھر مشتری کو معلوم ہوا کہ وہ ایسی نہیں، تو یہاں پر وصف کا فوت ہونا مؤثر ہے بشرطیکہ عقد میں وصف کی شرط لگائی ہو، کو کہ بیع حاضر رہا ہو اور اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو، اس لئے کہ یہاں وصف بائع کی طرف سے معتبر ہے، اور اس کے فوت ہونے پر مشتری کے لئے ایک ”خیار“ ثابت ہوتا

ہے، جس کو ”فوت وصف کا خیار“ کہتے ہیں<sup>(۲)</sup>۔

وصف فوت ہونے کے سبب استحقاق خیار میں بیع کا موجود وغیر موجود ہونا براہِ اہم ہے، اس کی تفصیل ”خیار وصف“ میں دیکھئے۔

### ب۔ بیع کی غیر موجودگی:

۴۴۔ اگر بیع غیر موجود ہو تو ایسے وصف کے ذریعہ خریدی گئی ہوگی جو اس کی وضاحت کر دے جس طرح عقدِ سالم میں بیان کیا جاتا ہے، یا بغیر وصف کے خریدی گئی ہوگی، البتہ اس کے مقام کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہوگا یا اس کو ایسی چیز سے منسوب کر دیا گیا ہوگا جس کی وجہ سے وہ ممتاز ہو جائے۔

اگر بیع وصف کے ذریعہ کیا گیا ہو اور یہاں سابقہ مرغوب وصف کے علاوہ ہو، اور بیع کے مشاہدہ کے بعد اس کے اور وصف کے درمیان مطابقت ملے تو بیع لازم ہوگی، ورنہ مشتری کے لئے خیار خلف (وصف کے نہ پائے جانے کا خیار) حاصل ہوگا، یہ جمہور علماء کے نزدیک ہے۔ رہے حنفیہ تو وہ یہاں مشتری کے لئے خیار رویت ثابت کرتے ہیں، قطع نظر اس بات سے کہ وصف بیان ہو یا نہ ہو، اس کی تفصیل ”خیار وصف“ اور ”خیار رویت“ میں ہے۔

لیکن اگر نمونہ کی بنیاد پر خریدی ہوئی ہو اور بیع اس سے مختلف نہ ہو تو مشتری کے لئے خیار رویت نہیں ہوگی<sup>(۳)</sup>۔

وصف کے ساتھ غیر موجود کی بیع جمہور کے نزدیک فی الجملہ صحیح ہے، حنفیہ، مالکیہ، حنابلہ اور شافعیہ کے یہاں ”ظہر“ کے بالمقابل یہی ہے، چنانچہ حنفیہ نے اس کو جائز قرار دیا ہے کو کہ پہلے سے اس کا وصف بیان نہ کیا ہو، جبکہ شافعیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ وصف کا بیان

(۱) الجملہ: دفعہ (۲۰۸)، مع الجلیل ۲/۶۷۸، ۶۷۹، جوہر الإکلیل ۳/۹۷۲، شرح منشی الارادات ۲/۱۳۶، کشاف القناع ۳/۴۷۱، خبلا الخوایار ص ۲۱۰، نہایۃ المحتاج ۳/۹۶، ۳۰۱، المہذب ۱/۲۹۳۔

(۲) فتح القدیر ۵/۱۳۶، طبع بلاق۔

(۳) الجملہ: دفعہ (۳۳۵، ۳۳۳)۔

بھی یہی قول ہے، حنابلہ کے یہاں اُصح یہ ہے کہ یہ ممنوع ہے، شافعیہ نے اس کو اس صورت میں جائز قرار دیا ہے کہ مثلاً کہنے میں نے تمہیں اس گھر میں موجود گیہوں فروخت کیا اور یہ اس کا نمونہ ہے، اور نمونہ بیع میں داخل ہوگا<sup>(۱)</sup>۔

مالکیہ کے یہاں اس صورت میں تفصیل ہے جب ظاہر ہو کہ برمانج کے مطابق فروخت شدہ ”عدل“ (جانور کی پیٹھ پر ایک طرف کا بوجھ) کم یا زیادہ ہے۔ اس کی تفصیل ”بیع میں کمی یا زیادتی کا ظہور“ کے تحت ہے۔

پنجم: قبضہ سے پہلے بیع میں کمی یا زیادتی کا ظہور:

۴۵- بیع کا حکم اگر اس میں نقص یا زیادتی ظاہر ہو، اس اعتبار سے مختلف ہے کہ بیع، مقدار کی بنیاد پر ہے یا از قبیل بیع ”جزاف“ (یا مجازفہ) ہے جس کو ”بیع صبرہ“ بھی کہتے ہیں، برمانج یا نمونہ پر بیع کی بعض صورتیں اسی سے ہیں، جبکہ مقدار، برمانج میں درج شدہ کے خلاف ظاہر ہو۔

الف- بیع جزاف (اُکل سے بیع کرنا):

۴۶- اگر بیع اُکل سے ہو تو مشتری یا بائع کی توقع سے کم یا زیادہ ظاہر ہونے کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اس کی تفصیل ”بیع جزاف“ میں ہے۔

ب- بیع مقدرات (متعینہ مقدار کی بیع):

۴۷- کیل یا وزن یا پیمائش یا شمار کے ذریعہ مقررہ مقدار میں فروخت شدہ چیز میں اگر کمی یا زیادتی نکلے تو بیع کو دیکھا جائے گا کہ آیا

ضروری ہے، اس لئے کہ یہاں مشتری کے لئے بہر حال خیار رویت ہے، خواہ وصف بیان کیا گیا ہو اور بیع وصف کے مطابق ہو یا اس کے خلاف ہو اور خواہ وصف نہ بیان کیا گیا ہو، اور یہ خیار حکمی ہے، اس کے لئے شرط لگانے کی ضرورت نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔ حنابلہ نے اس کو سلم کی صحت کے لئے مطلوبہ طریقہ پر وصف کے ساتھ جائز قرار دیا ہے، اور خیار کو عدم مطابقت کی حالت کے ساتھ مخصوص رکھا ہے<sup>(۲)</sup>۔

جبکہ مالکیہ نے اس کو تین شرائط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے:

الف۔ بہت زیادہ قریب نہ ہو کہ بغیر مشقت کے اس کو دیکھنا ممکن ہو، اس لئے کہ اس حالت میں بحیثیت غائب اس کی بیع یقین سے ضرر کے متوقع ہونے کی طرف عدول کرنا ہے، لہذا جائز ہے۔  
ب۔ بہت زیادہ دور نہ ہو، کیونکہ حوالگی سے قبل اس میں تغیر کا اندیشہ یا حوالگی کے محال ہونے کا احتمال ہے۔

ج۔ بائع اس کو تمام اوصاف کے ساتھ بیان کر دے جن سے غرض متعلق ہے، اور یہ سلم کے اوصاف ہیں۔

مذہب شافعیہ میں ظہر یہ ہے کہ غائب کی بیع صحیح نہیں ہے اور یہ وہ ہے جس کو متعاقدین یا ان میں سے کسی ایک نے نہیں دیکھا ہو کہ وہ حاضر ہو، اس لئے کہ بیع غرر سے ممانعت آئی ہے<sup>(۳)</sup>۔

برمانج کے مطابق بیع کرنا یعنی ایسے رجسٹر کی بنیاد پر جس میں اوصاف درج ہوتے ہیں، اور نمونہ پر بیع کرنا یعنی مشتری کو ایک صاع دکھا کر غلہ کا ڈھیر اس شرط کے ساتھ فروخت کرنا کہ وہ اسی نمونہ جیسا ہے، اس کو حنفیہ نے جائز قرار دیا ہے، حنابلہ کا ایک قول یہی ہے، مرداوی نے اس کو درست کہا ہے (اس کی وجہ گزر چکی ہے)، مالکیہ کا

(۱) حنفیہ کے ساتھ مراجع۔

(۲) المغنی ۳/۵۸۰، ۵۸۳، شرح منشی لا رادات ۲/۱۳۶۔

(۳) المغنی ۲/۱۶۳، مغنی المحتاج ۲/۱۶۳، نہایۃ المحتاج ۳/۳۰۱۔

(۱) شرح منشی لا رادات ۲/۱۳۶، المغنی ۲/۱۶۳، ۱۶۵، مغنی المحتاج ۲/۱۹۰، المغنی ۲/۲۱۱، انصاف ۲/۲۹۵۔

تبعیض (کھرے کرنا) اس کے لئے مضر ہے یا نہیں؟ اسی طرح اس ثمن کی اساس پر غور کیا جائے گا جس پر بیع ہوئی ہے کہ وہ مجمل ہے یعنی پوری بیع کی قیمت ہے، یا بیع کے اجزاء کے مقابلہ میں ثمن میں تفصیل کی گئی ہے۔

اگر تبعیض بیع کے لئے مضر نہ ہو (مثلاً ملکیت کی تمام انواع، اسی طرح بعض موزونات مثلاً گیہوں، اور مذروعات مثلاً وہ کپڑا جو ذرائع سے فروخت ہوتا ہے، قطع نظر اس سے کہ وہ ایک کپڑے کے لئے کافی ہے، اسی طرح معدودات متقاربہ) تو بیع میں زیادتی بائع کے لئے ہوگی، اور کمی بھی اسی حساب سے ہوگی، اور اس حالت میں ثمن کی تفصیل یا اجمال کو دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر ثمن مفصل ہو مثلاً کہا: ہر ذراع ایک درہم میں، تو زیادتی بائع کی ہوگی اور کمی اس پر آئے گی، اور یہ دیکھنے کی ضرورت نہیں کہ تبعیض اس کے لئے ضرر رساں ہے یا نہیں۔

اگر ثمن غیر مفصل ہو اور بیع کے لئے تبعیض ضرر رساں ہو تو زیادتی مشتری کی اور کمی اسی کے ذمہ ہوگی، اور اس کے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ نہ ہوگا، البتہ مشتری کو کمی نکلنے کی صورت میں خیار (یعنی صفقہ کے متفرق ہونے کا خیار) حاصل ہوگا۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ تبعیض جس کے لئے ضرر رساں نہیں اس میں تقدیر (مقدار بتانا) جز کی طرح مانا جاتا ہے، اور جس میں تبعیض ضرر رساں ہے اس میں تقدیر وصف کی طرح مانا جاتا ہے، اور وصف کے مقابل میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا ہے، بلکہ اس کی وجہ سے خیار ثابت ہوتا ہے<sup>(۱)</sup>، یہ حنفیہ کا مذہب ہے۔

(۱) الجملہ: دفعہ (۲۲۳، ۲۲۴)، حاشیہ ابن عابدین ۳۰۴، الدرر شرح الغرر ۲/۱۳۷، مع الجلیل ۲/۵۰۵، ۶۶۹، جوہر لولیل ۲/۳۸، ۳۸۷، الخطاب ۳۰۴، معنی المحتاج ۲/۱۸، ۱۷، نہایہ المحتاج ۳۰۰، ۶۱/۳، شرح منہجی لارادات ۲/۱۶۶، المعنی ۳۰۶، ۱۳۷۔

مذہب شافعیہ میں صحیح، اور حنابلہ کے یہاں ایک روایت یہ ہے کہ اگر بیع کی مقدار میں کمی یا زیادتی نکلے تو بیع باطل ہے، اس لئے کہ بائع کو زیادتی کے تسلیم کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، اور نہ ہی مشتری کو بعض کے لینے پر، اور اضافہ شدہ حصہ میں بائع و مشتری کے درمیان اشتراک میں ضرر ہے<sup>(۱)</sup>۔

مالکیہ کے یہاں کمی کے تھوڑا یا زیادہ ہونے کے درمیان تفصیل ہے، اگر نقص و کمی تھوڑی ہو تو مشتری پر لازم ہے کہ باقی کو اس کے مساوی ثمن سے لے، اور اگر زیادہ ہو تو اس کو اختیار ہے کہ بقیہ کو اس کے مساوی ثمن سے لے یا واپس کر دے، ایک قول یہ ہے کہ یہ بمنزلہ بیع کی صفت کے ہے، اگر اس کو زیادہ پائے تو وہ مشتری کے لئے ہے، اور اگر کم پائے تو مشتری کو اختیار ہے کہ سارے ثمن سے اس کو لے یا اس کو رد کر دے<sup>(۲)</sup>۔

شافعیہ کے نزدیک زیادتی یا نقص نکلنے کی صورت میں صحیح کے بالمقابل رائے یہ ہے کہ اشارہ کی وجہ سے تغلیباً بیع صحیح ہے، پھر شافعیہ کے یہاں یہ تفصیل ہے کہ اگر بائع نے کل کا مقابلہ کل سے کیا ہو، مثلاً کہنے میں نے تمہیں نلہ کا ڈھیر سو درہم میں فروخت کیا اس شرط کے ساتھ کہ وہ سو صاع ہے، تو زیادتی یا نقص کی صورت میں بیع صحیح ہوگی، اور جس کو ضرر ہوگا اس کے لئے خیار ثابت ہوگا۔

لیکن اگر اس نے اجزاء کا اجزاء سے مقابلہ کیا، مثلاً کہا: میں نے تمہیں نلہ کا ڈھیر ایک صاع ایک درہم میں فروخت کیا، اس شرط کے ساتھ کہ وہ سو صاع ہے، پھر زیادتی یا نقص نکلے تو بیع اسنوی کے نزدیک صحیح ہوگی، اور ماوردی نے فرق کرتے ہوئے کہا کہ نقص کی

(۱) نہایہ المحتاج ۲/۳۰۰، معنی المحتاج ۲/۱۸، ۱۷، شرح منہجی لارادات ۲/۱۶۶، المعنی ۳۰۶۔  
(۲) مع الجلیل ۲/۵۰۵، الخطاب ۳۰۴، لشرح الصغیر ۲/۱۳، طبع المعنی۔



صورت میں بیع صحیح ہوگی، اور زیادتی کی صورت میں سابقہ اختلاف ہے، یعنی صحیح کے مطابق بیع باطل ہے، اور صحیح کے بالمقابل قول کے مطابق بیع صحیح ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

ابن قدامہ نے ”المغنی“ میں لکھا ہے: اگر کہے میں نے تمہیں یہ زمین یا یہ کپڑا اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ وہ دس ذراں ہے، اور گیارہ ذراں نکالا تو اس میں دو روایتیں ہیں:

اول: بیع باطل ہے، اس لئے کہ بائع کو زیادتی کے حوالہ کرنے پر مجبور کرنا ممکن ہے، کیونکہ اس نے دس ذراں فروخت کئے ہیں، اور نہ ہی مشتری کو بعض کے لینے پر مجبور کرنا ممکن ہے، کیونکہ اس نے سارا خرید لیا ہے، اور شرکت میں بھی نقصان اسی کا ہے۔

دوم: بیع صحیح ہے، اور زیادتی بائع کی ہے، اس لئے کہ یہ مشتری کے لئے نقص ہے، لہذا عیب کی طرح یہ صحت بیع سے مانع نہیں ہوگا، پھر بائع کو اختیار دیا جائے گا کہ بیع زیادتی کے ساتھ سپرد کرے یا دس ذراں سپرد کرے، اگر مکمل بیع سپرد کرنے سے راضی ہو جاتا ہے تو مشتری کو اختیار نہ ہوگا، اس لئے کہ بائع نے اس کے لئے اچھی چیز کا اضافہ کیا ہے، اور اگر بائع زائد بیع کو حوالہ کرنے سے انکار کرے تو مشتری کے لئے اختیار ہوگا کہ فسخ کر دے یا سارے مقررہ ثمن اور زائد کی قیمت دے کر لے لے، اگر لینے پر راضی ہو جائے تو دس ذراں لے، اور بائع ایک ذراں میں اس کا شریک ہوگا، اور کیا بائع کے لئے اختیار فسخ ہے؟ اس میں دو قول ہیں: اول: اس کو فسخ کا اختیار ہے اس لئے کہ شرکت میں اس کو ضرر ہے، دوم: اس کو اختیار نہیں، اور ابن قدامہ نے اسی کو قوی کہا ہے، اور اگر بیع نو ذراں نکلے تو اس میں دو روایتیں ہیں: اول: بیع باطل ہے جیسا کہ گزرا، دوم: بیع صحیح ہے، البتہ مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ فسخ کر دے یا ثمن کے دس حصوں میں سے نو حصوں

کے عوض لے لے۔

اگر نلہ کا ڈھیر خرید اس شرط کے ساتھ کہ وہ دس قفیز ہے، اور گیارہ قفیز نکالا تو زائد کو واپس کرے گا، اور یہاں اس کے لئے اختیار نہیں اس لئے کہ زیادتی میں ضرر ہے، اور اگر نو قفیز نکلے تو اس کے حصہ کے ثمن کے عوض لے گا۔

اگر نلہ کے ڈھیر میں کیل کی تعیین کر دی جائے تو اس پر قبضہ کیل کے ذریعہ ہی ہوگا، اگر زائد ہو تو زیادتی واپس کرے گا، اور اگر کم ہو تو اس کو اس کے حصہ ثمن سے لے گا۔ کیا نقصان کی صورت میں اس کو فسخ کا اختیار ہوگا؟ اس میں دو قول ہیں: اول: اس کے لئے اختیار ہے، دوم: اس کے لئے اختیار نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

ثمن کے احکام و احوال:

اول: ثمن کی تعریف:

۴۸- ثمن: بیع کے حصول کے لئے مشتری کی طرف سے دیئے گئے عوض کا نام ہے، اور ثمن معقود علیہ کے دو اجزاء (ثمن و ثمنین) میں سے ایک جز ہوتا ہے، اور یہ دونوں مقومات عقد میں سے ہیں، اسی وجہ سے جمہور کی رائے ہے کہ قبضہ سے قبل ثمن معین کی بلاکت کے سبب بیع فی الجملہ فسخ ہو جاتی ہے<sup>(۲)</sup>۔

حنفیہ کی رائے ہے کہ بیع کا مقصود اصلی بیع ہے، اس لئے کہ انتفاع اعیان ہی سے ہوتا ہے، اور اثمان (قیمتیں) تبادلہ کا وسیلہ ہیں<sup>(۳)</sup>، اسی وجہ سے حنفیہ نے ثمن کے مقنوم ہونے کو صحت کی شرط

(۱) المغنی ۶/۳، ۱۳۷۔

(۲) جوہر الإکلیل ۱/۳۰۵، مخ الجلیل ۲/۱۰۰، ۶۱۶، شرح المروض ۲/۶۳، المجموع ۹/۲۶۹، اقلیو بی ۳/۳، شرح منتہی الارادات ۲/۱۸۹، الانصاح ۳۳۷۔

(۳) الجملہ: دفعہ (۱۵۱)۔

(۱) مفتی الحاج ۱۸/۲، المہذب ۱/۷۱۔



قیمت سے زیادہ میں فروخت کرتے ہوں، اور اہل رائے واصحاب بصیرت کے مشورہ سے تسعیر کے بغیر قاضی مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ نہ کر سکے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بازار میں حضرت حاطب کے پاس سے گزرے تو ان سے کہا: ”یا تو زرخ بڑھا دیا اپنے گھر جا کر جس طرح چاہے فروخت کرو“ (۱)۔

شافعیہ و حنابلہ کی رائے ہے کہ تسعیر حرام ہے، اس کے ذریعہ سے خریدنا مکروہ ہے، اور تسعیر بالجبر ہو تو بیع حرام اور باطل ہے (۲)۔ اس لئے کہ حدیث نبوی ہے: ”إن الله هو المسعر القابض الباسط الرازق، وإني لأرجو أن ألقى الله وليس أحد منكم يظالبني بمظلمة في دم ولا مال“ (۳) (اللہ تعالیٰ ہی زرخ مقرر کرنے والا، روکنے والا، کشادگی پیدا کرنے والا، رزق دینے والا ہے، میں یہ توقع رکھتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس حالت میں ملاقات کروں کہ تم میں سے کوئی بھی مجھ سے کسی جانی یا مالی حق کا مطالبہ کرنے والا نہ ہو)۔

اس کی تفصیل اصطلاح ”تسعیر“ میں ہے۔

دوم: کون چیز ثمن بن سکتی ہے اور کون نہیں:

۵۰۔ جو چیز بیع ہونے کے قابل ہو ثمن ہونے کے بھی قابل ہے، اس

بتایا ہے، جبکہ بیع کا مقوم ہونا اعتقاد کی شرط ہے، یہ فرق خاص طور پر حنفیہ کے یہاں ہے، جمہور کے یہاں نہیں، لہذا اگر ثمن غیر مقوم ہو تو حنفیہ کے نزدیک بیع باطل نہیں ہوگی، بلکہ فاسد ہوگی، اگر فساد کا سبب ختم کر دیا جائے تو بیع صحیح ہو جائے گی۔

اسی طرح قبضہ سے قبل ثمن کا ہلاک ہونا بیع کے بطلان کا سبب نہیں بلکہ بائع اس کے بدل کا مستحق ہوگا، البتہ بیع کے ہلاک ہونے سے بیع باطل ہو جائے گی (۱)۔

ثمن اور قیمت الگ الگ ہیں، اس لئے کہ قیمت وہ چیز ہے جو قیمت لگانے والوں (اہل تجربہ) کی نظر میں شے کے مساوی ہو، جبکہ ثمن ہر وہ چیز ہے جس پر متعاقدین راضی ہو جائیں، خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا اس سے کم یا اس کے مثل (۲)۔

لہذا قیمت وہ ہے جو شے کا حقیقی ثمن ہو۔ اور جس ثمن پر باہم اتفاق کر لیا جائے وہ ثمن مسمی (مقررہ ثمن) ہے۔

سعر (زرخ): سامان کا مقررہ ثمن ہے، اور تسعیر: سامان کی فروختگی کا زرخ مقرر کرنا ہے۔ بسا اوقات تسعیر سلطان کی طرف سے ہوتی ہے اور لوگوں کو اس سے کم یا زیادہ قیمت میں فروخت کرنے سے روک دیا جاتا ہے (۳)۔

تسعیر (زرخ متعین کرنے) کا حکم:

۴۹۔ تسعیر (زرخ متعین کرنے) کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے: حنفیہ و مالکیہ کی رائے ہے کہ ولی الامر ایسا کر سکتا ہے اگر تاجر

(۱) الجملہ: دفعہ (۲۱۲)، حاشیہ ابن عابدین ۳/۱۰۳۔

(۲) الجملہ: دفعہ (۱۵۳)، حاشیہ ابن عابدین ۳/۵۱، ۵۶، جوہر لا کلیل ۲/۲۱۔

(۳) الجملہ: دفعہ (۱۵۳)۔

(۱) حضرت عمرؓ کے اثر کی روایت امام مالک نے اپنی سوط میں کی ہے، محقق جامع الاصول شیخ عبدالقادر اداؤوط نے کہا اس کی اسناد صحیح ہے (جامع الاصول ۵/۵۹۳ طبع الملاح)۔

(۲) المغنی ۳/۱۶۳ طبع القامری، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳۱۳، شرح منشی لا رادات ۲/۵۹۲، الکافی لابن عبدالبر ۲/۳۰۷۔

(۳) حدیث: ”إن الله هو المسعر...“ کی روایت ترمذی اور ابوداؤد نے حضرت انسؓ کے واسطے سے کی ہے شیخ عبدالقادر اداؤوط نے کہا اس کی اسناد صحیح ہے ترمذی اور ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (جامع الاصول ۵/۵۹۵، تحقیق اداؤوط)۔

کے برعکس بھی صحیح ہے، یہ جمہور کے نقطہ نظر سے سمجھ میں آتا ہے، جبکہ حنفیہ کی رائے ہے کہ اس کے برعکس صحیح نہیں ہے، لہذا جو ثمن ہونے کے قابل ہے بسا اوقات وہ بیع ہونے کے قابل نہیں ہوتی<sup>(۱)</sup>۔

ثمن یا تو ذمہ میں ثابت ہونے والی چیز ہوگی، مثلاً نفقہ، اور مثلیات یعنی کیلی یا وزنی یا پیمائش والی یا شمار کی جانے والی متقارب چیزیں، یا ثمن ذوات التیم اعیان میں سے ہوگا جیسا کہ بیع سلم میں ہے، بشرطیکہ اس المال ذوات التیم میں سے عین ہو، اور جیسا کہ بیع مقایضہ میں۔

سونا اور چاندی خلتی ثمن ہیں خواہ نفقہ کی شکل میں ڈھلے ہوئے ہوں یا بغیر ڈھلے ہوں، اسی طرح فلوس اثمان ہیں۔ حنفیہ مالکیہ کے نزدیک ”اثمان“ تعین کرنے سے متعین نہیں ہوتے (مالکیہ نے اس سے ”صرف“ اور ”کرایہ کے معاملہ“ کو مستثنیٰ کیا ہے)، لہذا اگر مشتری نے کہا: میں نے سامان اس دینار میں خرید لیا، اور اس دینار کی طرف اشارہ کر دے تو اس کے بعد مشتری کو اختیار ہے کہ دوسرا دینار سپرد کرے، اس لئے کہ نفقہ و مثلیات میں سے ہیں، اور مثلیات ذمہ میں ثابت ہوتی ہیں، اور جو چیز ذمہ میں ثابت ہوتی ہے اس کی ادائیگی کسی بھی ہم مثل فرد کے ذریعہ ہو جائے گی، اور وہ تعین کو قبول کرنے والی نہیں ہوتی ہے۔

شافعیہ و حنابلہ کی رائے ہے کہ ”اثمان“ تعین سے معین ہو جاتے ہیں۔

البتہ اگر ثمن ذوات التیم میں سے ہو تو وہ متعین ہو جاتا ہے، اس لئے کہ ذوات التیم ذمہ میں ثابت نہیں ہوتیں اور ان کا کوئی بھی فرد

آپسی رضامندی کے بغیر دوسرے کی جگہ نہیں لے سکتا<sup>(۱)</sup>۔

سوم: ثمن کی تعین اور اس کو بیع سے ممتاز کرنا:

۵۱۔ ثمن کو بیع سے ممتاز کرنے کے لئے حنفیہ نے حسب ذیل ضابطہ

کی صراحت کی ہے، اور یہ مالکیہ و شافعیہ کی عبارت سے متفق ہے:

الف۔ اگر عوضین میں سے کوئی ایک نفقہ ہو تو اسی کو ثمن مانا

جائے گا، اور دوسرا بیع ہوگا، خواہ وہ جس نوعیت کا ہو، اور صیغہ

(عبارت) کو نہیں دیکھا جائے گا حتیٰ کہ اگر کہے: بعثک دیناراً

بہذہ السلعة (یعنی میں نے تمہیں یہ دینار اس سامان میں فروخت

کیا)، تو دینار ہی ثمن ہوگا، ہر چند کہ حرف ”باء“ سلعہ پر داخل ہے،

جبکہ یہ عموماً ثمن پر آتا ہے<sup>(۲)</sup>۔

ب۔ اگر عوضین میں سے ایک ذوات التیم اعیان ہو، اور دوسرا

مثلی اموال معین ہو یعنی اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو تو ذوات التیم

بی بیع ہوگی، اور مثلی ثمن ہوگا، اور اس صورت میں بھی اس کے مخالف

صیغہ کے تقاضے کا اعتبار نہیں ہوگا۔

البتہ اگر اموال مثلیہ غیر معین ہوں (یعنی ذمہ میں لازم ہوں)

تو ثمن وہ عوض ہوگا جس کے ساتھ ”باء“ ہے، مثلاً اگر کہے: بعثک

ہذہ السلعة برطل من الأرز (میں نے تم کو یہ سامان ایک رطل

چاول سے بیچا) تو ثمن أرز (چاول) ہوگا، اس لئے کہ ”باء“ اسی پر

داخل ہے، اور اگر کہے: بعثک رطلا من الأرز بہذہ السلعة

(میں نے تم کو ایک رطل چاول اس سامان سے بیچا) تو ”سلعہ“ ہی

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۲/۵۷۲ طبع دوم المجلس، المجلد ۲/۲۳۳، لفرق للعراقی

۳/۲۵۵، المجموع ۲/۲۶۹ شرح منتہی را رادات ۲/۲۰۵۔

(۲) ابن عابدین ۳/۱۹۵ طبع بلاق، ۲/۵۷۲ طبع المجلس، الفتاویٰ الہندیہ

۳/۱۳، المجلد شرح المجلد ۲/۲، مغنی المحتاج ۲/۷۰، شرح منتہی را رادات

۲/۲۰۵۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۳/۱۶۵، شرح المجلد: دفعات (۲۱۱، ۱۵۳) لؤلاتی

(۲/۱۰۵)، للمحاسنی (۱/۱۹۳)، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۱۲۲، المجلد شرح المجلد

۲/۶۲، شرح منتہی را رادات ۲/۱۳۲، جوہر الاکلیل ۱/۳۰۵، ۳/۵۔

## بیع ۵۲-۵۳

برخلاف بیع کے، اس لئے کہ وہ بہ مقتضائے عقد اوصار ہوتا ہے، اور یہ فی الجملہ ہے، اس کی تفصیل اصطلاح ”شمن“ میں ہے (۱)۔

چہارم: شمن کو مبہم رکھنا:

۵۲- اگر شمن بیان کر دیا اور اس کو مطلق رکھا، اور اس کی نوعیت بیان نہ کی، جیسا کہ اس نے کہا: اتنے دینار میں، اور عقد کے شہر میں انواع و اقسام کے دینار رائج ہوں، جن کی قیمت مختلف اور رواج برابر ہو تو عقد فاسد ہوگا، اس لئے کہ شمن کی مقدار مجہول ہے، البتہ اگر کسی نوع کے دینار کا رواج زیادہ ہو تو عقد صحیح ہوگا، اور یہ زیادہ رائج کی طرف لوٹے گا، مثلاً اگر کویت میں کہے: میں نے تمہیں ایک دینار میں فروخت کیا، تو عقد صحیح ہوگا، اور شمن کویتی دینار ہوں گے، اس لئے کہ محل عقد میں موجودہ دوسرے دیناروں میں کویتی دینار ہی سب سے زیادہ رائج ہے (۲)۔

شمن کے احکام کی تفصیل اصطلاح ”شمن“ میں دیکھی جائے۔

پنجم: رأس المال کے مد نظر شمن کی تحدید:

۵۳- شمن کی تحدید کا علم یا تو مشاہدہ و اشارہ سے ہوگا اور یہ تعریف کا اعلیٰ ترین طریقہ ہے، خواہ مقدار بیان کی ہو یا نہ کی ہو، جیسا کہ اگر کوئی سامان دیناروں کی ایک تھیلی کے عوض میں فروخت کیا اور اس کی طرف اشارہ کر دیا۔

یا شمن مجلس عقد سے غائب ہوگا، اور اس وقت اس کی نوعیت،

(۱) الصلوی علی المشرح الصغیر ۱/۲، ۲، طبع الحلبي، المجموع ۹/۲۳، ۲، مغنی المحتاج ۲/۲۰، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، شرح منتہی الارادات ۱/۱۹۱۔

(۲) الجملہ ۲: دفعہ (۲۳۱، ۲۳۲)، الکافی لابن عبد البر ۲/۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷



کا حکم یہ ہے کہ وہ عقد سابق کی تعدیل ہے جبہ نہیں ہے، اور اسی وجہ سے اس میں قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی جو جبہ کی تکمیل کے لئے شرط ہے، یہ حکم فی الجملہ ہے۔  
یہ حنفیہ کے نزدیک ہے۔

جبکہ شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک خیار مجلس اور خیار شرط کے پورا ہونے کی وجہ سے بیع کے لزوم کے بعد زیادتی لاحق نہیں ہوتی ہے، بلکہ وہ جبہ کے حکم میں ہے، اس کی تفصیل آئے گی (۱)۔

**دوم: بیع یا ثمن میں کمی کرنا:**

۵۵- مشتری کے لئے بیع میں کمی کرنا اور بائع کے لئے ثمن میں کمی کرنا جائز ہے، بشرطیکہ فریق ثانی اس کو کمی کرنے کی مجلس میں قبول کر لے، اور کمی کرنا باہمی قبضہ سے قبل ہو یا اس کے بعد دونوں برابر ہے، لہذا اگر مشتری یا بائع قبضہ کے بعد کمی کرے تو دوسرے کو حق ہے کہ کم کئے ہوئے حصہ کو واپس لے۔

ثمن میں بائع کی طرف سے کمی کرنے کے جواز کے لئے شرط نہیں کہ بیع قائم ہو، اس لئے کہ خط (کمی کرنا) اسقاط ہے، اس کے مقابلہ میں کسی چیز کا ہونا لازم نہیں ہے۔

رہا مشتری کا بائع سے بعض بیع کو کم کرنا تو شرط ہے کہ بیع ایسا دین ہو جو ذمہ میں ثابت ہو، تا کہ کمی کو قبول کرے، لیکن اگر مہین عین ہو تو بیع میں سے کمی کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ اعیان، اسقاط کو قبول نہیں کرتے (۲)۔ دیکھئے: ”امراء“ اور ”اسقاط“۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۱۶۷/۳، تہذیب الفروق ۳۹۰/۳، المشرع المصغیر ۷۸/۳، حاشیہ الدسوقی ۱۶۵/۳، منہج الجلیل ۶۱۵/۳، المجموع ۷۰/۳، المہذب ۲۹۶/۱، ہامش شرح الروض ۶۳/۲، نہایت المحتاج ۳۳/۳، الانصاف ۳۳/۷، شرح منہجی لإیرادات ۱۵۱/۳، ۳۳۶/۳۔

(۲) الجملہ: دفعہ (۲۵۶)، الصلوی علی المشرع المصغیر ۷۹/۳، منہج الجلیل ۳۵/۳۔

صفت اور مقدار کا بیان کرنا ضروری ہوگا، پھر ثمن یا تو ثمن شرا (بائع کا رأس المال) پر مبنی نہ ہوگا یا اسی پر مبنی ہوگا، اور اس میں کوئی نفع نہ ہوگا اور نہ خسارہ، یا معلوم نفع ہوگا یا معلوم خسارہ ہوگا۔  
اول یعنی جس میں ثمن شرا کو نہیں دیکھا جاتا، یہ بیع مساومہ ہے، اور بیوع میں غالب یہی ہے۔

اور دوسری قسم کو ”بیع امانت“ کہتے ہیں، اور اس کی چند اقسام ہیں: تولیہ: یعنی ثمن اول میں فروخت کرنا، اور اگر بعض بیع کو ثمن اول کے تناسب سے فروخت کرنا ہو تو اس کو ”اشراک“ کہتے ہیں، اور اگر نفع کے ساتھ ہو تو مراحمہ، یا خسارہ کے ساتھ ہو تو ”وضیعہ“ کہتے ہیں (۱)۔ ان بیوع کی تفصیل ان کی اپنی اصطلاحات میں ہے۔

**بیع و ثمن کے مشترکہ احکام:**

**اول: بیع یا ثمن میں زیادتی کرنا:**

۵۴- مشتری کے لئے جائز ہے کہ عقد کے بعد ثمن میں اضافہ کر دے، اسی طرح بائع کے لئے جائز ہے کہ بیع میں اضافہ کر دے، بشرطیکہ اس کے ساتھ مجلس زیادتی میں ہی فریق ثانی کی طرف سے قبولیت ہو۔

اور شرط یہ ہے کہ بیع قائم ہو اگر زیادتی ثمن میں ہو، اس لئے کہ اگر بیع ہلاک شدہ ہو تو زیادتی معدوم کے بالمقابل ہوگی۔ اور اگر ہلاک شدہ کے حکم میں ہو (یعنی اس کو اپنی ملکیت سے خارج کر دیا ہو) تو یہ زیادتی اس چیز کے بالمقابل ہوگی جو معدوم کے حکم میں ہے، اس میں کوئی فرق نہیں کہ زیادتی باہمی قبضہ کے بعد ہوئی ہو یا اس سے قبل، یا بیع یا ثمن کی جنس سے یا کسی اور جنس سے، زیادتی

(۱) الجملہ: دفعہ (۲۳۹) اور اس کے بعد کے دفعات، الفواکیر الدیوانی ۱۰۹/۳، الصلوی علی المشرع المصغیر ۷۲/۳ طبع المجلد۔

سوم: زیادتی یا کمی کے آثار:

۵۶- فقہاء حنفیہ کے یہاں طے ہے کہ زیادتی اور کمی سابق عقد کی اصل سے منسوب ہو کر لاحق ہوتے ہیں، بشرطیکہ کوئی مافع نہ ہو، بایں معنی کہ بیع میں زیادتی کے لئے ثمن کا حصہ ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اگر ثمن اصل اور زیادتی پر تقسیم ہو، اسی طرح اس کے برعکس ہے اگر زیادتی ثمن میں ہو۔

اس کے آثار یہ ہیں:

الف۔ اگر بیع قبضہ سے قبل ہلاک ہو جائے اور زیادتی باقی رہے، یا زیادتی ہلاک ہو جائے اور بیع باقی رہے تو ثمن میں سے ہلاک شدہ کا حصہ ساقط ہو جائے گا، برخلاف اس زیادتی کے جو بذات خود بیع سے پیدا ہونے والی ہے۔

ب۔ بائع کو حق ہے کہ مکمل بیع کو روکے رکھے تا آنکہ ثمن اصلی اور اس پر زیادتی کو قبضہ میں لے لے۔

ج۔ بیع امانت یعنی مراہمہ یا تولیہ یا وضعیہ ممکن ہے، اس لئے کہ زیادتی یا کمی کے بعد ثمن کا اعتبار ہے۔

د۔ اگر بیع میں حق نکل آئے، اور حق دار کے لئے اس کا فیصلہ ہو جائے تو مشتری بائع سے پورا ثمن (اصل اور زیادتی) واپس لے گا، اسی طرح عیب کے سبب رجوع کرنے کی صورت میں۔

ه۔ شفعہ لینے میں شفعہ عتقار کو اس چیز کے عوض میں لے گا جس پر کمی کرنے کے بعد ثمن طے ہوا ہے، اگر بائع بیع میں کچھ اضافہ کر دے، تو شفعہ اصل عتقار کو اس کے حصہ کے ثمن سے لے گا، پورے ثمن سے نہیں، اس پر فی الجملہ اتفاق ہے جیسا کہ آئے گا۔

مالکیہ کے نزدیک: زیادتی اور کمی بیع کے ساتھ ملحق ہوں گی،

خواہ وہ قبضہ کے وقت وجود میں آئے یا اس کے بعد۔

ثمن میں زیادتی ثمن اول کے حکم میں ہے، لہذا استحقاق کے وقت اس کو لوٹایا جائے گا، اسی طرح عیب کی وجہ سے لوٹانے کی صورت اور اس جیسی صورتوں میں<sup>(۱)</sup>۔

مشتری سے پورے ثمن کو کم کر دینا، یعنی ثمن مشتری کو بہہ میں دے دینا جائز ہے، اور کم کرنے کا اثر بیع مراہمہ اور شفعہ میں ہوتا ہے۔

چنانچہ بیع مراہمہ کے بارے میں درودیر اور وسوقی کہتے ہیں: بعض ثمن کے بہہ کرنے کی صورت میں بیان کر دینا واجب ہے اگر لوگوں میں اس کا عرف و رواج ہو بایں طور کہ وہ لوگوں کے عطیہ کے مشابہ ہو جائے، لیکن اگر رواج نہ ہو یا ادائیگی سے پہلے یا اس کے بعد ثمن کو بہہ کر دے تو بیان کرنا واجب نہیں<sup>(۲)</sup>۔

شفعہ کے بارے میں شیخ علیش کہتے ہیں: جس نے ایک ہزار درہم میں قطعہ زمین خریدا، پھر شفعہ کے لینے سے قبل یا بعد بائع نے اس سے نو سو درہم ساقط کر دیئے، اور صورت حال یہ ہو کہ اس حصہ کا ثمن لوگوں کے درمیان ایک سو درہم ہو، وہ آپس میں غبن کے ساتھ بیع کریں یا بغیر غبن کے خریدیں، تو شفعہ سے بھی اس کو ساقط کر دیا جائے گا، اس لئے کہ انہوں نے اولاً جس ثمن کو ظاہر کیا تھا وہ محض شفعہ کو ختم کرنے کا سبب تھا۔

اگر صورت حال اس جیسی نہ ہو کہ اس کا ثمن سو درہم ہو تو ابن یونس نے کہا: مراد یہ ہے کہ مثلاً اس کا ثمن تین سو یا چار سو ہو تو شفعہ سے کچھ کم نہیں کرے گا، اور وضعیہ (کم کیا ہو حصہ) مشتری کے لئے بہہ ہوگا، اور ایک دوسری جگہ میں کہا: اگر مشتری اتنا کم کر دے جو بیوع میں کم کیا جاتا ہو تو یہ شفعہ سے ساقط ہوگا، اور اگر اتنا حصہ کم نہ کیا جاتا ہو

(۱) تہذیب الفروق ۳/۲۹۰، الدسوقی ۳/۳۵۳۔

(۲) الدسوقی ۳/۱۶۵، مع الجلیل ۲/۱۸۔

= ۳۶۱، شرح منتہی لا رادات ۲/۱۸۳، المغنی ۵/۶۵۸، ۶۵۹، ۲/۵۳۲،

۵۳۳، مغنی المحتاج ۲/۶۵، ۶۶۔

تو یہ بہہ ہے اور شفع سے کچھ کم نہیں کیا جائے گا<sup>(۱)</sup>۔

شافعیہ نے کہا: اگر ثمن یا مٹمن میں زیادتی یا کمی خیار کے پورا ہونے کے سبب لزوم عقد کے بعد ہو تو عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی، اس لئے کہ بیع ثمن اول کے ساتھ طے ہو چکی ہے، اس کے بعد زیادتی یا کمی تبرع ہے، اور عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی۔

اگر یہ خیار مجلس یا خیار شرط کی مدت کے دوران لزوم عقد سے قبل ہو تو جمہور شافعیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے، اور اسی کو اکثر عریقوں نے قطعی کہا ہے، کہ ان دونوں خیاریوں کی مدت کے دوران وہ عقد کے ساتھ لاحق ہوگی، امام شافعی کی صراحت کا ظاہر یہی ہے، اس لئے کہ خیار مجلس کی مدت کے دوران زیادتی یا کمی عقد کے ساتھ لاحق ہوتی ہے، اور خیار شرط کو خیار مجلس پر قیاس کیا گیا ہے کہ ان دونوں میں مشترک علت عدم استقرار ہے، یہ ان اقوال میں سے ایک ہے جن کو نووی نے ذکر کیا ہے۔

دوسرے قول میں ہے: کہ اس کے ساتھ لاحق نہ ہوگی، متولی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

تیسرے قول میں ہے: خیار مجلس میں لاحق ہوگی خیار شرط میں نہیں، اس کے قائل شیخ ابو زید اور قتال ہیں۔

رباعی میں اس کا اثر توشفع میں شفع کے ساتھ زیادتی لاحق ہوگی، جیسا کہ مشتری کو لازم ہوتی ہے، اور اگر ثمن میں سے کچھ کم کر دیا جائے تو اس کا بھی یہی حکم ہے<sup>(۲)</sup>۔ اس کی تفصیل ”شفعہ“ میں دیکھی جائے۔

تولیہ، اشراک، اور مراجعہ کی بابت ”نہایۃ المحتاج“ میں ہے: اگر بائع کی طرف سے تولیہ کرنے والے سے کچھ ثمن تولیہ کے بعد یا

اس سے قبل (کو کہ لزوم کے بعد ہو) کم کر دیا جائے تو جس کے ساتھ تولیہ کیا گیا ہے اس سے بھی کم ہو جائے گا، اس لئے کہ تولیہ کی خاصیت (کو کہ وہ بیع جدید ہے) ثمن اول پر اتارنا ہے، تو اگر پورا ثمن کم کر دیا جائے (ساقط کر دیا جائے) تو وہ بھی ساقط ہو جائے گا بشرطیکہ لزوم تولیہ سے قبل نہ ہو، اور اگر ایسا نہ ہو (یعنی تولیہ سے قبل یا اس کے بعد، اور اس کے لزوم سے قبل ہو) تو تولیہ باطل ہے، اس لئے کہ اس صورت میں وہ بغیر ثمن کے بیع ہے، اور اسی وجہ سے اگر وہ دونوں لزوم کے بعد اس کو کم کرنے کے بعد اقالہ کر لیں، تو مشتری بائع سے کچھ بھی واپس نہیں لے گا<sup>(۱)</sup>۔

اس سلسلہ میں اشراک اور مراجعہ تولیہ کی طرح ہیں، اس کی تفصیل ”مراجعہ“، ”تولیہ“ اور ”اشراک“ میں دیکھی جائے۔

عیب کے سبب رد کے بارے میں ”نہایۃ المحتاج“ میں ہے: اگر بائع مشتری کو بعض یا کل ثمن سے بری کر دے پھر بیع عیب کے سبب رد ہوگئی تو زیادتی قوی رائے یہ ہے کہ کل ثمن سے بری کرنے کی صورت میں کچھ واپس نہیں لے گا، اور بعض ثمن سے بری کرنے کی صورت میں بھی صرف باقی واپس لے گا۔

اگر بائع ”ثمن“ مشتری کو بہہ کر دے تو ایک قول یہ ہے کہ واپس کرنا ممنوع ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ واپس کرے گا، اور ثمن کے بدل کا مطالبہ کرے گا، اور یہی زیادتی قوی رائے ہے<sup>(۲)</sup>۔

حنابلہ کی رائے اس سلسلہ میں شافعیہ کی طرح ہے، چنانچہ ”شرح منتهی الارادات“ میں ہے: دونوں خیاریوں (خیار مجلس و خیار شرط) کے زمانے میں ثمن یا مٹمن میں جو اضافہ ہو وہ عقد کے ساتھ

(۱) نہایۃ المحتاج ۱/۱۰۶، ۱۰۷، حاشیہ الجمل ۳/۷۷، اسنی الطالب ۲/۹۱،

۵۳، امرباب ۲/۲۹۶۔

(۲) نہایۃ المحتاج ۳/۳۳۔

(۱) معج اللیل ۳/۶۱۵، الدرستی ۳/۹۵،

(۲) المجموع ۵/۳۶۹، ۳۷۰، حاشیہ الجمل ۳/۸۵، اسنی الطالب ۲/۷۷۔



ہو جائے اور عقد مکمل ہو جائے اور ان دونوں نے زیادتی یا کمی کر دی تو وہ عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی، اس لئے کہ اس کے بعد زیادتی ”ہبہ“ ہے<sup>(۱)</sup>۔

چہارم: غیر کے حق میں زیادتی یا کمی کے لاحق ہونے کے موانع:

۵۷- زیادتی کا ثمن کے ساتھ لاحق ہونا یا کمی کا اس کے ساتھ لاحق ہونا دو میں سے ایک امر کے سبب ممنوع ہوتا ہے۔

اول: اگر ثمن کے ساتھ زیادتی یا کمی کے لاحق ہونے کے نتیجے میں دوسرے کے اس حق میں کمی کرنا لازم آئے جو عقد سے ثابت ہے تو لاحق ہونے کا حکم متعاقدین تک محدود ہوگا، دوسرے پر یہ حکم نہ ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے کی ضرر رسائی کا سدباب ہو سکے۔

اس مانع کے آثار: اگر مشتری ثمن میں زیادتی کر دے اور بیع عقار ہو تو شفع زیادتی کے بغیر ثمن اصلی میں اس کو لے گا، تاکہ حق شفیع کے ضائع کرنے کا سدباب ہو سکے۔

ربا ثمن میں کمی کرنا تو یہ لاحق ہوگا، اس لئے کہ اس میں شفع کو ضرر پہنچانا نہیں ہے، اسی طرح بیع میں زیادتی کا حکم ہے۔

دوم: اگر اتحاق کے نتیجے میں بیع باطل ہو جائے جیسے کمی پورے ثمن کی کر دی جائے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بمنزلہ ایسے اہداء کے ہے جو عقد سے منفصل ہے، اور اس طرح عقد بیع ثمن سے خالی ہو گیا، لہذا باطل ہو جائے گا۔

اس مانع کے آثار: اگر بائع عقار کے پورے ثمن کو ساتھ کر دے تو شفع اس کو پورے ثمن اصلی میں لے گا، اس لئے کہ کمی کرنے کو اگر علاحدہ بری کرنا قرار دیا جائے تو اس کے نتیجے میں بیع کا

لاحق ہوگا، لہذا امر اسحہ، تولیہ اور اشراک میں اس کی اصل کی طرح اس کی خبر دی جائے گی۔

ان دونوں خیاروں کے زمانہ میں ثمن یا ثمن میں سے جو کچھ ساتھ لیا جائے وہ عقد کے ساتھ لاحق ہوگا، لہذا اس کی اصل کی طرح اس کی خبر دینا واجب ہے، تاکہ خیار کی حالت کو عقد کی حالت کے درجہ میں رکھا جاسکے۔

اگر سارا ثمن کم کر دیا جائے تو یہ ہبہ ہے۔

عقد کے لزوم کے بعد جو زیادتی یا کمی ہو وہ عقد کے ساتھ لاحق نہ ہوگی، لہذا اس کی خبر دینا واجب نہیں<sup>(۱)</sup>۔

عیب کے سبب رد کے بارے میں ”شرح منتهی الارادات“ میں ہے: بیع کو رد کر دینے والا مشتری وہ ثمن لے گا جو اس نے ادا کیا تھا، یا اس کا بدل لے گا جس سے بائع نے اس کو بری کر دیا تھا، یا اس ثمن کا بدل لے گا جو بائع نے اس کو ہبہ کیا ہے، خواہ کل ہو یا بعض<sup>(۲)</sup>، اس لئے کہ مشتری کو بیع کی وجہ سے پورا ثمن واپس لینے کا حق ہے۔

ابن قدامہ نے شفیع کے بارے میں کہا: شفیع قطعہ کا اس ثمن میں مستحق ہوگا جس پر عقد طے ہوا ہے، لہذا اگر ایک مقدار مقررہ پر بیع ہوئی پھر ان دونوں نے اس کو زمانہ خیار میں زیادتی یا کمی کر کے تبدیل کر دیا تو یہ تبدیلی شفیع کے حق میں ثابت ہوگی، اس لئے کہ شفیع کا حق اسی صورت میں ثابت ہوتا ہے جبکہ عقد مکمل ہو جائے، اور اسی ثمن میں وہ مستحق ہوگا جو اتحاق کی حالت میں ثابت ہے، اس لئے کہ زمانہ خیار بمنزلہ حالت عقد ہے، اور اس میں تبدیلی عقد کے ساتھ لاحق ہوتی ہے، اس لئے کہ اس کے دوران وہ دونوں اپنے اپنے خیار پر ہوتے ہیں، جیسا کہ اگر تبدیلی حالت عقد میں ہو لیکن اگر خیار ختم

(۱) شرح منتهی الارادات ۲/۱۸۳، ۱۸۴، المغنی ۳/۲۰۰، ۲۰۱ طبع المریض۔

(۲) شرح منتهی الارادات ۲/۱۷۶۔

(۱) المغنی ۵/۳۳۹، طبع المریض۔



ثمن سے خالی ہونا پھر اس کا باطل ہونا لازم آئے گا، اور اس کی وجہ سے حق شفعہ باطل ہو جائے گا، اسی وجہ سے بیج اس کے حق میں پورے ثمن کے بالمقابل باقی رہے گا، البتہ مشتری کے ذمہ سے ثمن کی کرنے کے سبب سا قنہ ہوگا، تاکہ بذات خود ابراء صحیح ہو سکے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ ثمن کو قبضہ کے بعد کم کیا ہو، لیکن اگر اس کو قبضہ سے قبل کم کیا تو شفعہ "قیمت" کے عوض میں اس کو لے گا<sup>(۱)</sup>۔

پنجم: بیع یا ثمن کو سپرد کرنے کے اخراجات:

۵۸- فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ بیع کو کیل کرنے والے، وزن کرنے والے یا پیمائش کرنے والے یا شمار کرنے والے کی اجرت بائع کے ذمہ ہے، اسی طرح اگر بیع غائب ہو تو اس کو نقل عقد میں حاضر کرنے کا خرچ اس کے ذمہ ہے، اس لئے کہ اس کی حوالگی اس کے بغیر ممکن نہیں۔

فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ثمن کے کیل کرنے یا وزن کرنے یا شمار کرنے کی اجرت، اسی طرح ثمن غائب کو حاضر کرنے کا خرچ مشتری کے ذمہ ہے، البتہ مالکیہ کے نزدیک اتقالہ، تولیہ اور شرکت اس سے مستثنیٰ ہیں۔

لیکن ثمن کے نفاذ (نقد میں کھرے کھوٹے کی تمیز کرنے والے) اجرت کے بارے میں فقہاء کے یہاں اختلاف ہے۔

چنانچہ حنفیہ کے یہاں امام محمد سے دو روایتیں ہیں: رستم کی روایت میں ہے: یہ بائع پر ہے، اس لئے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز سپرد کرنے کے بعد ہوگا، نیز اس لئے کہ اس کی ضرورت بائع ہی کو ہے تاکہ وہ امتیاز کر سکے کہ اس کا حق کس سے متعلق ہے، یا تاکہ عیب دار کو

معلوم کر کے اس کو واپس کر سکے۔

اسی کے قائل شافعیہ ہیں۔

امام محمد سے دوسری روایت جو ابن ساعد کی ہے، یہ ہے کہ یہ مشتری کے ذمہ ہے، اس لئے کہ مقررہ مقدار کے اصلی نقود حوالہ کرنے کی ضرورت اسی کو ہے، اور اصلیت کا علم کھرے کھوٹے کی تمیز سے ہوگا، جیسا کہ مقدار کا علم وزن سے ہوتا ہے، لہذا یہ اسی کے ذمہ ہوگا۔

یہی مالکیہ کا مذہب ہے۔

حنابلہ نے کہا: نفاذ کی اجرت خرچ کرنے والے پر ہے خواہ بائع ہو یا مشتری۔

شافعیہ میں سے شریبنی نے کہا: ثمن کے نفاذ کی اجرت بائع پر ہے، پھر انہوں نے کہا: قیاس یہ ہے کہ یہ بیع میں مشتری پر ہو، اس لئے کہ اس کا مقصد عیب کا اظہار کرنا ہے (اگر عیب ہو) تاکہ اس کو واپس کر سکے<sup>(۱)</sup>۔

ششم: بیع یا معین ثمن کا کلی یا جزوی طور پر سپردگی سے قبل ہلاک ہونا:

۵۹- بیع کے وجوب کے آثار میں سے یہ ہے کہ بائع پر بیع مشتری کے حوالہ کرنا لازم ہے، اور یہ حق اس سے ادائیگی کے بغیر سا قنہ ہوگا، اور بیع کی ہلاکت کی حالت میں بائع ذمہ دار رہے گا، اور ہلاکت کی ذمہ داری اسی پر ہوگی، خواہ ہلاکت کسی قائل کے فعل سے ہو یا آفت سماوی سے ہو۔

یہی حکم ثمن پر منطبق ہوگا اگر وہ معین ہو، یعنی ذمہ میں لازم نہ ہو، اس لئے کہ اس حالت میں وہ عقد میں بیع کی طرح مقصود ہوتا ہے۔

(۱) الہدایہ ۳/۲۷۷، الشرح المصنوع ۲/۷۰، ۷۱ طبع الکلی، جوہر لا کلیل ۲/۵۰، مغنی المحتاج ۲/۷۳، شرح منشی لا رادات ۲/۹۱، ۹۲، المغنی ۳/۱۲۶۔

(۱) شرح المجلد ۲/۱۹۰ (دفتر ۲۵۳ اور اس کے بعد کے دفعات)، ابن حابدین ۳/۱۶۷، ۱۶۸، المغنی ۵/۳۱۵، شرح المروض ۲/۳۶۶۔

رہا وہ ثمن جو ذمہ میں ہو تو بائع کے لئے اس کا بدلہ لینا ممکن ہے (۱)۔

بلاکت یا تو کلی طور پر ہوگی یا جزوی طور پر:

اگر بیع سپرد کرنے سے قبل آفتِ سماوی کے سبب مکمل ہلاک ہو جائے تو وہ بائع کے ضمان میں ہلاک ہوگی، اس کی دلیل یہ حدیث ہے: ”لنهی عن ربح ما لم یضمن“ (۲) آپ ﷺ نے اس چیز کے نفع سے منع کیا ہے جو اپنے ضمان میں نہیں، اور اس کے نتیجے میں بیع فسخ ہو جائے گی اور ثمن ساقط ہو جائے گا، اس لئے کہ عقد کی تنفیذ محال ہے (۳)، یہ حنفیہ کے نزدیک ہے، حنفیہ کے نزدیک یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب بیع بائع کے فعل سے ہلاک ہو۔ ثنائیہ کے یہاں دو قول ہیں: مذہب یہ ہے کہ بیع فسخ ہو جائے گی جیسا کہ آفتِ سماوی سے ہو، دوسرا قول یہ ہے کہ مشتری کو اختیار ہے کہ فسخ کر کے ثمن واپس لے لے، یا بیع کو جاری رکھتے ہوئے بیع کی قیمت لے لے۔

یہاں پر بیع کے فسخ ہونے کا فائدہ یہ ہے کہ مشتری سے ثمن ساقط ہو جائے گا اگر وہ اس کو ادا نہ کر چکا ہو، اور اس کو حق ہے کہ ثمن کو واپس لے اگر ادا کر چکا ہو، اور اگر بیع فسخ نہ ہو تو مشتری پر ثمن لازم ہوگا، اور بائع بیع کی قیمت کا پابند ہوگا خواہ کتنی ہی ہو۔

(۱) شرح منہجی لارادات ۲/۱۸۹، ۲۰۵، جوہر الاکلیل ۱/۶۱، ۳۰، مع الجلیل ۱۰۰/۲۔

(۲) حدیث: ”لنهی عن ربح ما لم یضمن“ کی روایت ابو داؤد سنائی، ترمذی وراحہ نے اپنی سند میں کی ہے۔ ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن صحیح ہے شیخ احمد ثناء نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (سنن ترمذی ۵۳۵، طبع المجلد، جامع واصل ۱/۵۷، سند احمد ۱۰/۱۶۰، طبع دار المعارف)۔

(۳) شرح المجلد: دفعہ (۲۵۳)، شرح منہجی لارادات ۲/۱۸۹، مغنی المحتاج ۲/۶۵، ۲۱۰، ۲۱۱۔

حنابلہ نے بائع کے فعل سے بلاکت کو اجنبی کے فعل سے بلاکت کی طرح مانا ہے، اس کی تفصیل آئے گی۔

اگر بیع مشتری کے فعل سے ہلاک ہو جائے تو بیع برقرار رہے گی، اور مشتری ثمن کا پابند ہوگا، اور مشتری کی طرف سے بیع کو تلف کرنا اس کا قبضہ مانا جائے گا، یہ سب بالاتفاق ہے (۱)۔

اگر بلاکت اجنبی کے فعل سے ہو (حنابلہ کے نزدیک یہی حکم بائع کے فعل سے بلاکت کا ہے) تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے کیونکہ سپردگی محال ہے، اور اس صورت میں اس سے ثمن ساقط ہو جائے گا (اور بائع بیع کو تلف کرنے والے سے رجوع کرے گا)، یا وہ بیع قائم رکھے اور اس اجنبی سے واپس لے لے، بائع کے لئے ثمن کی ادائیگی اسی پر ہوگی، اور وہ اجنبی سے مثل کا رجوع کرے گا اگر ہلاک شدہ بیع مثلی ہو، اور قیمت واپس لے گا اگر ذوات التیم میں سے ہو، یہ حنفیہ و حنابلہ کا مذہب اور ثنائیہ کے یہاں اظہر قول ہے۔ اور اظہر کے بالمقابل یہ ہے کہ بیع فسخ ہوگی جیسا کہ آفت کی وجہ سے تلف ہونے کی صورت میں ہے، اور اگر بعض بیع ہلاک ہو تو تلف کرنے والے کے اعتبار سے حکم الگ الگ ہوگا۔

اگر بعض بیع سماوی آفت کے سبب ہلاک ہو جائے، اور بلاکت کے نتیجے میں مقدار میں کمی پیدا ہو جائے تو تلف شدہ مقدار کے لحاظ سے ثمن کا حصہ ساقط ہو جائے گا اور مشتری کو اختیار دیا جائے گا کہ باقی کو اس کے حصہ کے ثمن سے لے لے یا بیع کو فسخ کر دے کہ تفریق صفقہ (معاملہ جدا جدا) ہو گیا ہے (دیکھئے: ”خیار تفریق صفقہ“)، یہ حنابلہ و حنفیہ کے نزدیک ہے۔

پھر حنفیہ نے کہا: اگر جزوی بلاکت کے نتیجے میں مقدار میں نقص

(۱) جوہر الاکلیل ۲/۵۳، مغنی المحتاج ۲/۶۵، ۶۶، شرح منہجی لارادات ۲/۱۸۸۔

الف۔ بیع میں اس کے مشتری کے لئے ادائیگی کا حق ہو یعنی مثلی مکمل یا موزون یا محدود ہونا آنکہ مشتری کے برتن میں اس کو انڈیل دیا جائے، اور انڈیلنے کے وقت بائع کے ہاتھ سے بیع ہلاک ہو جائے تو وہ بائع کے ضمان میں سے ہے۔

ب۔ وہ سامان جو بائع کے پاس ثمن پر قبضہ کرنے کے لئے روکا گیا ہو۔

ج۔ بیع غائب جس کی صفت پہلے بیان کی گئی ہو یا اس کو پہلے دیکھا تھا، تو یہ سب مشتری کے ضمان میں قبضہ کے بغیر داخل نہ ہوں گی۔

د۔ بیع فاسد بیع کے ساتھ۔

ھ۔ بد و صلاح کے بعد فروخت شدہ پھل مشتری کے ضمان میں آفت سے مامون ہونے کے بعد ہی داخل ہوں گے۔

و۔ غلام تا آنکہ بیع کے بعد قینوں لایم کی ذمہ داری ختم ہو جائے<sup>(۱)</sup>۔

البتہ مالکیہ نے جزوی بلاکت میں تفصیل کی ہے کہ اگر باقی ماندہ نصف سے کم ہو یا بیع متحد ہو تو اس صورت میں مشتری کو خیار ہوگا، لیکن اگر باقی ماندہ نصف یا اس سے زائد ہو، اور بیع متعدد ہو تو باقی ماندہ حصہ مشتری پر اس کے حصہ ثمن سے لازم ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

بیع پر مرتب ہونے والے آثار:

اول: ملکیت کی منتقلی:

۶۰۔ مشتری بیع کا مالک، اور بائع ثمن کا مالک ہوگا، بیع میں مشتری

پیدا نہ ہو بلکہ وصف میں نقص پیدا ہو (یعنی اس چیز میں جو بیع میں بلائد کرہ مبعداً داخل ہوتی ہے) تو ثمن میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا، ہاں مشتری کو اختیار ہوگا کہ بیع کو فسخ کر دے یا جاری رکھے، اس لئے کہ اوصاف کے مقابل میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا الا یہ کہ تعدی (زیادتی) ہو یا ثمن میں تفصیل کی گئی ہو اور وصف یا تابع کے لئے کوئی جز خاص کر دیا گیا ہو<sup>(۱)</sup>۔

اگر بعض بیع بائع کے فعل سے ہلاک ہو جائے تو علی الاطلاق اس کے بالمقابل ثمن ساقط ہوگا، ساتھ ہی ساتھ مشتری کو لینے اور فسخ کرنے کا اختیار ہوگا، کیونکہ معاملہ جد اجدا ہو گیا ہے۔

اگر بعض بیع فعل اجنبی کی وجہ سے ہلاک ہو جائے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ فسخ کر دے یا برقرار رکھے، اور اجنبی سے تلف شدہ جز کا ضمان لے<sup>(۲)</sup>۔

اگر بلاکت خود مشتری کے فعل سے ہو تو وہ اس کے ضمان میں ہوگا اور اس کو قبضہ مانا جائے گا<sup>(۳)</sup>۔

البتہ مالکیہ نے بائع کے فعل یا اجنبی کے فعل سے بیع کی بلاکت کو یہ مانا ہے کہ وہ بائع یا اجنبی پر تلف شدہ کا عوض واجب کرتی ہے، اور مشتری کو کوئی اختیار نہ ہوگا خواہ بلاکت کلی ہو یا جزوی۔

رہا آفت صاوی کے سبب بیع کا ہلاک ہونا یا عیب دار ہونا تو وہ مشتری کے ضمان میں سے ہے، جبکہ بیع صحیح لازم ہو، اس لئے کہ عقد کی وجہ سے ضمان منتقل ہو جاتا ہے، اگرچہ مشتری نے بیع پر قبضہ نہ کیا ہو<sup>(۴)</sup>، مالکیہ نے اس سے چھ صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے جو یہ ہیں:

(۱) شرح المجلد: دفعہ (۲۳۲)، حاشیہ ابن عابدین ۳۶۸۳، مغنی المحتاج ۲/۶۷، شرح منہج الارادات ۲/۱۸۸۔

(۲) شرح المجلد: دفعہ (۲۹۳)، حاشیہ ابن عابدین ۳۶۸۳۔

(۳) سابقہ مراجع، جوہر الإکلیل ۲/۵۳۔

(۴) شرح المصغیر ۲/۷۰ طبع المجلس، الفواکیر الدوایی ۲/۱۳۰۔

(۱) المشرح المصغیر ۲/۷۱، الفواکیر الدوایی ۲/۱۳۰۔

(۲) المشرح المصغیر مع حاشیہ الصاوی ۲/۷۲، حاشیہ الصاوی، صاوی نے تخییر کے ذہبت کرنے میں اختلاف کیا ہے۔



کی ملکیت محض بیع صحیح کر لینے سے ہو جاتی ہے، آپسی قبضہ ہونے پر موقوف نہیں، اگرچہ قبضہ کا ضمان میں اثر ہے۔

البتہ بیع فاسد کے عقد میں حنفیہ کے نزدیک مشتری قبضہ کے بغیر بیع کا مالک نہیں ہوتا ہے<sup>(۱)</sup>، اس کی تفصیل اصطلاح ”بیع فاسد“ میں ہے۔

بدلین میں ملکیت کے منتقل ہونے پر حسب ذیل امور مرتب ہوتے ہیں:

الف۔ یہ کہ بیع میں جو اضافہ اس کی فراکش کے نتیجے میں ہو اس میں مشتری کی ملکیت ثابت ہوتی ہے، کو کہ مشتری نے بیع پر قبضہ نہ کیا ہو، بیع کی ملکیت مشتری کی طرف منتقل ہونے سے ثمن کا مؤجل اصل ہونا مانع نہیں ہوتا۔

ب۔ بیع میں مشتری کے تصرفات اور ثمن میں بائع کے تصرفات نافذ ہوں گے، جیسے کہ بائع ثمن کے بارے میں کسی شخص کو مشتری پر محمول کر دے، یہ قبضہ کے بعد ہے، رہا مشتری کا قبضہ سے قبل تصرف تو وہ فاسد یا باطل ہے<sup>(۲)</sup>، اس میں اختلاف و تفصیل ہے جس کو اصطلاح ”بیع مالم یقبض“ کے تحت دیکھا جائے۔

ج۔ اگر بائع نے ثمن پر قبضہ کر لیا اور مشتری نے بیع پر قبضہ نہ کیا ہو یہاں تک کہ بائع دیوالیہ ہو کر مر گیا تو بیع کے بارے میں مشتری کو دوسرے قرض خواہوں پر تقدم و فوقیت کا حق ہوگا، اور اس صورت میں بیع بائع کے قبضہ میں لانت ہوگی، اور ترک میں داخل نہ ہوگی<sup>(۳)</sup>۔

د۔ یہ شرط لگانا جائز نہیں کہ بائع بیع کی ملکیت اپنے پاس محفوظ رکھے گا تا آنکہ ثمن مؤجل اصل کی ادائیگی ہو جائے یا کسی اور معین اصل کی

مکمل ہو جائے۔

بیع یا ثمن کی ملکیت کے منتقل ہونے سے یہ بات مانع نہیں ہوگی کہ وہ دونوں ذمہ میں ثابت دین ہیں بشرطیکہ وہ دونوں اعیان نہ ہوں، اس لئے کہ دیون کی ملکیت ”ذمہ“ میں ہوتی ہے کو کہ متعین نہ ہوں، اس لئے کہ تعین اصل ملکیت سے زائد امر ہے، چنانچہ اس کا حصول بسا اوقات ملکیت کے ساتھ ہوتا ہے اور بسا اوقات وہ اس سے مؤخر ہوتی ہے تا آنکہ سپردگی مکمل ہو جائے<sup>(۱)</sup>، جیسے کہ اگر چاول کی زمین کیت میں سے معلوم مقدار خریدے تو اس کیت میں سے وہ حصہ سپرد کرنے کے بعد ہی متعین ہوگا، اسی طرح ثمن جبکہ ذمہ میں دین ہو۔

دوم: نقد ثمن کی ادائیگی:

۶۱۔ اصل ثمن میں نقد ادائیگی ہے، یہ فقہاء کے مابین فی الجملہ متفقہ ہے۔ ابن عبد البر نے کہا: ثمن ہمیشہ نقد ہوتا ہے، الا یہ کہ فریقین اس کے لئے مقررہ وقت کا ذکر کر دیں تو اس وقت تک مؤخر ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

امام سی نے ”شرح المجملہ“ میں ”اسراج“ کے حوالہ سے اس کی وجہ میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے: اس لئے کہ فوری ادائیگی عقد کا مقتضا اور موجب ہے۔

”مجملہ الاحکام العدلیہ“ میں ہے: بیع مطلق ”مغجل“ منعقد ہوتی ہے، پھر مجملہ نے اس صورت کو اس سے مستثنیٰ کیا ہے کہ کسی جگہ کا عرف یہ ہو کہ وہاں بیع مطلق سے اوصار یا قسط وار بیع مراد ہوتی ہو<sup>(۳)</sup>، جیسا کہ مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ بیع خیاری میں نقد ادا کرنا جائز نہیں ہے، نہ زمانہ خیار کے اندر اور نہ غلام کی بیع کی صورت میں

(۱) شرح المجملہ: دفعہ (۲۰۱)۔

(۲) الکافی لابن عبد البر ۷/۲۶۶، المعجم شرح الفقہ ۲/۸۸۔

(۳) شرح المجملہ لولایتی ۵/۲۵۰ دفعہ (۲۵۰) ۷/۲۵۰۔

(۱) شرح المجملہ: دفعہ (۳۶۹)۔

(۲) شرح المجملہ: دفعہ (۳۷۱)۔

(۳) شرح المجملہ: دفعہ (۳۹۷)۔

پہلی حالت: دونوں عوض معین ہوں (مقایضہ) یا دونوں  
ثمن ہوں (صرف):

۶۳- حنفیہ کا مذہب ہے کہ فریقین ایک ساتھ سپرد کریں گے اگر عین  
اور دین میں دونوں کے دین کے ساتھ برابری ہو۔

مالکیہ کا مذہب ہے کہ ان دونوں کو چھوڑ دیا جائے گا تا کہ باہم  
اتفاق کر لیں، اگر یہ حاکم کی موجودگی میں ہو تو وہ کسی ایسے شخص کو وکیل  
بنادے جو ان دونوں کے مابین اس کام کو انجام دلا دے۔

شافعیہ کے یہاں ”اظہر“ یہ ہے کہ ان دونوں کو سپرد کرنے پر  
مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ دونوں پہلو برابر ہیں، اس لئے کہ متعین  
ثمن عین کے ساتھ حق کے متعلق ہونے میں بیع کی طرح ہے۔

حنابلہ کے نزدیک حاکم ان دونوں کے درمیان ایک معتبر آدمی کو  
مقرر کر دے گا، جو ان دونوں سے اپنے قبضہ میں لے گا، پھر ان دونوں  
کے سپرد کر دے گا تا کہ جھگڑا ختم ہو جائے، اس لئے کہ دونوں کا حق ثمن  
اور عوض ثمن کے عین کے ساتھ تعلق میں برابر ہے، اور وہ معتبر شخص پہلے  
بیع حوالہ کرے گا، اس لئے کہ عرف میں ایسا ہی ہے۔

دوسری حالت: ایک عوض متعین اور دوسرا ذمہ میں دین ہو:  
۶۴- حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب، اور شافعیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے  
کہ پہلے مشتری سے سپرد کرنے کا مطالبہ کیا جائے گا۔ صاوی نے کہا:  
اس لئے کہ بیع اپنے بائع کے ہاتھ میں ثمن پر رہن کی طرح ہے، اس کی  
توجیہ یہ ہے کہ مشتری کا حق بیع میں متعین ہو چکا ہے، لہذا وہ ثمن حوالہ  
کرے گا، تا کہ قبضہ کے ذریعہ بائع کا حق متعین ہو جائے، اور اس  
طرح دونوں میں مساوات برقرار رہے۔

شافعیہ کے یہاں مذہب اور حنابلہ کی رائے یہ ہے کہ بائع کو  
پہلے سپرد کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ بیع پر قبضہ تکمیل بیع کا

تین دنوں کے ذمہ کے زمانہ میں، اور فوری ادائیگی کی شرط لگانے سے  
بیع فاسد ہو جاتی ہے، غائب کی بیع میں ثمن کا لازمی طور پر نقد ادا کرنے  
کی شرط لگانا جائز نہیں ہے، البتہ تطوعاً ایسا کرنا جائز ہے<sup>(۱)</sup>۔

اس تفصیل سے یہ بات واضح ہوئی کہ ثمن یا تو مہجّل ہوگا یا  
مؤجل، اور ثمن مؤجل یا تو سارے ثمن کے لئے معین وقت تک کے  
لئے ہوگا یا متعینہ مختلف اوقات پر قسط وار ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

ایک اور جہت سے ثمن یا تو متعین عین ہوگا، یا ایسا دین ہوگا جو  
ذمہ میں لازم ہو۔

ثمن: اگر دین ہو تو اس کی ادائیگی کا حکم اس کے مہجّل یا مؤجل یا  
قسط وار ہونے کے لحاظ سے الگ الگ ہوگا، اگر مؤجل یا قسط وار ہو تو  
متعین ہوگا کہ وقت فریقین کو معلوم ہو۔ اس میں تفصیل ہے جس  
کو اصطلاح ”اجل“ میں دیکھا جائے۔

اگر خریدار نے ثمن کا کچھ حصہ ادا کر دیا تو بھی بیع کے وصول  
کرنے کا اس کو حق نہ ہوگا، اور نہ بیع کے اس حصہ کو جو ثمن کے ادا شدہ  
جز کے برابر ہو، خواہ بیع ایک چیز ہو یا چند چیزیں، اور خواہ ان چیزوں  
کی قیمت علاحدہ علاحدہ بتائی ہو یا ان تمام کی قیمت مجموعی رکھی ہو،  
بشرطیکہ بیع ایک ہی عقد میں مکمل ہوئی ہو<sup>(۳)</sup>۔

یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس کے خلاف کوئی شرط نہ لگائی  
گئی ہو۔

عوضین میں سے کسی ایک کی ادائیگی کا آغاز:  
۶۵- عوضین کی نوعیت کے لحاظ سے پہلے کون سپرد کرے: بائع یا  
مشتری، اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور اس کے چند حالات ہیں:

(۱) جوہر لا تلک ۱۰/۲۔

(۲) شرح المجملہ: دفعہ (۲۳۵)۔

(۳) شرح المجملہ: دفعہ (۲۷۸)۔

حصہ ہے، اور ثمن کا استحقاق بیع کی تکمیل پر مرتب ہوتا ہے، نیز عرف بھی یہی ہے (۱)۔

جہاں تک نقد ثمن کی ادائیگی اور اسی طرح اوصار ثمن جس کا وقت پورا ہو چکا ہو، کی ادائیگی میں مشتری کے کوتاہی کرنے کے نتیجہ کا تعلق ہے تو باتفاق فقہاء اگر مشتری مال دار ہو تو اس کو نقد ثمن کی ادائیگی پر مجبور کیا جائے گا، اسی طرح فی الجملہ جمہور کی رائے یہ ہے کہ بائع کو فنخ کا حق ہوگا، اگر مشتری مفلس ہو یا ثمن شہر سے مسافت قصر کے برابر دوری پر ہو۔

حنفیہ کی رائے ہے کہ بائع کو فنخ کا حق نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کے لئے اپنے حق کے حصول کے لئے تقاضا کرنا ممکن ہے، اور وہ اس حالت میں دائن (قرض دینے والا) ہوگا جیسے کہ دوسرے دائن ہیں۔ یہ حنفیہ کے نزدیک اس صورت میں ہے جبکہ اس نے اپنے لئے خیار نقد کی شرط نہ لگائی ہو، مثلاً یہ کہے: اگر تم نے فلاں وقت ثمن ادا نہ کیا تو ہمارے درمیان بیع نہیں رہے گی۔ اور اس شرط کے تقاضے کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ بیع خود بخود فنخ قرار پائے گی، یا اس کے فاسد ہونے کی وجہ سے وہ فنخ کی مستحق ہوگی؟ حنفیہ کے نزدیک رائج یہ ہے کہ یہ فاسد ہوگی، خود بخود فنخ نہیں قرار پائے گی (۲)، اس کی تفصیل: ”خیار نقد“ میں ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ نقد ثمن کی ادائیگی میں مشتری کی کوتاہی افلاس کی وجہ سے نہ ہو بلکہ اس وجہ سے ہو کہ اس کا مال شہر میں قریب کی دوری پر یا مسافت قصر سے کم

کی دوری پر غائب ہو، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مشتری پر بیع اور اس کے دیگر تمام اموال میں پابندی لگائی جائے گی تا آنکہ ثمن حوالہ کر دے، اس لئے کہ اندیشہ ہے کہ وہ اپنے مال میں کوئی ایسا تصرف کر دے جس سے بائع کو نقصان پہنچے، لیکن اگر مال قصر یا اس سے زیادہ کی مسافت پر غائب ہو تو بائع کو اس کے حاضر کرنے تک صبر کرنے کا مکلف نہیں بنایا جائے گا، بلکہ بیع اور مشتری کے مال پر پابندی عائد کر دی جائے گی جیسا کہ گزر را، اور بائع فنخ کا مالک ہوگا، شافعیہ کے یہاں اصح قول اور حنابلہ کی ایک رائے یہی ہے۔ مزید برآں یہ کہ بائع کو بیع کو محبوبوں رکھنے کا حق ہوگا تا آنکہ وہ اس کے ثمن پر قبضہ کر لے، اور حنابلہ کے یہاں ایک رائے یہ ہے کہ قصر سے کم مسافت کی صورت میں بائع کو فنخ کا اختیار نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ مال موجود کے درجہ میں ہے۔ شافعیہ کے یہاں دوسرے قول یہ ہے کہ بائع کو فنخ کا حق نہیں ہوگا، بلکہ بیع کفر و خست کر دیا جائے گا اور ثمن میں سے اس کا حق دیگر دیون کی طرح ادا کیا جائے گا (۱)۔

ادائیگی نہ کر سکنے کی وجہ سے دوطرفہ واپسی کی شرط لگانا:  
۶۵۔ حنفیہ کی جو تفصیل پیچھے گزری کہ اگر اس میں مقررہ وقت پر عدم ادائیگی کی صورت میں فنخ کی شرط لگا دی ہو تو حق فنخ ثابت ہوگا جسے ”خیار نقد“ کہتے ہیں، اسی سے قریب مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ اگر بائع نے مشتری سے کہا ہو: میں نے تمہارے ہاتھ فلاں وقت تک کے لئے فروخت کیا، یا اس شرط پر فروخت کیا کہ تم فلاں وقت ثمن میرے پاس لاؤ گے، اگر اس وقت پر تم نہ لا سکے، تو ہمارے درمیان بیع نہیں رہے گی تو ”المدونہ“ میں ہے کہ بیع صحیح ہوگی اور شرط باطل ہوگی۔ امام مالک سے دو اور قول مروی ہیں: ایک یہ کہ بیع اور شرط (۱) ساتھ مراجع۔

(۱) الصاوی علی الدرر ۲/ ۷۱، ۷۲، شرح الجملہ لا تاسی ۲/ ۱۹۱، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۳۹، الدرر شرح الفرر ۲/ ۱۵۲، فتح القدیر ۵/ ۳۹۶، مغنی المحتاج ۲/ ۷۳، المغنی ۲/ ۲۱۹، ۲۲۰۔  
(۲) المغنی ۳/ ۲۱۹، ۲۲۰، مغنی المحتاج ۲/ ۷۵، بشرح الصغیر للدرر ۲/ ۷۱، شرح الجملہ ۲/ ۱۹۱، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۲۲۔



دونوں صحیح ہوں گی اور دوسرا قول یہ کہ بیع فسخ ہو جائے گی (۱)۔

اس کی تفصیل ”خیار نقد“ میں ہے۔

اور اگر ثمن ادھار ہو تو بائع پر بیع کا سپرد کرنا لازم ہے، اور مشتری سے وقت کے آنے سے پہلے ثمن کی ادائیگی کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا (۲)۔

اور یہی حکم اس وقت ہے جب ثمن قسط وار ہو، اور شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ ادھار ثمن میں بائع کو حق نہیں ہے کہ وہ ادھار کی وجہ سے بیع کو روکے رکھے، اگرچہ حوالہ کرنے سے قبل ثمن نقد ہو جائے، اس لئے کہ وہ ثمن کی تاخیر پر راضی ہو چکا ہے (۳)۔

اگر ثمن کا کچھ حصہ نقد ہو اور کچھ ادھار تو بعض نقد والے ثمن کا حکم وہی ہوگا جو پورے ثمن کے نقد ہونے کا حکم ہے، لہذا مشتری جب تک ثمن کے نقد والے حصہ کو ادا نہ کر دے وہ بائع سے بیع کی سپردگی کا مطالبہ نہیں کر سکتا۔

تمام حالات میں ضروری ہے کہ مدت معلوم ہو، اگر ایسا ہے تو بیع جائز ہوگی، چاہے مدت کتنی ہی لمبی ہو خواہ بیس سال ہو، اس کی تفصیل ”اجل“ میں ہے۔

مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ ”تقاضی“ کی شرط کے ساتھ اہل سوق (بازار) کی بیع میں کوئی حرج نہیں، جبکہ اس کی مقدار آپس میں معروف ہو، اور تقاضی یہ ہے کہ فریقین کے درمیان متعارف مدت تک دین کے مطالبہ کو مؤخر کیا جائے۔

مشتری کو حق ہے کہ اگر بیع عیب دار ہو یا ظاہر ہو جائے کہ کوئی دوسرا اس کا حق دار ہے تو ثمن کی ادائیگی سے گریز کرے تا آنکہ عیب

کے بارے میں اپنے حق یعنی فسخ یا تاوان کے مطالبہ کا استعمال کر لے یا تا آنکہ دوسرے کے حق کا معاملہ واضح ہو جائے۔

اور جائز ہے کہ فوری واجب الادا دین یا قریبی مدت تک ادھار دین کو لمبی مدت تک کے لئے مؤخر کیا جائے، اور ثمن کے مساوی یا اس سے کم ثمن کی جنس سے لیا جائے، اس لئے کہ قرض دینا ہے یا بعض کو ساتھ کرنے کے ساتھ قرض دینا ہے جو معروف ہے، لیکن سلم کے رأس المال کو مؤخر کرنا جائز نہیں ہے (۱)۔

مالکیہ نے تین دن کی حدود میں رأس المال کی تاخیر جائز قرار دی ہے، کوکہ شرط کے ساتھ ہو (۲)۔

سوم: بیع کو سپرد کرنا:

۶۶- ابن رشد الحفید نے کہا: فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ اعیان کی بیع کسی مدت تک گئے لئے ناجائز ہے، اور اس کی شرط ہے کہ عقد بیع کے بعد ہی بیع مشتری کے سپرد کر دی جائے (۳)۔

تسوی نے ”البہجة شرح التحفة“ میں کہا: بیع معین کو سپرد کرنا واجب ہے، اس لئے کہ سپردگی کا وجوب اللہ تعالیٰ کا حق ہے، اور تاخیر کے سبب عقد فاسد ہو جاتا ہے (۴)۔

ناپ، تول اور شمار کرنے کی اجرت بائع پر ہوگی، اس لئے کہ اس کے بغیر تکمیل نہیں ہوتی، ابن قدامہ نے کہا: اس لئے کہ بائع پر واجب ہے کہ مشتری کو بیع پر قبضہ دلائے اور قبضہ اس کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔

(۱) البہجہ شرح الفہم ۱۰/۲، الفواکد الدوائی ۲/۱۳۰۔

(۲) جوہر الاکلیل ۲/۲۳، ۵۷، ۶۶، البہجہ شرح الفہم ۲/۳۳۔

(۳) بدایۃ المجتہد ۲/۱۷۰۔

(۴) البہجہ شرح الفہم ۱۲/۲، مغنی المحتاج ۲/۷۳۔

(۱) البہجہ شرح الفہم ۲/۸۳، الدبوتی ۳/۵۵، بیع العیال لما لک ۱/۵۳۔

(۲) البہجہ شرح الفہم: دفعہ (۲۸۳)۔

(۳) مغنی المحتاج ۲/۷۵۔

کمرہ میں جمع کر دیئے جائیں تو اس کمرہ کے علاوہ پر قبضہ درست ہے، اور اس کمرہ پر قبضہ اس کے خالی کرنے پر موقوف ہوگا<sup>(۱)</sup>۔  
لیکن اگر بائع مشتری کو گھر اور سامان پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دے تو سپردگی صحیح ہے، اس لئے کہ سامان مشتری کے پاس ودیعت ہو گیا<sup>(۲)</sup>۔

مالکیہ کی ایک عبارت ہے: عقار اگر زمین ہو تو اس پر قبضہ اس کو چھوڑ دینے سے ہوگا، اور اگر رہائشی گھر ہو تو اس پر قبضہ اس کو خالی کرنے سے ہوگا<sup>(۳)</sup>۔

اگر فریقین فروخت کئے گئے عقار کے پاس موجود نہ ہوں تو شافعیہ کے یہاں ”صحیح“ یہ ہے (اور اسی کے مثل بعض حنفیہ سے اس عقار کے بارے میں منقول ہے جو فریقین سے دور ہو) کہ اتنے زمانے کے گزرنے کا اعتبار کیا جائے جس میں عقار تک جانا ممکن ہو، اس لئے کہ اگر مشقت کے سبب عقار کے پاس فریقین کی موجودگی کا اعتبار نہ کیا جائے تو زمانے کے گزرنے کے اعتبار کرنے میں کوئی مشقت نہیں<sup>(۴)</sup>، اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کی حکمت و وضمان کے تدخل سے امتراز اور بچنا ہے۔

رہا منقول تو مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے کہ مانی، تولی اور شمار کی جانے والی چیزوں پر قبضہ پورے طور پر ناپ یا تول یا شمار کر لینے کے ذریعہ ہوتا ہے۔ شافعیہ نے کہا: اسی کے ساتھ منتقل کرنا بھی ضروری ہے، یہ اس صورت میں ہے جبکہ اکل سے بیع نہ ہو، کہ اس پر قبضہ منتقل کر دینے سے ہو جاتا ہے، اس میں اختلاف اور تفصیل

رعی ثمن کے شمار کرنے، اس کے ناپنے اور اس کے وزن کرنے کی اجرت تو یہ مشتری پر ہوگی، اور منتقل کی جانے والی بیع کی حوالگی میں منتقل کرنے کی اجرت مشتری پر ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

بیع کو سپرد کرنا وہ اہم نتیجہ ہے جس کا عقد بیع میں بائع پابند ہوتا ہے، اور یہ نتیجہ نقد ثمن کے سپرد کرنے کے وقت ثابت ہوتا ہے، (اور ادھار ثمن میں بیع کو سپرد کرنا ثمن کی ادائیگی پر موقوف نہیں ہے) اور بیع کی سپردگی اس وقت پائی جائے گی جبکہ اس کو ہر طرح کی مشغولیت سے خالی مشتری کے حوالہ کر دے، یعنی وہ ”عین“ مکمل انتفاع کے لائق ہو، لہذا اگر بیع مشغول ہو تو سپردگی صحیح نہیں ہوگی اور بائع کو بیع کے خالی کرنے پر مجبور کیا جائے گا<sup>(۲)</sup>۔

بیع کی مشغولیت کی چند صورتیں: بیع عقد اجارہ کا مکمل ہو جس کو بائع مکمل کر چکا ہے، اگر مشتری مدت اجارہ کے ختم ہونے تک انتظار کرنے سے راضی ہو تو اس کو سپردگی کے مطالبہ کرنے کا اختیار نہیں، البتہ اس کو اختیار ہے کہ ثمن روک لے تا آنکہ اجارہ ختم ہو جائے، اور بیع سپرد کرنے کے قابل ہو جائے<sup>(۳)</sup>۔

جس طرح بیع کو سپرد کرنا واجب ہے اسی طرح بیع کے توابع کو بھی سپرد کرنا واجب ہے<sup>(۴)</sup>۔

مثلی (یعنی مکمل یا موزوں یا معدود) اور غیر مثلی یعنی عقار یا جانور وغیرہ کے درمیان قبضہ کے حکم میں اختلاف ہے۔

چنانچہ عقار (زمین یا جائیداد) پر قبضہ کے لئے تخلیک کرنا کافی ہے بشرطیکہ وہ بائع کے سامانوں سے خالی ہو، لہذا اگر بائع کے سامان ایک

(۱) المشرع الصغیر ۴/۷ طبع اہلئ، مغنی المحتاج ۲/۷۳، المغنی ۱۲۶/۳ طبع المریض۔

(۲) الجملہ: دفعات (۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱)، حاشیہ ابن عابدین ۴/۵۶۲۔

(۳) جامع المقصولین: فصل ۳۲۔

(۴) الجملہ: دفعہ (۳۸)۔

(۱) حاشیہ ابن عابدین ۴/۵۸۸، ۵۱۲، اہلئ ۲/۲۱۶۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۱۷۔

(۳) المشرع الصغیر ۴/۷ طبع اہلئ۔

(۴) مغنی المحتاج ۲/۷۳، حاشیہ ابن عابدین ۴/۵۶۳۔

### بیع کی انتہاء:

۶۷- پچھلی تفصیلات یعنی کلی طور پر ہلاک ہونے کے بعض حالات کے سبب بیع کے فسخ ہونے کے علاوہ بیع اپنے اثرات یعنی سپردگی اور قبضہ کے مکمل ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔

اقالہ کے ذریعہ بھی بیع ختم ہو جاتی ہے (۱)۔

اس پر تفصیلی کام اصطلاح ”اقالہ“ میں ہے۔



ہے (۱)۔ دیکھئے: ”بیع جزاف“۔

ان کے علاوہ جہاں تک جانور اور سامان تجارت کا تعلق ہے تو ان پر قبضہ عرف کے لحاظ سے ہوگا، مثلاً کپڑے کو سپرد کرنا، جانور کی لگام حوالہ کرنا، اس کو بانک کر لے جانا یا اس کو بائع کے جانور سے علاحدہ کرنا یا بائع کا اس کو چھوڑ کر چلا جانا۔

حنفیہ نے (اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے) مانپی، تولی اور شمار کی جانے والی چیزوں، اور ان کے علاوہ دوسری چیزوں کے مابین فرق نہیں کیا ہے، لہذا ان تمام میں تخلیہ سے قبضہ ہو جائے گا، حتیٰ کہ اگر بائع کے گھر میں تخلیہ ہو تو بھی صحیح ہے، لہذا اگر بیع اس کے بعد ہلاک ہو جائے تو مشتری کے ضمان سے ہلاک ہوگی، اس لئے کہ وہ اس کے پاس ودیعت کی طرح ہے (۲)۔

بیع پر سابقہ قبضہ اس پر تجدید قبضہ کے قائم مقام ہے، اگر اس پر ضمان کے طور پر قبضہ کیا تھا، یعنی مشتری نے اس کو بائع سے خریدنے سے قبل اس سے غصب کر لیا تھا تو یہ قبضہ کافی ہے، اس لئے کہ یہ قوی قبضہ ہے جو مشتری کے اپنی خریدی ہوئی چیز پر قبضہ کے درجہ میں ہے، اس لئے بہر دو حال ہلاکت کا بوجھ قبضہ والے پر ہوگا۔

البتہ اگر سابقہ قبضہ امانت کے قبضہ کے قبیل سے ہو، مثلاً عاریت اور امانت پر لینے والے کا قبضہ، اور وہ ایسا قبضہ ہے کہ بغیر زیادتی یا کوتاہی کے ہلاک ہونے کی حالت میں جس کے ہاتھ میں وہ چیز ہے اس سے ضمان نہیں لیا جاتا، تو یہ قبضہ ضعیف مانا جائے گا، وہ ضمان کے قبضہ کے قائم مقام نہ ہوگا (۳)۔

(۱) مفتی الحاج ۳۲/۷۳، مفتی ۳۲/۱۲۵ طبع المریض۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۱۶/۳، الفروع ۳۲/۳، مفتی ۳۲/۱۲۵، ۱۲۵۔

(۳) حاشیہ ابن ماجہ بن ۳۲/۵۱۲، شرح المجملہ لآلہ ۵۱۲/۵۱۲ دفعہ (۸۳۶)۔

(۱) بدلیہ المجلد ۲/۱۵۳۔

## بیع استجرار ۱-۳

زیادہ ہے، اس لئے کہ وہ بسا اوقات ایجاب و قبول کے ذریعہ ہوتا ہے، اور بسا اوقات تعاظمی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اس طرح بیع استجرار میں اکثر ثمن ادا ہوتا ہے، اور بعض صورتوں میں ثمن کی عدم تحدید و تعیین ہوتی ہے۔

## بیع استجرار

### بیع استجرار سے متعلق احکام:

بیع استجرار کی متعدد صورتیں ہیں، اور اسی وجہ سے مختلف صورتوں کے احکام الگ الگ ہیں۔ اس کی تشریح حسب ذیل ہے:

### مذہب حنفیہ:

حنفیہ کے نزدیک بیع استجرار کی حسب ذیل صورتیں وارد ہیں:

۳- پہلی صورت: یہ کہ انسان تاجر سے روزمرہ استعمال کی چیزیں مثلاً روٹی، نمک تیل اور دال وغیرہ رفتہ رفتہ لے، اور لیتے وقت ثمن مجہول ہو، پھر ان کو استعمال کرنے کے بعد خرید لے۔

اصل اس بیع کا عدم انعقاد ہے، اس لئے کہ خریداری کے وقت بیع معدوم ہے، اور معتقد علیہ کی شرائط میں سے اس کا موجود ہونا ہے، لیکن فقہاء نے اس بیع میں نرمی سے کام لیتے ہوئے اس کو اس ضابطہ سے کہ وجود بیع شرط ہے، خارج کر دیا ہے۔ اور یہاں اتحساناً معدوم کی بیع جائز قرار دی ہے، جیسا کہ ”البحر الرائق“ اور ”الھذیہ“ میں ہے۔

بعض حنفیہ نے کہا: یہ معدوم کی بیع نہیں ہے۔ بلکہ یہ مالک کی اجازت عرفی سے تلف کی ہوئی چیزوں کے ضمان کے قبیل سے ہے اور اس کی وجہ آسانی پیدا کرنا اور دفع حرج ہے، جیسا کہ عرف ہے، لیکن اس علت کو حموی وغیرہ نے پسند نہیں کیا ہے۔

ابن عابدین نے کہا: مسئلہ اتحسانی ہے۔ اور اس کی تخریج

### تعریف:

۱- بیع کا معنی ہے: تملیک و تملک کے طور پر مال کا مال سے تبادلہ<sup>(۱)</sup>۔

لغت میں استجرار کا معنی: بھینچنا ہے۔ کہا جاتا ہے: أجدرته المدین: میں نے اس کو قرض میں مہلت دی<sup>(۲)</sup>۔

بیع استجرار: بیچنے والوں سے ضرورت کی چیزیں تھوڑی تھوڑی لیا، اور اس کے بعد ان کا ثمن ادا کرنا<sup>(۳)</sup>۔

### متعلقہ الفاظ:

### بیع بالتعاظمی:

۲- معاظاة اور تعاظمی کے معنی ہیں: لین دین اور تبادلہ کرنا۔

بیع بالتعاظمی: یہ ہے کہ بائع اور مشتری صیغہ کہے بغیر ایک دوسرے کے مال پر قبضہ کر لیں، یعنی بائع بیچ دے لیکن زبان سے کچھ نہ کہے، اور مشتری ثمن دے اور وہ بھی زبان سے کچھ نہ کہے<sup>(۴)</sup>۔

بیع استجرار اور بیع تعاظمی میں فرق یہ ہے کہ بیع استجرار میں عموم

(۱) المغنی ۳/ ۵۶۰، مجلۃ الاحکام العدلیۃ دفعہ (۱۰۵)۔

(۲) لسان العرب، المصباح الممیر۔

(۳) ابن عابدین ۳/ ۱۲، المدونہ ۳/ ۲۹۲، کنز الطالب ۳/ ۳، المحرر ۲/ ۲۹۸۔

(۴) البزازیہ شرح الہدایہ ۱/ ۱۹۷۔



## بیع استجرار ۴-۹

۶- چوتھی صورت: یہ کہ انسان تاجر کو چند دراہم یہ کہے بغیر دے کہ ”میں نے خریدا“، اور ہر روز پانچ رطل لے، ان کی قیمت معلوم نہ ہو تو بیع بالتعاطی منعقد نہ ہوگی، اس لئے کہ ثمن مجہول ہے، لہذا اگر لینے والے نے بیع میں تصرف کر دیا ہو اور بائع نے اس کو دینے، اور اس کے عوض کے طور پر اس میں تصرف کرنے سے راضی ہو کر اس کو دے دیا ہو تو یہ بیع نہ ہوگی، اگرچہ بیع کی نیت سے ہو، اس لئے کہ نیت سے بیع نہیں ہوتی، لہذا یہ اس قرض کے مشابہ ہوگا جس کا ضمان اس کے مثل یا قیمت سے دیا جاتا ہے۔ اگر وہ دونوں مثل یا قیمت کے بدلہ کسی اور چیز پر راضی ہو جائیں تو لینے والے کا ذمہ بری ہو جائے گا<sup>(۱)</sup>۔

### مذہب مالکیہ:

مالکیہ کے یہاں یہ صورتیں آئی ہیں:

۷- یہ کہ انسان تاجر کے پاس کچھ دراہم رکھ جائے پھر دراہم کے متعین جزو کے عوض متعین سامان لینا رہے۔ تو یہ بیع صحیح ہے، اس لئے کہ سامان اور ثمن دونوں متعین ہیں۔

۸- یہ کہ تاجر کے پاس کچھ دراہم رکھتے ہوئے یہ کہے: میں تم سے اس کے عوض مثلاً اتنی کھجوریں لوں گا یا اتنا دودھ وغیرہ اور اس کے ساتھ مل کر کسی سامان کی مقدار مقرر کر لے، اور اس کے ثمن کی کوئی مقدار مقرر کر لے، سامان اس کے پاس چھوڑ دے کہ جب چاہے لے لے گا یا اس کے لینے کا وقت مقرر کر دے تو یہ بیع بھی جائز ہے۔

۹- یہ کہ تاجر کے پاس کچھ دراہم معین یا غیر معین سامان کے لئے اس شرط پر چھوڑ دے کہ اس میں سے روزانہ اس کے نرخ سے لینا رہے گا اور وہ دونوں اس بیع کا عقد کر لیں۔ تو یہ بیع ناجائز ہے، اس لئے کہ

ایمان (اشیاء) کے قرض پر ممکن ہے۔ اور اس کا ضمان اتحسانا ثمن کے ذریعہ ہوگا، جیسا کہ ذوات القیم اشیا میں انتفاع کا حائل ہوا، اس لئے کہ ذوات القیم قرض پر دینا فاسد ہے، اس سے انتفاع حائل نہیں، کوکہ قبضہ کے ذریعہ ملکیت میں آجائے۔

۴- دوسری صورت: بعینہ پہلی صورت ہے، بس فرق ثمن کی معرفت کے تعلق سے ہے یعنی انسان اپنی ضرورت کی چیز رفتہ رفتہ لے، لیتے وقت ثمن کا علم ہو اور اس کا حساب بعد میں کرے۔

یہ بیع جائز ہے، اس کے انعقاد میں کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ جب اس نے کوئی چیز لی تو اس کی بیع متعین ثمن کے بدلے میں ہوئی، اور یہ بیع تعاطی ہوگی، بیع تعاطی منعقد ہوتی ہے، خواہ ثمن لیتے وقت ادا کر دے یا وہ ادھار ہو۔

یہی حکم اس صورت کا بھی ہے کہ انسان تاجر کو کچھ دراہم یہ کہے بغیر دے دے کہ میں نے خریدا، اور ثمن کے علم کے ساتھ روزانہ اس سے پانچ رطل لے۔

یہ بیع جائز ہے، اور اس کا کھانا حائل ہے، اس لئے کہ اگرچہ دیتے وقت اس کی نیت خریداری کی تھی، تاہم محض نیت سے بیع نہیں ہوتی، بلکہ اسی وقت تعاطی کے ذریعہ بیع ہوگی، اور اس وقت بیع معلوم ہے لہذا بیع صحیح منعقد ہوگی۔

۵- تیسری صورت: یہ کہ انسان تاجر کو چند دراہم دے کر یہ کہہ دے کہ میں نے تم سے مثلاً سو رطل روٹی خریدی اور ہر روز پانچ رطل لے۔

یہ بیع فاسد ہے اور اس کا کھانا مکروہ ہے، کراہت کی وجہ بیع کی جہالت ہے، اس لئے کہ اس نے ایسی روٹی خریدی جس کی طرف اس نے اشارہ نہیں کیا، لہذا بیع مجہول ہوگی، اور بیع کی صحت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ بیع معلوم ہو۔

(۱) الدر المختار مع حاشیہ ابن عابدین ۴/۱۳، البحر الرائق ۵/۲۷۹، اشباہ ابن کبیر ص ۳۶۳۔

## بیع التجرہ ۱۰-۱۳

۱۲- دوم: انسان تاجر سے کہے: مجھے اتنے میں مثلاً گوشت یا روٹی دے دو، اور وہ اس کو مطلوبہ چیز دے دے، وہ اس پر قبضہ کر لے اور اس سے راضی ہو جائے، اور ایک مدت کے بعد حساب کر کے اپنے ذمہ لازم ثمن کو ادا کر دے، تو یہ بیع قطعی طور پر ان لوگوں کے نزدیک صحیح ہے جو بیع معاوضہ کو جائز قرار دیتے ہیں<sup>(۱)</sup>۔

مذہب حنابلہ:

۱۳- حنابلہ کے یہاں بیع التجرہ کے مسائل اس بیع پر مبنی ہیں، جو ثمن کے ذکر کے بغیر ہو، مرداوی نے ”الانصاف“ میں ان مسائل کو ذکر کرتے ہوئے کہا:

ایسی چیز کے عوض بیع جس پر نرخ ختم ہو جائے صحیح نہیں ہے، ”مذہب“ یہی ہے، اصحاب کی یہی رائے ہے، امام احمد سے ایک دوسری روایت ہے کہ یہ بیع صحیح ہے، تقی الدین ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کرتے ہوئے کہا: مذہب امام احمد میں دو میں سے ایک قول یہی ہے۔

بیع کی شرائط میں سے عقد کے وقت ثمن کا معلوم ہونا ہے، مذہب میں صحیح یہی ہے اور یہی اصحاب کی رائے ہے، ابن تیمیہ نے صحت بیع کو اختیار کیا ہے اگرچہ ثمن مقرر نہ ہو، اور اس کے لئے ثمن مثل ہوگا، اس کی نظیر مہر کی تعیین کے بغیر نکاح کا صحیح ہونا ہے، اور عورت کے لئے مہر مثل ہوتا ہے<sup>(۲)</sup>۔

ابن سبیر نے اپنی کتاب ”النکت والفوائد السنیة علی مشکل المسحود“<sup>(۳)</sup> میں بیع بلا ذکر ثمن کے مسائل میں امام احمد

جس ثمن پر انہوں نے عقد کیا ہے وہ مجہول ہے، اور یہ ایسا مقرر ہے جو صحت بیع سے مانع ہے۔

۱۰- انسان تاجر سے ضرورت کا سامان متعین نرخ میں لے، اور ہر روز متعین وزن اور متعین نرخ میں لے، اور ثمن متعین مدت یا عطاء (وظیفہ) ملنے تک کے لئے مؤخر ہو اگر عطاء (وظیفہ) معلوم و مامون ہو تو یہ بیع جائز ہے<sup>(۱)</sup>۔

مذہب شافعیہ:

شافعیہ کے یہاں بیع التجرہ کی دو صورتیں ہیں:

۱۱- اول: انسان تاجر سے ضرورت کی چیز تھوڑی تھوڑی لیتا رہے اور اس کو کچھ نہ دے اور وہ دونوں لفظاً بیع نہ کریں بلکہ دونوں اس کے عام ثمن میں لینے کی نیت کریں، اور وہ ایک مدت کے بعد اس کا حساب کر کے ثمن دے دے، جیسا کہ بہت سے لوگ کرتے ہیں۔

نوی نے کہا: یہ بیع بلا اختلاف (یعنی شافعیہ کے یہاں) باطل ہے، اس لئے کہ یہ نہ تو لفظی بیع ہے اور نہ تعاطی کے ساتھ۔

اذربی نے کہا: بغوی کا فتویٰ یہی ہے، اور ابن صلاح نے اپنے فتاویٰ میں اسی کے مثل لکھا ہے۔

امام غزالی نے نرمی سے کام لیتے ہوئے اس کو مباح قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کا عرف ہے، اور اس کی اباحت کے بارے میں یہی ان کی دلیل ہے۔

اذربی نے کہا: نوی کے اس قول میں کہ ”اس کو نہ معاوضہ شمار کیا جاتا ہے اور نہ ہی بیع“ اشکال ہے بلکہ لوگ اس کو بیع شمار کرتے ہیں، اور اکثر یہ ہوتا ہے کہ ضرورت کی چیز لیتے دیتے وقت ثمن کی مقدار دونوں کے علم میں ہوتی ہے، کو کہ وہ لفظاً اس کو ذکر نہ کریں۔

(۱) المغنی شرح الموطا للبخاری ۵/۱۵ طبع المصاحف، المصنوع ۲۹۲/۳۔

(۱) المجموع ۹/۱۵۰، ۱۵۱، مغنی المحتاج ۲/۳۴، کنی الطالب ۳/۳، حلیہ

المشروانی علی تحفہ المحتاج ۳/۲۱۶، ۲۱۷۔

(۲) الانصاف ۳/۳۱۰۔

(۳) النکت والفوائد السنیة علی مشکل المسحود ۲/۲۹۹، ۲۹۸۔

## بیع استجر ۱۴-۱۵

بلکہ حساب کرنے کے وقت ہوئی، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ نرخ پر بیع درست ہے (یعنی اس نرخ پر جس پر اس کی فروخت کی مروج ہے)۔

ثمنی بن جامع سے مروی ہے کہ امام احمد سے دریافت کیا گیا: ایک شخص کسی کو اپنے ساتھ کسی معاملہ کرنے والے کے پاس اس لئے بھیجتا ہے تاکہ وہ اس کے پاس کپڑا بھیج دے، وہ اس کے پاس جاتا ہے اور اس سے کپڑے کی قیمت پوچھتا ہے۔ وہ اس کو بتا دیتا ہے، تو وہ اس سے کہتا ہے: اس کو لکھ لو۔ اور ایک شخص کھجور لیتا ہے اور اس کا ثمن مقرر نہیں کرنا پھر کھجور والے کے پاس سے گذرتے ہوئے کہتا ہے: اس کا ثمن لکھ لو؟ تو امام احمد نے اس کو جائز قرار دیا، بشرطیکہ اس کو لینے کے دن کے نرخ پر اس کا ثمن مقرر کرے۔ اور یہ (روایت) اس سلسلے میں صریح ہے کہ قبضہ کے وقت کے ثمن مثل کے بدلہ میں نہ کہ حساب کرتے وقت کے ثمن مثل کے بدلہ میں خریداری جائز ہے، خواہ عقد میں اس کا ذکر ہو یا بیع کے وقت میں لینے کے الفاظ مطلق ہوں۔

جواز کی اسی روایت کو ابن تیمیہ اور ابن القیم نے اختیار کیا ہے۔ ابن القیم ”اعلام المؤمنین“ میں کہتے ہیں: عقد کے وقت ثمن کی تعیین کے بغیر اس چیز کے عوض جس پر نرخ ختم ہو جاتا ہے، بیع کے جواز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ایسے شخص سے خریداری کرے جس کے ساتھ معاملہ کرتا ہے مثلاً روٹی یا گوشت یا گھی وغیرہ فروخت کرنے والے سے روزانہ متعین مقدار میں لے، پھر مہینہ یا سال کے آغاز میں سب کا حساب کر کے اس کو اس کا ثمن دے دے۔ اس کو اکثر حضرات ممنوع کہتے ہیں، اور وہ اس میں قبضہ کو ملکیت منتقل کرنے والا نہیں مانتے ہیں، اور یہ قبضہ فاسد ہے، جو غصب کے ذریعہ قبضہ کی ہوئی چیز کے قائم مقام ہے، اس لئے کہ اس

سے اختلاف روایات کا ذکر کیا ہے اور دو ایسی صورتیں لکھی ہیں جن میں امام احمد کی رائے میں اختلاف ہے، ایک روایت میں انہوں نے بیع کو ناجائز، اور دوسری روایت میں جائز کہا ہے۔

۱۴- خلال نے متعین ثمن کے بغیر فروختگی کے بارے میں حرب کے حوالہ سے کہا: میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ ایک شخص دوسرے سے کہتا ہے: میرے لئے ایک جریب گیہوں بھیج دو، اور اس کا حساب میرے اوپر اس نرخ سے لگا لو جس پر تم فروخت کرتے ہو، تو امام احمد نے فرمایا: یہ ناجائز ہے یہاں تک کہ اس سے نرخ بیان کر دے۔

اسحاق بن منصور سے مروی ہے کہ میں نے امام احمد سے دریافت کیا کہ ایک شخص دوسرے سے سامان لیتے ہوئے کہتا ہے: میں نے اس سامان کو اس قیمت میں لے لیا جس میں باقی سامان فروخت کرو گے، تو انہوں نے کہا: ناجائز ہے۔ اور حنبل سے مروی ہے کہ میرے چچا نے کہا: میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں، اس لئے کہ یہ بیع مجہول ہے، نرخ بدلتا ہے، اس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔

ان دونوں روایتوں کے مطابق امام احمد اس بیع کو جائز قرار نہیں دیتے ہیں۔

۱۵- جواز کی دو روایتیں یہ ہیں:

ابوداؤد نے اپنے مسائل میں کہا: ثمن کی تعیین کے بغیر خریداری کا بیان۔ میں نے سنا جبکہ امام احمد سے دریافت کیا گیا کہ ایک شخص بننے کے پاس بھیج کر اس سے تھوڑی تھوڑی چیز لیتا ہے اور اس کے بعد اس کا حساب کرتا ہے، تو امام احمد نے کہا: مجھے تو قلع ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں ہوگا، امام احمد سے دریافت کیا گیا: بیع اسی وقت ہو جائے گی؟ انہوں نے کہا: نہیں۔

ابن تیمیہ نے کہا: اس کا ظاہر یہ ہے کہ وہ دونوں بیع پر قبضہ اور اس میں تصرف کے بعد ثمن پر متفق ہیں، اور یہ کہ قبضہ کے وقت تک بیع نہ تھی



## بیع اسخر ۱۶، بیع استنامہ

قیاس صحیح ہے۔ لوگوں کے مصالح اسی سے پورے ہوں گے<sup>(۱)</sup>۔

## بیع استنامہ

دیکھئے: ”استر سال“۔



پر عقد فاسد کے ذریعہ قبضہ کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے باوجود متشدد حضرات کے علاوہ ہر شخص اس کو کرتا ہے، اور اس کو اس سے چارہ کار نہیں ہوتا، حالانکہ وہ اس کے بطلان کا فتویٰ دیتا ہے، اور یہ کہ وہ بالغ کی ملکیت میں باقی ہے، اور اس کے لئے اس سے چھٹکارا ممکن نہیں، الا یہ کہ ہر ضروری چیز کے لئے خواہ اس کا ثمن تھوڑا ہو یا زیادہ اس سے بھاؤ تاؤ کرے اور اگر وہ ان لوگوں میں سے ہو جو لفظاً ایجاب و قبول کو شرط قرار دیتے ہیں، تو بھاؤ تاؤ کے ساتھ ساتھ ضروری ہے کہ لفظاً ایجاب و قبول بھی ہو۔

۱۶- ابن القیم نے کہا: دوسرا قول جو بالکل درست ہے، اور جس پر ہر زمان و مکان میں لوگوں کا عمل رہا ہے، یہ ہے کہ اس چیز کے عوض بیع جائز ہے جس پر نرخ ختم ہو جائے۔ امام احمد کے یہاں منصوص یہی ہے، اور اسی کو ہمارے شیخ (یعنی ابن تیمیہ) نے اختیار کیا ہے۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے سنا: خریدار کی قلبی راحت بمقابلہ بھاؤ تاؤ اسی میں زیادہ ہے، وہ کہتا ہے: عام لوگوں کی طرح میں بھی اسے ہی میں لوں گا جتنے میں دوسرے لوگ لیتے ہیں۔ انہوں نے کہا: جو لوگ اس کو ممنوع قرار دیتے ہیں ان کے لئے اس کو ترک کرنا ممکن نہیں، وہ خود اس میں ملوث ہیں، کتاب اللہ، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماع امت، قول صحابی اور قیاس صحیح، کہیں سے کوئی ایسی دلیل نہیں ملتی جو اس کو حرام قرار دے، مہر مثل پر نکاح صحیح ہونے کے بارے میں امت کا اجماع ہے، اور اکثر حضرات اجرت مثل پر عقد اجارہ کو جائز قرار دیتے ہیں، مثلاً میت کو نہلانے والا، نان بانی، ملاح، مالک حمام اور جانوروں کو کرایہ پر دینے والا۔ نرخ پر بیع میں زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ وہ ثمن مثل پر بیع ہوگی، لہذا وہ جائز ہے، جیسا کہ ان صورتوں اور ان کے علاوہ صورتوں میں ثمن مثل میں معاوضہ جائز ہے، یہی

(۱) اعلام المؤمنین ص ۶۵۔



## بیع امانت ۱-۵

اور کبھی بائع کی طرف سے۔

۳- اگر خریدار کی طرف سے مطلوب ہو تو اس کا تحقق بیع وفاء کے ذریعہ ہوگا، اس لئے کہ خریدار بیع وفاء میں بیع کے بارے میں ائین ہے یہاں تک کہ اس کو وہ ثمن واپس مل جائے جو اس نے ادا کیا ہے، اور بائع بیع کو لے لے۔

لیکن اگر امانت و اعتماد بائع کی جانب سے مطلوب ہو، جس پر واجب ہے کہ اپنی بیع کے ثمن کو اور اپنی خریداری کو صحیح صحیح بتا دے تو اگر بیع اس ثمن کے مثل میں ہو، جس میں اس نے خرید ا ہے اور اس میں کوئی کمی یا زیادتی نہ ہو تو اس کو بیع تولیہ کہتے ہیں، اور اگر بعض بیع کو بعض ثمن میں فروخت کرنا ہو تو یہ بیع اشراک ہے۔ اگر ثمن مع اضافہ کے ہو تو یہ بیع مرابحہ ہے، اور اگر ثمن سے کم میں ہو تو یہ بیع وضع یا حطیہ ہے۔

اگر قیمت خرید سے صرف نظر کر کے خریداری ہو یعنی مساوات یا زیادتی یا نقصان کا لحاظ نہ کر کے بیع ہو بلکہ بازار کے نرخ پر ہو تو اس کو بیع المسترسل یا ”بیع سمر اسوق“ (بازار بھاؤ پر فروختگی) کہتے ہیں۔

۴- بیع امانت کے بالتقابل بیع مساومت ہے۔ اور یہ اس ثمن پر بیع ہے جس پر عاقدین ثمن اول کو، جس میں بائع نے اس کو خرید ا ہے مد نظر رکھے بغیر رضا مند ہو جائیں۔

### بیع الوفاء:

۵- بیع الوفاء اس شرط کے ساتھ بیع کرنا ہے کہ جب بائع ثمن لوٹائے گا تو خریدار بیع واپس کر دے گا۔ اس کو بیع وفاء اس لئے کہتے ہیں کہ خریدار شرط پوری کرنے کا پابند ہوتا ہے۔ جو لوگ اس کے جواز کے قائل ہیں ان کے نزدیک اس پر بیع امانت کا اطلاق محض اس لئے ہے کہ بیع خریدار کے ہاتھ میں امانت کے درجہ میں ہے۔ اسے حق

## بیع امانت

تعریف:

۱- امانت لغت میں: اطمینان کو کہتے ہیں، کہا جاتا ہے: ”أَمِنَ أَمْنًا وَأَمَانًا وَأَمْنَةً“ جب کوئی شخص مضمّن اور بے خوف ہو جائے۔ فاعل کے لئے ”أَمِنَ وَأَمِنَ، اور أَمِينٌ“ کہتے ہیں۔ اور أَمِنَ الرَّجُلُ اور أَمِنَ کا معنی: ائین ہوا۔ مصدر ”امانت“ ہے۔ اعیان میں اس کا استعمال مجازاً ہے، چنانچہ کہا جاتا ہے: ودیعت امانت ہے۔

أَمِنَ فُلَانًا عَلَى كَذَا کا معنی: اس نے اس پر بھروسہ کیا اور اس سے مضمّن ہوا<sup>(۱)</sup>۔

اصطلاح میں: ”بیع امانت“ کا اطلاق اس بیع پر ہوتا ہے جس میں بائع کی طرف سے اطمینان ہو، اس لئے کہ وہ مشتری کے ہاتھ میں امانت ہے، لہذا بیع امانت کا مدار طرفین کے درمیان باہمی معاملات میں اعتماد اور اطمینان پر ہے۔

### بیع امانت کی انواع:

۲- بیع امانت کا اطلاق: ”بیع الوفاء“، ”بیع الجملہ“، ”بیع المرابحہ“، ”الوضیعہ“، ”لاشراک“، ”بیع المسترسل“ یا ”بیع سمر اسوق“ پر ہوتا ہے۔

یہ امانت اور اعتماد کبھی خریدار کی طرف سے مطلوب ہوتا ہے،

(۱) الحمصباح، المعجم الوسیط مادۃ ”أمن“۔

## بیع امانت ۶-۱۰

بیع المراجہ فقہاء کے نزدیک جائز بیوع میں سے ہے، جبکہ مالکیہ کی رائے ہے کہ وہ خلاف اولیٰ ہے، اس کا ترک کرنا زیادہ پسندیدہ ہے، اس لئے کہ اس میں بکثرت بائع کو بیان کرنے کی ضرورت پڑتی ہے<sup>(۱)</sup>، لہذا ان کے نزدیک اولیٰ مساومت (بھاؤ تاؤ کرنے کے طور پر بیع کرنا ہے۔

### بیع التولیہ:

۷- بیع التولیہ: کل بیع کو مولیٰ کی طرف (جس کے ساتھ بیع التولیہ کی جائے) جتنے میں خریدار کو پڑی ہے منتقل کر دینا، اور الفاظ یہ ہوں: میں نے تمہارے ساتھ ”تولیہ“ کر لیا وغیرہ زائد نفع یا نقصان کے بغیر۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”تولیہ“۔

### بیع الاشراک:

۸- یہ بیع التولیہ ہی کی طرح ہے البتہ اس میں بعض بیع کو بعض شمن سے فروخت کرنا ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”اشراک“ اور ”بیع“۔

### بیع الوضیعہ:

۹- یہ کسی چیز کو شمن اول میں متعین کمی کے ساتھ فروخت کرنا ہے۔ اور یہ بیع المراجہ کی ضد ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”وضیعہ“۔

### بیع المسترسل:

۱۰- مالکیہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے: ایک شخص دوسرے سے (۱) ابن ماجہ بن ۲۳۶/۳، البحر الرائق ۸/۶، معین لکھام ص ۱۸۳، الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۸/۳، مجلۃ الأحکام العدلیۃ دفعہ (۱۱۸)، لوطاب ص ۳۷۳، خلیۃ المسترشدین ص ۱۳۳، کشف القناع ۱۲۹/۳، ۱۵۰۔ (۲) المصباح المیز۔

نہیں کہ اس میں کوئی ایسا تصرف کرے جو بیچنے والے کے علاوہ کسی اور کی طرف ملکیت کو منتقل کر دے، مالکیہ اس کو ”بیع التئیا“، شافعیہ اس کو ”بیع العہدہ“ اور حنابلہ اس کو ”بیع لا امانت“ کہتے ہیں۔ مالکیہ، حنابلہ، متقدمین حنفیہ اور شافعیہ کی رائے ہے کہ بیع الوفاء ناسد ہے۔

بعض متاخرین حنفیہ اور شافعیہ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

بعض حنفیہ کی رائے یہ بھی ہے کہ بیع الوفاء رہن ہے۔ اس کے لئے رہن کے تمام احکام ثابت ہوں گے<sup>(۱)</sup>۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”بیع الوفاء“۔

### بیع المراجہ:

۶- المراجہ: رابح کا مصدر ہے، کہا جاتا ہے: ”بعته الممتاع أو اشتريته منه مراجحة“ (میں نے مراجہ کے طور پر اس کے ہاتھ سامان فروخت کیا یا اس سے خرید ا): اگر شمن کی ہر مقدار کو ربح کا نام دے دو<sup>(۲)</sup>۔

اصطلاح میں مراجہ: بائع کا اپنی ملوکہ چیز کو جتنے میں اس کو پڑی اس پر اضافہ کے ساتھ فروخت کرنا ہے۔ یا سامان کو شمن خرید اور زائد نفع کے ساتھ جو دونوں کے علم میں ہے فروخت کرنا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک لفظ مراجہ، سابقہ بیع، مساوات اور وضیعہ میں حقیقت عرفیہ ہے، البتہ مراجہ کی زیادہ تر پیش آنے والی نوع وہی ہے جو پہلے گذری۔

(۱) ابن ماجہ بن ۲۳۶/۳، البحر الرائق ۸/۶، معین لکھام ص ۱۸۳، الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۸/۳، مجلۃ الأحکام العدلیۃ دفعہ (۱۱۸)، لوطاب ص ۳۷۳، خلیۃ المسترشدین ص ۱۳۳، کشف القناع ۱۲۹/۳، ۱۵۰۔ (۲) المصباح المیز۔

## بیع امانت ۱۱-۱۲

کہے: مجھ سے فروخت کر دو، جیسا کہ لوگوں سے فروخت کرتے ہو یا بازار کے نرخ سے یا آج کے نرخ سے یا جتنے میں فلاں کہے گا یا تجربہ کار لوگ کہیں گے وغیرہ۔

مستر سل جیسا کہ امام احمد نے اس کی تعریف کی ہے: وہ شخص ہے جو سامان کی قیمت سے ماواقف ہو، جو قیمت کم کرانے کا سلیقہ نہیں رکھتا یا قیمت کم نہیں کرتا۔

بیع المسترسل اس تعریف کے اعتبار سے باتفاق فقہاء منعقد ہو جائے گی، البتہ مسترسل کے لئے اس میں ”خیار“ کے ثبوت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے<sup>(۱)</sup>۔

### بیوع امانت میں خیانت کا حکم:

بتایا جا چکا ہے کہ ان بیوع کو بیوع امانت اس وجہ سے کہا جاتا ہے کہ ان کا مدار طرفین یعنی بائع و مشتری کے مابین باہمی لین دین میں اعتماد و اطمینان پر ہے۔

۱۱- جبکہ بیع الوفاء میں ان لوگوں کے نزدیک جو اس کے جواز کے قائل ہیں، خریدار پر واجب ہے کہ ثمن وصول کرنے کے بعد بیع بائع کو واپس کر دے۔ بیع کو روکنا اس کے لئے جائز نہیں، اس لئے کہ بیع الوفاء سے خریدار کے لئے ملکیت کو منتقل کرنے والے تصرف کا جواز نہیں پیدا ہوتا۔ اسی وجہ سے بائع کے علاوہ کے ہاتھ اس کی بیع جائز نہیں ہے، اور اس میں شفعہ نہیں ہے، اس کا خراج اس کے بائع پر ہے، اگر بیع خریدار کے ہاتھ میں رہتے ہوئے کوتاہی کے بغیر ہلاک ہو جائے تو کسی کا دوسرے پر کچھ نہیں، اس لئے کہ بیع پر خریدار کا قبضہ امانت کا قبضہ ہے۔

(۱) القواعد الفعیہ / ص ۲۶۹، مواہب الجلیل / ص ۷۰، الدرر النوری / ص ۵۵، الدرر النوری / ص ۵۵، المغنی / ص ۵۸۴، ابن عابدین / ص ۵۹، روئے الطائیین / ص ۳۱۹، المجموع / ص ۱۱۸۔

اگر بائع مر جائے تو بیع وراثت کے طور پر اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جائے گی<sup>(۱)</sup>۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”بیع الوفاء“۔

۱۲- جہاں تک دوسری بیوع امانت کا تعلق ہے تو اگر بیع المراجہ میں خیانت ظاہر ہو جائے تو یہ خیانت صفت ثمن میں ظاہر ہوگی یا مقدار ثمن میں؟

اگر خیانت صفت ثمن میں ظاہر ہو مثلاً کوئی چیز ادھار خریدی، پھر پہلی قیمت پر مراجہ کے طور پر فروخت کر دی، اور یہ بیان نہیں کیا کہ اس نے ادھار خریدی ہے۔ یا تولیہ کے طور پر بیع کر لی، اور اس کو بیان نہیں کیا، پھر مشتری کو اس کا علم ہوا، تو بلاجماع اسے ”خیار“ ہے: اگر چاہے تو اس کو لے لے اور اگر چاہے تو واپس کر دے، اس لئے کہ مراجہ امانت پر مبنی عقد ہے، کیونکہ خریدار نے ثمن اول کے بارے میں خبر دینے کے تعلق سے بائع پر اعتماد اور اطمینان کیا، لہذا امانت اس عقد میں مطلوب تھی، اس لئے خیانت سے اس کو بچانا دلالتہ شرط ہے، اور اس کا فوت ہونا خیار کو ثابت کرتا ہے، جیسا کہ عیب سے سلامتی کا فوت ہونا۔

اگر مراجہ اور تولیہ میں مقدار ثمن میں خیانت کا ظہور ہو مثلاً اس نے کہا: میں نے دس میں خریدا اور تمہیں پورے دس دینا پر ایک دینا نفع کے ساتھ فروخت کیا یا اس نے کہا: میں نے دس میں خریدا اور جتنے میں خریدا تم کو تولیہ کر دیا، پھر معلوم ہوا کہ نو میں خریدا تھا تو اس کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے۔

شافعیہ کے یہاں ”ظہر“ حنا بلہ کے یہاں ”مذہب“ اور حنفیہ میں سے امام ابو یوسف کا قول یہ ہے کہ اس کو ”خیار“ حاصل نہیں ہوگا، البتہ ان دونوں میں خیانت کے بقدر کمی کر دی جائے گی یعنی ایک

(۱) ابن عابدین / ص ۲۳، الفتاویٰ الہندیہ / ص ۲۰۹، معین المکام / ص ۱۸۳، بیعہ المسترسل / ص ۱۳۳۔



### بیع امانت ۱۳-۱۵

درہم تولیہ میں اور ایک درہم مراہمہ میں، اور اس کے حصہ کا نفع ایک درہم کا دسواں حصہ ہے اور بیع لازم ہوگی۔

امام ابو حنیفہ نے کہا: مراہمہ میں خریدار کو اختیار حاصل ہوگا: اگر چاہے پورے ثمن دے کر لے لے اگر چاہے تو چھوڑ دے، البتہ تولیہ میں اس کو اختیار نہیں ہوگا، ہاں خیانت کے بقدر کمی کر دی جائے گی، اور باقی ثمن میں عقد لازم ہوگا۔

مالکیہ کی رائے ہے کہ اگر بائع زائد کو جس میں اس نے جھوٹ بولا ہے اور اس کے نفع کو ساقط کر دے تو بیع لازم ہوگی، اور اگر ساقط نہ کرے تو خریدار پر لازم نہیں ہوگی، اور اس کے لئے بیع کو اختیار کرنے اور رد کرنے کا اختیار ہوگا۔

شافعیہ کے یہاں دوسرا قول جو امام محمد کا بھی قول ہے، یہ ہے کہ خریدار کو مراہمہ اور تولیہ دونوں میں اختیار حاصل ہوگا، اگر چاہے تو پورے ثمن میں لے، اور اگر چاہے تو بائع کو لوٹا دے۔

۱۳- ربی بیع الموضع: تو اس پر بیع المراسمہ کی شرائط اور احکام جاری کئے جاتے ہیں، کیونکہ موضع: ثمن اول میں متعین کمی کے ساتھ بیع کرنا ہے۔

اس طرح ”اشراک“ کا حکم تولیہ کی طرح ہے، البتہ ”اشراک“ بعض بیع کا بعض ثمن کے بدلے تولیہ ہے<sup>(۱)</sup>۔

۱۴- ربی بیع المسترسل تو اس کی ایک صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے: میرے ہاتھ بیچ دو جیسا کہ لوگوں سے بیچتے ہو، یہ بیع مالکیہ کے نزدیک صحیح ہے تاہم اگر عرف و عادت سے زائد دھوکا دیا ہو تو اس کو اختیار حاصل ہوگا۔

۱۵- بیع المسترسل کی ایک اور صورت یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کے

ہاتھ فروخت کرے جو قیمت کم نہیں کرانا، یا قیمت کم کرانے کا سلیقہ نہیں رکھتا، تو کو یا خریدار نے بائع پر چھوڑ دیا ہے، اور اس پر اطمینان کر لیا ہے۔ اور بائع نے جو کچھ اس کو دیا اس نے لے لیا، قیمت کم نہ کرائی اور نہ ہی اس کو بائع کے غبن کا علم ہوا۔

اس تعریف کے لحاظ سے بیع المسترسل باتفاق فقہاء منعقد ہوگی، البتہ مسترسل کے لئے اس میں خیار کے ثبوت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

حنفیہ کے یہاں ظاہر الروایہ اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ اس کے لئے خیار ثابت نہ ہوگا، اس لئے کہ سامان کے صحیح سالم ہونے کے ساتھ اس کی قیمت میں کمی لزوم عقد سے مانع نہیں ہے، اور محض اس کا مغبون (غریب خوردہ) ہونا اس کے لئے خیار کو ثابت نہیں کرتا، البتہ یہ شافعیہ کے یہاں مکروہ ہے۔

حنفیہ کے یہاں قول مفتی بہ اور مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر غبن فاحش ہو تو اس کے لئے خیار ثابت ہوگا۔ حنفیہ نے غبن فاحش کی تفسیر میں کہا: جو قیمت لگانے والوں کی قیمت کے تحت نہ آئے، اس لئے کہ جس میں شرعاً تحدید نہ ہو اس کے بارے میں عرف کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ جبکہ مالکیہ اور حنابلہ نے غبن فاحش کی تشریح میں کہا: جو ثمن سے زائد ہو، اس لئے کہ حضور ﷺ نے وصیت کے بارے میں فرمایا: ”الثلث، و الثلث کثیر“<sup>(۱)</sup> (تہائی کرو، تہائی بہت ہے)۔ اس حدیث میں حضور ﷺ نے تہائی کو بہت فرمایا ہے، ایک قول ہے کہ وہ چھٹا حصہ ہے، ایک اور قول ہے کہ یہ وہ غبن ہے جو عادیہ لوگوں میں نہیں چلتا۔ ان حضرات کا استدلال

(۱) حدیث: ”الثلث، و الثلث کثیر“ کی روایت بخاری (المصحح ۱۲/۱۳ طبع مشکوٰۃ) نے کی ہے۔

(۱) البدائع ۵/۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۸، ابن ماجہ ۲/۶۳، الدسوقی ۳/۶۸، قلیوبی ۲/۲۳، کشاف القناع ۳/۲۳۱۔



## بیع باطل

اس حدیث پاک سے ہے: ”غبن المسترسل حرام“<sup>(۱)</sup>  
(مسترسل کا غبن حرام ہے)، نیز اس لئے کہ یہ ایسا غبن ہے جو بیع کے  
بارے میں اس کی ماواقفیت کے سبب ہوا ہے، لہذا یہ خیار کو ثابت  
کرے گا، جیسا کہ ”تلقی رکبان“ میں غبن<sup>(۲)</sup>۔

## بیع باطل

### تعریف:

۱۔ لغت میں لفظ ”بیع“، ”شراء“ کی طرح اضداد میں سے ہے، اور  
بیع میں اصل مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے، اور یہ اعیان کے وصف  
میں حقیقت ہے، اور عقد پر اس کا اطلاق مجازاً ہے، اس لئے کہ وہ  
تملیک (مالک بنانا) اور تملک (مالک بننا) کا سبب ہے۔

باطل: بطل الشيء سے ماخوذ ہے، یعنی فاسد ہوا، یا اس کا حکم  
ماقود ہوا، لہذا وہ باطل ہے<sup>(۱)</sup>۔

بیع اصطلاح میں: مال کا مال سے تبادلہ کرنا<sup>(۲)</sup>۔

حنفیہ کے نزدیک بیع باطل وہ ہے جو اصل اور وصف کسی اعتبار  
سے مشروع نہ ہو<sup>(۳)</sup>۔

جمہور کے نزدیک جو فاسد اور باطل میں فی الجملہ تفریق نہیں  
کرتے، باطل وہ بیع ہے جس پر اس کا اثر مرتب نہ ہو، اور وہ بار آور نہ  
ہو، اور اس سے حصول ملکیت کا فائدہ حاصل نہ ہو<sup>(۴)</sup>۔

یہ بھی حنفیہ کی رائے کے موافق ہے۔



- (۱) المعصباح للمعیر، لسان العرب مادة ”بیع“، ”بطل“۔
- (۲) مجلۃ الأحكام العدلیۃ دفعہ (۱۰۵)، نہایۃ المحتاج ۳/۳۶۱، ابن حابدین ۳/۳، ۳/۳، المغنی ۳/۳۶۰، حامیۃ الدسوقی ۳/۳۔
- (۳) ابن حابدین ۳/۳۰۰، فتح القدیر ۶/۳۲، مجمع کردہ دار احیاء التراث العربی، الریاضی ۳/۳۳۔
- (۴) منہج الجلیل ۲/۵۵۰، الموافقات للہا طیبی ۱/۲۹۲، روحیۃ الناظر ۳/۳۱، القواعد والفوائد الاصولیہ ۱۱۰، الاشباہ والنسب ۱۰/۳۱۲، طبع عیسیٰ الخلیلی۔

- (۱) حدیث: ”غبن المسترسل حرام“ کی روایت طبرانی (۱۳۹/۸) طبع وزارت الاوقاف، عراق) نے کی ہے ثقفی نے کہا: اس میں موسیٰ بن عمیر اعلیٰ ہے، جو نہایت ضعیف ہے (مجمع الرواۃ ۶/۲۳ طبع القدسی)۔
- (۲) ابن حابدین ۳/۱۵۹، مقدمات ابن رشد ۲/۶۰۳، مواہب الجلیل ۳/۵۸۳، روحیۃ الناظر ۳/۳۱۹، المجموع ۱۲/۱۱۸، المغنی ۳/۵۸۳۔

## بیج باطل ۲-۵

متعلقہ الفاظ:

الف- بیج صحیح:

۲- جو اصل و وصف دونوں لحاظ سے مشروع ہو، اور ذاتی طور پر اگر موانع سے خالی ہو تو حکم کا فائدہ دے۔ یا بیج صحیح وہ ہے جس پر اس کا اثر یعنی ملکیت کا حصول اور بیج سے انتفاع مرتب ہو<sup>(۱)</sup>۔ لہذا بیج صحیح بیج باطل کی ضد ہے۔

شرعی حکم:

۵- بیج باطل کا قدام کرنا بطلان کے علم کے باوجود حرام ہے، ایسا کرنے والا گنہگار ہوگا، کیونکہ اس نے مشروع کی مخالفت کر کے اور شرعاً مٹی عنہ کی رعایت نہ کر کے معصیت کا ارتکاب کیا، اس لئے کہ بیج باطل نہ اصل کے لحاظ سے مشروع ہے اور نہ ہی وصف کے لحاظ سے<sup>(۲)</sup>۔

تاہم ضرورت و مجبوری کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے، جیسا کہ مضطر شخص ثمن مثل سے زائد میں کھانا خریدے اور جیسے وہ عقد جس کے ذریعہ بچہ کے ”رشد“ کا امتحان لیا جائے<sup>(۳)</sup>۔

چنانچہ ایک قول ہے کہ ولی کوئی چیز خرید کر کسی کو دے دے، پھر بچہ کو حکم دے کہ اس سے وہ چیز خریدے، یہ ان بیوع کا حکم ہے جو بالاتفاق باطل ہیں مثلاً مجنون اور بے شعور بچے کی بیع، اور جیسے مردار، خون، مائع و مضامین کی بیع۔

رہی وہ بیع جس کے باطل ہونے میں مذاہب کا اختلاف ہے

ب- بیج فاسد:

۳- جمہور کے نزدیک بیج فاسد اور بیج باطل میں فرق نہیں، جبکہ حنفیہ بیج فاسد کو بیج صحیح اور بیج باطل کے درمیان کا ایک درجہ مانتے ہیں۔ حنفیہ کے یہاں بیج فاسد کی تعریف یہ ہے کہ جو اصل کے لحاظ سے مشروع اور وصف کے لحاظ سے غیر مشروع ہو۔

یا جس پر اس کا اثر مرتب ہو، لیکن شرعاً اس کو آپس میں فسخ کر لیا مطلوب ہو، اور یہ باطل کی ضد ہے جیسا کہ ابن عابدین کہتے ہیں، اس لئے کہ جو بیج صرف اصل کے لحاظ سے مشروع ہو، وہ اس سے مختلف ہے جو بالکلیہ غیر مشروع ہو۔ نیز فاسد کا حکم یہ ہے کہ وہ قبضہ کے بعد ملکیت کا فائدہ دیتی ہے، جبکہ بیج باطل اس کا بالکل فائدہ نہیں دیتی، اور ان دونوں کے حکموں کا مختلف ہونا، ان دونوں کے ذاتی طور پر مختلف ہونے کی دلیل ہے<sup>(۲)</sup>۔

ج- بیج مکروہ:

۴- جو اصل و وصف دونوں لحاظ سے مشروع ہو لیکن کسی غیر لازم

(۱) ابن عابدین ۱/ ۷۱، نہایہ المحتاج ۳/ ۳۳۰، منشی لا دولت ۲/ ۱۵۳، ۱۵۵۔

(۲) کشف الاسرار ۱/ ۲۵۵، ۲۶۱، ابن عابدین ۳/ ۹۹، ۱۰۰، بدائع الصنائع

۵/ ۳۰۵، الموافقات للہا طبعی ۲/ ۳۳۳، ۳۳۷، الدرر النوری ۳/ ۵۳، نہایہ المحتاج ۳/ ۳۹۹، المغنی ۳/ ۲۲۹، ۲۵۲، البصرہ بہامش فتح اعلیٰ ۱۱/ ۱۹۹ اور اس کے بعد کے صفحات، منافع کردہ دار المعرفہ، بیروت۔

(۳) المحوری القواعد ۱/ ۵۳، ۵۵، ابن عابدین ۳/ ۵۳، منشی لا دولت ۲/ ۱۵۵۔

(۱) الریاضی ۳/ ۳۳، الموافقات للہا طبعی ۱/ ۲۹۲، منہج الکلیل ۲/ ۵۵۰، جمع

الجوامع ۱/ ۱۰۱، روایت الناظر ۳۱۔

(۲) ابن عابدین ۲/ ۹۷، ۱۰۰، الریاضی ۳/ ۳۳، اشباہ ابن کثیر ۷/ ۳۳۔

## بیج باطل

کے لئے یہ لازم نہیں ہے، کیونکہ یہ سب اللہ تک رسائی کے راستے ہیں<sup>(۱)</sup>۔

### بطان بیج کے اسباب:

۶۔ جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کی رائے ہے کہ بیج فاسد اور بیج باطل میں کوئی فرق نہیں؛ دونوں ہم معنی ہیں، اس لئے کہ بیج فاسد و باطل میں سے ہر ایک شریعت کے مطلوب کے خلاف واقع ہوا ہے، اسی لئے شریعت نے اس کا اعتبار نہیں کیا اور نہ ہی اس پر وہ اثر مرتب کیا جو صحیح بیج پر مرتب کیا ہے اور وہ اثر حصول ملکیت اور انتفاع کا حلال ہونا ہے۔

بیج کے فساد کے اسباب بعینہ، اس کے بطان کے اسباب ہیں، اور ان اسباب کی بنیاد عقد کے ارکان میں سے کسی رکن یا شرائط صحت میں سے کسی شرط میں آنے والا خلل ہے یا اس وجہ سے کہ فعل کے ساتھ لازمی طور پر متصل وصف سے یا وصف مجاور (وہ وصف جو اتفاقی طور پر فعل سے متصل ہو گیا ہے) سے ممانعت وارد ہے، یہ حنابلہ کے نزدیک ہے<sup>(۲)</sup>۔

جمہور نے اس کے لئے حسب ذیل دلائل پیش کئے ہیں:

الف۔ بیج باطل یا فاسد شرعاً ممنوع ہے، اور ممنوع حرام ہوتا ہے، اور حرام اثر کے مرتب ہونے کا سبب بننے کے لائق نہیں ہے، اس لئے کہ کسی تصرف سے ممانعت اسی وضاحت کے لئے ہے کہ یہ

(۱) الذخیرہ ۱۳۹، ۱۳۱، سماع کردہ وزارة الاوقاف کوہت، فتح اعلیٰ الممالک ۱/ ۶۵، ۶۰، التقریر والتقریر فی شرح التقریر ۳۳۹ سہ طبع بولاق، اصدار اھول ۱۲۷۱، المواقفات للھا طبعی ۳/ ۱۳۳، ۱۳۰، ۱۳۷۔

(۲) جامعہ الدسوقی ۳/ ۵۳، قوانین الکھیمہ لابن جزیری ۱/ ۷۰، نہایۃ المحتاج ۳/ ۲۹، اشباہ السیوطی ۳/ ۳۱۲ طبع عیسیٰ الخلیس، روہیۃ الناظر ۱۱۳، المغنی ۳/ ۲۲۹ اور اس کے بعد کے صفحات، شرح منتہی الارادات ۳/ ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۵۷، البدائع ۲/ ۳۰۰، بدلیۃ المجدد ۳/ ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۶۹۔

کہ ایک مذہب میں باطل ہو اور دوسرے مذہب میں غیر باطل ہو، مثلاً بیج فضولی، بیج معاطاة اور اس کتے کی بیج جس کے پالنے کی اجازت ہے، تو اگر اس کا اقدام کرنے والا مجتہد ہے، درجہ اجتہاد پر پہنچ چکا ہے، تو اس کے حق میں بیج کو باطل نہیں مانا جائے گا، اور نہ ہی اس پر اس میں گناہ ہے، اس لئے کہ اس نے کوشش کر کے شارع کے مقصود کو تلاش کیا، یہاں تک کہ اس کو رہنما دلیل مل گئی، اس اعتبار سے کہ اگر اس کے سامنے اپنی رائے کے خلاف رائے اس سے قوی تر دلیل سے ظاہر ہو جائے تو اس کی طرف رجوع کر لے گا، اجتہاد میں غلطی کرنے والے پر مواخذہ نہیں بلکہ وہ معذور و ماجر ہے<sup>(۱)</sup>۔

تاہم اختلاف سے بچنا مستحب ہے بایں معنی کہ جو شخص کسی چیز کے جواز کا قائل ہو اس کے لئے مستحب ہے کہ اس کو ترک کر دے اگر دوسرا شخص اس کو حرام سمجھتا ہو<sup>(۲)</sup>۔

اسی طرح مقلد گناہ کے ساقط ہونے میں مجتہد کے حکم میں ہے، اگر وہ اپنے امام کی جائز تقلید کرتا ہے۔

عام آدمی کے لئے مناسب ہے کہ ایسے شخص سے فتویٰ لے جس کے بارے میں اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ اہل علم و دین اور صاحب ورع ہے، اور اگر اس میں علماء کا اختلاف ہو تو اس عالم کے قول کو اختیار کرے جس کو وہ اپنے دل میں سب سے بڑا صاحب علم، سب سے زیادہ متقی، اور غالب صواب والا سمجھے، اپنی خواہش نفس سے کوئی قول اختیار نہ کرے، اس لئے کہ اس کے نتیجے میں بلا کسی دلیل کے تمام مذاہب کا تتبع کرے گا، اور کچھ حضرات نے کہا: اس

(۱) الخلو ج علی التوضیح ۲/ ۱۱۸، ۱۲۱، فتح اعلیٰ الممالک ۱/ ۶۰، المواقفات للھا طبعی ۳/ ۲۲۰، المسکو فی القواعد ۲/ ۱۳۰۔

(۲) المسکو فی القواعد ۲/ ۱۲۷، ۱۲۸۔



## بیع باطل ۶

تصرف معتبر اور شروع ہونے سے خارج ہے۔

ب فرمان نبوی ہے: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“<sup>(۱)</sup> (جو شخص ہمارے دین میں وہ بات نکالے جو اس میں نہیں، وہ قائل رد ہے)۔ بیع منہی عنہ شریعت کے حکم کے خلاف واقع ہوئی، لہذا امر رد ہوگی، گویا کہ اس کا وجود ہی نہیں ہوا۔

ج۔ ممانعت کے ذریعہ فساد پر استدلال کرنے پر اسلاف امت کا اجماع ہے<sup>(۲)</sup>، چنانچہ انہوں نے ربا کے فساد کو اس فرمان باری سے سمجھا: ”وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا“<sup>(۳)</sup> (اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اسے چھوڑ دو)۔ نیز اس فرمان نبوی سے: ”لا تبیعوا الذهب بالذهب إلا مثلاً بمثل“<sup>(۴)</sup> (سونا، سونے سے نہ بیچو مگر برابر برابر)، نیز اس فرمان نبوی سے: ”نہی ﷺ عن بيع وشرط“<sup>(۵)</sup> (حضور ﷺ نے ایک ساتھ بیع و شرط سے منع فرمایا ہے)۔

یہ جمہور کے نزدیک ہے۔

لیکن حنفیہ کے نزدیک بطلان بیع کا سبب رکن بیع، یا شرط انعقاد میں خلل پیدا ہونا ہے، لہذا اگر رکن یا کوئی شرط انعقاد مفقود ہو تو بیع باطل ہوگی، اس کا کوئی وجود نہیں ہوگا، اس لئے کہ تصرف کا حقیقتاً کوئی وجود ہی نہیں الایہ کہ ”اہل“ کی طرف سے ”محل“ میں ہو۔ اور عقد ہر اعتبار سے بے معنی ہوگا، یا اس لئے کہ تصرف کا مقصد معدوم ہے، مثلاً مردار اور خون کی بیع، یا اس لئے کہ تصرف کی اہلیت معدوم ہے، مثلاً مجنون اور غیر عاقل بچے کی بیع۔

ربا شرائط صحت میں سے کسی شرط میں خلل پیدا ہونا تو یہ بیع کو باطل نہیں کرتا جیسا کہ جمہور کہتے ہیں، بلکہ بیع فاسد ہو جاتی ہے۔ اس مسئلہ میں حنفیہ کا استدلال یہ ہے کہ بیع فاسد شروع ہے، لہذا فی الجملہ ملکیت کا فائدہ دے گی، اصل کے لحاظ سے اس کے مشروع ہونے کی دلیل بیع کے بارے میں وارد عام اور مطلق نصوص ہیں مثلاً فرمان باری: ”وَاحْلِلْ اللَّهُ الْبَيْعَ“<sup>(۱)</sup> (حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے)، اس کے علاوہ اور دوسری عام نصوص جو اس باب میں وارد ہیں<sup>(۲)</sup>۔

یہاں قائل لحاظ امر یہ ہے کہ بعض شافعیہ بیع باطل اور بیع فاسد میں تفریق کرنے میں مذہب حنفی کے ساتھ ہیں، حالانکہ ان کے یہاں عام قواعد اس کے خلاف ہیں۔

”أَسْنَى الطَّالِبِ“ میں ہے: ”أَحْبَابُ“ نے باطل اور فاسد میں فرق کرتے ہوئے کہا: اگر خلل رکن عقد سے وابستہ ہو مثلاً بچے کی بیع تو باطل ہے، اور اگر اس کی شرط یا صفت سے وابستہ ہو تو فاسد ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) حدیث: ”من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد“ کی روایت بخاری (فتح ۳۱/۵ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۳۲۲ طبع مجلس) نے کی ہے۔  
(۲) دیکھئے صلاح الدین بن کیرکادی علائی کی کتاب: تحقیق المواد فی ان الیہی بقضی الفساد، ڈاکٹریٹ کا مقالہ، تحقیق کردہ ڈاکٹر محمد ابراہیم سلیمی، طبع مجمع المدیۃ العربیہ دمشق۔

(۳) سورہ بقرہ ۲۷۸۔

(۴) حدیث: ”لا بیعوا الذهب بالذهب إلا مثلاً بمثل.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳۷۹/۵ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۳۰۸ طبع مجلس) نے کی ہے۔  
(۵) جمع الجوامع ۱/۱۰۵، روضۃ الناظرین ۱۳، المستصحب للقرانی ۲/۲۶۲، ۲۷۷، جامع الدرونی ۳/۵۳، بدلیۃ الجہد ۲/۱۶۷، ۱۶۹، الفروق للقرانی ۲/۸۲، ۸۳، نہایۃ المحتاج ۳/۳۹۳، المعروف فی القواعد ۳/۷، ۳۱۳، المغنی ۳/۲۹۳، ۲۵۸، منشی لا رادات ۲/۱۵۳، ۱۵۷۔

حدیث: ”نہی عن بيع وشرط.....“ کی روایت طبرانی نے ”مواوسط“ میں کی ہے جیسا کہ نصب الراية میں ہے زیلعی نے ابن قفطان کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حدیث ضعیف ہے (نصب الراية ۳/۱۸ طبع مجلس العلمی)۔

(۱) سورہ بقرہ ۲۷۵۔

(۲) البدائع ۵/۲۹۹، ۳۰۰، الریاض ۳/۶۳، التلویح علی التوضیح ۲/۱۲۳، جمع الجوامع ۱/۱۰۵، ۱۰۷۔

(۳) أسنى الطالب شرح روض الطالب مع حاشیہ الرلی ۲/۱۷۱۔



## بیع باطل ۷-۹

جس بیع کے باطل ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے اس کے بارے میں یہ حکم فقہاء کے یہاں بالاتفاق ہے، رہی مختلف فیہ بیع مثلاً بیع فضولی، تو اگر حاکم اس کی صحت کا فیصلہ کر دے تو قضاء عقد صحیح ہے، حتیٰ کہ ان لوگوں کے نزدیک بھی جو اس کے باطل ہونے کے قائل ہیں، یعنی شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں ان کے اصح قول کے مطابق، اس لئے کہ حاکم کا حکم اختلاف کو اٹھا دیتا ہے، لیکن حنابلہ کے یہاں اصح کے مقابل قول یہ ہے کہ اس میں ”اجازت“ کا دخل ہے (۱)۔

اگر بیع باطل کا قیوع ہو جائے تو صورتاً اس کے وجود سے بعض احکام متعلق ہیں، جن کی تشریح یہ ہے:

الف- تراو (باہمی واپسی):

۹- اگر بیع باطل کا قیوع ہو جائے اور طرفین میں سے کوئی کچھ سپرد کر دے تو اس کو واپس کرنا واجب ہے، اس لئے کہ بیع باطل میں قبضہ سے ملکیت حاصل نہیں ہوتی ہے۔ اور طرفین میں سے ہر ایک پر واجب ہے کہ جو اس نے لیا ہے اگر باقی ہو تو اس کو واپس کر دے۔ یہ حکم بالاتفاق ہے (۲)۔

ابن رشد کہتے ہیں: علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر بیوع فاسدہ کا قیوع ہو جائے، اور وہ فوت نہ ہوئی ہوں (یعنی بیع اور ثمن دونوں موجود ہوں) تو ان کا حکم رد کرنا ہے یعنی بائع ثمن لوٹا دے

(۱) ابن عابدین ۳۷۷، مخ الجلیل ۲/۵۷۲، کشاف القناع ۳/۵۷۷، نہایت

الکناج ۳/۸۹۳، ۳۹۰، قلیوبی و عمیرہ ۲/۶۰، حاشیہ الدسوقی ۳/۷۱۔

(۲) البدائع ۵/۳۰۵، ابن عابدین ۳۷۷، الدسوقی ۳/۷۱، القوانين

العمیہ ۲/۱۷۲، ۱۷۳، نہایت الکناج ۳/۳۶۳، ۳۳۵، کشاف القناع

۳/۵۷۰، المغنی ۳/۲۵۲، ۲۵۳۔

۷- حنفیہ اور جمہور کے مذہب کے درمیان اس تفریق کے باوجود کچھ باطل بیوع ایسی ہیں جن کے بطلان پر مذاہب اربعہ میں اتفاق ہے، جیسے کہ وہ بیع جس کے رکن یا شرائط انعقاد میں سے کسی شرط میں خلل پیدا ہو جائے مثلاً مردار، خون، ”ماتح“ اور ”مضامین“ کی بیع، یہ بالاتفاق باطل بیوع ہیں۔

کچھ بیوع ایسی ہیں جن کے بطلان میں مذاہب کا اختلاف ہے، اور وہ ہر ایسی بیع ہے جس میں خلل اوپر ذکر کردہ خلل کے علاوہ سے ہو۔

مثلاً بیع فضولی صحیح ہے، لیکن حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اجازت پر موقوف ہوگی، جبکہ شافعیہ کے یہاں اصح قول اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ باطل ہے۔ اذان جمعہ کے وقت بیع حنابلہ کے نزدیک باطل ہے، اور یہی بات بیع تعاطی، اس کتے کی بیع جسے رکھنے کی اجازت ہے اور بیع نجش وغیرہ کے بارے میں کہی جاسکتی ہے۔

اس طرح کی بیوع پر باطل ہونے یا باطل نہ ہونے کا حکم لگانے میں اختلاف کا سبب دلیل میں اختلاف ہے (۱)۔

## بیع باطل سے متعلق احکام:

۸- بیع باطل پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا، بس صورتاً اس کا وجود ہے۔ کوئی اور وجود نہیں، وہ بنیادی طور پر ختم ہے، اس کو ختم کرنے کے لئے قاضی و حاکم کے فیصلہ کی ضرورت نہیں (۲)۔

اس میں اجازت کا دخل نہیں ہے، کیونکہ وہ معدوم ہے، اور اجازت معدوم سے متعلق نہیں ہوتی ہے۔

(۱) الفروق للقرافی ۲/۸۲، ۸۳ (فرقہ ۷۰)، مخ الجلیل ۲/۵۵۰، بدایۃ المجتہد ۲/۱۹۳، ۱۶۷۔

(۲) البدائع ۵/۳۰۵، ابن عابدین ۳۷۷، حاشیہ الدسوقی ۳/۵۳، منشی لارادات ۲/۱۹۰۔

## بیع باطل ۱۰-۱۱

### ج-ضمان:

۱۱- اگر بیع خریدار کے قبضہ میں تلف ہو جائے تو حنفیہ کے یہاں ”قول صحیح“ اور شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ کہ اس پر اس کا ضمان مثلی میں مثل کے ذریعہ اور ذوات التیم میں قیمت کے ذریعہ لازم ہے۔ شافعیہ کے نزدیک ذوات التیم میں قبضہ کے وقت سے تلف کے وقت تک کی اعلیٰ قیمت لگائی جائے گی۔ ایک قول یہ ہے کہ تلف کے دن کی اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا، ایک اور قول یہ ہے کہ قبضہ کے دن کی اس کی قیمت کا اعتبار ہے۔

حنابلہ کے نزدیک جس شہر میں قبضہ ہوا ہے اس میں تلف کے دن کی قیمت معتبر ہے: ”قاضی“ اسی کے قائل ہیں، اور امام احمد نے غصب کے بارے میں اسی کی صراحت کی ہے، نیز اس لئے کہ اس کا قبضہ مالک کی اجازت سے ہے، لہذا یہ عاریت کے مشابہ ہو گیا، اور خرقی نے غصب کے بارے میں لکھا ہے: اس پر اس کی زیادہ سے زیادہ قیمت لازم ہے، لہذا یہاں بھی اسی طرح سے اس کی تخریج ہوگی، اور یہی اولیٰ ہے، اس لئے کہ ”عین“ اپنے مالک کی ملکیت میں زیادتی کی حالت میں تھی، اور اسی پر اس کی زیادتی کے ساتھ اس کے نقص کا ضمان ہے تو تلف کی حالت میں بھی یہی حکم ہوگا۔

مالکیہ کے یہاں اس سلسلہ میں تفصیل ہے، وہ کہتے ہیں: اگر بیع خریدار کے ہاتھ میں فوت ہو جائے تو مختلف فیہ بیع فاسد (کوکہ اختلاف مذہب مالکی سے باہر کا ہو) اس ضمن کے ساتھ مانڈ ہو جائے گی جس پر بیع ہوئی ہے۔ اور اگر مختلف فیہ نہ ہو بلکہ بالاتفاق فاسد ہو تو خریدار قبضہ کے وقت کی اس کی قیمت کا ضامن ہوگا اگر ذوات التیم میں سے ہو، اور ”مثلی“ کے مثل کا ضامن ہوگا اگر کیل یا وزن سے فروخت ہو، اور اس کے کیل یا وزن کا علم ہو، اور اس کا وجود محال نہ ہو، ورنہ اس کے خلاف واپسی کا فیصلہ ہونے کے دن اس کی

اور خریدار بیع لوٹا دے (۱)۔

بیع کی واپسی اس کے متصل و منفصل اضافہ کے ساتھ، اور مشتری کے قبضہ میں باقی رہنے کی مدت کی اجرت مثل کے ساتھ ہوگی، اور اگر اس میں نقص پیدا ہو گیا ہو تو اس کا ضمان دے گا، اس لئے کہ اس کا ضمان اس پر واجب ہے تو اس کے اجزاء کا ضمان بھی واجب ہوگا۔ اس کی صراحت شافعیہ اور حنابلہ نے کی ہے، مذہب حنفی کے قواعد سے بھی یہی سمجھ میں آتا ہے۔

جبکہ مالکیہ کے نزدیک اصل بیع میں اگر کوئی زیادتی یا نقص پیدا ہو جائے تو اسے بیع کا فوت ہونا قرار دے کر اس میں حق ضمان کی طرف منتقل ہو جائے گا (۲) (یعنی بیع واپس کرنے کے بجائے ضمان دے گا)۔

### ب-بیع میں تصرف:

۱۰- اگر بیع باطل کے بیع میں خریدار نے تصرف کرتے ہوئے بیع یا ہبہ وغیرہ کر دیا تو اس کا تصرف مانڈ نہ ہوگا، اس لئے کہ وہ اس کا مالک نہیں، لہذا وہ دوسرے کی ملکیت میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنے والا ہو گیا، اور اس کے تصرفات غاصب کے تصرفات کی طرح ہوں گے۔ اور اسی وجہ سے یہ تصرف واپس کرنے سے مانع نہیں، کیونکہ وہ مانڈ ہی نہیں۔ یہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے۔ جبکہ مالکیہ کے نزدیک بیع میں تصرف فوت کرنے والا مانڈ جاتا ہے، اور اس میں حق ضمان کی طرف منتقل ہو جائے گا (۳)۔

(۱) بدلیۃ الجہد ۲/۱۹۳ طبع عیسیٰ الجعلی۔

(۲) روہۃ الطالبین ۳/۴۰۸، حاشیہ الجعلی علی شرح المنہج ۳/۸۳، المغنی

۳/۲۵۳، القوانین الفقہیہ ۲/۷۲، بدلیۃ الجہد ۲/۱۹۳۔

(۳) الفتاویٰ الخانیۃ بھاشا الہندیہ ۲/۱۳۳، الدرر النوری ۳/۷۱، ۷۲، حاشیہ الجعلی

علی المنہج ۳/۸۳، ۸۵، المغنی ۲/۲۵۵۔

## بیع باطل ۱۲

قیمت کا ضمان ہوگا (۱)۔

جب عقد بعض میں باطل ہے تو سارے میں باطل ہوگا، اس لئے کہ ایک ہی معاملہ میں کئی حصے نہیں ہو سکتے، یا اس وجہ سے کہ حرام و حلال کے اجتماع کے وقت حرام غالب ہوتا ہے یا شمن کے مجہول ہونے کی وجہ سے۔

شافعیہ کا قول ”ظہر“، امام احمد سے دوسری روایت اور مالکیہ میں سے ابن قسار کا قول ہے کہ ایک ہی معاملہ میں کئی حصے ہونا جائز ہے، لہذا جائز میں بیع صحیح اور ناجائز میں باطل ہوگی، اس لئے کہ ایک کے باطل ہونے کی وجہ سے سارے میں عقد کو باطل کرنا، ایک کے صحیح ہونے کی وجہ سے سارے کو صحیح قرار دینے سے اولیٰ نہیں، لہذا وہ دونوں اپنے اپنے حکم پر باقی رہیں گے، اور جائز میں بیع صحیح، اور ناجائز میں باطل ہوگی۔

امام ابو یوسف اور امام محمد نے کہا: اگر ابتداء میں ہر شق کے لئے، شمن سے اس کا حصہ معین کر دے تو اس صورت میں اس معاملہ کو دو مستقل معاملہ مانا جائے گا، اور ان میں تجزی (حصہ ہونا) جائز ہے، ایک معاملہ صحیح اور دوسرے باطل ہوگا۔

یہ تفریق معاملہ کی ایک صورت ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ایک شق میں عقد صحیح اور دوسری شق میں موقوف ہو مثلاً اپنے اور دوسرے کے گھر کو ایک ہی معاملہ میں فروخت کرنا، بیع ان دونوں میں صحیح ہے، اس کے مملوک گھر میں بیع لازم ہوگی اور دوسرے کے مملوک گھر میں لزوم بیع اس کی اجازت پر موقوف ہوگا۔ یہ مالکیہ اور امام زفر کے علاوہ دوسرے ائمہ حنفیہ کے نزدیک ہے، اور یہ حنفیہ کے نزدیک اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ ”ابتداء کسی حصہ کی بیع جائز نہیں ہوتی ہے، مگر انتہاء جائز ہو جاتی ہے“۔

امام زفر کے نزدیک سب باطل ہے، اس لئے کہ عقد مجموعہ پر واقع ہے، اور مجموعہ میں تجزی نہیں ہوتی۔

حنفیہ کی ایک رائے اور ہے، وہ کہتے ہیں: بیع خریدار کے پاس امانت ہے، اور وہ تعدی (زیادتی) یا حفاظت میں کوئی کئے بغیر ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ یہ ایسا مال ہے جس پر اس نے اس کے مالک کی اجازت سے ایسے عقد میں قبضہ کیا ہے جو صورتاً موجود ہے، حقیقتاً نہیں۔ پس عقد معدوم کی طرح ہو گیا اور قبضہ کے لئے اس کی اجازت باقی رہ گئی (۲)۔

## د- بیع باطل کی تجزی:

۱۲- بیع باطل کی تجزی سے مراد یہ ہے کہ بیع کے ایک ہی معاملہ میں جائز اور ناجائز چیزیں داخل ہوں، تو بیع ایک شق میں صحیح اور دوسری شق میں باطل ہوگی، اور فقہی قاعدہ ہے کہ اگر حلال و حرام جمع ہوں تو حرام غالب ہوگا۔ فقہاء نے اس قاعدہ کے تحت ”تفریق صنفہ“ کو داخل کیا ہے جو یہ ہے کہ ایک عقد میں جائز اور ناجائز چیزوں کو جمع کر دیا جائے۔

عقد بیع اگر ایک شق میں صحیح اور دوسری شق میں باطل ہو مثلاً شیرہ اور شراب کو جمع کرنا یا ذبیحہ اور مردار کو جمع کرنا، اور اس کو ایک ہی معاملہ میں بیچا گیا ہو تو سارا معاملہ باطل ہے۔ یہ حنفیہ اور مالکیہ (بہ استثناء ابن قسار) کا مسلک اور شافعیہ کے یہاں ایک قول ہے (اسنوی نے ”کتاب الہمات“ میں دعویٰ کیا ہے کہ یہی مذہب ہے) اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ

(۱) ابن عابدین ۱۰۵/۳، البدائع ۳۰۵/۵، الدسوقی ۳۸۱/۱، منہج الجلیل ۲/۵۷۷، ۵۷۸، روضۃ الطالبین ۳۰۸/۲، حاشیہ الجمل علی المنہج ۳۳/۸۳، اشباہ السیوطی ۳/۳۷۳، کشاف القناع ۳/۱۹۷، ۱۹۸، المغنی ۳/۲۵۳۔  
(۲) البدائع ۳۰۵/۵، ابن عابدین ۱۰۵/۳، درر النکاح ۲/دفعہ (۳۷۰)، ۳۳۳/۱۔



## بیع باطل ۱۳ - ۱۴

اسی وجہ سے گیسوں میں آٹے کی، زیتون کے پھل میں اس کے تیل کی، تھن میں دودھ کی، تربوزے میں بیج کی اور کھجور میں گٹھلی کی بیع ناجائز ہے، اس لئے کہ وہ معدوم ہے، حتیٰ کہ اگر بائع خریدار کو دودھ یا آٹا یا عصیر (شیرہ) سپرد کر دے تو بھی بیع صحیح نہ ہو سکے گی، اس لئے کہ عقد کے وقت معقود علیہ معدوم ہے، اور اس کے بغیر عقد کا انعقاد متصور نہیں، لہذا وہ منعقد ہی نہیں ہوگی، اس لئے نفاذ کا احتمال نہیں رکھے گی<sup>(۱)</sup>۔

۱۴ - جمہور کے نزدیک جو بیع فاسد اور باطل میں فرق نہیں کرتے بیع باطل مفسد کے ہٹا دینے سے صحیح نہیں ہو جائے گی، چنانچہ شافعیہ کی کتابوں میں ہے: اگر عاقدین مفسد عقد کو حذف کر دیں، کو مجلس خیاری میں، تو بھی عقد صحیح نہ ہوگا، اس لئے کہ فاسد کا کوئی اعتبار ہی نہیں<sup>(۲)</sup>۔

ابن قدامہ کی ”المغنی“ میں ہے: اگر اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ اس کو قرض دے یا خریدار نے یہ شرط بائع پر لگائی تو یہ حرام ہے اور بیع باطل ہے، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربح مالہم یضمن، ولا بیع مالہم عندک“<sup>(۳)</sup> (ایک ساتھ قرض اور بیع حلال نہیں ہے، ایک بیع میں دو شرطیں حلال نہیں ہیں، اس چیز کا نفع حلال نہیں ہے جو اپنے ضمان

(۱) ابن ماجہ بن ۳۸۱۰، ۱۱۳، الترغیب ۳۷۲، ۵۰، فتح القدیر ۶/۲۵۲، طبع کردہ دار احیاء التراث، البدائع ۵/۳۹۔

(۲) نہایت المحتاج ۳۳۳، ۳۳۵، روضۃ الطالبین ۳۱۰، مغنی المحتاج ۲/۴۰، حاشیۃ الجمل ۳/۸۵، ۸۴۔

(۳) حدیث: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربح مالہم یضمن، ولا بیع مالہم عندک“ کی روایت ابو داؤد (۳/۶۹۳) طبع عزت عبید دھاس، ترمذی (۳/۵۳۵) طبع المحلی (اور حاکم (۲/۱۷) طبع المعارف ایشانیہ) نے کی ہے حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک پہلی صورت میں پایا جانے والا سابقہ اختلاف اس میں بھی جاری ہوگا، اس لئے کہ عقد موقوف ان کے نزدیک دراصل باطل ہے۔

تیسری صورت جس کو ابن قدامہ نے ذکر کیا، یہ ہے کہ معلوم و مجہول کو ایک ساتھ فروخت کرے مثلاً کہے: میں نے تمہارے ہاتھ ایک ہزار میں یہ گھوڑیاں اور ان دوسری گھوڑیوں کے پیٹ میں جو بچے ہیں انہیں فروخت کیا، یہ بیع بہر حال باطل ہے۔ ابن قدامہ نے کہا<sup>(۱)</sup>، میرے علم کے مطابق اس کے باطل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

## ۱۵ - بیع باطل کی تصحیح:

۱۳ - بیع باطل کی تصحیح کی دو ممکن صورتیں ہیں،

اول: اگر مبادلہ عقد ختم ہو جائے تو کیا بیع صحیح ہو جائے گی؟  
دوم: اگر عقد باطل کا صیغہ کسی دوسرے عقد صحیح کے معنی تک پہنچائے تو کیا یہ بیع باطل دوسرے عقد صحیح میں بدل جائے گی؟  
اس کی توضیح حسب ذیل ہے:

پہلی صورت: حنفیہ بیع باطل اور بیع فاسد میں فرق کرتے ہیں، لہذا ان کے نزدیک بیع فاسد کی تصحیح مفسد کے اٹھ جانے سے ہو جائے گی، البتہ بیع باطل کی نہیں، حنفیہ اس کی تعلیل یہ بیان کرتے ہیں کہ فاسد میں مفسد کے اٹھ جانے سے بیع لوٹ کر صحیح ہو جائے گی، اس لئے کہ بیع فساد کے ساتھ قائم ہے، اور بطلان کے ساتھ صفت بطلان کی وجہ سے وہ قائم نہ تھی، بلکہ معدوم تھی۔

(۱) الاشیاء لابن قیم ۱۱۳، ۱۱۴، البدائع ۵/۳۵، ابن ماجہ بن ۳۸۱۰، الاقویار ۲/۲۳، جوہر الإطلیل ۶/۲، القوائین المفہمہ ۲/۷۲، الدرر النوری ۲/۲۶۶، الاشیاء للسیوطی ۲/۱۲۰، ۱۲۲، البحر فی القواعد ۱/۳۸۲، نہایت المحتاج ۳/۶۱، روضۃ الطالبین ۳/۲۰، المغنی ۲/۶۱، ۲۶۲۔



## بیع باطل ۱۵

کہ ان کے ساتھ بیع صحیح نہیں، کوکہ شرط کو حذف کر دیا جائے، وہ شرائط یہ ہیں:

(۱) جس نے کوئی سامان ادھار قیمت میں اس شرط کے ساتھ خرید اکا اگر وہ مرگیا تو قیمت اس پر صدقہ ہے۔ تو اس بیع کو فسخ کر دیا جائے گا، کوکہ اس شرط کو ساقط کر دے، اس لئے کہ یہ ”غرر“ ہے، اسی طرح اگر یہ شرط ہو کہ اگر وہ مرگیا تو بائع اس کے ورثاء سے قیمت کا مطالبہ نہیں کرے گا۔

(۲) شرط ثنیا (بیع الوفاء) شرط (بیع کو فاسد کر دیتی ہے اگرچہ شرط کو ساقط کر دیا جائے، مشہور یہی ہے) (۱)۔

(۳) بیع خیار میں نقد کی شرط۔ ابن حابط نے کہا: اگر نقد کی شرط کو ساقط کر دے تو بھی صحیح نہیں ہے۔

رعی وہ شرط جس کے نتیجے میں شروط صحت میں سے کسی شرط میں خلل پیدا ہو تو وہ موجب فسخ ہے، عاقدین کے لئے اس عقد کو جاری رکھنا جائز نہیں ہے (۲)۔

۱۵ - مذکورہ مسائل میں حکم کا مدار فقہاء کے یہاں، جیسا کہ ابن رشد نے کہا، یہ ہے کہ اگر بیع میں فساد شرط کی وجہ سے پیدا ہو تو کیا شرط کے اٹھ جانے سے فساد اٹھ جاتا ہے یا نہیں؟ جیسا کہ وہ فساد نہیں اٹھتا جو حلال بیع میں حرام لعینہ کے جوڑ دینے کی وجہ سے لاحق ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص ایک گھوڑا سو دینار اور ایک مٹکے شراب میں فروخت کرے، اور جب عقد بیع کر لے تو کہے کہ میں ایک مٹکے شراب کو چھوڑتا ہوں، یہ بیع علماء کے یہاں باجماع فسخ شدہ ہے۔

یہ بھی ایک دوسرے اصل پر مبنی ہے، وہ یہ ہے کہ یہ فساد حکمی (تعبدی) ہے یا عقلی؟ اگر ہم اسے حکمی کہیں، تو شرط کے اٹھ جانے

میں نہ ہو، اس چیز کی بیع حلال نہیں ہے جو تمہارے پاس نہ ہو)۔

نیز اس لئے کہ اس نے ایک عقد میں دوسرے عقد کی شرط لگائی، لہذا فاسد ہوگا، جیسا کہ ایک بیع میں دو بیع، نیز اس لئے کہ اگر قرض کی شرط لگائے گا تو اس کی وجہ سے ثمن میں اضافہ کرے گا، اس طرح ثمن میں ہونے والا اضافہ قرض کا عوض اور اس کا نفع ہوگا، اور یہ سود ہے جو حرام ہے، اس لئے فاسد ہوگا، جیسا کہ اگر اس کی صراحت کر دیتا، نیز اس لئے کہ یہ بیع فاسد ہے لہذا وہ صحیح نہیں ہو جائے گی جیسا کہ اگر ایک درہم میں دو درہم کفر و خست کرے، پھر ایک درہم کو ترک کر دے (۱)۔

”شرح منہجی الارادات“ میں ہے: جس نے ضمان درک کی شرط کے ساتھ فروخت کیا، اور درک سے زید کا استثناء کیا، اس کے لئے اس کی بیع صحیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ ضمان درک سے زید کا استثناء کرنا بتاتا ہے کہ بیع میں اس کا حق ہے، اس لئے کہ اس نے اس کی بیع کی اجازت نہیں دی، لہذا وہ باطل ہوگی، پھر اگر وہ زید کو بھی ضمان درک میں شامل کر لے تو بیع صحیح نہیں ہو جائے گی، اس لئے کہ فاسد صحیح نہیں ہو جاتا (۲)۔

مالکیہ کے نزدیک اصل یہ ہے کہ ہر ایسی شرط جو مقتضائے عقد کے مخالف ہو مثلاً بیع الثنیا (بیع الوفاء) اور وہ یہ ہے کہ سامان اس شرط پر خریدے کہ بائع جب ثمن لوٹا دے گا تو سامان اس کا ہو جائے گا) اسی طرح ہر ایسی شرط جو مقدار ثمن میں مخل ہو جیسے بیع اور قرض کی شرط، تو اس سے عقد فاسد ہوگا۔

لیکن اگر قرض کی شرط کو حذف کر دیا جائے تو بیع صحیح ہو جائے گی، اسی طرح ہر وہ شرط جو مقصود کے مخالف ہو، البتہ بعض شرائط ایسی ہیں

(۱) منہج الجلیل ۲/ ۵۷۰، ۵۷۱، نیز دیکھئے الموافقات للشاطبی ۱/ ۲۹۵، ۲۹۶۔

(۲) منہج الجلیل ۲/ ۵۷۲۔

(۱) المغنی ۳/ ۲۵۹، ۲۶۰ طبع المریض۔

(۲) شرح منہجی الارادات ۲/ ۲۵۰۔

## بیع باطل ۱۶

الفاظ و مہمانی کا نہیں، اور اسی وجہ سے بیع الوفاء میں رہن کا حکم جاری ہوتا ہے (۱)۔

مذہب مالک میں ہے: جس نے زمین جائیداد یا کوئی اور چیز فروخت کی اور خریدار پر یہ شرط لگائی کہ اس کو فروخت نہیں کرے گا، اور بیہ نہیں کرے گا یہاں تک کہ اس کو دشمن دے دے تو اس میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ یہ رہن کے درجہ میں ہے، اگر دشمن کا دینا مقررہ مدت پر ہو (۲)۔

اسی طرح بیع باطل کے دوسرے صحیح عقد میں بدل جانے کا حکم اس قاعدہ کے ضمن میں جاری ہے جس کا ذکر پہلے آیا۔



سے فساد نہیں اٹھے گا، اور اگر عقلی کہیں تو شرط کے اٹھ جانے سے فساد اٹھ جائے گا۔

امام مالک اس کو ”عقلی“ سمجھتے ہیں، اور جمہور اس کو غیر عقلی سمجھتے ہیں۔

ربا اور غروالے بیوع میں پایا جانے والا فساد اکثر حکمی ہوتا ہے، اسی وجہ سے ان کے نزدیک اس کا بالکل انعقاد نہیں ہوتا، کوک بیع کے بعد ربا کو ترک کر دے یا ”غرر“ ختم ہو جائے (۱)۔

۱۶۔ دوسری صورت یعنی بیع باطل کا کسی دوسرے صحیح عقد میں بدل جانا تو اس کی بنیاد اس قاعدہ میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ اعتبار عقود کے صیغوں کا ہے یا ان کے معانی کا؟

سیوطی کہتے ہیں: عقود کے صیغوں کا اعتبار ہے یا ان کے معانی کا؟ یہ اختلافی مسئلہ ہے فروغ میں ترجیح مختلف ہے مثلاً:

اگر معنی کو بائع کے ہاتھ اس پر قبضہ سے پہلے دشمن اول کے مثل میں فروخت کر دے تو یہ لفظ بیع کے ذریعہ اقالہ ہے۔ سبکی نے اس کی تخریج قاعدہ مذکورہ پر کی ہے، تخریج قاضی حسین کی ہے، انہوں نے کہا: اگر ہم لفظ کا اعتبار کریں تو صحیح نہ ہوگا اور اگر معنی کا اعتبار کریں تو اقالہ ہے (۲)۔ اور یہ بیع فاسد ہے، اس لئے کہ یہ قبضہ سے پہلے بیع پر واقع ہے، لیکن وہ اس کے باوجود اقالہ صحیح میں بدل جائے گا، اس لئے کہ عقد میں اقالہ کے تمام عناصر موجود ہیں۔

ابن نجیم کی ”الاشباہ“ میں ہے: اعتبار معنی کا ہے، الفاظ کا نہیں، علماء نے کئی جگہوں پر اس کی صراحت کی ہے (۳)۔

”درر الحکام“ میں ہے: عقود میں اعتبار مقاصد و معانی کا ہے،

(۱) بدایۃ المجتہد ۲/۱۶۳ طبع عینی لکھنؤ۔

(۲) الاشباہ والمسببات ۱۸۳، ۱۸۵۔

(۳) الاشباہ لابن نجیم ۲۰۷۔

(۱) درر الحکام شرح مجاہد لا حکام دفعہ (۳) ۱۸، ۱۹۔

(۲) منہج الجلیل ۲/۵۶۸۔

## بیع التلجہ ۱-۲

اصطلاح میں اس کا معنی الجاء کے معنی کی طرف لوٹنا ہے، اور وہ اکراہ نام یا اکراہ ملجئی ہے۔ اور اس کا معنی جیسا کہ ”حاشیہ ابن عابدین“ سے سمجھ میں آتا ہے، یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو جان یا عضو کے تلف کرنے یا سخت مار کی دھمکی دے، اگر وہ اس کا مطلوب فعل انجام نہ دے<sup>(۱)</sup>۔

## بیع التلجہ

تعریف:

۱۔ بعض حنفیہ نے بیع التلجہ کی تعریف یہ کی ہے: ایسا عقد جس کو کوئی شخص کسی امر کی مجبوری کی وجہ سے انجام دے، اس طرح وہ اس پر مجبور کی طرح ہو جاتا ہے<sup>(۱)</sup>۔

صاحب ”الانصاف“ نے اس کی تعریف یہ کی ہے: بائع اور مشتری ایسی بیع کا اظہار کریں جس کو وہ دل سے نہیں چاہیں، بلکہ ظالم وغیرہ کے خوف سے اس کوٹا لے کے لئے کریں<sup>(۲)</sup>۔

شافعیہ نے اس کو ”بیع امانت“ کہا ہے<sup>(۳)</sup>۔ اس کی صورت جیسا کہ نووی نے ”المجموع“ میں لکھا ہے، یہ ہے کہ بائع اور مشتری عقد کے اظہار پر اتفاق کر لیں، ظالم وغیرہ کے خوف کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے۔ اور وہ دونوں اس بات پر اتفاق کر لیں کہ جب وہ دونوں بیع کا اظہار کریں گے تو وہ بیع نہ ہوگی، پھر بیع کی جائے<sup>(۴)</sup>۔

ربا تلجہ جس کی طرف اس بیع کی اضافت کی گئی ہے تو وہ لغت میں اکراہ اور اضطرار کے معنی میں آتا ہے<sup>(۵)</sup>۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳ طبع المکتبۃ الاسلامیہ، بدائع الصنائع ۱/۵۶۵ طبع الجمالیہ۔

(۲) الانصاف ۳/۲۶۵ طبع التراث۔

(۳) آسنی الطالب ۲/۱۱ طبع المکتبۃ الاسلامیہ۔

(۴) المجموع ۳/۳۳۳۔

(۵) القاموس المحیط، الصحاح، المعجم المبرم مادة ”تلجہ“۔

متعلقہ الفاظ:

الف۔ بیع الوفاء:

۲۔ اس کی صورت یہ ہے کہ کسی ”عین“ کو ایک ہزار میں اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ جب اس کو ختم لوٹائے گا تو وہ اس کو عین واپس کر دے گا<sup>(۲)</sup>۔ بیع التلجہ اور بیع الوفاء حقیقت بیع کا ارادہ نہ ہونے میں متفق ہیں، اور ان میں باہمی اختلاف یہ ہے کہ بیع الوفاء رہن یا بیع اور شرط ظاہر کی طرف لوٹی ہے، جبکہ بیع التلجہ میں عدم ارادہ بیع پر اتفاق بائع و مشتری کے درمیان مضمحل ہوتا ہے، اور کوئی بیع ہوتی ہی نہیں ہے۔

علاوہ ازیں بیع التلجہ اور بیع الوفاء کے درمیان فرق یہ ہے کہ بیع التلجہ میں متعاقبین ظالم وغیرہ کے خوف یا کسی اور وجہ سے اظہار بیع پر متفق ہوتے ہیں، نیز اس بات پر بھی اتفاق ہوتا ہے کہ جب وہ دونوں اس کا اظہار کریں گے تو وہ بیع نہ ہوگی، جبکہ بیع الوفاء میں وہ دونوں اس بات پر متفق ہوتے ہیں کہ ان میں سے ایک دوسرے کے ہاتھ ”عین“ کو متعین قیمت میں فروخت کرے گا، اسی طرح وہ دونوں

(۱) ابن عابدین ۸۰/۵، طبع المصریہ کشف الاسرار عن اصول فقہ الاسلام ابو دوی ۳/۵۷۷ طبع دار الکتاب العربی۔

(۲) حاشیہ ابن عابدین علی الدر المختار ۳/۶۱۳ طبع المصریہ الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳ طبع المکتبۃ الاسلامیہ، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ۳/۱۳۳، ۱۳۴ طبع دار المعرفۃ۔



### بیع التلجہ ۳-۵

سے اس کا معنی موضوعہ مراد لیا جائے (۱)۔

بیع التلجہ اور بیع ہازل کے درمیان فرق یہ ہے کہ بیع التلجہ کا سبب وباعث کو کہ غالباً اکراہ ہوتا ہے، تاہم وہ اپنی حقیقت کے لحاظ سے بیع ہازل ہی ہے، اس لئے کہ بیع التلجہ میں بائع صیغہ بیع کا تلفظ کرتا ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ بیع کو مراد نہیں لیتا، اور اسی وجہ سے صاحب ”البدائع“ نے لکھا ہے کہ وہ بیع ہازل کے مشابہ ہے (۲)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ ہزل اختیار حکم اور اس پر رضامندی کے منافی ہے، لیکن وہ، مباشرت (انجام دینے) اور اس کے اختیار کرنے پر رضامندی کے منافی نہیں، لہذا یہ بیع میں اختیار شرط کے حکم میں ہو گیا (۳)۔

#### بیع کے علاوہ میں تلجہ:

۵- نکاح میں تلجہ ہوتا ہے جیسا کہ اگر کسی صاحب قہر و غلبہ نے دوسرے کے پاس اس کی کسی بیٹی کے لئے پیغام نکاح بھیجا، تو لڑکی والے نے اس کا نکاح کر دیا، اور استرعاء کے گواہوں کو خفیہ طریقہ پر گواہ بنادیا کہ میں اس کے خوف سے ایسا کر رہا ہوں۔ اور وہ شخص ایسا ہے کہ اس سے دشمنی کرنا اندیشہ کا باعث ہے، اور یہ کہ اگر وہ چاہے گا تو لڑکی کو بلا نکاح اپنے لئے لے گا، اس لئے اس کے ساتھ اس نے نکاح کر دیا، تو یہ نکاح ہمیشہ کے لئے فسخ رہے گا۔

تلجہ تحیس (وقف)، طلاق، بیہ اور دوسرے تطوعات میں بھی جاری ہوتا ہے (۴)۔

اس بات پر بھی متفق ہوتے ہیں کہ جب بائع ثمن حاضر کر دے گا تو وہ بیع واپس لے لے گا، چنانچہ بیع الوفاء حقیقت میں بہ لفظ بیع رہن ہے یا بہ لفظ بیع ایک مدت کے لئے قرض ہے، اس لئے اس میں تلجہ کی شرط لگانا اس کو فاسد کر دے گا (۱)۔

#### ب- بیع مکروہ:

۳- بیع مکروہ سے مراد بائع کو اس کی رضامندی کے بغیر بیع پر آمادہ کرنا ہے، کیونکہ اکراہ لغت میں انسان کو کسی ناپسندیدہ چیز پر مجبور کرنے کے معنی میں ہے، اور شرع میں ایسا فعل جو مکروہ کی طرف سے وجود میں آئے، اور محل میں کوئی ایسی وجہ پیدا ہو جائے جس کے سبب وہ اس فعل کے انجام دینے پر مجبور ہو جائے جو اس سے مطلوب ہے (۲)۔

بیع التلجہ، اور بیع مکروہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ بیع التلجہ صرف ظاہر میں بیع ہے، حقیقت میں نہیں، جبکہ بیع مکروہ بیع حقیقی ہے، لہذا اس کے حکم کے بارے میں اختلاف ہے کہ فاسد ہوگی یا موقوف۔

#### بیع ہازل:

۴- بیع میں ہازل وہ شخص ہے جو بیع کی بات کرے، لیکن حقیقت بیع کا ارادہ نہ ہو۔

ہزل: یہ ہے کہ لفظ سے اس کا معنی مراد نہ لیا جائے، نہ حقیقی، نہ مجازی۔ اور ہزل، جد کی ضد ہے، اور ”جد“ یہ ہے کہ کسی چیز

(۱) کشف الاسرار عن اصول ابیہ دوی ۳۵۷/۳، تعریفات البحر جانی۔

(۲) بدائع الصنائع ۱۷۶/۵، ۱۷۷۔

(۳) ابن عابدین ۳۳۳/۳، اصول ابیہ دوی ۳۵۷/۳۔

(۴) البصر ۲/۲۰، ۵۔

(۱) المجموع للمووی ۳۳۳/۳، ابن عابدین ۳۳۶/۳، جامع المقبولین

۳۳۳/۳، ۳۳۶/۳، کشف القناع ۱۳۹/۳، ۱۵۰۔

(۲) الدر المختار ۵/۸۰، المصباح مادۃ ”مکروہ“۔



## بیع التلجہ ۶-۷

### بیع التلجہ کی قسمیں:

۶- بیع التلجہ کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم وہ ہے جس میں تلجہ نفس بیع میں ہوتا ہے، دوسری قسم وہ ہے جس میں تلجہ ثمن میں ہوتا ہے۔ اور ان دونوں اقسام میں سے ہر ایک کی دو انواع ہیں: کیونکہ تلجہ اگر نفس بیع میں ہو، تو انشاء بیع میں ہوگا یا اتر بیع میں؟ اور اگر ثمن میں ہو تو اس کی مقدار میں ہوگا یا اس کی جنس میں؟

### قسم اول: تلجہ نفس بیع میں ہو:

اس کی دو انواع ہیں:

### نوع اول: تلجہ انشاء بیع میں ہو:

۷- وہ یہ ہے کہ خفیہ طور پر وہ دونوں کسی مجبوری کی وجہ سے اس بات پر اتفاق کر لیں کہ وہ دونوں بیع کا اظہار کریں گے، لیکن حقیقت میں ان دونوں کے درمیان بیع نہیں ہوگی۔ یہ محض ریا، اور دکھاوا ہوگا، مثلاً کسی کو سلطان سے ڈر ہو تو وہ دوسرے سے کہے: میں ظاہر کروں گا کہ میں نے تم سے اپنا گھرنہ وخت کر دیا، یہ حقیقت میں بیع نہیں ہوگی، بلکہ تلجہ ہوگا، چنانچہ انہوں نے بیع کر لی تو جواز و بطلان کے بارے میں اس میں تین اقوال ہیں:

اول: بیع باطل ہے، امام ابو حنیفہ سے ظاہر الروایہ، اور امام ابو یوسف اور امام محمد کا قول یہی ہے<sup>(۱)</sup>۔ یہی حنابلہ کے یہاں ”وجہ صحیح“ اور مشہور ہے ”تقاضی“ وغیرہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔

بہوتی نے لکھا ہے: یہ باطل ہے، یہی ایک قول ہے، کیونکہ ان دونوں نے اس پر اتفاق کیا ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) بدائع الصنائع ۱/۵۷۶۔

(۲) المقروع ۳/۳۹، کشاف القناع ۳/۱۳۹ طبع النصر، الانصاف ۳/۲۶۵ طبع التراث۔

بطلان کے قول کی وجہ یہ ہے کہ عاقدین نے الفاظ بیع کا تلفظ

حقیقت کے ارادہ سے نہیں کیا، اور یہی ہزل کی تشریح ہے، اور ”ہزل“ جواز بیع سے مانع ہے، اس لئے کہ وہ سب کو انجام دینے میں رضامندی کو ختم کر دیتا ہے، لہذا حکم کے حق میں یہ بیع منعقد نہیں ہوئی،<sup>(۱)</sup> اسی طرح دلائل حال یہ ہے کہ وہ دونوں اس طرح کی بیع میں بیع کا ارادہ نہیں رکھتے، کو کہ وہ دونوں عقد میں یہ نہ کہیں کہ ہم نے یہ بیع تلجہ کے طور پر کی ہے<sup>(۲)</sup>۔

دوم: بیع جائز ہے: امام ابو حنیفہ سے امام ابو یوسف کی روایت

یہی ہے، شافعیہ کا مذہب، اسی طرح حنابلہ کے یہاں دوسرا قول یہی ہے<sup>(۳)</sup>۔

اس قول کی وجہ یہ ہے کہ ان کے خفیہ اتفاق کا اعتبار نہیں، اعتبار

اس عقد کا ہے جس کا انہوں نے اظہار کیا ہے، نیز اس لئے کہ انہوں نے خفیہ طور پر جو شرط لگائی ہے، اس کو انہوں نے عقد میں ذکر نہیں کیا، بلکہ انہوں نے عقد صحیح کی شرطوں کے مطابق عقد کیا ہے، لہذا اسباق شرط اس میں اثر انداز نہ ہوگی، جیسا کہ اگر وہ دونوں متفق ہوں کہ بیع کے وقت دونوں کوئی فاسد شرط لگالیں گے، پھر بلا شرط بیع کریں<sup>(۴)</sup> (اس صورت میں بیع صحیح ہوگی شرط فاسد کے وعدہ کا کوئی اثر بیع پر نہ ہوگا)۔

سوم: یہی امام محمد سے مروی ہے کہ بیع جائز (غیر لازم) ہے۔ اگر

وہ دونوں ایک ساتھ جائز مقرر کر دیں تو لازم ہو جائے گی، اس لئے کہ اس بیع کو باطل قرار دینا ضرورت کی وجہ سے ہے، لہذا اگر ہم بیع کے وقت وجود شرط کا اعتبار کر لیں تو ضرورت ختم نہ ہوگی، اگر ان

(۱) بدائع الصنائع ۱/۵۷۶۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۳۹۔

(۳) بدائع الصنائع ۱/۵۷۶، المجموع ۳/۳۳۲، المقروع ۳/۳۹۔

(۴) بدائع الصنائع ۱/۵۷۶، المجموع ۳/۳۳۲۔

## بیع التلجہ ۸-۱۰

ابتداءً اگر وہ دونوں تلجہ پر متفق ہوں، پھر وہ دونوں بیع کے وقت کہیں: ہمارے درمیان جو بھی شرط تھی، باطل ہے، تو تلجہ باطل ہو جائے گا اور بیع جائز ہوگی، اس لئے کہ یہ فاسد اور زائد شرط ہے، لہذا اس وقت کرنے سے ساقط ہو جائے گی۔ اور جب ساقط ہوگئی تو عقد جائز ہو گیا<sup>(۱)</sup>۔

### نوع دوم: اقرار بیع میں تلجہ ہو:

۹- تلجہ اگر اقرار بیع میں ہو یعنی ان دونوں نے باہم اتفاق کیا ہو کہ ایسی بیع کا اقرار کریں گے جو نہیں ہوئی ہے، چنانچہ انہوں نے اس کا اقرار کر لیا، پھر ان دونوں نے اتفاق کر لیا کہ وہ بیع نہیں تھی، تو یہ بیع باطل ہے جیسا کہ صاحب ”البدائع“ نے لکھا ہے، اور ان دونوں کی اجازت سے جائز نہ ہوگی، اس لئے کہ اقرار خبر دینا ہے اور خبر دینے کی درستگی یہ ہے کہ خبر دیتے وقت مجربہ (جس کی خبر دی جارہی ہے) ثابت ہو تو اگر وہ ثابت ہو تو خبر دینا سچا ہوگا، ورنہ جھوٹا ہوگا، لہذا اجازت کا احتمال نہیں رکھے گی، اس لئے کہ اجازت موجودی کی ہوتی ہے، معدوم کی نہیں<sup>(۲)</sup>۔

### قسم دوم: وہ بیع جس میں تلجہ ثمن یا بدل میں ہو:

اس کی بھی دو انواع ہیں:

### ۱۰- نوع اول: وہ بیع جس میں تلجہ مقدار ثمن میں ہو:

اس کی مثال یہ ہے کہ وہ دونوں خفیہ طور پر اتفاق کر لیں کہ ثمن

دونوں میں سے ایک اجازت دے دے، دوسرا نہ دے تو جائز نہیں، اور اگر وہ دونوں اجازت دے دیں تو جائز ہوگی، اس لئے کہ شرط سابق یعنی باہمی خفیہ اتفاق حکم کے حق میں عقد کے انعقاد سے مانع ہے، لہذا یہ فریخت کنندہ اور خریدار کے لئے اختیار شرط کے درجہ میں ہے۔ اس لئے ان دونوں کی رضامندی ہی سے صحیح ہوگی، اور خریدار قبضہ کی وجہ سے اس کا مالک نہ ہوگا۔

بیع التلجہ میں جانبین میں سبب کے انجام دینے سے رضامندی کا اصلاً وجود ہی نہیں، لہذا حکم کے حق میں سبب کا انعقاد نہیں ہوا، اس لئے ان میں سے ایک پر موقوف ہوگا، اس طرح وہ فریخت کنندہ اور خریدار کے لئے اختیار کی شرط کے مشابہ ہے<sup>(۱)</sup>۔

۸- اس بیع کے بطلان کے قول پر یہ مسئلہ متفرع ہوتا ہے کہ اگر دونوں بیع کرنے والوں میں اختلاف ہو، ان میں سے ایک تلجہ کا دعویٰ کرے دوسرا تلجہ کا منکر ہو، اور دعویٰ کرے کہ یہ بیع خوفاً اور رضامندی سے ہوئی ہے اور تلجہ کے انکار کرنے والے کے قول کا اعتبار کیا جائے گا، اس لئے کہ ظاہر اس کی تائید کر رہا ہے، لہذا تلجہ کا دعویٰ کرنے والے کے مقابلہ میں اس منکر تلجہ کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر یہ ثمن کا مطالبہ کرے، اور اگر تلجہ کا دعویٰ کرنے والا کواد پیش کر دے تو اس کے کواد قبول ہوں گے، اس لئے کہ اس نے شرط کو ادائی کے ذریعہ ثابت کر دی، لہذا اس کا بینہ مقبول ہوگا جیسا کہ اگر بینہ سے اختیار ثابت کر دے۔

جبکہ اس بیع کے جواز کے قول پر اس دعویٰ کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، اس لئے کہ تلجہ کا دعویٰ اگرچہ سچا ہو، بیع ظاہر میں اثر انداز نہیں۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/ ۱۷۷، ۱۷۸، الاقویار ۲/ ۲۲۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/ ۱۷۷، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۶۰، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ۳/ ۳۳۸۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/ ۱۷۷، ۱۷۸، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۲۳۳، ۲۳۵، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ۳/ ۳۳۳، الاقویار ۲/ ۲۱۔

## بیج الثلجہ ۱۱

ایک ہزار ہے، پھر بظاہر دو ہزار میں بیج کریں تو اس بیج میں ظاہر کا اعتبار ہو گا یا باطن کا؟

اس مسئلہ میں فقہاء کے دو اقوال ہیں:

قول اول: اعتبار ظاہر کا ہے یعنی جس پر انہوں نے عقد کیا اور وہ اعلانیہ ثمن ہے۔

یہ امام ابو حنیفہ کا مذہب ہے جیسا کہ امام ابو یوسف نے ان سے روایت کیا ہے<sup>(۱)</sup>۔ یہی شافعیہ کا مذہب اور حنابلہ کے یہاں اظہر رائے ہے، قاضی نے اسی کو یقینی قرار دیا ہے<sup>(۲)</sup>۔

قول دوم: اعتبار باطن کا ہے، یعنی خفیہ طور پر انہوں نے جس پر اتفاق کیا۔ اس قول کو امام محمد نے ”الاملاء“ میں بلا اختلاف نقل کیا ہے، اور یہی امام ابو یوسف کا قول بھی ہے۔

حنابلہ کے یہاں بھی ایک قول یہی ہے اور مالکیہ کا مذہب یہی ہے جیسا کہ مالکیہ نے ”خفیہ مہر“ اور ”اعلانیہ مہر“ میں اس کی صراحت کی ہے<sup>(۳)</sup>۔

اعلانیہ ثمن عی ثمن ہے، اس قول کی وجہ یہ ہے کہ جو ثمن عقد میں مذکور ہو اسی کے ذریعہ عقد صحیح ہوتا ہے، اور انہوں نے خفیہ طور پر جس ثمن کا ذکر کیا ہے اس کا ذکر حالت عقد میں نہیں کیا، اس لئے اس کا حکم ساقط ہو گیا، نیز یہ کہ اتفاق سابق لغو ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ اگر وہ دونوں کسی شرط فاسد پر اتفاق کر لیں، پھر بلا شرط عقد کریں تو عقد صحیح ہے<sup>(۴)</sup>۔

(۱) الاختیار ۲/۲۱، ۲۲۔

(۲) الاختیار ۲/۲۱، ۲۲، الفتاویٰ الہندیہ ۳۰۹، المجموع ۹/۳۳۲، لفروع

۳۵، ۵۱، ۵۲، الانصاف ۳/۲۶۶۔

(۳) الاختیار ۲/۲۱، ۲۲، الفتاویٰ الہندیہ ۳۰۹، لفروع ۵۰، الدسوقی

۲/۳۱۳، الخرشبی ۳/۲۷۲۔

(۴) الاختیار ۲/۲۲، المجموع ۹/۳۳۲۔

اس قول کی دلیل کہ خفیہ طور پر طے پانے والا ثمن عی ثمن ہے، یہ ہے کہ ان دونوں نے اتفاق کیا ہے کہ انہوں نے ایک ہزار سے زائد کا ارادہ نہیں کیا، تو گویا انہوں نے اس کو ہزل (مذاق) کے طور پر کہا ہے<sup>(۱)</sup>۔ یعنی اس کو ثمن میں شامل نہیں کیا جائے گا۔ اور ثمن عی ہو گا جس پر انہوں نے خفیہ طور پر اتفاق کیا ہے۔ یہ خفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے جو بیج ہازل کے فساد کے قائل ہیں<sup>(۲)</sup>۔

شافعیہ کے نزدیک جو دو آراء میں سے زیادہ صحیح رائے کے مطابق بیج ہازل کی صحت کے قائل ہیں، زائد ایک ہزار کو ثمن میں شامل کیا جائے گا<sup>(۳)</sup>۔

علاوہ ازیں صاحب ”البدائع“ کی عبارت سے سمجھ میں آتا ہے کہ آیا خفیہ ثمن معتبر ہے یا اعلانیہ، یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب وہ دونوں موضعہ (اتفاق) کے وقت کہیں کہ دو ہزار جن کا اعلانیہ عقد میں ذکر ہو گا ان میں سے ایک ہزار کا ذکر ریاء اور دکھاوا کے لئے ہو گا۔ لیکن اگر وہ موضعہ کے وقت یہ نہ کہیں تو ثمن عی ہے جس پر انہوں نے عقد کیا ہے، اس لئے کہ ثمن اس چیز کا نام ہے جس کا عقد کے وقت ذکر کیا جائے اور عقد کے وقت دو ہزار کا ذکر کیا گیا ہے<sup>(۴)</sup>۔

### ۱۱۔ نوع دوم: وہ بیج جس میں تلجہ جنس ثمن میں ہو:

اس کی مثال یہ ہے کہ وہ دونوں خفیہ طور پر اتفاق کر لیں کہ ثمن ایک ہزار درہم ہے، پھر ایک سو دینار میں بیج ظاہر کریں تو کیا یہ بیج باطل ہوگی یا اعلانیہ ثمن کے بدلے صحیح ہوگی؟

امام محمد کی رائے ہے کہ یہ بیج قیاس کے اعتبار سے باطل ہوگی،

(۱) الاختیار ۲/۲۲۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۱۷۶، کشاف القناع ۳/۱۵۰۔

(۳) المجموع ۹/۳۳۲۔

(۴) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷۔



## بیع النکحہ ۱۲-۱۴

اور بطور استحسان صحیح ہوگی یعنی اعلانیہ ثمن میں<sup>(۱)</sup>۔

یہ اختلاف اس صورت میں ہے (جیسا کہ ”البدائع“ میں ہے) جب ان دونوں نے موصوعہ کے وقت کہا ہو کہ اعلانیہ ثمن ریا اور دکھاوا ہے لیکن اگر انہوں نے یہ نہ کہا ہو تو ثمن وہی ہے جس پر انہوں نے عقد کیا ہے، اس لئے کہ ثمن اس چیز کا نام ہے جو عقد کے وقت مذکور ہو اور عقد کے وقت مذکور سودینا رہی ہے<sup>(۲)</sup>۔

ازروئے قیاس اس بیع کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ خفیہ ثمن کا ذکر انہوں نے عقد میں نہیں کیا، اور اعلانیہ ثمن کا انہوں نے قصد نہیں کیا، کیونکہ انہوں نے اس کو ہزل کے طور پر کہا ہے، لہذا وہ ساقط ہے، اور بیع بلا ثمن باقی رہ گئی، لہذا صحیح نہیں ہوگی<sup>(۳)</sup>۔

اور استحسان کے طور پر اس بیع کی صحت کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بیع باطل نہیں بلکہ صحیح کا قصد کیا ہے، لہذا اس کو حتی الامکان صحت پر محمول کرنا واجب ہے۔ اور اس کو اعلانیہ ثمن اعلانیہ کے بغیر صحت پر محمول کرنا ناممکن ہے، تو کو یا انہوں نے جس چیز کی شرط خفیہ طور پر لگائی تھی، اس سے رجوع کر لیا، لہذا حکم ظاہر سے متعلق ہو گیا۔ جیسا کہ اگر وہ دونوں اس بات پر اتفاق کر لیں کہ اس کو بیع النکحہ کریں گے، پھر ایک دوسرے کو بہہ کر دیں۔ برخلاف ”ہزار“ اور ”دو ہزار“ کے، اس لئے کہ جس ثمن کا خفیہ طور پر ذکر کیا گیا تھا اور اس کی شرط لگائی گئی تھی وہ عقد میں زیادتی کے ساتھ مذکور ہے، اس لئے عقد کا تعلق اس سے ہوگا<sup>(۴)</sup>۔

۱۲- صاحب ”البدائع“ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ تمام اختلافات اس

صورت میں ہیں جبکہ ان دونوں نے خفیہ طور پر اتفاق کیا ہو، لیکن خفیہ طور پر عقد نہ کیا ہو، اور اگر انہوں نے خفیہ طور پر اتفاق کیا، اور خفیہ طور پر ہی کسی ثمن میں عقد کر لیا، اس کے بعد انہوں نے باہم اتفاق کیا کہ عقد کو اس سے زیادہ میں یا دوسری جنس کے ثمن میں ظاہر کریں گے پھر اگر انہوں نے یہ نہ کہا ہو کہ عقد دوم ریا اور دکھاوا ہے تو عقد دوم عقد اول کو ختم کر دے گا، اور ثمن وہ ہوگا جو عقد دوم میں مذکور ہے، اس لئے کہ بیع فسخ اور اقالہ کا احتمال رکھتی ہے، لہذا ان دونوں کا عقد ثانی کا آغاز کرنا عقد اول کو باطل کرنا ہے، اس لئے اول باطل ہو گیا، اور عقد ثانی اس ثمن کے ساتھ جو اس میں مذکور ہے منعقد ہو گیا، اور اگر انہوں نے کہا: عقد دوم ریا اور دکھاوا ہے پھر اگر ثمن دوسری جنس سے ہو تو عقد پہلا ہی معتبر ہوگا، اس لئے کہ جب انہوں نے ریا اور دکھاوے کا ذکر کیا تو عقد دوم میں مقرر ثمن کو باطل کر دیا، اس لئے عقد دوم صحیح نہیں ہوا، اور عقد اول باقی رہ گیا، اور اگر اول کی جنس سے ہو تو معتبر عقد دوم ہے، اس لئے کہ بیع فسخ کا احتمال رکھتی ہے، اس لئے معتبر عقد دوم ہوا، لیکن ثمن اول کے ساتھ ہوگا، اور زیادتی باطل ہے، اس لئے کہ انہوں نے اس کو باطل کر دیا، کیونکہ اس کو انہوں نے ہزل کے طور پر کہا ہے<sup>(۱)</sup>۔

۱۳- شافعیہ کے نزدیک بیع اعلانیہ ثمن میں صحیح ہے، اور اتفاق سابق کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اس لئے کہ وہ لغو ہے، اور یہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ اگر وہ دونوں کسی شرط قاسد کے لگانے پر اتفاق کر لیں پھر بلا شرط بیع کر لیں<sup>(۲)</sup>۔

۱۴- جہاں تک حنابلہ کا تعلق ہے تو ”افروع“ کی کتاب الصداق

(۱) الاقویار ۲/۲۲۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷۔

(۳) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷، الاقویار ۲/۲۲۔

(۴) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷، الاقویار ۲/۲۲۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۷۷۔

(۲) المجموع ۸/۳۳۳۔



## بیع التلجہ ۱۵-۱۷

میں ہے: اگر وہ دونوں بیع کرنے سے قبل کسی شمن پر اتفاق کر لیں، پھر دوسرے شمن میں بیع کریں تو اس میں دو اقوال ہیں:

اول: شمن وہ ہے جس پر انہوں نے اتفاق کیا ہے۔

دوم: شمن وہ ہے جس پر عقد ہوا ہے جیسا کہ نکاح<sup>(۱)</sup>۔

۱۵- جہاں تک مالکیہ کا تعلق ہے تو دوسرے فقہاء کی طرح انہوں نے اپنی کتابوں میں بیع التلجہ کی صراحت نہیں کی، البتہ انہوں نے ”بیع مکروہ“، ”بیع مضبوط“ اور ”بیع ہازل“ کا ذکر کیا ہے۔ اور اس کی طرف اشارہ آپکا ہے۔ لیکن انہوں نے عقد نکاح اور خفیہ و اعلانیہ مہر پر کلام کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ عمل خفیہ مہر پر ہوگا اگر اس بات پر بینہ ہو کہ اعلانیہ مہر کا اعتبار نہیں، اس کا ذکر محض شان اور فخر کے طور پر ہے۔ اور اگر بینہ نہ ہو اور زوجین خفیہ مہر پر اتفاق کر لیں تو اسی پر عمل ہوگا۔ اور اگر اختلاف کریں تو بیوی شوہر سے حلف لے گی، اگر بیوی کا دعویٰ ہو کہ خفیہ مہر قلیل سے اعلانیہ کثیر کی طرف رجوع ہو گیا ہے۔ اگر شوہر حلف اٹھا لیتا ہے تو خفیہ مہر پر عمل ہوگا، اور اگر حلف سے انکار کرے تو بیوی سے رجوع پر حلف لی جائے گی، اور اعلانیہ مہر پر عمل ہوگا، اور اگر بیوی حلف سے انکار کرے تو خفیہ مہر پر عمل ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

۱۶- صاحب ”التمیہ“ نے ”شہادت استرعاء“ کے ذریعہ فیصلہ کی بحث میں لکھا ہے کہ استرعاء بیوع میں ناجائز ہے، مثلاً بیع سے قبل کواہ بنا لے کہ وہ بیع سے رجوع کرے گا۔ اور یہ کہ بیع ایک اندیشہ کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ بیع کا یہ معاملہ اس کی رضامندی کے خلاف ہے، بائع نے اس میں شمن لے لیا ہے، اور اس میں خریدار کا حق ہے، الا یہ کہ کواہ بیع پر اکراہ اور دھمکانے کو جانتے ہوں تو استرعاء جائز ہے اگر بیع سے قبل اس کا انعقاد ہو۔ اور عقد میں ایسے شخص کی شہادت شامل ہو جو اس

کے ذکر کردہ دھمکی اور اندیشہ سے واقف ہو<sup>(۱)</sup>۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اندیشہ یا قابل خوف امر کے سبب مکروہ علی البیع پر مالکیہ کے نزدیک بیع لازم نہیں ہوتی، بلکہ اس کو اس میں رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہے، حتیٰ کہ شمن پر قبضہ کرنے کے بعد بھی جبکہ استرعاء کے کواہ بیع پر اکراہ اور دھمکانے سے واقف ہوں۔

فروخت کنندہ اور خریدار کے مابین اختلاف کا اثر:

۱۷- اگر ان میں سے ایک بیع التلجہ کا دعویٰ کرے اور دوسرا انکار کرے، اور تلجہ کا مدعی بینہ پیش کرے تو بینہ قبول کیا جائے گا، ورنہ مدعی اصل (یعنی عدم تلجہ) کا قول اس کی یمن کے ساتھ معتبر ہوگا، اور اگر ہر ایک بینہ پیش کرے تو مدعی تلجہ کا بینہ مقدم ہوگا، اس لئے کہ وہ خلاف ظاہر کو ثابت کرتا ہے۔

اگر ان دونوں نے اعلانیہ بیع کی اور اعتراف کیا کہ اس کی بنیاد تلجہ پر ہے تو اعلانیہ والی بیع باطل ہوگی، اس لئے کہ ان دونوں کا اتفاق ہے کہ انہوں نے اس کو ہزل کے طور پر کیا ہے، ورنہ بیع لازم ہوگی۔

یہ سب ان لوگوں کے مذہب کی بنیاد پر ہے جو خفیہ بیع کی صحت اور اعلانیہ بیع کے باطل ہونے کے قائل ہیں، اور وہ خفیہ میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد ہیں، حنابلہ کا مذہب یہی ہے، اور مالکیہ کے مذہب سے یہی سمجھ میں آتا ہے۔

لیکن جو لوگ بیع دوم کی صحت اور خفیہ طور پر سابقہ اتفاق کے باطل ہونے کے قائل ہیں ان کے نزدیک یہ تفصیلات نہیں ہیں۔ اور یہ امام ابو حنیفہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے قاضی ہیں<sup>(۲)</sup>۔

(۱) التمیہ ۵/۲۵۔

(۲) الدر المختار بحاشیہ ابن عابدین ۵/۲۳۵، حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار ۳/۳۳۳،

(۱) الفروع ۵/۲۶۷۔

(۲) البدائی ۲/۳۱۳، جوہر لکھنؤ ۲/۳۱۳، الخرش ۳/۲۷۲۔

## بیع التولیہ، بیع الثنیہ، بیع جبری ۱-۲

یہ بات اجمالی ہے، مسئلہ کی تفصیل اور اس میں اختلاف کو ”بیع“ اور ”دعویٰ“ کے مباحث میں دیکھا جائے۔

## بیع جبری

تعریف:

۱- بیع جبری: دو فطلوں سے مرکب ہے: ”بیع“ اور ”جبری“۔

بیع: مخصوص طریقہ پر مال کا مال سے تبادلہ کرنا ہے<sup>(۱)</sup>۔

جبری: جبرہ علی الأمر جبواً (اس کو زبردستی آمادہ کیا) سے ماخوذ ہے<sup>(۲)</sup>۔

استعمال فقہاء میں بیع جبری وہ ہے جو حق کی بنا پر اکراہ کرنے والے کی طرف سے ہو یا وہ بیع ہے جو کسی شخص کی مرضی کے خلاف اس کی طرف سے نیابت ہو، تاکہ اس پر واجب حق کو ادا کیا جائے یا ضرر کو دور کیا جائے یا عام مفاد کو بروئے کار لایا جائے<sup>(۳)</sup>۔

متعلقہ الفاظ:

الف- اکراہ علی البیع:

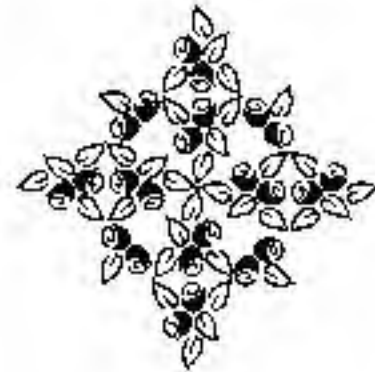
۲- اکراہ لغت میں: انسان کو کسی امر پر اس کے اختیار کے بغیر آمادہ کرنا ہے<sup>(۴)</sup>۔

## بیع التولیہ

دیکھئے: ”تولیہ“۔

## بیع الثنیہ

دیکھئے: ”بیع الوفاء“۔



(۱) کسی الطالب ۲/۲۔

(۲) المصباح للمیر مادہ ”جبر“۔

(۳) یہ تعریف ہم نے کتب فقہ میں مذکور بیع جبری کی مثالوں سے اخذ کی ہے۔

(۴) مختار الصحاح، المصباح للمیر مادہ ”کرہ“، ابن عابدین ۵/۸۰۔

= القوانين الفقهية لابن جزي ر ص ۲۵۲، المروضة ۵/۵۷۳، ۵/۵۸۷، المجموع ۹/۳۳۳، كشف القناع ۳/۲۳۶، ۲۳۱، المغني ۳/۲۳۷ طبع الرياض۔

### بیع جبری ۳-۵

اس کے وجود میں لانے پر آزادانہ رضامندی سے قائم ہوتی ہے، اس لئے کہ فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ“ (۱)  
(اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، ہاں البتہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو)۔

حدیث میں ہے: ”إنما البيع عن تراض“ (۲) (بیع تو رضامندی کے ذریعہ ہوتا ہے)، فقہاء کسی ایسی بیع کو برقرار نہیں رکھتے جو جانبین یعنی بائع اور مشتری کی رضامندی سے قائم نہ ہو، الا یہ کہ مغاوغامہ کا تقاضا ہو، یعنی احقاق حق یا عام مصلحت کو پورا کرنا یا خاص یا عام ضرر کو دفع کرنا ہو جس کو فقہاء کے عرف میں: ”اکراہ مشروع“ یا ”اکراہ بہ حق“ کہتے ہیں۔ اور ان ہی میں سے وہ عقود جبر یہ ہیں جن کو حاکم منعقد کرتا ہے یا توبذات خود اس شخص کی نیابت میں جس پر اس کا جاری کرنا واجب ہے، اگر وہ اس سے گریز کرے یا خود اسی کو اس کے اجراء پر مجبور کرتا ہے۔

فقہاء بیع پر جائز جبر کی کئی مثالیں ذکر کرتے ہیں ان میں سے چند یہ ہیں:

مدیون کو اپنا مال بیچنے پر مجبور کرنا:

۵- مدیون (دین دار) کو اپنا مال فروخت کرنے پر مجبور کیا جائے گا تاکہ اس پر فوری واجب الاداء دین کو ادا کیا جائے اگر وہ اس کی ادائیگی نہ کرے اور اس کے پاس ظاہری مال ہو، حاکم اس کو اس پر تعزیر (قید یا

شرع میں: وہ ایسا فعل ہے جو اکراہ کرنے والے کی طرف سے پایا جائے اور وہ اکراہ کردہ شخص کو اس سے مطلوب امر پر مجبور کر دے (۱)۔

بیع بالاکراہ اور بیع جبری میں فرق یہ ہے کہ بیع جبری ناحق نہیں ہوتی، جبکہ بیع بالاکراہ میں اصلاً عموم ہے۔ لیکن اس کا غالب اطلاق ناحق اکراہ پر ہوتا ہے۔

### ب- بیع التلجھ:

۳- بیع التلجھ اصطلاح فقہاء میں یہ ہے کہ بیچنے والا اور خریدار بیع کا اظہار کریں لیکن اس کا ارادہ نہ کریں، صاحب مال کسی دشمن یا ظالم بادشاہ کے خوف سے ایسا کرنے پر مجبور ہوتا ہے (۲)۔

بیع التلجھ اور بیع جبری میں فرق یہ ہے کہ بیع التلجھ میں بیع کی صورت ہوتی ہے، حقیقت نہیں۔

### شرعی حکم:

۴- بیع جبری کا حکم اس کے سبب کے لحاظ سے مختلف ہوتا ہے، اگر ایفاء حق کے لئے ہو مثلاً اس کے مال کو اس پر فوری واجب الاداء دین ادا کرنے کے لئے، اور صاحب حق کے مطالبہ کے سبب فروخت کرنا تو یہ واجب ہے، اسی طرح اگر اس میں کوئی عام مصلحت ہو مثلاً اس مسجد کی توسیع جو نمازیوں کے لئے تنگ ہوگئی ہو یا عام راستہ کی توسیع (۳)۔

بیع فقہ اسلامی میں دیگر قوی عقود کی طرح جانبین کی طرف سے

(۱) سورہ نساء ۲۹۔

(۲) حدیث: ”إنما البيع عن تراض“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۳۷۷ طبع الحلبي) نے کی ہے بصری نے کہا اس کی اسناد صحیح ہے، اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

(۱) حاشیہ ابن ماجہ ۵/۸۰۔

(۲) حاشیہ ابن ماجہ ۲/۲۳۳۔

(۳) الدر منی ۶/۳۷۶۔

## بیع جبری ۶-۸

ادائیگی نہ کرے، تو حاکم اس کو رہن رکھے ہوئے مال کی فروختگی پر مجبور کرے گا، یا اس کی اجازت کے بغیر اس کا نائب بن کر اس کو فروخت کر دے گا، اس لئے کہ یہ اس پر واجب حق ہے، اگر اس کی ادائیگی نہ کرے تو حاکم اس کی ادائیگی میں اس کا قائم مقام ہوگا، جیسا کہ جنس دین کی صورت میں ادائیگی کرنا۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”رہن“۔

امام ابوحنیفہ نے کہا: اس کا سامان یا غیر منقولہ جائیداد فروخت نہ کرے گا بلکہ اس کو قید میں رکھے گا یہاں تک کہ وہ اپنا مال فروخت کرنے پر یا اس کے علاوہ پر آمادہ ہو جائے (۱)۔

محکم (ذخیرہ اندوز) کو فروختگی پر مجبور کرنا:

۷۔ اگر کسی کے پاس اس کی ضرورت سے فاضل غلہ ہو، لوگوں کو اس کی ضرورت ہو اور وہ ان کے ہاتھ فروخت نہ کرے تو دفع ضرر کے لئے حاکم اس کو اس کی فروختگی پر مجبور کرے گا (۲)۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ”احتکار“۔

واجب نفقہ کے لئے بیع پر مجبور کرنا:

۸۔ اگر مکلف اپنے ذمہ واجب نفقہ نہ دے مثلاً بیوی، اولاد اور والدین کا نفقہ، اور اس کے پاس ظاہری نقود معلوم نہ ہوں تو حاکم ان لوگوں کے نفقہ کے لئے اس کے سامان یا غیر منقولہ جائیداد کو فروخت کرے گا۔

تفصیل: ”نفقہ“ میں دیکھیں۔

ضرب) کے ذریعہ دین کی ادائیگی پر مجبور کرے گا، اگر وہ عدم ادائیگی پر مصر ہو تو حاکم اس کا دین اس کے مال سے پھر ادا کرے گا اگر اس کے پاس دین کی جنس کا ظاہری مال ہو۔ اس پر فقہاء کا اتفاق ہے۔

اگر اس کا مال دین کی جنس کے علاوہ ہو مثلاً غیر منقولہ جائیداد، اور سامان تو جمہور فقہاء کی رائے ہے کہ امام اس کی رضامندی کے بغیر جبراً اس کی نیابت میں اس کا مال بیچ دے گا (۱)۔

امام ابوحنیفہ کے نزدیک حاکم اس کے مال کو اس کی رضامندی کے بغیر فروخت نہیں کرے گا، بلکہ اس کو قید میں رکھے یہاں تک کہ وہ اپنا مال فروخت کر کے یا کسی اور طرح سے اپنے دین کی ادائیگی کر دے، اس لئے کہ حاکم کی ولایت امام صاحب کی نظر میں مدیون پر ہے، اس کے مال پر نہیں، اس لئے اس کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر حاکم کی بیع نافذ نہیں ہوگی، نیز اس لئے کہ بیع تجارت ہے اور وہ بلا رضامندی نہیں ہوتی، نیز اس میں ایک طرح کا حجر (پابندی) ہے، جس کو امام ابوحنیفہ جائز مقرر نہیں دیتے، اس مسئلہ میں صاحبین امام صاحب کے خلاف ہیں، اور انہوں نے جائز مقرر دیا ہے کہ حاکم اس کے مال کو اس کے دین کی ادائیگی کے لئے جبراً فروخت کر دے، اور صاحبین ہی کی رائے پر مذہب میں فتویٰ ہے (۲)۔

بیع مرہون:

۶۔ اگر کوئی ”عین“ فوری واجب الاداء دین یا دین مؤجل جس کی مدت پوری ہو چکی ہو، کے بدلہ رہن رکھے، اور مدیون دین کی

(۱) روایت الطائیفین ۳۷۷، ۱۳، بدلیہ المجمع ۲/۳۰۸، ۳۰۷، الدرر ۳۷۹، ۲۶۹، الانصاف ۵/۲۶۹، المغنی ۳/۸۳، الاختیار ۳/۸۹۔  
عابدین ۵/۳۲۵۔

(۲) ابن عابدین ۵/۲۵۶، قلیوبی ۲/۱۵۶۔

(۱) روایت الطائیفین ۳۷۷، ۱۳، بدلیہ المجمع ۲/۳۰۸، ۳۰۷، الدرر ۳۷۹، ۲۶۹، الانصاف ۵/۲۶۹، المغنی ۳/۸۳، الاختیار ۳/۸۹۔  
(۲) ابن عابدین ۵/۲۵۶، الاختیار ۳/۸۹۔



شفعہ کی وجہ سے جبر الینا:

۹- شفعہ ایسا حق ہے جو شریعت نے شریک قدیم یا متصل پر اپنی کو دیا ہے، لہذا وہ فروخت شدہ قطعہ کا اس کے خریدار کی رضامندی کے بغیر اس شمن اور خرچہ میں جو اس پر آیا ہے، جبراً مالک ہو جائے گا۔  
تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”شفعہ“۔

## بیج جزاف

تعریف:

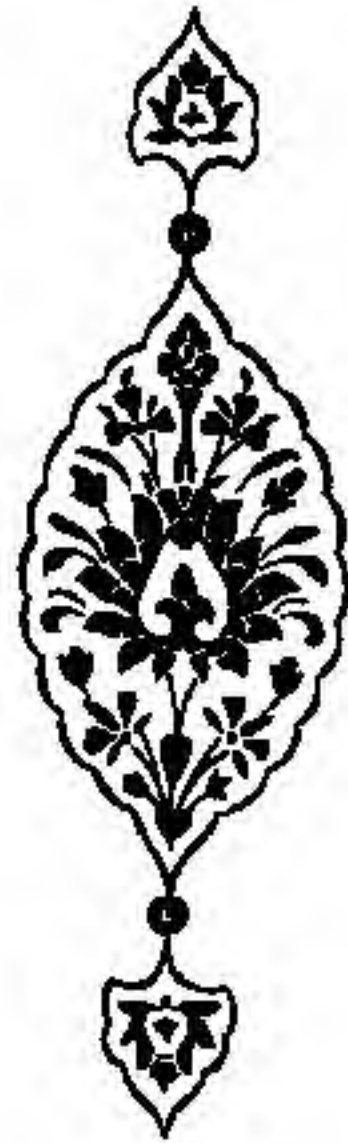
۱- جزاف: جازف مجازفة باب مفاعلت سے ام ہے۔  
جزاف (ضمہ کے ساتھ) خلاف قیاس ہے، قیاس کا تقاضا ہے کہ یہ لفظ جیم کے کسرہ کے ساتھ ہو۔

یہ لغت میں ”جزف“ سے ماخوذ ہے یعنی زیادتی کے ساتھ لیا اور جزف فی الکیل جزفا کا معنی ہے: زیادہ مانا پنا، اور جو شخص بغیر کسی ضابطہ کے غیر ذمہ دارانہ باتیں کرتا ہے اس کے لئے کہتے ہیں: ”جاذف فی کلامہ“، لہذا گفتگو کے صحیح انداز کو کیل و وزن کے قائم مقام کر دیا گیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

بیج الجزاف اصطلاح میں: کیلی یا وزنی یا عددی چیز کو کیل وزن اور عدد کے بغیر اکل سے فروخت کرنا ہے<sup>(۲)</sup>۔

شرعی حکم:

۲- اصل یہ ہے کہ عقد بیع کی صحت کے لئے بیع کا معلوم ہونا شرط ہے، لیکن ہر اعتبار سے اس کا معلوم ہونا شرط نہیں بلکہ اصل بیع، اس کی مقدار اور صفت کا معلوم ہونا شرط ہے۔ اور بیع الجزاف میں مقدار کا علم ہوتا ہے مثلاً نلہ کے ڈھیر کی بیع جس کے کیل یا وزن کا علم نہ ہو،



(۱) لسان العرب، المصباح الممیر مادۃ ”جزف“۔

(۲) المشرح المصغر ۳۵۳۔

### بیع جزاف ۳

تعال تھا جو اس کے جواز کی دلیل ہے، اور روایت کے الفاظ بتاتے ہیں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھا، جس سے ”مرفوع“ ہونے کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے فقہاء فی الجملہ اس کے جواز پر متفق ہیں، اور شافعیہ کے یہاں زیادہ قوی قول، کراہت کے ساتھ جواز کا ہے<sup>(۱)</sup>۔

#### بیع جزاف کی شرائط:

۳- مالک نے بیع جزاف کے جواز کے لئے چھ شرائط ذکر کی ہیں:

الف۔ اکل سے بچنے والی چیز کو عقد کی حالت میں دیکھے یا عقد سے پہلے جبکہ وہ اسی حالت میں بلا تغیر وقت عقد تک برقرار رہے۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ دیکھنے سے بیع کا خراب ہونا لازم نہ آئے، مثلاً سرک کے مٹی سے بند کئے ہوئے گھر کے کہ ان کو کھولنے سے وہ خراب ہو جائیں گے، تو مجلس عقد میں ان کا دیکھنا کافی ہے۔

ب۔ بیچنے والا اور خریدنے والا دونوں کیل یا وزن یا عدد کی مقدار سے واقف ہوں، اگر ان میں سے کوئی ایک اس کی مقدار سے واقف ہو تو صحیح نہیں ہے۔

ج۔ اس پر عقد کے ارادہ کے وقت دونوں اس کی مقدار کا اندازہ اور تخمینہ لگالیں۔

د۔ زمین جس پر بیع رکھی ہو برآمد ہو۔

ه۔ جس چیز کو اکل سے بیچنے کا ارادہ ہو وہ بہت زیادہ نہ ہو۔ کیونکہ اس کا اندازہ لگانا محال ہے، خواہ کیلی ہو یا وزنی یا عددی۔

اسی طرح شرط ہے کہ اگر عددی ہو تو بہت قلیل نہ ہو، کیونکہ شمار کے ذریعہ اس کی مقدار کا علم کوئی مشکل نہیں ہے۔

تعداد کے علم کے بغیر جانور کے ریوڑ کی بیع، پیمائش کے علم کے بغیر زمین کی بیع، اور طول کے علم کے بغیر کپڑے کی بیع۔

لوگوں کی حاجت و مجبوری کی وجہ سے جو باہمی لین دین میں تسہیل کی متقاضی ہے، بیع جزاف کو اصل سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ دسوقی نے کہا: اصل بیع جزاف میں یہ ہے کہ وہ ممنوع ہو، لیکن عددی اشیاء میں سے جس شی کا علم دشوار ہو یا کیلی اور وزنی اشیاء میں سے جس شی کی جہالت معمولی ہو اس میں تخفیف کر دی گئی ہے<sup>(۱)</sup>۔

اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی یہ روایت ہے: ”کنا نشترى الطعام من الركبان جزافاً، فنهانا رسول الله ﷺ أن نبيعه حتى ننقله من مكانه“ (ہم سواروں سے امانج اکل سے خریدا کرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے اس امانج کو فروخت کرنے سے منع فرمایا، یہاں تک کہ ہم اس کی جگہ سے منتقل کر لیں)۔

ایک اور روایت میں ہے: ”رأيت الناس في عهد رسول الله ﷺ إذا ابتاعوا الطعام جزافاً يضربون في أن يبيعه في مكانه، وذلك حتى يؤروه إلى رحالهم“ (میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جب لوگ امانج اکل سے خریدتے تو انہیں اس بات پر مار پراتی کہ وہ اپنے مکانوں میں لے جانے سے قبل اسی جگہ پر اسے بیچتے)۔

ایک اور روایت میں ”بحولوه“ کا لفظ ہے (یعنی اس کو منتقل کر دیں)، ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ امانج اکل سے خریدتے پھر اس کو اپنے گھر اٹھلاتے<sup>(۲)</sup>۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے درمیان اکل سے بیع کا

(۱) الدسوقی ۳/۲۰۹۔

(۲) حدیث: ”کنا نشترى الطعام من الركبان جزافاً، فنهانا رسول الله ﷺ أن نبيعه حتى ننقله من مكانه“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۶) طبع الحلی نے کی ہے۔

(۱) نہایت المحتاج ۳/۳۹۲، حاشیہ الدسوقی ۳/۲۰۹، کشاف القناع ۳/۶۹، تبیین الحقائق ۳/۵۸، روح البائین ۳/۵۸۔

## بیع جزاف ۴-۵

جیسا کہ آئے گا (۱)۔

نوع دوم: جس ڈھیر کے کیل یا وزن کی مقدار معلوم نہ ہو اس کو ہر کیل یا وزن کے نرخ کی بنیاد پر فروخت کرنا۔ اس کے بارے میں مالکیہ، شافعیہ، حنابلہ اور حنفیہ میں سے محمد بن الحسن اور ابو یوسف کی رائے ہے کہ ایسے ڈھیر کی بیع اکل سے جائز ہے جس کے صاع کی تعداد مجہول ہو مثلاً کہے: ”میں نے تمہارے ہاتھ امانج کا یہ ڈھیر ہر صاع ایک درہم کے نرخ پر فروخت کر دیا“، اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈھیر کو دیکھنا اس کے اندازہ کے لئے کافی ہے، اور مجموعی ثمن کی جہالت مضر نہیں، کیونکہ اس کا تفصیلی علم ڈھیر کے کیل کرنے کے ذریعہ ممکن ہے، جس کی وجہ سے غرر ختم ہو جائے گا اور جہالت زائل ہو جائے گی۔

امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ ایک قفیز میں بیع جائز ہے، بقیہ سارے ڈھیر میں ما جائز ہے، الا یہ کہ صاع کی تعداد معلوم ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع کو سب کی طرف پھیرنا محال ہے، کیونکہ بیع و ثمن مجہول ہیں، لہذا اقل کی طرف پھیرا جائے گا جو معلوم ہے۔

اگر جہالت تمام قفیز کے ذکر کرنے یا مجلس عقد میں ڈھیر کے کیل کر لینے سے زائل ہو جائے تو ڈھیر کی بیع جائز ہے اور اس طرح سے وہ اکل کی بیع ہونے سے خارج ہو جائے گا (۲)۔

اکل کی بیع کے وقت امانج کے ڈھیر کی جگہ کا برابر ہونا:

۵- امانج کے ڈھیر کی اکل سے بیع کی صورت میں بائع کے لئے حامل نہیں کہ اس کو ایسی جگہ رکھے جو ڈھیر میں کمی پیدا کر دے مثلاً چوڑا یا پتھر وغیرہ پر ہو، اسی طرح گھی وغیرہ سیال چیزیں جو ظرف یا

(۱) المغنی ۴/۳۳۲۔

(۲) بیع القدر ۵/۷۲، المشرح المغیر ۳/۳۵، نہلیۃ المحتاج ۳/۳۹۲، ۳۹۶۔

کشاف القناع ۳/۱۶۹۔

البتہ اگر کیلی یا وزنی ہو تو جائز ہے اگرچہ بہت کم ہو۔

و۔ اس کا شمار کرنا دشوار ہو، اس کے افراد کی بیع مقصود نہ ہوتی ہو، خواہ اس کا ثمن کم ہو یا کم نہ ہو مثلاً انڈے۔ لیکن اگر اس کے افراد مقصود ہوتے ہوں تو اس کو اکل سے بیچنا جائز ہے اگر ایک دوسرے کے لحاظ سے ثمن کم و بیش ہوتا ہو، اور اگر ثمن تھوڑا نہ ہو تو اس کی اکل سے بیع ممنوع ہے جیسے کپڑے۔

اگر اس کو شمار کرنا دشوار نہ ہو تو اس کی بیع اکل سے جائز نہیں، خواہ اس کے افراد مقصود ہوں یا نہ ہوں، اس کا ثمن قلیل ہو یا قلیل نہ ہو (۱)۔

صرف مالکیہ نے اس طریقہ سے شرائط کی تفصیل کی ہے، کو کہ ان میں بعض شرائط غیر مالکیہ کے یہاں بھی معتبر ہیں، مثلاً شرط اول، دوم اور چہارم، جیسا کہ اس کی تفصیل آئے گی۔

بیع الجزاف کی چند صورتیں ہیں جن کے احکام تفصیل ذیل کے ساتھ الگ الگ ہیں:

غلہ کا ڈھیر اکل سے فروخت کرنا:

۴- ”صبرہ“ غلہ وغیرہ کے ڈھیر کو کہتے ہیں۔ ڈھیر جس کی مقدار مجہول ہو، اور مشاہدہ کے ذریعہ اس کا علم ہو، اس کی بیع یا تو اجمالی ثمن میں ہوگی یا ہر ہر فرد کے ریٹ کی بنیاد پر، مثلاً کہے: اس میں سے ہر صاع اتنے میں ہے۔

نوع اول: اس کے بارے میں ابن قدامہ نے کہا: ہمارے علم میں اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں اگر اس کے اجزاء مساوی ہوں، اور ہر ایک کے یہاں شرط ہے کہ وہ موال ربویہ میں سے نہ ہو اگر کوئی ربوی مال اس کی جنس سے فروخت کیا جائے،

(۱) المشرح المغیر ۳/۳۵، ۳۷۔



## بیع جزاف ۶-۷

جائز ہے<sup>(۱)</sup>۔

امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ ناجائز ہے، شافعیہ میں سے ابن القطن کا قول یہی ہے۔

ماپی جانے والی، تولی جانے والی، گنی جانے والی اور پیمائش کی جانے والی اشیاء کے درمیان فرق یہ ہے کہ اول الذکر کے اجزاء میں عام طور پر بہت زیادہ فرق نہیں ہوتا، اگر ان کو الگ الگ کر دیا جائے، لہذا مجموعی طور پر ان کا دیکھ لیا کافی ہوگا۔

جہاں تک گنی جانے والی اور پیمائش کی جانے والی اشیاء کا تعلق ہے، مثلاً جانور اور زمین تو ان کے اجزاء میں تفاوت ہوتا ہے اگر ان کو الگ الگ کر دیا جائے اور اجمالی طور پر ان کا دیکھ لیا کافی نہیں ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

خریدار اور فروخت کنندہ میں سے کسی ایک کے مقدار بیع سے واقف ہونے کے ساتھ بیع جزاف:

۷- بیع جزاف کی صحت کے لئے شرط ہے کہ خریدار اور فروخت کنندہ میں سے ہر ایک مقدار بیع سے واقف ہو یا دونوں اس سے واقف ہوں، بیع جزاف اس صورت میں جائز نہیں کہ ان دونوں میں سے کوئی ایک مقدار بیع سے واقف ہو اور دوسرا واقف، یہ مالکیہ اور حنابلہ کا مذہب اور شافعیہ کے یہاں ایک قول ہے<sup>(۳)</sup>۔

ان کے نزدیک عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دھوکا ہے، اس لئے کہ اگل سے بیع ضرورت و حاجت کے سبب ان چیزوں میں جائز ہے جو تخمینہ اور انداز سے فروخت ہوتی ہوں، لہذا اگر اس کی مقدار کا علم ہو جائے تو اس کی اگل سے بیع جائز نہیں، کیونکہ اس کی

برتن میں رکھ کر فروخت ہوتی ہیں، اگر ان کی بیع جزاف ہو تو بائع کے لئے جائز نہیں کہ برتن ایسا ہو جس کے اجزاء مولے یا باریک ہونے میں مختلف ہوتے ہوں، اس لئے کہ یہ غش (دھوکہ) ہے، جس کے نتیجے میں غرر، جہالت اور زحمت پیدا ہوگی، اور ایسی صورت میں ڈھیر کا انداز ہلکا محض اس کے مشاہدہ سے ناممکن ہوگا۔

اگر ڈھیر کسی چبوتر یا ٹیلہ یا پتھر پر ہو جس کی وجہ سے اس میں کمی پیدا ہوتی ہو، خواہ بائع نے اس کا قصد کیا ہو یا نہ کیا ہو، اور خریدار نے اس سے ناواقفیت میں اس کو خرید لیا، تو بیع بائع کے لئے صحیح اور لازم ہوگی، اور خریدار کو اختیار ہوگا کہ عقد کو فسخ کر دے یا بائع سے ہونے والی کمی کے بقدر ثمن میں سے واپس لے، یعنی چبوتر یا پتھر پر رکھنے کے ساتھ ڈھیر کی قیمت لگائی جائے اور ایک بار اس کے بغیر اس کی قیمت لگائی جائے، پھر اس کے ثمن میں جو کمی پیدا ہو، اتنا خریدار بائع سے اس کو واپس لے۔

اگر اس سے مانع کا ڈھیر فروخت کیا اور اس کے نیچے گڑھا نکالا تو خریدار کو اختیار نہیں ملے گا، اس لئے کہ یہ خریدار کے لئے مفید ہے، اس کے لئے مضر نہیں، کیونکہ اس کی وجہ سے مقدار بڑھ جائے گی۔ بائع کو اختیار ہے اگر اس کو گڑھے کا علم نہ ہو<sup>(۱)</sup>۔

پیمائش کی جانے والی اشیاء اور متفاوت عددی اشیاء کی بیع جزاف:

۶- جمہور کی رائے ہے کہ جانور کے ریوڑ کی فروختگی اس کی تعداد معلوم نہ ہونے کے ساتھ اس طور پر کہ ہر جانور اتنے میں ہے، اسی طرح زمین اور کپڑے کی اگل سے بیع ان دونوں کی مجموعی پیمائش نہ معلوم ہونے کے باوجود اس طور پر کرنا کہ ہر ذراع اتنے میں ہے،

(۱) لشرح المصنف ۳۵۳، کشاف القناع ۱۶۹، ۱۷۰، روضۃ الطالیین ۳۵۸۔

(۱) لشرح المصنف ۳۵۳، ۳۵۵، روضۃ الطالیین ۳۶۶، المغنی ۳۲۲۔

(۲) بیع القدر ۵/۷۲۔

(۳) جامعہ الدسوقی ۲۰۳، روضۃ الطالیین ۳۵۸، المغنی ۳۷۷۔



## بیع جزاف ۸-۹

کوئی ضرورت نہیں۔

اس کے نتیجے میں خریدار اس سامان کو واپس کر دے گا جس کو اُکل سے خرید ہے، اگر اسے معلوم ہو جائے کہ بیچنے والے کو اس کی مقدار کا علم تھا، اور بیچنے والے کو عقد فسخ کرنے کا اختیار ہے اگر اس کو یہ معلوم ہو جائے کہ خریدار کو اس کی مقدار کا علم تھا۔

حنفیہ کا مذہب اور شافعیہ کے یہاں ”صح“ یہ ہے کہ بیچنے والے اور خریدنے والے میں سے کسی ایک کے مقدار بیع سے واقف ہونے کے باوجود بیع الجزاف صحیح ہے۔ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ یہ مکروہ ہے، حرام نہیں، اس کی وجہ اس میں علماء کے اختلاف کی رعایت کرنا ہے<sup>(۱)</sup>۔

مال ربوی کی ہم جنس سے اُکل کی بیع:

۸- مال ربوی کی ہم جنس سے بیع جزاف جائز نہیں، اس لئے کہ فرمانِ نبوی ہے: ”الذهب بالذهب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعير بالشعير، والتمر بالتمر، والملح بالملح، مثلاً بمثل، سواء بسواء، يدا بيد“<sup>(۲)</sup> (سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گہبوں کو گہبوں کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے، اور نمک کو نمک کے بدلے برابر ہٹھیک، ٹھیک، نقد نقد پتو)۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مال ربوی کی ہم جنس مال سے فروختگی کے لئے ضروری ہے کہ ان کے درمیان مماثلت ہو اور ایک دوسرے پر قبضہ ہو جائے۔

(۱) المغنی ۳/۱۷۳۔

(۲) حدیث: ”المذهب بالمذهب.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۲۱ طبع المجلس) نے کی ہے۔

اُکل سے بیع میں مماثلت کا تحقق نہیں ہو سکتا، اس لئے کہ وہ تخمینہ اور اندازہ پر قائم ہے اس لئے ربا کا احتمال باقی رہے گا اور حضور ﷺ نے ”مزاہ“ سے منع فرمایا، اور ”مزاہ“ تر پھل کی خشک پھل سے بیع ہے۔ اس کا ثبوت حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت میں ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ أن يبيع الرجل تمر حائطه إن كان نخلاً بتمر كيلاً، وإن كان كرماً أن يبيعه بزيب كيلاً، وإن كان زرعاً أن يبيعه بكييل طعام، نہی عن ذلك كله“<sup>(۱)</sup> (رسول ﷺ نے منع کیا ہے کہ اپنے باغ کے کھجور اگر درخت پر ہوں تو خشک کھجور کے بدلے ماپ سے بیچے، اور اگر انگور ہو تو کشمش کے بدلے ماپ سے بیچے، اور اگر کاشت ہو تو اسے امانج کے بدلے میں ماپ سے بیچے، آپ نے ان سب سے منع کیا)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ خشک ہو جانے پر کم ہو جائے گا، لہذا اس کی مقدار معلوم ہے۔

اشیاء ربویہ میں ضابطہ ہے کہ مماثلت سے ماواقیئت کی بیشی سے واقف ہونے کی طرح ہے<sup>(۲)</sup>۔

بیع میں کسی معلوم چیز کا یا اُکل کا اُکل میں ضم کرنا:

۹- اگر دو چیزوں کو اُکل سے ایک ثمن یا دو ثمن کے بدلے فروخت کیا تو یہ صحت بیع سے مانع نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ایک اُکل کی بیع کے حکم میں ہے۔ اس لحاظ سے کہ رخصت ان دونوں کو شامل ہے۔ جیسا کہ کہنے میں نے تمہارے ہاتھ کھجور اور امانج کے ان دونوں ڈھیروں کو

(۱) حدیث: ”لہی عن المزادة.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۸۳ طبع المجلس) اور مسلم (۳/۱۷۲ طبع المجلس) نے کی ہے نیز دیکھئے نیل وأوطار ۵/۱۹۸۔

(۲) روح الطائین ۳/۸۳، کشاف القناع ۳/۵۳، المجموع ۱۰/۵۳، فتح القدیر ۵/۷۰، الدرر ۳/۲۳۔

## بیج جزاف ۹

دوسری تینوں صورتوں میں بیج فاسد ہوگی، اس لئے کہ ان دونوں میں یا کسی ایک میں اصل کی مخالفت ہوگی، جس کی مثالیں یہ ہیں:

- الف۔ غلہ کی اندازے سے بیج زمین کی پیمائش کی بیج کے ساتھ (یعنی ایسی زمین جس کی مقدار مساحت کے ذریعہ معلوم ہو)۔  
ب۔ غلہ کی اُکل سے بیج غلہ کی کیل والی بیج کے ساتھ۔  
ج۔ ایک زمین کی اُکل سے بیج دوسری زمین کی پیمائش والی بیج کے ساتھ۔

یہ تمام تفصیلات اس اندازے والی بیج کے بارے میں ہیں جس میں فروختگی کیل، وزن وغیرہ کی بنیاد پر نہ ہو۔  
لیکن اگر اندازے کی بیج کیل وغیرہ کی بنیاد پر ہو تو اس کے ساتھ کسی دوسری چیز کو علی الاطلاق ضم کرنا جائز نہیں ہے، مثلاً کہے: میں نے تمہارے ہاتھ یہ ڈھیر، ہر صاع ایک درہم کے حساب سے بیج دیا اس شرط کے ساتھ کہ بیج کے ساتھ فلاں سامان بھی ہے، اور اس سامان کے لئے ثمن مقرر نہ کیا گیا ہو، بلکہ اس کا ثمن خریدے ہوئے ڈھیر کے ثمن میں سے ہو جائے گا (عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ فروختگی کے وقت یہ نہیں معلوم ہے کہ سامان کی مخصوص قیمت کیا ہے، اس لئے کہ سامان کے ساتھ خاص ثمن بیج کے وقت مجہول ہے، اور ”علی الاطلاق“ کا مطلب یہ ہے کہ سامان ڈھیر کی جنس سے ہو یا اس کی جنس کے علاوہ سے ہو، برابر ہے، اس لئے کہ اگر ثمن مقرر کر دے گا تو ظاہر ہو جائے گا کہ وہ اس سے زیادہ کے برابر ہے، اور بائع معاملہ کو جزا فائز مکمل کرنے کی خاطر نرمی سے کام لے رہا ہے، تو ثمن مقرر کرنا اور نہ کرنا برابر ہوگا، اس لئے کہ وہ غیر مقرر کے درجہ میں ہو جائے گا۔

اگر اس کا ثمن مقرر نہ کرے تو سامان کا خصوصی ثمن مجہول

تین دینار میں فروخت کیا یا میں نے اپنے ان دونوں باغوں کے پھلوں کو اُکل سے تین دینار میں فروخت کر دیا یا یہ کہے: ان میں سے پہلا ایک دینار میں اور دوسرا دو دینار میں فروخت کیا۔  
اسی طرح اگر اُکل کی بیج کے ساتھ ایسا سامان ضم کر دیا جائے جو کیل یا وزن سے فروخت نہیں کیا جاتا مثلاً اگر کہے کہ میں نے تمہارے ہاتھ یہ ڈھیر اور یہ جانوروں دینار میں فروخت کر دیا (تو یہ بھی جائز ہے)۔

اگر بیج میں جزاف کے ساتھ کیل یا وزن یا تعداد کے ذریعہ معلوم چیز کو ضم کیا جائے تو بسا اوقات اس کے نتیجے میں بیج فاسد ہو جائے گی، اس لئے کہ اس کا جزاف کے ساتھ ملنا معلوم القدر چیز میں ایسی جہالت پیدا کر دے گا جو موجود نہ تھی۔

مالکیہ<sup>(۱)</sup> نے کیل یا وزن یا تعداد کے ذریعہ معلوم المقدار چیز کے انضمام کو چار صورتوں میں تقسیم کیا ہے: اس لئے کہ جس چیز کی اندازے سے بیج کی جارہی ہے یا تو اس میں اصل (عرف کے لحاظ سے) یہ ہوگی کہ اس کو اندازے سے فروخت کیا جائے مثلاً زمین یا اس میں عرف کے لحاظ سے اصل یہ ہوگی کہ مقدار سے اس کی فروختگی کی جائے مثلاً کیل کے ذریعہ جیسے غلوں میں، اسی طرح وہ معلوم المقدار جو اس کے ساتھ ضم کی گئی ہے یا تو اس میں اصل یہ ہوگی کہ اس کو اندازے سے فروخت کیا جاتا ہے یا مقدار سے۔ جس چیز کو اندازے سے بیچا گیا ہے اگر اس میں اصل اندازے سے بیچنا ہو اور معلوم المقدار میں اصل یہ ہو کہ اس کو کیل یا وزن یا تعداد کے ذریعہ فروخت کیا جاتا ہو جیسے زمین کو اندازے سے بیچا گیا اور اس کے ساتھ غلے کو باپ کے حساب سے فروخت کیا گیا، تو اس صورت میں بیج صحیح ہوگی، اس لئے کہ ہر ایک کی اپنی اصل پر بیج ہوئی ہے۔

(۱) جامعہ العدوی علی الخرشنی ۳۱/۵۔

## بیع جزاف ۱۰-۱۱

ہوگا<sup>(۱)</sup>۔

میں اتفاق پیدا کرنا محال ہے۔

شافعیہ کے یہاں دوسرا قول یہ ہے کہ اشارہ کو غالب قرار دیتے ہوئے بیع صحیح ہے<sup>(۱)</sup>۔

حنابلہ کے نزدیک: اگر کہے: میں نے اس ڈھیر کو اور اس دوسرے ڈھیر سے ایک قفیز کو دس درہم میں فروخت کیا تو صحیح ہے۔ لیکن اگر کہے: میں نے یہ ڈھیر ہر قفیز ایک درہم کے حساب سے فروخت کیا، اس شرط کے ساتھ کہ میں تمہیں اس دوسرے ڈھیر میں سے ایک قفیز مزید دے دوں گا تو صحیح نہیں، انہوں نے کہا: کیونکہ اس صورت میں تفصیل کرنے پر ثمن مجہول ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ ”ایک قفیز اور کچھ چیز“ ایک درہم میں ہو جائے گی، اور ”کچھ چیز“ کو وہ دونوں نہیں جانتے، اس لئے کہ وہ دونوں ڈھیر میں قفیزوں کی مقدار سے ماوافق ہیں<sup>(۲)</sup>۔

شافعیہ کے یہاں اس صورت میں بیع باطل ہے جبکہ بائع کہے: میں نے یہ ڈھیر، ہر صاع ایک درہم میں فروخت کر دیا، اس شرط کے ساتھ کہ میں اس دوسرے ڈھیر میں سے ایک قفیز مزید دوں گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اجمالی اور تفصیلی ثمن میں جہالت پیدا ہو رہی ہے، یہ ایسے ہی ہو گیا کہ اس نے ایک صاع اور کچھ ایک درہم میں فروخت کیا، اور ”کچھ“ غیر معروف ہے، اس لئے کہ ڈھیر میں کتنے صاع ہیں یہ معلوم نہیں ہے<sup>(۳)</sup>۔

اس مسئلہ میں حنفیہ کے یہاں ہمیں تفصیل نہیں ملی۔

۱۰- اگر ”یہ ڈھیر“ یا کوئی اور چیز (مثلاً ریوڑ) سودرہم میں، ہر صاع یا ہر راس یا ہر ذراع ایک درہم میں فروخت کرے تو بیع صحیح ہوگی، بشرطیکہ بیع سونٹے، اس لئے کہ اجمال و تفصیل میں اتفاق ہے، لہذا غریب جہالت نہیں۔ اور اگر سونٹے، مثلاً کم یا زیادہ ہو تو شافعیہ کے یہاں ”صحیح قول“ یہ ہے کہ بیع صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ اجمالی اور تفصیلی ثمن

(۱) سابقہ حوالہ۔

(۲) المغنی ۳/۱۳۳۔

(۳) المجموع ۸/۳۱۳۔

بیع کا طے شدہ مقدار سے کم یا زائد نکلتا:

۱۱- جس نے نلہ کا ڈھیر اس شرط پر سودرہم میں خریدا کہ وہ سو قفیز ہے۔ اور اس کو کم یا زائد پایا، اور جس نے کپڑا دس درہم میں اس شرط کے ساتھ خریدا کہ وہ دس ذراع ہے، یا زمین سودرہم میں اس شرط پر خریدا کہ وہ سو ذراع ہے اور اس کو کم یا زیادہ پایا تو جمہور کے نزدیک اس صورت میں بیع صحیح ہوگی، خواہ عقد میں طے شدہ مقدار سے بیع کم نکلے یا زیادہ۔

خواہ بیع کپڑا یا زمین ہو جو مدروعات (بیائش کی جانے والی چیزوں) میں سے ہے یا اناج کا ڈھیر ہو جو مکملات (ناپ کی جانے والی چیزوں) میں سے ہے۔

حنابلہ کے یہاں ایک روایت یہ ہے کہ بیع باطل ہوگی، اگر بیع زمین یا کپڑا ہو، اس لئے کہ ان دونوں کے وصف میں خلل پیدا ہو گیا ہے، کیونکہ فروخت کرنے والے کو زیادتی کے سپرد کرنے پر مجبور کرنا ممکن نہیں ہے، اور نہ ہی خریدار کو بعض کے لینے پر مجبور کرنا ممکن ہے، اس لئے کہ اس نے سارا خریدا ہے، جس طرح ان دونوں کو قدر زائد میں شریک ہونے پر مجبور کرنا ممکن نہیں ہے، اس لئے کہ شرکت کی وجہ سے ضرر ہوگا۔

فی الجملہ فقہاء متفق ہیں کہ سابقہ صورت میں زیادتی کی حالت میں بیچنے والے کے لئے خیار اور نقصان کی حالت میں خریدار کے لئے خیار ثابت ہے۔

(۱) نہایۃ المحتاج ۳/۹۹ س



## بیج جزاف ۱۱

حنفیہ اور حنابلہ نے مذروعات مثلاً کپڑا اور زمین، اور ملکیت مثلاً غلہ کا ڈھیر، کے درمیان حکم میں فرق کیا ہے، لیکن شافعیہ ان دونوں کے درمیان حکم میں فرق نہیں کرتے، البتہ علی الاطلاق جس کا ضرر ہوا اس کے لئے خیانت ثابت کرتے ہیں۔

لہذا اس صورت میں جبکہ مانج کا ڈھیر سودرہم میں اس شرط کے ساتھ خریدار کو وہ سونقیز ہے، اور اس کو کم پایا تو حنفیہ اور حنابلہ کی رائے ہے کہ خریدار کو اختیار ہے: اگر چاہے تو موجودہ مانج کو اس کے حصہ شمن کے بدلے لے لے، اور اگر چاہے تو بیع فسخ کر دے، اس لئے شمن مثلی بیع (کیلی ہو یا وزنی) کے اجزاء پر منقسم ہوتا ہے اور خریدار اس سے راضی نہیں، اس لئے کہ جس پر عقد ہوا ہے وہ اس سے کم ہے اور اسی وجہ سے اس کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو موجود چیز کو اس کے حصہ شمن کے بدلے لے لے اور اگر چاہے تو اس کو فسخ کر دے، اس لئے کہ اس نے بیع کو ناقص پایا۔

حنابلہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ اس کو فسخ کا اختیار نہیں ہے، اس لئے کہ مقدار کی کمی باقی کیل میں عیب نہیں۔

شافعیہ کے نزدیک خریدار کو اختیار ہے کہ موجود چیز کو پورے مقررہ شمن میں لے یا فسخ کر دے۔

اگر ڈھیر کو طے شدہ مقدار سے زائد پائے تو خریدار زیادتی بائع کو واپس کر دے، اس لئے کہ زیادتی کی وجہ سے بائع کا ضرر ہے، نیز اس لئے کہ بیع مقدار مبین پر ہوئی ہے، لہذا جو اس سے زائد ہو وہ بیع میں داخل نہ ہوگا۔ یہ حنفیہ اور حنابلہ کے نزدیک ہے۔

شافعیہ کے نزدیک بیچنے والے کے لئے خیانت ثابت ہے، اور اس کا اختیار اس صورت میں بھی ساقط نہ ہوگا جبکہ خریدار بائع سے کہے: تم فسخ نہ کرو، میں قدر مشروط پر ہی قناعت کروں گا یا میں تمہیں زائد کا شمن دے دوں گا۔

جس چیز کی فروختگی اندازے سے ہو رہی ہو اگر وہ مذروعات میں سے ہو مثلاً کپڑا اور زمین اور بعد میں ظاہر ہوا کہ زمین اور کپڑا اس مقدار سے کم ہے جس پر دونوں کا اتفاق ہوا تھا تو حنفیہ اور شافعیہ کی رائے ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ موجودہ زمین یا کپڑے کو سارے شمن میں لے یا بیع کو چھوڑ دے، اور خریدار کا اختیار اس صورت میں ساقط نہیں ہوگا جبکہ بائع نقص کے بقدر شمن کم کر دے۔

حنابلہ کی رائے ہے کہ خریدار کو اختیار ہے کہ موجودہ کو اس کے حصہ شمن میں لے یا بیع کو ترک کر دے۔

اگر ظاہر ہوا ہو کہ بیع طے شدہ مقدار سے زائد ہے تو حنفیہ کی رائے ہے کہ زیادتی اسی شمن میں خریدار کے لئے ہے، اس لئے کہ ”ذرع“ وصف کی طرح ہے، اور اوصاف کے بالمقابل کچھ شمن نہیں ہوتا اور بائع کو اختیار نہیں ہوگا۔

حنابلہ اور شافعیہ کی رائے ہے کہ بائع کو اختیار ہے۔

حنابلہ کے یہاں ان کے مذہب میں کچھ تفصیل ہے:

ان کی رائے ہے کہ فروخت کرنے والے کو اختیار ہے کہ زیادتی کے ساتھ بیع سپرد کرے یا مقررہ مقدار سپرد کرے۔ اگر سارے کو سپرد کرنے پر راضی ہو جائے تو خریدار کو اختیار حاصل نہیں، اس لئے کہ بائع نے خریدار کے لئے اضافہ خیر کیا ہے۔ اور اگر زیادتی کے ساتھ سپرد کرنے سے انکار کرے تو خریدار کو اختیار ہے کہ فسخ کرے یا سارا مقررہ شمن اور زائد کی قیمت دے کر لے لے۔

اگر لینے پر راضی ہو جائے تو دس ذراع کو لے گا، اور ایک ذراع میں بائع اس کا شریک ہوگا۔

بائع کو فسخ کا اختیار دینے میں دو قول ہیں:

اول: اس کے لئے فسخ کا اختیار ہے، اس لئے کہ شرکت میں اس کا ضرر ہے۔



## بیج جزاف ۱۱

دوم: اس کے لئے اختیار نہیں، اس لئے کہ وہ سارے کو اس ثمن میں فروخت کرنے پر راضی ہے۔

جب اس کے پاس ثمن پہنچ گیا اور ساتھ ہی اس کا ایک حصہ اس میں باقی ہے تو یہ اس کی رضامندی کے مطابق ثمن پر اضافہ ہے، اس لئے اس اضافہ کی وجہ سے وہ بیع کا مستحق نہ ہوگا۔ اگر بائع اس اضافہ کو ثمن لے کر خریدار کو دینا چاہے یا خریدار ثمن کے ذریعہ اس کا مطالبہ کرے تو دوسرے پر اس کا قبول کرنا لازم نہیں۔ اس لئے کہ یہ معاوضہ ہے جس میں دونوں کی رضامندی کا اعتبار ہے، لہذا اس پر کسی ایک کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر دونوں اس پر راضی ہو جائیں تو جائز ہے۔

مذروعات اور ملکيات کے درمیان فرق کی وجہ یہ ہے کہ ملکيات پر عقد میں متفق علیہ "قدر" ہے جبکہ مذروعات میں "وصف" ہے۔ قدر (مقدار) کے مقابلہ میں ثمن ہوتا ہے جبکہ وصف بیع کے تابع ہوتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں کچھ ثمن نہیں ہوتا، اسی وجہ سے وہ بیع کو اس کے حصہ ثمن کے بدلے لے لے گا اگر متفق علیہ مقدار فوت ہو جائے، اور بیع کو سارے ثمن میں لے لے گا اگر وصف متفق علیہ فوت ہو جائے، لہذا اگر فروخت کرنے والا کہے: میں نے تمہارے ہاتھ کپڑا سودرہم میں اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ وہ سو ذراع ہے، اور ہر ایک ذراع ایک درہم میں ہے اور اس کو ناقص پایا۔ تو خریدار کو اختیار ہے کہ اس کے حصہ ثمن کے بدلے میں لے لے اور اگر چاہے تو اس کو ترک کر دے۔

اس لئے کہ وصف اگرچہ بیع کے تابع ہے لیکن وہ اصل بن گیا ہے، اس لئے کہ مستقل طور پر اس کے لئے ثمن کا ذکر کیا گیا ہے، لہذا ہر ذراع کو مستقل کپڑے کے درجہ میں رکھا جائے گا۔

اس لئے کہ اگر وہ سارے ثمن میں لے تو وہ ہر ذراع ایک درہم میں لینے والا نہیں ہوا۔ اور اگر اس کو زائد پائے تو اس کو اختیار ہے کہ اگر چاہے تو سارے کو ہر ذراع ایک درہم کے حساب سے لے اور اگر چاہے تو بیع کر دے، کیونکہ جب اس کے لئے پیمائش میں زیادتی ہوئی ہے تو ثمن کا اضافہ اس پر لازم ہوگا، لہذا یہ ایسا نفع ہے جس میں شائبہ ضرر ہے، اس لئے اس کو زیادتی کے لینے اور بیع کے درمیان اختیار دیا جائے گا<sup>(۱)</sup>۔



(۱) فتح القدیر ۶/۵، ۷، ۷۷، ۷۸، نہایت المحتاج ۳/۳۰۰، ۳۰۱، المغنی

### بیج الحاضر للبادی ۱-۳

سے کی ہے۔ اور ”عمودی“، ”بدوی“ کے معنی میں ہے اور عمود کی طرف منسوب ہے، اس لئے کہ بدوی خیموں میں رہتے ہیں<sup>(۱)</sup>۔  
لیکن حنابلہ نے ”بدوی“ کے لفظ کو بادیہ میں مقیم اور شہر میں داخل ہونے والے غیر شہری کے لئے شامل مانا ہے، خواہ وہ بدوی ہو یا قریہ کار رہنے والا یا دوسرے شہر کا ہو<sup>(۲)</sup>۔

یہی مالکیہ کے یہاں ایک قول ہے<sup>(۳)</sup>۔

۲- ”بیج الحاضر للبادی“ سے مراد جمہور کے نزدیک یہ ہے کہ کوئی شہری بدوی کے سامان کو فروخت کرنے کی ذمہ داری لے لے یعنی شہری فروخت کرنے والے بدوی کا دلال بن جائے۔  
حلوانی نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ شہری دلال دیہاتی کو فروخت کرنے سے یہ کہتے ہوئے روک دے کہ تم خود بیع نہ کرو، مجھے اس کا زیادہ علم ہے، اور وہ اس کا وکیل بن جائے، اور اگر اس قیمت میں فروخت کرے، اگر وہ دیہاتی کو خود سے فروخت کرنے کے لئے چھوڑ دیتا تو لوگوں کے لئے وہ سامان سستا پڑتا<sup>(۴)</sup>۔  
لہذا یہ بیج شہری کی شہری سے دیہاتی کی نیابت میں اگر اس قیمت میں ہوئی۔

اس تشریح کے مطابق: ”لایبیع حاضر لباد“ میں لام اپنی حقیقت یعنی تعلیل پر ہوگا جیسا کہ ابن عابدین کہتے ہیں۔  
۳- بعض حنفیہ مثلاً صاحب ”الہدایہ“ کی رائے ہے کہ حدیث سے مراد یہ ہے کہ شہری اپنا سامان بدوی کے ہاتھ اگر اس ثمن کی لالچ میں

## بیج الحاضر للبادی

تعریف:

۱- حاضر: بادی کی ضد ہے، اور حاضر بادیہ کی ضد ہے<sup>(۱)</sup>۔

حاضر: جو اہل حضر میں سے ہو اور وہ ”حاضرہ“ کا باشندہ ہے۔ اور حاضرہ شہر، گاؤں اور ”ریف“ کو کہتے ہیں، اور ”ریف“ وہ زمین ہوتی ہے، جس میں عام طور پر کھیتی اور سبزہ ہو۔

شلمی نے کہا: حاضر کا معنی ہے: شہروں اور گاؤں میں رہنے والا، اور ”بادی“ بادیہ میں رہنے والا، اور ”بادیہ“ شہر، گاؤں اور ”ریف“ کے علاوہ کو کہتے ہیں۔ فرمان باری ہے: ”وَإِنَّ يَأْتِ الْأَحْزَابَ يَوْدُوا لَوْ أَنَّهُمْ بَادُونَ فِي الْأَعْرَابِ“<sup>(۲)</sup> (اور اگر حملہ آور پھر آجائیں تو یہ چاہیں گے کہ وہ دیہات میں بدویوں کے درمیان ہوں) یعنی وہاں مقیم ہوں۔ اور شلمی نے کہا: اس سے مراد بادیہ میں اقامت اختیار کرنے والے ہیں۔ ”اور حاضرہ“ کی طرف نسبت کے لئے ”حضری“ اور ”بادیہ“ کی طرف نسبت کے لئے ”بدوی“ کہا جاتا ہے<sup>(۳)</sup>۔

بعض مالکیہ نے اس بیج کی تعبیر ”بیج حاضر لعمودی“ کے الفاظ

(۱) مختار الصحاح مادہ ”حضر“۔

(۲) سورہ احزاب ۲۰۔

(۳) شرح المکمل علی المصباح معجمیہ اقلیدبی و عمیرہ ۱۸۲/۲، ۱۸۳، تحفۃ المحتاج ۳۰۹، رد المحتار ۳۲، ۱۳۲، حاشیہ اہل علی تبیین الحقائق ۶۸۔

(۱) المشرح الکبیر للرد دیر ۶۹، ۳، القوانین الفقہیہ ۱۷۱۔

(۲) المغنی ۳/۲۷۹، ۲، کشف القناع ۳/۱۸۳۔

(۳) ابن جزئی نے القوانین الفقہیہ ۱۷۱ میں صیغہ تفعیل ”قل“ کے ذریعہ اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۴) فتح القدیر ۶/۱۰۷، رد المحتار ۳۲، ۱۳۳، المشرح الکبیر للرد دیر ۶۹، ۳، القوانین الفقہیہ ۱۷۱، تحفۃ المحتاج ۳۰۹، ۳۱۰، المغنی ۳/۲۷۹۔

## بیع الحاضر للبادی ۴

اس بیع سے ممانعت:

۴- اس بیع کی ممانعت میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے، کیونکہ اس کی ممانعت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہیں، ان میں سے چند یہ ہیں:

حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا تلقوا الركبان، ولا بیع بعضکم علی بیع بعض، ولا تناجشوا، ولا بیع حاضر لباد، ولا تصرؤا الغنم“<sup>(۱)</sup> (تافلہ سے بیع کے لئے نہ ملو، کوئی تم میں سے دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، بیع میں ایک دوسرے سے بڑھ کر بولی نہ بولو بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے، اور بکریوں کا دودھ تھن میں اکٹھا نہ کرو)۔

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں فرمان نبوی ہے: ”لا بیع حاضر لباد، دعوا الناس، یرزق اللہ بعضهم من بعض“<sup>(۲)</sup> (بستی والا باہر والے کا مال نہ بیچے، بلکہ لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے رزق دیتا ہے)۔

حضرت انسؓ کی حدیث ہے: ”نہینا أن یبیع حاضر لباد، وإن کان أخاه و أباه“ (ہمیں منع کیا گیا کہ بستی والا باہر والے کا مال فروخت کرے اگرچہ وہ اس کا بھائی یا باپ ہو)۔ ایک روایت کے الفاظ ہیں ”وإن کان أخاه لأبیه و أمه“<sup>(۳)</sup> (اگرچہ اس کا حقیقی بھائی ہو) ہے۔

(۱) حدیث حضرت ابو ہریرہؓ ”لا تلقوا الركبان ولا بیع بعضکم علی بیع بعض“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳۶۱ طبع استقبرہ) اور مسلم (۱۱۵۵/۲ طبع المجلد) نے کی ہے اور الفاظ مسلم کے ہیں۔  
(۲) حدیث حضرت ابن عباسؓ ”لا بیع حاضر لباد، دعوا الناس یرزق اللہ بعضهم من بعض“ کی روایت مسلم (۱۱۵۷/۲ طبع المجلد) نے کی ہے۔  
(۳) حدیث حضرت انسؓ ”لہینا أن یبیع حاضر لباد، وإن کان أخاه و أباه“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳۷۳ طبع استقبرہ) اور مسلم (۱۱۵۸/۲ طبع المجلد) نے کی ہے دوسرے حصے کی روایت صرف مسلم نے کی ہے۔

فروخت کرے، تو اس سے منع کیا گیا ہے، اس لئے کہ اس میں شہریوں کو ضرر پہنچانا ہے<sup>(۱)</sup>۔ اور اس تشریح کے مطابق: ”لا یبیع حاضر لباد“ میں لام ”من“ کے معنی میں ہوگا۔ جیسا کہ باہر قی کہتے ہیں<sup>(۲)</sup>۔ یہ ان لوگوں کی تشریح ہے جنہوں نے کہا کہ ”حاضر“ مالک ہے اور ”بادی“ خریدار ہے۔

خیر الدین ربلی نے کہا: اس تشریح کی تائید اس قول سے ہوتی ہے جو ”الفصول العمدیہ“ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ اگر بدوی کوفہ میں آئیں، اور اناج کا ذخیرہ وہاں سے لیتا چاہیں تو آپ دیکھتے ہیں کہ شہر والے ذخیرہ اندوزی کے لئے خریدنے سے منع کرتے ہیں، تو یہ بدرجہ اولیٰ ہے<sup>(۳)</sup>۔

حنفیہ میں سے صفحہ کی صراحت کی ہے<sup>(۴)</sup> کہ اصح جیسا کہ ”المجتبیٰ“ میں ہے، یہ ہے کہ ان دونوں سے مراد دلال اور بائع ہیں اور یہی پہلی تشریح ہے جس پر جمہور ہیں۔ اس کی دو جوہات ہیں:

اول: یہی تشریح بعض روایات میں حدیث کے آخری لکڑے سے ہم آہنگ ہے، جو یہ ہے: ”دعوا الناس، یرزق اللہ بعضهم من بعض“<sup>(۵)</sup> (لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ رزق دیتا ہے ایک کو دوسرے سے)۔

دوم: یہ لام کے ساتھ متعدی ہے، ”من“ کے ساتھ نہیں۔ لہذا حنفیہ کا مذہب اس حدیث کی تشریح میں جمہور کی طرح ہوگا<sup>(۶)</sup>۔

(۱) الہدایہ مع شروح ۶/۱۰۷، الدر المختار ۳/۱۳۲۔  
(۲) شرح العنایہ علی الہدایہ ۶/۱۰۸۔  
(۳) رد المختار ۳/۱۳۲، نیز اس تشریح کے بارے میں دیکھئے: تبیین الحقائق مع جامع الہدایہ ۲/۶۸۔  
(۴) المصباح لمیر مادہ ”بیع“ رد المختار ۳/۱۳۳۔  
(۵) حدیث کی تخریج فقرہ ۳ میں آئے گی۔  
(۶) الدر المختار رد المختار ۳/۱۳۲، ۱۳۳۔



## بیع الحاضر للبادی ۵-۹

چیزوں کو صرف بدویوں کے ہاتھ گراں قیمت میں فروخت کرے  
(۱)۔

### ممانعت کی قیود:

جمہور فقہاء نے بیع الحاضر للبادی سے ممانعت کو مختلف شرائط اور قیود سے مقید کیا ہے مثلاً:

۷- بدوی جو سامان لے کر آ رہا ہے اس کی عمومی ضرورت ہو، خواہ وہ کھانے پینے کی چیز ہو یا دوسری کوئی چیز، لہذا جس چیز کی ضرورت حاجت شافوہ اور پڑتی ہو، وہ اس ممانعت کے تحت داخل نہیں ہوگی (۲)۔

۸- یہ کہ بدوی کا مقصد فوری بیع کرنا ہو، یعنی جس کو اس دن کے نرخ پر بیع کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، لہذا اگر اس کا مقصد رفتہ رفتہ بیچنا ہو اور اس سے شہری نے درخواست کی کہ اس کے سپرد کر دے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے لوگوں کو ضرر نہیں پہنچایا، اور مالک کو اس سے روکنے کی کوئی وجہ نہیں (۳)۔

یہ دونوں شرطیں شافعیہ اور حنابلہ کی ہیں۔

۹- یہ کہ فوری بیع کے مقابلہ میں اس کی مدت کا بیع زیادہ قیمت میں ہو، جیسا کہ بعض شافعیہ نے اس کو ترجیح دی ہے۔ انہوں نے کہا: اس لئے کہ اگر شہری بدوی سے بیع نمائش کرے کہ اس مال کی مدت کا بیع اس دن کے نرخ پر کرنے کے لئے اس کے سپرد کرے، تو یہ چیز بدوی کو اس سے موافقت کرنے پر آمادہ نہ کرے گی، لہذا یہ بیع پیدا

## بیع الحاضر للبادی سے ممانعت کی علت:

اس ممانعت کی علت فقہاء کے یہاں مختلف فیہ ہے:

۵- الف۔ پہلی تشریح کے مطابق جمہور کا مذہب یہ ہے کہ اس ممانعت کی علت یہ ہے کہ اس بیع کے نتیجے میں شہر والوں کا نقصان ہوگا (۱)، لوگوں پر تنگی ہوگی (۲) اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ لوگوں کے ہاتھ سے دام میں فروخت کریں (۳)۔

ابن القاسم نے کہا: اس سلسلہ میں اہل علم کا اختلاف نہیں کہ بیع الحاضر للبادی سے ممانعت شہر والوں کے نفع ہی کے لئے ہے (۴)، اس لئے کہ اگر بدوی کو اپنا سامان فروخت کرنے دیا جائے تو لوگ اس کو ستے دام میں خریدیں گے، اور ان کے لئے نرخ میں سہولت ہوگی۔ لیکن اگر شہری اس کو بیچنے کی ذمہ داری لے لے، اور شہر کے نرخ سے کم پر فروخت نہ کرے تو شہر والوں کے لئے تنگی ہوگی، حضور ﷺ نے اپنی تعلیل میں اسی وجہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے (۵)۔

۶۔ بعض حنفیہ مثلاً مرغینانی (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا) اور کاسانی اسی طرح تمرناشی (جہ ظاہر دوسری تشریح کی بنیاد پر) کی رائے ہے کہ اس ممانعت کی علت شہر والوں کو ستے دام کے علاوہ ایک دوسری جہت سے ضرر پہنچانا ہے اور وہ یہ ہے کہ شہر والے قحط اور محتاجی کی حالت میں ہوں، ناج اور چارے کی ضرورت ہو۔ اس کے باوجود شہری ان

(۱) تبیین الحقائق ۶۸/۳۔

(۲) شرح المکمل علی المہاج ۱۸۲/۲، شرح المنہج بحیثہ المجلد ۳/۸۷۔

(۳) حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر للذہبی ۶۹/۳۔

(۴) حاشیہ العدوی علی شرح الخرز ۸۳/۵۔

(۵) المغنی ۲۸۰/۳، کشاف القناع ۱۸۳/۳۔

(۱) بدائع الصنائع ۲۳۲/۵، الہدایہ مع شروح ۱۰۷/۶، الدر المختار ۱۳۲/۳،

تبیین الحقائق ۶۸/۳۔

(۲) تحفۃ المحتاج ۳۰۹/۳، شرح المکمل علی المہاج ۱۸۲/۲، المغنی ۲۸۰/۳،

کشاف القناع ۱۸۳/۳۔

(۳) شرح المکمل علی المہاج ۱۸۲/۲، المغنی ۲۸۰/۳، کشاف القناع ۱۸۳/۳۔



## بیع الحاضر للبادی ۱۰-۱۳

۱۱- حنابلہ کی شرط ہے کہ بدوی سامان لے کر آئے اور اس کو فروخت کرنے کے لئے آئے، اس لئے کہ اگر اس کو ذخیرہ کرنے یا کھانے کے لئے لائے اور شہری اس کے پاس جا کر اس کو فروخت کرنے پر آمادہ کر لے تو یہ کشادگی اور سہولت پیدا کرنا ہے، تنگی ہوگی (۱)۔

۱۲- مالکیہ کی شرط ہے کہ بیع شہری کے ہاتھ ہو، لہذا اگر شہری (بدوی کا مال) اسی جیسے بدوی کے ہاتھ فروخت کرے تو جائز ہے، اس لئے کہ بدوی ان سامانوں کے نرخ سے ناواقف نہیں ہوگا، اس لئے ان کے نرخ پر ہی لے گا، خواہ اس نے شہری سے خریدنا ہو یا بدوی سے، لہذا شہری کا اس کے ہاتھ فروخت کرنا بدوی کا بدوی کے ہاتھ فروخت کرنے کے درجہ میں ہے (۲)۔

۱۳- حنابلہ کی شرط ہے کہ بدوی کے پاس نرخ سے واقف شہری جائے، لہذا اگر بدوی خود شہری کے پاس جائے، تو تنگی پیدا کرنے میں شہری کا کوئی اثر نہیں ہوگا (۳)۔

اگر ممانعت کی شرائط میں سے کوئی شرط مفقود ہو تو بیع الحاضر للبادی ان لوگوں کے نزدیک حرام نہ ہوگی (۴)، جو اس شرط کے قائل ہیں۔  
۱۴- حنفیہ جن میں سے بعض نے ممانعت کی صورت یہ بیان کی ہے کہ شہری امانج یا چارہ بدوی کے ہاتھ زیادہ شمن کی لالچ میں فروخت کرے، انہوں نے تحریم کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ اس بیع سے اہل شہر کا نقصان ہو، یعنی ان کے یہاں امانج اور چارے کی قلت ہو۔ لیکن اگر ان کے یہاں سرسبزی اور کشادگی ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ ضرر نہیں ہے (۵)۔ حصص کی عبارت یہ ہے: یہ قحط

کرنے کا سبب نہیں، برخلاف اس صورت کے جبکہ اس سے گراں قیمت میں فروخت کرنے کے لئے درخواست کرے تو بسا اوقات یہ زیادتی اس کو اس سے اتفاق کرنے پر آمادہ کر سکتی ہے جس کے نتیجے میں تنگی ہوگی (۱)۔

۱۰- بدوی نرخ سے ناواقف ہو (۲)، اس لئے کہ اگر بدوی کو اس کا علم ہوگا تو شہری اس کو اس سے زیادہ نہ دے گا (۳)، اور ممانعت اس وجہ سے بھی ہے تاکہ وہ لوگوں کے ہاتھ سے دام میں فروخت کریں، اور یہ علت اسی وقت پائی جائے گی جبکہ بدوی نرخ سے ناواقف ہوں، اور اگر ان کو نرخ کا علم ہو تو وہ ان کو ان کی قیمت ہی میں فروخت کریں گے جیسا کہ شہری فروخت کرے گا، اس لئے شہری کی بیع اس صورت میں بدویوں کی بیع کے درجہ میں ہوگی (۴)۔ یہ شرط مالکیہ اور حنابلہ کی ہے۔

تاہم خثی نے ممانعت کو مطلق رکھا ہے، خواہ بدوی نرخ سے ناواقف ہو یا واقف ہو (۵)۔

مالکیہ کے یہاں معتمد کیا ہے؟ اس سلسلہ میں اختلاف ہے:  
عدوی کے یہاں معتمد نرخ سے ناواقف ہونے کی شرط ہے (۶)  
اور ابن جزئی نے اسی کی صراحت کی ہے (۷)۔  
دوسروں کے نزدیک معتمد (جیسا کہ دسوقی نے نقل کیا ہے) اطلاع ہے (۸)۔

- (۱) حامیہ الجمل علی شرح الحج ۸۶/۳۔
- (۲) الشرح الکبیر للبدوی بحامیہ الدسوقی ۶۹/۳، المغنی ۲۸۰/۳، کشاف القناع ۱۸۳/۳۔
- (۳) کشاف القناع ۱۸۳/۳۔
- (۴) حامیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر للبدوی ۶۹/۳۔
- (۵) شرح الخرش ۸۳/۵۔
- (۶) حامیہ العدوی علی شرح الخرش ۸۳/۵۔
- (۷) التواہین المظہیر ص ۱۷۱۔
- (۸) حامیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر للبدوی ۶۹/۳۔

- (۱) کشاف القناع ۱۸۳/۳، المغنی ۲۸۰/۳۔
- (۲) الشرح الکبیر للبدوی بحامیہ الدسوقی ۶۹/۳۔
- (۳) کشاف القناع ۱۸۳/۳۔
- (۴) سابقہ مراجع۔
- (۵) بدائع الصنائع ۲۳۲/۵۔

## بیع الحاضر للبای ۱۵-۱۶

ممانعت تحریم کے لئے ہے، لہذا اس کے باوجود اس کا ارتکاب کرنے والا گنہگار ہوگا، تاہم بیع صحیح ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

ب۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بیع صحیح ہوگی، اس میں کوئی کراہت نہیں ہوگی، اور یہ کہ ممانعت ابتداء اسلام کے ساتھ خاص ہے جب مسلمانوں پر تنگی تھی، امام احمد نے کہا: ایسا ایک مرتبہ ہوا تھا<sup>(۲)</sup>۔

ج۔ مالکیہ کا مذہب اور حنابلہ کے یہاں مذہب اور ”ظہر“ یہ ہے کہ بیع حرام ہے، اور باطل و فاسد بھی ہے جیسا کہ خرقی نے اس کی صراحت کی ہے، اس لئے کہ یہ ممنوع ہے، اور ممانعت ممنوع کے فساد کی متقاضی ہے<sup>(۳)</sup>۔

اسی طرح بھوتی نے اس کی صراحت اپنے اس قول سے کی ہے کہ وہ حرام ہوگی صحیح نہیں ہوگی، کیونکہ اس کی ممانعت باقی ہے<sup>(۴)</sup>۔

امام احمد سے اس بیع کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا: میں اس کو مکروہ سمجھتا ہوں اور اس کی بیع کو رد کرتا ہوں<sup>(۵)</sup>۔

مالکیہ نے اس کے بارے میں تفصیل کرتے ہوئے یہ کہا ہے: اول: بیع فسخ ہوگی جب تک سامان موجود ہو، بیع یا عیب یا موت وغیرہ کے سبب فوت نہ ہوا ہو۔

دوم: اگر سامان فوت ہو چکا ہو تو اس ثمن کے ساتھ جس پر بیع ہوئی ہے بیع نافذ ہوگی۔ یہی معتمد ہے۔ ایک قول ہے کہ ”قیمت“ (مارکیٹ ریٹ) کے ساتھ نافذ ہوگی<sup>(۶)</sup>۔

ذیل میں اس بیع سے متعلق غیر حنفیہ کے یہاں بعض تفصیلی

اور محتاجی کی حالت کا حکم ہے، ورنہ نہیں، اس لئے کہ ضرر نہیں<sup>(۱)</sup>۔

۱۵۔ حنفیہ میں سے جنہوں نے ممانعت کی شکل یہ بیان کی ہے کہ شہری بدوی کا سامان فروخت کرے اور قیمت بڑھادے اور یہی اصح ہے<sup>(۲)</sup>، انہوں نے اس کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ:

وہ سامان عام ضرورت و حاجت کا ہو مثلاً خوراک، لہذا اگر عام ضرورت کا نہ ہو یا خوراک کی کثرت ہو، اس کی ضرورت نہ ہو تو تحریم کے بارے میں تردد ہے<sup>(۳)</sup>۔

اور یہ کہ اہل شہر کو اس سے ضرر پہنچتا ہو<sup>(۴)</sup>۔

## بیع الحاضر للبای کا حکم:

۱۶- الف۔ جمہور فقہاء کے نزدیک وہ صحیح ہونے کے باوجود حرام ہے، بعض حنفیہ نے اس کی صراحت کی ہے<sup>(۵)</sup>۔ اور بعض حنفیہ نے اس کو ”کراہت“ سے تعبیر کیا ہے جو مطلق بولے جانے کی صورت میں تحریم کے معنی میں ہے، جیسا کہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے اس کی صراحت کی ہے، اس کے باوجود جمہور کے نزدیک یہ بیع صحیح ہے جیسا کہ امام احمد سے یہ ایک روایت ہے۔ اور اس سے ممانعت فساد و بطلان کو مستلزم نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق ذات بیع سے نہیں ہے، کیونکہ اس کا کوئی رکن مفقود نہیں ہے، اور نہ اس کا تعلق لازم ذات ہے، کیونکہ اس کی کوئی شرط مفقود نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق ایک خارجی غیر لازم امر سے ہے مثلاً تنگی کرنا اور ایذا رسانی ہے<sup>(۶)</sup>۔ محلی نے کہا:

(۱) الدر المختار ۳/۳۲، الہدایہ فی فتح القدیر ۶/۱۰۷۔

(۲) الدر المختار ۳/۳۲۔

(۳) حاشیہ اعلیٰ علی تبیین الحقائق ۳/۶۸۔

(۴) تبیین الحقائق حوالہ سابق، بدائع الصنائع ۵/۲۳۲۔

(۵) حاشیہ اعلیٰ علی تبیین الحقائق ۳/۶۸، الدر المختار ۳/۳۲، الہدایہ مع شروح ۶/۱۰۸۔

(۶) شرح المحلی علی المہاج مع حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۸۲، نیز المغنی ۳/۲۸۰ سے موازنہ کریں۔

(۱) راہۃ مراجع۔

(۲) المغنی ۳/۲۸۰، الاضاف ۳/۳۳۳۔

(۳) المغنی ۳/۲۸۰۔

(۴) کشاف القناع ۳/۱۸، المشرع الکبیر للذہبی مع حاشیہ الدسوقی ۳/۶۹۔

(۵) المغنی ۳/۲۸۰۔

(۶) المشرع الکبیر للذہبی مع حاشیہ الدسوقی ۳/۶۹۔

## بیع الحاضر للبای ۱۷-۱۸

جزئیات ذکر کی جاتی ہیں:

۱۷- اول: مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ بیع کے فوت نہ ہونے کی شرط پر بیع کے فسخ کرنے کے ساتھ مالک، شہری اور بدوی ہر ایک کی تادیب کی جائے گی، اگر ان میں سے کوئی اس سے ماواقفیت کے سبب معذور نہ ہو یعنی وہ حرمت سے واقف ہو، جاہل کی تادیب نہیں کی جائے گی، اس لئے کہ جہل کے سبب وہ معذور ہے<sup>(۱)</sup>۔

لیکن کیا مطلقاً تادیب ہوگی یا اگر وہ اس بیع کا عادی ہو تب ہوگی؟

اس سلسلہ میں مالکیہ کے یہاں دو اقوال ہیں<sup>(۲)</sup>۔

شافعیہ نے کہا ہے کہ تحریم سے واقف شخص گنہگار ہوگا جیسا کہ مالکیہ نے کہا، اسی طرح کوتاہی کرنے والا جاہل بھی گنہگار ہوگا اگرچہ وہ ایسا حکم ہو جو عموماً مخفی رہتا ہو۔ انہوں نے کہا: حاکم کو حق ہے کہ جو حکم عموماً مخفی نہ رہتا ہو اس کے ارتکاب پر تعزیر کرے، اگرچہ وہ واقف ہونے کا دعویٰ کرے۔ قلیوبی نے کہا: حرمت علم یا تقصیر کے ساتھ مقید ہے، اور تعزیر عدم خفاء کے ساتھ مقید ہے<sup>(۳)</sup>۔

لیکن ائمہ شافعیہ میں سے قتال نے کہا: یہاں پر گناہ شہری پر ہوگا، بدوی پر نہیں، اور قتال کہتے ہیں کہ خریدار کو اختیار نہیں حاصل ہوگا<sup>(۴)</sup>۔

پھر شافعیہ نے ہر ممنوع میں حرمت کے علم کی شرط کو عام رکھا ہے۔ ابن حجر نے کہا: یہاں اور تمام دوسری ممنوعات میں بھی ضروری ہے کہ وہ ممانعت سے واقف ہو یا اس کی واقفیت حاصل کرنے میں

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) حوالہ سابق، نیز فتح نورنا دہب کے بارے میں دیکھئے شرح الخرشی مع حامیہ

الحدوی ۵/ ۸۳۔

(۳) شرح المکلی مع حامیہ اقلیو بی ۲/ ۱۸۲۔

(۴) شرح المکلی حوالہ سابق۔

کوتاہی کرنے والا ہو، جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور یہ ان کے اس قول سے ماخوذ ہے کہ جو شخص کوئی کام کرے اس پر واجب ہے کہ اس سے متعلق وہ تمام چیزیں سیکھے جو کثرت سے واقع ہوتی ہیں<sup>(۱)</sup>۔

۱۸- چونکہ نص بیع للبای (بدوی کے لئے بیچنا) سے ممانعت کے بارے میں وارد ہے، اس لئے شراء للبای (بدوی کے لئے خریدنا) کے بارے میں اختلاف ہے:

الف۔ مالکیہ کے مذہب میں نقد کے ذریعہ "شراء للبای" یا سامان کے ذریعہ "شراء للبای" کے درمیان تفصیل ہے۔

کچھ مالکیہ علی الاطلاق نقد اور سامان کے ذریعہ "شراء للبای" (بدوی کے لئے خریدنے) کے جواز کے قائل ہیں یعنی وہ سامان نقد کے ذریعہ حاصل کرے یا بغیر نقد کے برابر ہے شیخ خلیل کے کلام کا ظاہر یہی ہے۔ خشری نے خریداری کے جواز کو ان سامانوں کے ساتھ خاص کیا ہے جن کو اس نے نقد ثمن دے کر حاصل کیا ہے، رہے وہ سامان جن کو اس نے بغیر نقد حاصل کیا تو بدوی کے لئے ان کے ذریعہ سامان خریدنا اس کے لئے ناجائز ہے۔ انہوں نے کہا: اس لئے کہ اس صورت میں وہی علت پائی جائے گی جو اس کے لئے بیع سے ممانعت میں ہے<sup>(۲)</sup>۔

کچھ دوسرے مالکیہ نے کہا: ائمہ کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ اس کے لئے خریداری نقد ہی کے ذریعہ جائز ہے، سامان کے ذریعہ علی الاطلاق ناجائز ہے، ورنہ یہ اس کے سامان کو فروخت کرنا ہو جائے گا، اور یہ معتمد قول کے مطابق (جیسا کہ گزرا) علی الاطلاق ممنوع ہے، دسوقی نے اس کو "وجیہ" قرار دیا ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۳/ ۳۱۱۔

(۲) القوانین الفقہیہ ۱/ ۱۷۱ کے ساتھ مزید ذکر کریں۔

(۳) المشرع المکبر للذہبی مع حامیہ الدسوقی ۳/ ۶۹، ۷۰، شرح الخرشی ۵/ ۸۳۔



## بیع الحاضر للبادی ۱۹-۲۲

کہ بیع سے ممانعت اہل حضر کے لئے سہولت پیدا کرنا ہے، تاکہ ان کے لئے نرخ میں گنجائش رہے اور ضرر زائل ہو جائے، اور اس کے لئے خریدار کی صورت میں یہ چیز نہیں، اس لئے کہ اہل حضر کا ضرر نہیں، کیونکہ اہل بادیہ کے لئے غبن نہیں بلکہ یہ ان سے ضرر کو زائل کرنا ہے، اور شریعت کی نظر میں ساری مخلوق برابر ہے، شریعت نے اہل حضر سے دفع ضرر کے لئے حکم بتایا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اہل بادیہ پر ضرر کو لازم کرے<sup>(۱)</sup>۔

۲۱- سوم: یہاں ایک اور مسئلہ ہے جس کا تعلق ”بیع و شراء الحاضر للبادی“ سے ہے، وہ یہ کہ اگر شہری بدوی کو مشورہ دے، خود اس کے لئے بیع نہ کرے تو:

ابن قدامہ نے نقل کیا ہے کہ امام مالک اور لیث نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے<sup>(۲)</sup>۔

شافعیہ نے کہا: اس کو ذخیرہ کرنے یا بیع کرنے کی ہدایت دینے کے وجوب کے بارے میں دو قول ہیں: وجہ تریہ ہے کہ اس کو ہدایت دینا واجب ہے<sup>(۳)</sup>، کیونکہ اس کے حق میں بہتر کا مشورہ دینا واجب ہے۔

ابن قدامہ نے ہی نقل کیا ہے کہ حضرت ظلمہ بن عبید اللہ، اوزاعی اور ابن المنذر نے اس کی اجازت دی ہے۔

ابن قدامہ نے کہا: قول صحابی حجت ہے اگر اس کے برخلاف ثابت نہ ہو<sup>(۴)</sup>۔

۲۲- چہام: مالکیہ میں سے ابن جزئی نے صراحت کی ہے کہ بدوی کو نرخ بتانا اس کے لئے بیع کرنے کی طرح ہے، لہذا ناجائز ہے<sup>(۵)</sup>۔

(۱) المغنی ۴/۲۸۰۔

(۲) ساتھ مراجع۔

(۳) جامعہ الشروانی علی تحفۃ المحتاج ۳/۱۰۳۔

(۴) المغنی ۴/۲۸۰۔

(۵) القوانین الفقہیہ ۱/۷۱۔

۱۹- ب۔ اس کی وجہ سے گنہ گار قرار دینے میں بھی شافعیہ کے مذہب میں تردد ہے، لہذا اگر کوئی بادیہ سے خریدنے کے لئے آئے، اور کوئی شہری اس کے سامنے آکر اس کے لئے سستے دام میں خریدنے کی پیش کش کرے تو:

(۱) ابن یونس نے کہا: یہ حرام ہے، اور اذرنی کی تحقیق ہے کہ وہ قطعی طور پر گنہ گار ہے۔ اور اس کی وجہ جیسا کہ ابن حجر نے کہا: بیع پر قیاس کرنا ہے، شروانی نے کہا: معتمد یہی ہے۔ البتہ انہوں نے یہ قید لگائی ہے کہ ثمن عام ضرورت کی چیز ہو۔ ممانعت کا قول حنابلہ میں سے ابن ہانی نے بھی نقل کیا ہے۔

(۲) متاخرین کی ایک جماعت کے نزدیک مختار یہ ہے کہ خریداری میں گناہ نہیں ہے، انہوں نے بدوی کے لئے بیچنے اور خریدنے کے درمیان تفریق کرتے ہوئے کہا کہ خریداری اکثر نقد کے ذریعہ ہوتی ہے اور یہ عام ضرورت کی چیز نہیں ہے۔

(۳) جبکہ ابن حجر نے دونوں قول میں تطبیق کی راہ اختیار کرتے ہوئے قول اول (گنہ گار ہونے) کو اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ خریداری ایسے سامان کے ذریعہ ہو جو عام ضرورت کا ہو، اور گنہ گار نہ ہونے کے قول کو اس کے خلاف پر محمول کیا یعنی اس صورت پر جبکہ خریداری ایسے سامان کے ذریعہ ہو جس کی عام ضرورت نہیں<sup>(۱)</sup>۔

۲۰- ج۔ بادیہ والے کے لئے خریدنے کے بارے میں حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ صحیح ہے، اس کے بارے میں صرف ایک روایت ہے<sup>(۲)</sup>، اس کی وجہ یہ ہے کہ ممانعت کے الفاظ خریداری کو شامل نہیں ہیں اور نہ ہی خریداری میں وہ بات ہے جو فخر و خشگی میں ہے، اس لئے

(۱) تحفۃ المحتاج مع جامعہ الشروانی ۳/۱۱۳، الانصاف ۳/۳۳۵۔

(۲) المغنی ۴/۲۸۰، کشاف القناع ۳/۱۸۳، الانصاف ۳/۳۳۵۔



## بیع الحصة ۱-۵

ب۔ شافعیہ نے اس کی تشریح میں کہا: ان کپڑوں میں سے جس پر کنکری پڑے وہ میں نے تمہیں فروخت کر دیا<sup>(۱)</sup>۔

ج۔ حنابلہ نے اس کی تشریح یوں کی ہے: فروخت کرنے والا کہنے: یہ کنکری مارو جس کپڑے پر کنکری پڑے گی، وہ اتنے دام میں تمہارا ہے<sup>(۲)</sup>۔

فروخت کنندہ کنکری پھینکے یا خریدار دونوں میں کوئی فرق نہیں جیسا کہ عمیرہ برسی کہتے ہیں<sup>(۳)</sup>۔

۳۔ اس نوعیت کی بیع کی ایک اور تشریح ہے، وہ یہ کہ بائع خریدار سے کہے: میرے کھڑے ہونے یا فلاں کے کھڑے ہونے کی جگہ سے یہ کنکری جہاں تک پہنچے وہ زمین میں نے تمہیں اتنے دام میں فروخت کر دی۔ مالکیہ اور حنابلہ نے اس تشریح کی صراحت کی ہے۔ اول الذکر (مالکیہ) نے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ بیع لازمی طور پر ہو<sup>(۴)</sup>۔

۴۔ شافعیہ کے یہاں ایک اور تشریح ہے: وہ یہ کہ فروخت کرنے والا کہنے: جب میں یہ کنکری پھینک دوں تو یہ کپڑا تمہارے ہاتھ میں دس میں فروخت ہو گیا۔ یعنی پھینکنے کو صیغہ بیع قرار دے<sup>(۵)</sup>۔

۵۔ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں اس کی ایک چوتھی تشریح یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار سے کہے: میں نے تمہارے ہاتھ یہ سامان اتنے دام میں اس شرط کے ساتھ فروخت کیا کہ جب میں یہ

## بیع الحصة

تعریف:

۱۔ بیع الحصة: پتھر پھینک کر بیع کرنا، اس کا عرف دور جہالت میں تھا<sup>(۱)</sup>۔ اس سے ممانعت وارد ہے، اور وہ ”نبی عن الغرر“ کی حدیث میں ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن بیع الحصة، وعن بیع الغرر“<sup>(۲)</sup> (نبی اکرم ﷺ نے بیع الحصة اور بیع الغرر سے منع فرمایا ہے)۔ فقہاء اس کی تفسیر کے بارے میں مختلف ہیں۔

۲۔ حنفیہ نے کہا: اس سے مراد یہ ہے کہ ایسی جگہ کنکری پھینکے، جہاں کچھ کپڑے رکھے ہوں جس کپڑے پر کنکری پڑ جائے، بلا تاویل اور بغیر دیکھے ہوئے وہی بیع ہو جائے۔ اور اس کے بعد خیال نہ ہو<sup>(۳)</sup>۔ حدیث کی یہ تشریح تمام فقہاء مذاہب نے ذکر کی ہے:

الف۔ مالکیہ نے کہا: وہ ایسی بیع ہے کہ مثلاً جس کپڑے پر کنکری پڑ جائے گی اس پر بیع لازم ہوگی، کنکری پھینکنے والا کسی معین شی کا قصد نہ کرے<sup>(۴)</sup>۔ روایر نے اسے اس شرط کے ساتھ مقید کیا ہے کہ کپڑے اور سامان باہم ایک دوسرے سے مختلف ہوں۔

(۱) لسان العرب مادة ”ھعی“۔

(۲) حدیث: ”نہی عن بیع الحصة، و عن بیع الغرر.....“ کی روایت مسلم (۱۱۵۳/۲ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۳) رد المحتار ۳/۹۰، تبیین الحقائق ۳/۸۸، فتح القدیر ۶/۵۵۵۔

(۴) شرح الکبیر للرد رہبر بحیث الدسوقی ۳/۵۷۔

(۱) شرح المجلد علی الصہاح ۲/۱۷۶۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۶۷، المشرع الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۲۸، ۲۹۔

(۳) حاشیہ عمیرہ علی المشرع المجلد ۲/۱۷۷۔

(۴) المشرع الکبیر للرد رہبر مع حاشیہ الدسوقی ۳/۵۶، کشاف القناع ۳/۱۹۷۔

المشرع الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۲۹۔

(۵) شرح المجلد علی الصہاح ۲/۱۷۶، ۱۷۷۔

## بیع الحصة ۶-۱۰

ہونے کے ساتھ مشروط ہے۔ لیکن اگر اس بیع میں ثمن کا ذکر نہ ہو تو فساد ثمن کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے ہوگا، اگر اس سے سکوت ہو، اس لئے کہ ان کے یہاں طے ہے کہ ثمن کی نفی کے ساتھ بیع باطل اور ثمن سے سکوت کے ساتھ فاسد ہے<sup>(۱)</sup>۔

اسی طرح مالک نے اس کے فساد کی توجیہ عین بیع کی جہالت سے کی ہے، البتہ انہوں نے (جیسا کہ ہم نے دیکھا) سلمان کے مختلف ہونے کے ساتھ ساتھ یہ بھی شرط لگائی ہے کہ پھینکنے والا ان میں سے کسی معین چیز کا قصد نہ کرے۔ لیکن اگر قصد کے ساتھ پھینکنے تو جائز ہے اگر پھینکنا خریدار کی طرف سے ہو یا فروخت کرنے والے کی طرف سے ہو اور اس نے خریدار کو اختیار دے دیا ہو۔

اسی طرح اگر سلمان ایک طرح کے ہوں تو بیع جائز ہے، خواہ کنکری اس سلمان پر پڑے جس کا قصد تھا یا کسی دوسرے سلمان پر<sup>(۲)</sup>۔

۸- دوسری صورت میں (یعنی زمین کی ایک خاص مقدار کی بیع پھینکنے والا جہاں کھڑا ہے وہاں سے کنکری کے گرنے کی جگہ تک) فساد مقدار بیع کی جہالت کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ پھینکنے میں اختلاف ہوتا ہے۔ جیسا کہ مالک نے اس کی تعلیل بیان کی ہے۔ اور انہوں نے طے کیا ہے کہ فساد اس صورت میں ہوگا جبکہ بیع کے لازم ہونے کی شرط ہو<sup>(۳)</sup>۔

۹- تیسری صورت میں (جس کو شافعیہ نے لکھا ہے) فساد کی وجہ انہوں نے صیغہ بیع کے نہ پائے جانے کو بتایا ہے، اس لئے کہ اس نے کنکری پھینکنے کو بیع گردانا، اور صیغہ کو چھوڑ کر اسی پر اکتفا کیا<sup>(۴)</sup>۔

۱۰- چوتھی صورت میں فساد (یعنی خریدار اور فروخت کنندہ میں سے

کنکری پھینکوں تو بیع واجب اور لازم ہو جائے گی<sup>(۱)</sup>۔

۶- مالک نے ایک پانچویں تشریح پیش کی ہے:

الف۔ بائع خریدار سے کہے: اس کنکری کو پھینکو اور اس ٹوٹی ہوئی کنکری کے جتنے اجزاء ٹکٹیں گے ان ہی کی تعداد میں میرے لئے دینا یا درہم ہوں گے۔

ب۔ یا خریدار بائع سے کہے: اس کنکری کو پھینکو، پھینکنے کے دوران اس کے جو متفرق اجزاء ٹکٹیں گے ان ہی کی تعداد میں تمہارے لئے دینا یا درہم ہوں گے۔

ج۔ ان کے نزدیک ایک احتمال یہ ہے کہ کنکری سے مراد کنکری کی جنس ہو یعنی بائع خریدار سے کہے: اپنی ایک یا دونوں ہتھیلیوں میں کچھ کنکریاں لو اور اس کو مثلاً ایک یا دو بار بلاؤ، جتنی کنکری گرے گی اس کی تعداد میں دینا یا درہم میرے لئے ہوں گے<sup>(۲)</sup>۔

## بیع الحصة کا حکم:

حدیث کی ان تمام تشریحی صورتوں میں بلا اختلاف فقہاء بیع فاسد ہے، اور ہر صورت کے بارے میں انہوں نے ایسی چیزیں مقرر کی ہیں جن سے ان کی وجہ فساد کا اشارہ ملتا ہے۔

۷- مثلاً پہلی صورت میں حنفیہ نے اس کے فساد کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس میں جہالت ہے اور تملیک کو خطرہ پر مطلق کرنا ہے، اس لئے کہ یہ اس قول کے معنی میں ہے: اگر میرا پتھر کسی کپڑے پر پڑے تو میں نے تمہیں اس کو یا تم نے اس کو مجھ سے اتنے میں فروخت کر دیا، اور تملیکات میں اس کا احتمال نہیں ہوتا، کیونکہ اس سے جو لازم آئے گا<sup>(۳)</sup>۔

حنفیہ نے کہا ہے کہ اس وجہ سے فساد ثمن کے پہلے سے مذکور

(۱) المشرح الکبیر مع جامعہ الدسوتی ۵۶/۳، القوانین المفہمہ ۷۰، شرح المکلی علی المصباح ۶/۲، ۷۷، ۷۸، کشاف القناع ۳/۱۶۷۔

(۲) المشرح الکبیر للذہبی مع جامعہ الدسوتی ۵۷/۳۔

(۳) فتح القدیر والعتابہ علی الہدایہ ۵۵/۶، نیز دیکھئے رد المحتار ۱۰۹/۳۔

(۱) دیکھئے الدر المختار اور اس کے کجولہ مراجع، رد المحتار ۱۰۹/۳۔

(۲) المشرح الکبیر للذہبی مع جامعہ الدسوتی ۵۷/۳۔

(۳) الدسوتی ۵۶/۳۔

(۴) شرح المکلی علی المصباح ۶/۲، ۷۷، ۷۸۔

## بیع الحصة ۱۱، بیع سلم، بیع صرف

### بیع سلم

دیکھئے: ”سلم“۔

کسی ایک یا ان کے علاوہ کی طرف سے کنکری گرنے پر بیع کا لزوم (غیر معین زمانہ میں کنکری کے گرنے پر بیع کے لزوم کو مطلق کرنے کی وجہ سے ہے، لہذا کنکری گرنے کا زمانہ مجہول ہونے کے سبب بیع فاسد ہے، اس میں جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں<sup>(۱)</sup>، مجہول اجل کے ساتھ مؤجل کرنا یا جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں: زمانہ خیال کی جہالت ہے<sup>(۲)</sup>۔ ہاں اگر اپنے اختیار سے کنکری گرنے کے لئے معلوم اجل مقرر کر دے، اور اجل زمانہ خیال کے بقدر ہو، اور وہ ہر چیز میں اپنے اپنے اعتبار سے ہوتا ہے (جیسا کہ عدوی کہتے ہیں) مثلاً کہے: اگر طلوع آفتاب سے ظہر تک یا آج سے کل تک تصدا کنکری گرے تو بیع لازم ہوگی، فاسد نہ ہوگی<sup>(۳)</sup>۔

### بیع صرف

دیکھئے: ”صرف“۔

۱۱- پانچویں صورت میں (جس کو مالکیہ نے پیش کیا ہے) یعنی گرنے والی کنکری سے بکھرنے والے لکڑوں کی تعداد میں درہم یا دینار کے عوض بیع، فساد بیع مقدار ثمن کی جہالت کی وجہ سے ہے، اس لئے کہ یہ نہیں معلوم کہ گرنے والی کنکری سے بکھرنے والے لکڑوں کی تعداد کیا ہوگی۔

لہذا ابلا اختلاف تمام صورتوں کے بارے میں مذکورہ قیود اور تعلیلات کے ساتھ بیع الحصة فاسد ہے۔

اسی کے سلسلہ ابن قدامہ کہتے ہیں: یہ تمام بیوع فاسد ہیں، کیونکہ ان میں دھوکہ اور جہالت ہے، اس میں ہمارے علم میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔



(۱) الشرح الکبیر للذریع مع جامعہ الدسوقی ۵۶/۳۔

(۲) شرح المکلی علی المنہاج ۱۷۷/۳۔

(۳) شرح المشرقی مع جامعہ العدوی ۱۵/۱۔

## بیع عرایا ۱-۲

حنابلہ نے اس کی تعریف یہ کی ہے: درختوں پر لگی ہوئی ترکھور کو اندازہ سے، اپنی خشک کھجور کے عوض اسی کے مثل سے معلوم کیل میں فروخت کرنا ہے نہ کہ اندازے سے<sup>(۱)</sup>۔

### اس کا حکم:

۲- بیع العرایا فی الجملہ جمہور فقہاء (مالک، شافعی، احمد، اسحاق اور ابن منذر) کے نزدیک جائز ہے<sup>(۲)</sup>۔ لیکن تحقیق یہ ہے کہ امام مالک ان حضرات کے ساتھ نہیں<sup>(۳)</sup>۔

جواز کے قائل جمہور کے دلائل حسب ذیل ہیں:

الف۔ حضرت سہل بن ابو شمرہؓ کی حدیث میں ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ التَّمْرِ بِالتَّمْرِ، وَرَخِصَ فِي الْعَرِيَةِ، أَنْ تَبَاعَ بِخَرْصِهَا، بِأَكْلِهَا أَهْلِهَا رَطْبًا“<sup>(۴)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے کھجور کو کھجور کے بدلے فروخت کرنے سے منع فرمایا، اور عریہ میں رخصت دی ہے کہ اندازہ سے فروخت کی جائے، تاکہ اہل عریہ ترکھور کھائیں)۔

ابن قدامہ نے کہا: رخصت: سبب مانع کے باوجود ممنوع چیز کو مباح کرنا ہے۔ اگر سبب مانع پائے جانے کی صورت میں مباح کرنے سے ممانعت ہو تو ہمارے لئے کسی بھی حالت میں کوئی رخصت باقی نہ رہے<sup>(۵)</sup>۔

(۱) کشاف القناع ۳/۲۵۸، ۲۵۹، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۵۲۔

(۲) الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۵۲۔

(۳) فتح القدیر ۱/۵۳۔

(۴) حدیث سہل بن ابی شمرہؓ ”نہی عن بیع التمر بالتمر، و رخص فی العریة.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۸۷ طبع استغیہ) اور مسلم

(۳/۲۷۰ طبع المجلد) نے کی ہے۔

(۵) المغنی ۳/۱۸۲، نیز دیکھئے الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۵۲۔

## بیع عرایا

### تعریف:

۱- عرایا: عریہ کی جمع ہے۔ عریہ: کھجور کا درخت ہے جسے اس کا مالک کسی محتاج آدمی کو دے دے اور اس سال اس کا پھل اس کے لئے مقرر کر دے، اور وہ غریب آدمی اس درخت کے پاس آئے۔ ”عریہ“ بروزن ”فعیلۃ“، مفعول کے معنی میں ہے، اس پر ”ہاء“ داخل ہے، اس کو اسماء کے درجہ میں رکھا گیا ہے، جیسے ”نطیحة“ اور ”اکیلۃ“۔ اگر ”نخلۃ“ کے ساتھ اس کا ذکر ہو تو ”ہاء“ کو حذف کر دیتے ہیں اور کہا جاتا ہے: ”نخلۃ عریۃ“، جیسا کہ کہا جاتا ہے: ”امراة قتیل“ (مقتولہ عورت) اس کی جمع ”عرایا“ ہے<sup>(۱)</sup>۔

”فتح الباری“ میں ہے: یہ دراصل کھجور کے درخت کا پھل عطیہ کرنا ہے بذات خود درخت کا عطیہ نہیں، عرب والے قحط کے وقت میں ان لوگوں کو اس طرح کا عطیہ دیتے تھے جن کے پاس پھل نہ ہوں<sup>(۲)</sup>۔

شافعیہ نے اس کی اصطلاحی تعریف یہ کی ہے: درخت پر لگی ہوئی ترکھور کو زمین پر موجود خشک کھجور کے عوض یا درخت میں لگے ہوئے ترکھور کو خشک انگور کے عوض فروخت کرنا ہے، بشرطیکہ پانچ وسق سے کم ہو<sup>(۳)</sup>۔

(۱) المصباح لمیر مادہ ”عرو“۔

(۲) نیل الاوطار ۵/۲۰۰۔

(۳) شرح المجلد علی المہاج ۲/۲۳۸، تجلید المحتاج ۳/۳۷۲۔



## بیع عرایا ۳-۴

ب۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ

رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا، فِي خَمْسَةِ أَوْسُقٍ، أَوْ دُونَ خَمْسَةِ أَوْسُقٍ“<sup>(۱)</sup> (نبی کریم ﷺ نے پانچ وسق یا پانچ وسق سے کم میں بیع عرایا کی اجازت دی)۔

شافعیہ میں سے محلی نے کہا: ایک راوی حدیث داؤد بن حصین کو شک ہے، اس لئے امام شافعی نے اقل کو لیا ہے۔ ان کے دو اقوال میں سے اظہر یہی ہے<sup>(۲)</sup>۔

۳- حنفیہ (اسی طرح تحقیق کے مطابق امام مالک) بیع عرایا کو جائز نہیں سمجھتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مزانہ سے ممانعت ہے۔ اور مزانہ: درخت پر لگی تر کھجور کو اس کے کیل کے برابر توڑی ہوئی کھجور کے بدلہ میں اندازہ سے بیچنا ہے<sup>(۳)</sup>۔

نیز حضرت عبادہ بن صامت کی مشہور صحیح حدیث ہے کہ انہوں نے کہا: ”قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ، وَالْبُرُّ بِالْبُرِّ، وَالشَّعِيرُ بِالشَّعِيرِ، وَالتَّمْرُ بِالتَّمْرِ، وَالْمِلْحُ بِالْمِلْحِ، مِثْلًا بِمِثْلٍ، سَوَاءٌ بِسَوَاءٍ، يَدًا بِيَدٍ، فَإِذَا اخْتَلَفَتْ هَذِهِ الْأَصْنَافُ فَيَبْعُوا كَيْفَ شِئْتُمْ، إِذَا كَانَ يَدًا بِيَدٍ“<sup>(۴)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونے کو سونے کے بدلے، چاندی کو چاندی کے بدلے، گیہوں کو گیہوں کے بدلے، جو کو جو کے بدلے، کھجور کو کھجور کے بدلے اور نمک کو نمک کے بدلے برابر برابر، ہاتھوں ہاتھ بیچو۔ ہاں اگر ان کی اصناف بدل جائیں تو جیسے چاہو بیچو، بشرطیکہ ہاتھوں ہاتھ ہو)۔

(۱) حدیث ابی ہریرہؓ ”رَخَّصَ فِي بَيْعِ الْعَرَايَا“ کی روایت بخاری (فتح ۳۸۷/۲ طبع استنباطی) اور مسلم (۱۱۷۱/۲ طبع المجلد) نے کی ہے۔

(۲) شرح المحلی علی المصباح ۲/۲۳۸۔

(۳) ابن ماجہ ۱۰۹۳، قلیوبی ۲/۲۳۸۔

(۴) حدیث عبادہ بن الصامتؓ ”الذَّهَبُ بِالذَّهَبِ وَالْفِضَّةُ بِالْفِضَّةِ.....“ کی روایت مسلم (۱۲۱۱/۲ طبع المجلد) نے کی ہے۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ کی بعض روایات میں ہے: ”فَمَنْ زَادَ أَوْ اسْتَزَادَ، فَقَدْ أَرَبَى، الْآخِذُ وَالْمُعْطَى فِيهِ سَوَاءٌ“<sup>(۱)</sup> (جس نے زیادہ دیا یا زیادہ لیا، اس نے سودی معاملہ کیا، اس کا لینے والا اور دینے والا دونوں برابر ہیں)۔

یہ اور اس جیسی بے شمار نصوص سب کے سب مشہور ہیں، ان کو امت کے یہاں تلقین بالقبول حاصل ہے۔ لہذا ان کو چھوڑنا یا ان کے خلاف عمل کرنا ناجائز ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ مساوات نص کی وجہ سے واجب ہے، اور تفاضل نص ہی کی وجہ سے حرام ہے، اور اسی طرح بیع اور ثمن پر قبضہ سے قبل جدا ہونا۔ لہذا اس کی بیع اُکل سے ناجائز ہے، اسی طرح اگر ان میں کوئی اوصار ہو، جیسا کہ اگر پانچ وسق سے زائد ہو تو ناجائز ہے۔

یہ اس لئے ہے کہ کمی بیشی کا احتمال موجود ہے تو یہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ اگر ان میں یقین کے ساتھ کمی بیشی ہو یا وہ دونوں زمین پر رکھے ہوں<sup>(۲)</sup>۔

۴- مانعین کے نزدیک مذکورہ بالا احادیث میں عرایا کا مفہوم اور ان کی توجیہ:

الف۔ یہ کہ کسی شخص کے بہت سارے کھجور کے درختوں کے بیچ میں، ایک شخص کے ایک یا دو درخت ہوں۔ جب پھل کا وقت ہوتا تو ہل مدینہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اپنے باغات میں چلے جاتے تھے، اب وہ ایک یا دو درخت والا آتا تو بہت سارے درختوں والے کو ضرر پہنچتا، تو رسول اللہ ﷺ نے اجازت دی کہ وہ بہت سارے درختوں کا مالک دوسرے کو اس کی تر کھجوروں کے عوض اندازہ سے اس کو خشک کھجور دے دے، تاکہ وہ اور اس کے گھر والے اس سے

(۱) روایت: ”فَمَنْ زَادَ أَوْ اسْتَزَادَ فَقَدْ أَرَبَى، الْآخِذُ وَالْمُعْطَى فِيهِ سَوَاءٌ“ حوالہ سابق۔

(۲) تبیین الحقائق ۳/۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶،

## بیع عرایا ۵، بیع عربون ۱

ہٹ کر چلے جائیں۔ امام مالک سے یہی مروی ہے<sup>(۱)</sup>۔

ب۔ امام ابو حنیفہ سے ان کا قول مروی ہے کہ اس کا مفہوم ہمارے نزدیک یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کو اپنے کھجور کے درختوں میں سے ایک درخت دے دے، اور جب مناسب سمجھے اس کے حوالے کرے تو آپ ﷺ نے اجازت دی کہ اس درخت کو روک لے، اور اس کی جگہ اندازہ سے توڑی ہوئی خشک کھجور اندازہ سے اس کے بدل کے طور پر دے دے<sup>(۲)</sup>۔

یہ خفیہ کے نزدیک جائز ہے جیسا کہ انہوں نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ موہوب لہ (جس کو بیہ کیا گیا) قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے پھل کا مالک نہیں ہوا، لہذا ابائع اپنی ملکیت کا اپنی ہی ملکیت کے عوض فروخت کرنے والا ہو گیا اور یہ جائز ہے، اس کا جواز بطور معاوضہ نہیں ہے، بلکہ اس لئے ہے کہ یہ بیہ ہے، اس کو مجاز ابائع کہا گیا ہے، اس لئے کہ وہ اس کا مالک نہیں ہوا، اس لئے ابتداء احسان ہے، جیسا کہ مرغینانی کہتے ہیں<sup>(۳)</sup>۔

۵۔ حنابلہ نے بیع عرایا کے جواز کے لئے بہت سی شرطیں لگائی ہیں، بعض میں شافعیہ نے ان سے اتفاق کیا ہے<sup>(۴)</sup>۔ عرایا کی مکمل شرائط اس کے احکامات اور اس کی صورتوں کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”عرایا“۔

## بیع عربون

تعریف:

۱۔ عربون (عین اور راء کے فتح کے ساتھ) ”خلرون“ (ایک نرم اور چکنا کیڑا جو بغیر ناگوں کے رہتا ہے) کی طرح ہے، اور ”غصفور“ کے وزن پر عربون بھی ایک لغت ہے<sup>(۱)</sup>۔ تیسری لغت عربان (ضمہ کے ساتھ) بروزن ”قربان“ ہے<sup>(۲)</sup>، البتہ عین کے فتح اور راء کے سکون کے ساتھ بولنا غلط ہے۔ عربوں نے اس طرح اس کا تلفظ نہیں کیا<sup>(۳)</sup>۔

عربون عجمی لفظ ہے جس کو عربی بنالیا گیا ہے<sup>(۴)</sup>، اس کی لغوی تشریح یہ ہے: جس کے ذریعہ بیع ہو (یعنی بیعانہ)<sup>(۵)</sup>۔

فقہی اصطلاح میں عربون یہ ہے کہ کوئی سامان خریدے اور بائع کو ایک درہم یا زیادہ اس شرط کے ساتھ دے دے کہ اگر سامان لے گا تو اس کو ثمن میں شامل کر دیا جائے گا، اور اگر نہ لے تو وہ بائع کا ہے<sup>(۶)</sup>۔

(۱) المصباح لمیر مادہ ”عرب“۔

(۲) مختار الصحاح مادہ ”عربین“۔

(۳) جامعہ اقلیو بی علی شرح کھلی ۱۸۶/۲۔

(۴) تحفۃ المحتاج ۳۲۲۔

(۵) القاموس المحیط مادہ ”عربون“، باب نون، فصل عین، اس کا نون اصلی ہے، جیسا کہ لغوی نے اس کی صراحت کی ہے۔

(۶) المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۵۸/۳، نیز دیکھئے کشاف القناع ۱۵۵/۳، اور المشرح الکبیر للذہبی سے موازنہ کریں ۶۳/۳، شرح کھلی علی المصباح ۱۸۶/۲، تحفۃ المحتاج ۳۲۲/۳، نیز اس تعریف سے موازنہ کریں جو المصباح لمیر میں نفس مادہ کے تحت مذکور ہے۔

(۱) دیکھئے فتح القدیر ۵۳/۶، نیز دیکھئے نیل الواطار ۵/۲۰۰، ۲۰۱۔

(۲) فتح القدیر ۵۳/۶، طحاوی نے اس تاویل کی توجیہ کی ہے اور شعر عرب سے اس پر استدلال کیا ہے نیز دیکھئے حوالہ سابق میں کمال الدین کی ذکر کردہ تفصیلات۔

(۳) الہدایۃ فتح القدیر ۵۳/۶، تمیز الحقائق ۵۸/۳، نیل الواطار ۵/۲۰۰، ۲۰۱۔

(۴) المشرح الکبیر مع المغنی ۵۲/۳، ۵۵، المغنی ۱۸۲/۳، ۱۸۵، کشاف القناع ۱۵۵/۳، ۲۵۹، شرح کھلی علی المصباح ۲۳۸/۲، ۲۳۹، تحفۃ المحتاج ۳۲۲/۳، ۳۲۳۔

## بیع عربون ۲-۵

اجمالی حکم:

۲- فقہاء اس بیع کے حکم کے بارے میں مختلف رائے رکھتے ہیں:

الف۔ جمہور (حنفی، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں ابو الخطاب) کی رائے ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے، اور یہی حضرت ابن عباسؓ اور حسن سے مروی ہے، جیسا کہ ابن قدامہ کہتے ہیں، اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں اس سے ممانعت ہے، انہوں نے فرمایا: ”نہی النبی ﷺ عن بیع العربان“ (۱) (حضور ﷺ نے بیع عربان سے منع فرمایا)۔

نیز اس لئے کہ یہ لوگوں کا مال ناحق کھانا ہے، اور اس میں دھوکہ ہے (۲)۔ نیز اس لئے کہ اس میں دو مفسد شرطیں ہیں: عربون کو بہہ کرنے کی شرط اور بالفرض عدم رضا مندی کی صورت میں بیع کو واپس کرنے کی شرط (۳)۔

نیز اس لئے کہ اس نے بائع کے لئے بلا عوض ایک چیز کی شرط لگائی ہے، لہذا صحیح نہیں، جیسا کہ اگر اس کی شرط کسی اجنبی کے لئے لگائے (۴)۔

نیز یہ کہ یہ خیال مجہول کے درجہ میں ہے، کیونکہ مدت کے ذکر کئے بغیر اس کی یہ شرط ہے کہ وہ بیع کو واپس کر سکتا ہے، اس لئے صحیح نہیں، جیسا کہ اگر کہے: مجھے اختیار ہے جب چاہوں سامان اور اس

(۱) حدیث: ”لہی عن بیع العربان.....“ کی روایت ابو داؤد (۳۶۸/۷ طبع عزت عید دھاس) نے کی ہے ابن حجر نے تخصیص البیہر (۳۷۱/۷ طبع شرکت المطابع النعیمیہ) میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

(۲) شرح البیہر فی بحارہ الصدوق ۵/۷۸۔

(۳) شرح البیہر فی بحارہ الحداد ۲/۷۸، تحفۃ المحتاج ۳۲۲/۳، شرح المحلی علی المسماح ۲/۱۸۶، نیز دیکھئے نیل الاوطار ۵/۱۵۳۔

(۴) شرح البیہر فی ذیل المغنی ۳/۵۸۔

کے ساتھ ایک درہم لوٹا دوں گا (۱)۔

۳- ب۔ حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع کی یہ شکل جائز ہے۔

حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ ائمہ کی رائے (جو عدم جواز کی ہے) قیاس کے مطابق ہے، لیکن انہوں نے کہا: امام احمد نے اس مسئلہ میں حضرت مافع بن حارث کی روایت کو لیا ہے کہ انہوں نے حضرت عمرؓ کے لئے صفوان بن امیہ سے قید خانہ اس طور پر خریداکہ اگر عمر راضی ہو گئے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس کے لئے یہ یہ ہوگا۔ اثرم نے کہا: میں نے امام احمد سے عرض کیا: آپ کی یہی رائے ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: میں کیا کہوں گا؟ یہ تو حضرت عمرؓ ہیں۔

عربون سے ممانعت کے بارے میں حضرت عمرو بن شعیب کی روایت کی تضعیف کی گئی ہے (۲)۔ لیکن شوکانی کا فیصلہ ہے کہ مذہب جمہور رائج ہے، اس لئے کہ حضرت عمرو بن شعیب کی روایت کئی سندوں سے وارد ہے جن میں سے بعض کو بعض سے تقویت ملتی ہے، نیز اس لئے کہ اس میں ظر (ممانعت) ہے، اور ظر لباحث کے مقابلہ میں زیادہ رائج ہے، جیسا کہ اصول فقہ میں بیان کیا گیا ہے (۳)۔

بیع عربون کے اہم ترین احکام:

۴- اگر مشتری عربون (بیعانہ) اس شرط کے ساتھ دے کہ اگر بیع ناپسند ہوئی تو بیعانہ کو واپس لے لے گا، ورنہ اس کا حساب کرے گا، تو یہ جائز ہے جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں (۴)۔

۵- یہ بیع ان کے نزدیک فسخ کر دی جائے گی، اور اگر فوت ہو جائے (یعنی فسخ محال ہو) تو بیع قیمت کے عوض نافذ ہوگی (۵)۔

(۱) حوالہ سابق ۳/۵۸، ۵۹۔

(۲) حوالہ سابق ۳/۵۹۔

(۳) نیل الاوطار ۵/۱۵۳، ۱۵۴۔

(۴) المشرع الکبیر للردیہ ۳/۶۳، نیز دیکھئے القوانین النعیمیہ ۱/۷۱۔

(۵) المشرع الکبیر للردیہ ۳/۶۳۔



## بیع عربون ۶، بیع عہدہ، بیع عینہ ۱

۶- اگر خریدار فروخت کرنے والے کو ایک درہم دے کر کہے: یہ سامان دوسرے خریدار کو فروخت نہ کرو، اگر میں نے تم سے سامان نہ لیا تو یہ درہم تمہارا ہے تو:

الف۔ اگر خریدار اس سامان کو عقد جدید کے ساتھ خریدے اور درہم کو ثمن میں وضع کرے تو صحیح ہے، اس لئے کہ بیع، شرط مفسد سے خالی ہوگئی۔  
احتمال ہے کہ صفوان بن امیہ سے حضرت عمر کے لئے جیل خانہ کی خریداری اسی شکل پر ہو، اس لئے اسی پر محمول ہوگی، تا کہ حضرت عمر کے فعل اور حدیث کے درمیان تطبیق دی جاسکے، اور قیاس سے ہم آہنگی ہو جائے اور ان امر کی موافقت ہو جائے جو بیع عربون کو فاسد کہتے ہیں۔  
ب۔ اگر خریدار نے وہ سامان نہیں خرید اتو بائع اس درہم کا مستحق نہیں ہوا، اس لئے کہ وہ اس کو بلا عوض لے گا، اور درہم والا اس کو واپس لے سکتا ہے۔

اس کو انتظار اور اس کی وجہ سے بیع میں تاخیر کا عوض قرار دینا صحیح نہیں، اس لئے کہ اگر وہ اس کا عوض ہوتا تو خریداری کی حالت میں اس کو ثمن میں وضع کرنا درست نہ ہوتا، نیز اس لئے کہ بیع میں انتظار کا عوض لینا جائز نہیں۔ اگر یہ جائز ہوتا تو اس کی مقدار کا معلوم ہونا واجب ہوتا، جیسا کہ اجارہ میں ہے<sup>(۱)</sup>۔

## بیع عہدہ

دیکھئے: ”بیع الوفاء“۔

## بیع عینہ

تعریف:

۱- عینہ (عین کے کسرہ کے ساتھ) کے لغوی معنی: سلف (اوصار) ہے۔ کہا جاتا ہے: اعتان الرجل: ایک چیز دوسری چیز کے عوض اوصار خریدنا<sup>(۱)</sup> یا اوصار کے بدلے میں خریدنا، جیسا کہ رازی کہتے ہیں<sup>(۲)</sup>۔

اس بیع کو ”عینہ“ اس لئے کہا جاتا ہے کہ سامان کو اوصار خریدنے والا اس کا بدل (بائع سے) عین یعنی نقد حاضر کی صورت میں لیتا ہے<sup>(۳)</sup>۔

کمال بن ہمام کی نظر میں بیع عینہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ عین مسترجعہ (واپس لئے گئے سامان) سے ماخوذ ہے<sup>(۴)</sup>۔

دسوقی کے یہاں یہ کہنا مستحسن ہے کہ اس کو عینہ اس لئے کہا گیا کہ بیع عینہ کرنے والا مجبور شخص کی اس کے مطلوب کی تحصیل میں حیلہ کے طور پر زیادہ کے مقابلہ میں تھوڑا دے کر اعانت کرتا ہے<sup>(۵)</sup>۔  
فقہی اصطلاح میں اس کی کئی تعریفات کی گئی ہیں۔

(۱) المعصباح لمیر مادہ ”عین“۔

(۲) مختار الصحاح مادہ ”عین“۔

(۳) المعصباح لمیر نفس مادہ، کشاف القناع ۳/۱۸۶۔

(۴) رد المحتار ۳/۲۷۹۔

(۵) حاشیہ الدسوقی علی شرح الکبیر للرد ۳/۸۸۔

(۱) لشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۵۹۔



اس کا حکم:

۳- اس صورت میں اس کے حکم کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

امام ابو حنیفہ، مالک اور احمد نے کہا: یہ بیع ناجائز ہے۔ اور محمد بن الحسن نے کہا: یہ بیع میرے دل میں پہاڑوں کی طرح ہے، اس کو سود خوروں نے ایجاد کیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

امام شافعی سے مذکورہ صورت کا جواز منقول ہے (گویا ان کی نظر ظاہر عقد پر اور ارکان عقد پائے جانے پر ہے، انہوں نے نیت کا اعتبار نہیں کیا ہے)۔

حنابلہ میں سے ابن قدامہ نے امام شافعی کے حق میں یہ دلیل پیش کی ہے کہ وہ ایسا ثمن ہے جس کے ذریعہ سامان کو اس کے بائع کے علاوہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، لہذا اس کے بائع کے ہاتھ فروخت کرنا بھی جائز ہوگا، جیسا کہ اگر اس کو ثمن مثل میں فروخت کرے<sup>(۲)</sup>۔

۴- مالکیہ نے عدم جواز کی وجہ یہ بتائی ہے کہ یہ نفع لانے والا قرض ہے<sup>(۳)</sup>۔

اس میں سود ہونے کی وجہ (جیسا کہ حنفیہ میں سے زیلعی کہتے ہیں) یہ ہے کہ ثمن بائع کے ضمان میں اس پر قبضہ سے قبل داخل نہیں ہوا، اور جب اپنے پاس اپنا عین مال اسی صفت کے ساتھ لوٹا لیا جس کے ساتھ اس کی ملکیت سے نکلا تھا اور بعض ثمن بعض کے بدلہ میں ہو گیا، تو اس کا دوسرے کے ذمہ اضافہ رہ گیا جو بلا معاوضہ ہے، لہذا یہ غیر مضمون کا نفع ہے اور یہ نص سے حرام ہے<sup>(۴)</sup>۔

(۱) القوانین الفقہیہ ص ۱۷۱۔

(۲) المغنی ۲/۳۵۶۔

(۳) المشرح الکبیر للذہبی ص ۸۹۳۔

(۴) رد المحتار ۳/۱۱۵۔

الف۔ ”رد المحتار“ میں ہے: کسی چیز کو اس کی اصلی قیمت سے زیادہ قیمت پر ادھار بیچنا، تاکہ مستقرض (طالب قرض) اس کو اپنے قرض کی ادائیگی کے لئے فوری کم قیمت میں فروخت کر دے<sup>(۱)</sup>۔

ب۔ رافعی کی تعریف ہے: کوئی چیز دوسرے کے ہاتھ ادھار ثمن پر فروخت کرے، اور اس کو خریدار کے حوالے کر دے، پھر ثمن پر قبضہ کرنے سے قبل اس کے خریدار سے اس کا بائع اس کو اس سے کم نقد ثمن پر خریدے<sup>(۲)</sup>۔ حنابلہ کی تعریف اس کے قریب ہے۔

ج۔ مالکیہ نے اس کی تعریف جیسا کہ ”المشرح الکبیر“ میں ہے یہ کی ہے: کسی شخص سے کوئی سامان مطلوب ہو جس کا وہ مالک نہیں ہے، تو وہ اس کو خرید کر طالب کے ہاتھ فروخت کر دے۔

آئندہ آنے والی تفصیل کے لحاظ سے اس کی یہ تعریف کی جاسکتی ہے: وہ زیادتی کو حلال کرنے کے لئے قرض بہ صورت بیع ہے۔

## بیع عینہ کی صورت:

۲- عینہ ممنوعہ کی کئی تشریحات ہیں، جن میں مشہور ترین یہ ہے: کوئی سامان ثمن کے بدلے متعین مدت تک کے لئے فروخت کرے، پھر اسی سامان کو نقد اس سے کم قیمت میں خرید لے۔ اور مدت پوری ہونے پر خریدار ثمن اول ادا کرے۔ دونوں ثمن کے درمیان فرق اضافہ ہے جو ربا ہے، یہ بائع اول کا ہو۔ انجام کار عملی طور پر یہ دس کا قرض دینا ہے، تاکہ پندرہ واپس کرے، اور بیع ربا کا ایک ظاہری وسیلہ ہے۔

(۱) الدر المختار رد المحتار ۳/۲۷۹۔

(۲) نیل الاوطار ۵/۲۰۷۔

## بیع عینہ ۵

واتبعوا أذناب البقر، وتركوا الجهاد في سبيل الله، أنزل الله بهم بلاء، فلا يرفعه حتى يرجعوا دينهم“<sup>(۱)</sup> (جب لوگ دینار و درہم میں بخل کریں، اور بیع عینہ کریں، اور بیل کی دم کے پیچھے لگ جائیں، اور اللہ کی راہ میں جہاد ترک کر دیں، تو اللہ تعالیٰ ان پر بلا نازل کر دے گا، جس کو اسی وقت اٹھائے گا، جب وہ اپنے دین کی طرف لوٹ آئیں)۔

ایک روایت میں ہے: ”إذا تبایعتم بالعینة، وأخذتم أذناب البقر، ورضيتم بالزرع، وتركتم الجهاد، سلط الله عليكم ذلا، لا ينزعه حتى ترجعوا إلى دينكم“<sup>(۲)</sup> (جب تم بیع عینہ کرو گے اور بیل کی دم کے پیچھے لگ جاؤ گے، اور زراعت پر مطمئن و راضی ہو جاؤ گے اور جہاد کو چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ذلت مسلط کر دے گا، اور جب تک تم اپنے دین پر واپس نہیں آؤ گے اس کو نہیں ہٹائے گا)۔



(۱) حدیث: ”إذا ضن الناس بالمينار و الدرهم.....“ کی روایت احمد نے اپنی سند (۲۸/۳ طبع المیمیہ) میں کی ہے ابن قسطلان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے جیسا کہ زیلعی نے نصب الراية (۳/۱۷ طبع مجلس اعلیٰ) میں ان کے حوالہ سے نقل کیا ہے۔

(۲) حدیث: ”إذا تبایعتم بالعینة.....“ کی روایت ابوداؤد (۳۰/۳۳ طبع عزت عید دہاس) نے کی ہے، ابن حجر نے بلوغ المرام (ص ۱۹۲ طبع عبد الحمید احمد خاں) میں کہتے ہیں: اس کی اسناد میں کلام ہے پھر ابن حجر نے سابقہ سند کو ذکر کیا جو ان الفاظ کے ساتھ ہے ”إذا ضن الناس“ اور کہہ اس کے رجال ثقہ ہیں۔

۵۔ بیع عینہ حرام ہونے پر حنابلہ نے حسب ذیل استدلال کیا ہے:

الف۔ غندر نے شعبہ سے، وہ ابو اسحاق سبیعی سے، وہ اپنی بیوی عالیہ سے روایت کرتے ہیں: ”دخلت أنا و أم ولد زيد بن أرقم على عائشة، فقالت أم ولد زيد بن أرقم: إني بعت غلاما من زيد، بثمانمائة درهم إلى العطاء، ثم اشتريته منه بثمانمائة درهم نقدا۔ فقالت لها: بنس ما اشتريت، وبنس ما شريت، أبلغي زيدا: أن جهاده مع رسول الله ﷺ بطل، إلا أن يتوب“<sup>(۱)</sup> (میں اور حضرت زید بن ارقم کی ام ولد حضرت عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، زید بن ارقم کی ام ولد نے کہا: میں نے ایک غلام زید کے ہاتھ آٹھ سو درہم میں عطاء (وظیفہ) ملنے تک کے لئے فروخت کر دیا، پھر میں نے وہ غلام ان سے نقد چھ سو درہم میں خرید لیا، تو حضرت عائشہ نے اس سے فرمایا: خرید کر تم نے برا کیا، اور فروخت کر کے تم نے برا کیا، زید کو بتا دو کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ان کا جہاد باطل (اکارت) ہو گیا، الا یہ کہ وہ توبہ کر لیں)۔

حنابلہ نے کہا: حضرت عائشہ اس طرح کی بات حضور ﷺ سے سن کر ہی کہہ سکتی ہیں۔

ب۔ نیز اس لئے کہ یہ ربا کا ذریعہ ہے، تاکہ ایک ہزار کی (مثلاً) پانچ سو کے عوض ادھار بیع کو مباح کر سکے، اور ذریعہ کا شریعت میں اعتبار ہے، اس کی دلیل قائل کو وراثت سے محروم رکھنا ہے<sup>(۲)</sup>۔

ج۔ حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”إذا ضن الناس بالمينار و الدرهم، وتبایعوا بالعینة،

(۱) حدیث: ”أبلغني زيدا.....“ کی روایت دارقطنی (۵۲/۳ طبع المحسن) نے کی ہے دارقطنی کہتے ہیں: ام حبیبہ اور عالیہ مجہول ہیں ان دونوں سے استدلال نہیں کیا جاسکتا، یعنی جو اس حدیث کی سند میں موجود ہیں۔

(۲) کشاف القناع ۱۸۵/۳، المغنی ۲/۵۷۷۔

## بیع غرر

دیکھئے: ”غرر“۔

## بیع فاسد

تعریف:

۱- بیع: مال کا مال سے تبادلہ، اور فساد: صلاح کی ضد ہے۔  
بیع فاسد اصطلاح میں: جو اصل کے اعتبار سے مشروع ہو  
اور وصف کے اعتبار سے غیر مشروع۔ اصل سے مراد: صیغہ، عاقدین،  
اور معقود علیہ، اور وصف سے مراد: جو اس کے علاوہ ہو<sup>(۱)</sup>۔

یہ حنفیہ کی اصطلاح ہے جو فاسد و باطل کے درمیان تفریق  
کرتے ہیں، ان کے نزدیک بیع فاسد، بیع صحیح اور بیع باطل کے درمیان  
ایک درجہ ہے، اور اسی وجہ سے وہ حکم کا فائدہ دیتی ہے اگر اس کے  
ساتھ قبضہ پایا جائے، لیکن شرعاً اس کو فسخ کرنا مطلوب ہے<sup>(۲)</sup>۔

جمہور فقہاء کے نزدیک فاسد و باطل یکساں ہیں، جس طرح بیع  
باطل حکم کا فائدہ نہیں دیتی، اسی طرح فاسد کا ان کے نزدیک کوئی اثر  
نہیں<sup>(۳)</sup>، یہ اجمالی بات ہے، ورنہ بعض شافعیہ نے فاسد و باطل کے  
درمیان تفریق میں حنفیہ سے موافقت کی ہے، چنانچہ انہوں نے کہا:  
اگر خلل رکن عقد میں پایا جائے تو بیع باطل ہے اور اگر عقد کی شرط میں



(۱) المحمبارج لمیر، مجلۃ الاحکام العدلیۃ: دفعہ (۱۰۵، ۱۰۶)، تمییز الحقائق  
۳/۳۳، فتح القدیر ۱/۳۳۔

(۲) تمییز الحقائق للربیع ۳/۳۳، ابن عابدین ۳/۱۰۰، البدائع ۵/۲۹۹،  
فتح القدیر مع الہدایہ ۱/۳۲۔

(۳) الدسوقی ۳/۵۳، لا شاہ للسیوطی ۱/۳۱۲، المنہج للزرکشی ۳/۷، القواعد  
والفوائد لأصولیہ ۱۱۰۔

## نَج فاسد ۲-۵

پایا جائے تو فاسد ہے (۱)۔

کیا گیا ہو (۱)۔ مثلاً اذانِ جمعہ کے وقت نَج اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کی نَج پر نَج کرنا وغیرہ۔

متعلقہ الفاظ:

الف- نَج صحیح:

۲- نَج صحیح: جو اصل اور وصف کے لحاظ سے مشروع ہو، اور موانع سے خالی ہونے کی صورت میں بذاتِ خود حکم کا فائدہ دے، لہذا نَج صحیح پر اس کا اثر یعنی ملکیت کا حصول، نَج سے انتفاع وغیرہ مرتب ہوتا ہے، اور قبضہ کی ضرورت نہیں ہوتی، یہ مذاہب کے مابین متفق علیہ ہے (۲)۔

نَج مکروہ جمہور فقہاء (حنفی، مالکیہ اور شافعیہ) کے نزدیک درست اور منعقد ہے، اس پر اس کا اثر مرتب ہوتا ہے۔ مثلاً بدلیں میں ملکیت کا ثبوت، البتہ حنفیہ کی اصطلاح کے مطابق اگر وہ مکروہ تحریمی ہے تو اس میں گناہ ہے، کیونکہ اس میں ایک عارضی وصف کی وجہ سے ممانعت آئی ہے، مثلاً نمازِ جمعہ کی اذان کے ساتھ اس (نَج) کا ملنا (۳)۔ اگر مکروہ تنزیہی ہے تو اس میں گناہ نہیں، مثلاً امام احمد سے ایک روایت کے مطابق نَج الحاضر للبادی (شہری شخص کا دیہاتی کے لئے خرید و فروخت کرنا)۔

ب- نَج باطل:

۳- نَج باطل: جو اصل و وصف کسی لحاظ سے مشروع نہ ہو، لہذا اس پر کوئی اثر مرتب نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے ذریعہ کوئی فائدہ حاصل ہوگا، نہ اس کو منعقد مانا جائے گا، لہذا اس کا سرے سے کوئی حکم نہیں، اس لئے کہ حکم موجود کا ہونا ہے اور اس نَج کا شرعاً کوئی وجود نہیں، کوک صورتاً وجود ہو، مثلاً بچہ اور مجنون کی طرف سے ہونے والی نَج اور مثلاً مردار، آواز، اور ہر اس چیز کی نَج جس کو مال نہیں مانا جاتا (۴)۔  
(دیکھئے: ”بطالان“ اور ”نَج باطل“)

حنابلہ نے کہا: اذانِ جمعہ کے بعد امام منبر پر بیٹھ جائے تو اس وقت نَج صحیح نہیں، اس لئے کہ فرمانِ باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَوَدَّيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ“ (۳) (اے ایمان والو جب جمعہ کے دن اذان کہی جائے نماز کے لئے تو چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف، اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو)، اور نبی، فساد کی متقاضی ہے (۴)۔  
(دیکھئے: ”نَج منہی عنہ“)

و- نَج موقوف:

۵- نَج موقوف: جو اصل اور وصف کے لحاظ سے مشروع ہو اور موقوف ہونے کے طور پر حکم کا فائدہ دے، اور کسی دوسری وجہ سے نَج مکمل نہ ہو سکے، مثلاً دوسرے کے مال کو فروخت کرنا۔ اس صورت

ج- نَج مکروہ:

۴- مکروہ لغت: میں محبوب کی ضد ہے۔

نَج مکروہ جمہور فقہاء کے نزدیک: جو اصل اور وصف کے لحاظ سے مشروع ہو، لیکن کسی غیر لازم متصل وصف کی وجہ سے اس سے منع

(۱) ابن عابدین ۳۰۰ھ، بدایۃ المجتہد لابن رشد ۲/۱۹۳، نہایت المحتاج ۳۰۰ھ، منہی الارادات ۳۰۰ھ۔

(۲) سائرہ مراجع۔

(۳) سورۃ جمعہ ۹۔

(۴) منہی الارادات ۳۰۰ھ، کشاف القناع ۳/۱۸۰۔

(۱) اسنی الطالب ۲/۱۷۱۔

(۲) التلخیص ۳۰۰ھ، ابن عابدین ۳۰۰ھ، منہی الارادات ۳۰۰ھ، روضۃ الناظرین ۳۱۔

(۳) البدائع ۵/۳۰۵، ابن عابدین ۳۰۰ھ، بدایۃ المجتہد ۲/۱۹۳، لأشہاء

للسیوطی ۳۱۰ھ، روضۃ الناظرین ۳۱، الدرر السنی ۳۰۰ھ۔



## بیع فاسد ۶-۸

باطل نہیں ہوتا، اور ان حالات میں بیع قبضہ کی شرط کے ساتھ حکم کا فائدہ دیتی ہے، اور اس پر فاسد کے احکام جن کا ذکر آ رہا ہے جاری ہوں گے، یہ اسباب جمہور فقہاء کے نزدیک عقد کے بطلان اور اس کے بالکلیہ غیر معتبر ہونے کے اسباب مانے جاتے ہیں۔ چوں کہ بیع فاسد صرف خفیہ کی اصطلاح ہے، اس لئے انہی کے نزدیک اسباب فساد کے ذکر پر اکتفاء کیا جائے گا۔

الف- ضرر اٹھائے بغیر سپرد کرنے کی قدرت نہ ہونا:

۸- بیع صحیح کی ایک شرط یہ ہے کہ بائع کو کوئی ضرر لاحق ہوئے بغیر بیع حوالہ کرنے کی قدرت ہو۔ اگر بیع کی حوالگی ضرر لازم کے بغیر ناممکن ہو تو بیع فاسد ہے، اس لئے کہ عقد کی وجہ سے ضرر کا استحقاق نہیں، اور عاقد کے التزام عقد سے صرف معقود علیہ کا سپرد کرنا لازم ہوتا ہے، اس کے علاوہ کوئی اور چیز لازم نہیں ہوتی۔

لہذا اگر چھت میں لگی ہوئی شہتیر یا دیوار میں لگی ہوئی اینٹ یا ایک ذراع دیباچ (ریشمی کپڑا) فروخت کرے تو ناجائز ہے، اس لئے کہ اس کو سپرد کرنا اکھاڑے اور کاٹے بغیر ناممکن ہے، اور اس میں بائع کا ضرر ہے، اور عقد کی وجہ سے ضرر کا استحقاق نہیں ہوتا ہے، لہذا ایسی چیز کی بیع ہوئی جس کو شرعاً سپرد کرنا واجب نہیں، اس لئے بیع فاسد ہوگی (۱)۔

اگر بائع اس کو نکال کر عقد فسخ کرنے سے قبل خریدار کے سپرد کر دے تو بیع جائز ہے، یہاں تک کہ خریدار کو لینے پر مجبور کیا جائے گا، اس لئے کہ جواز سے مانع صرف یہ بات ہے کہ حوالہ کرنے میں بائع کا ضرر ہے، تو جب اس نے اپنے اختیار اور رضا مندی سے سپرد کر دیا

میں بائع کو "فضولی" کہتے ہیں، کیونکہ اس نے دوسرے کے حق میں شرعی اجازت کے بغیر تصرف کیا ہے۔ لہذا جس نے دوسرے کی مملوک چیز فروخت کر دی تو بیع مالک کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر چاہے تو رد کر دے اور اگر چاہے تو اجازت دے دے، بشرطیکہ بیع اور خرید فروخت کرنے والے اپنی حالت پر ہوں (۱)۔

خفیہ و مالکیہ کے نزدیک بیع موقوف بیع صحیح ہے، شافعیہ و حنابلہ کا بھی ایک قول یہی ہے (۲)۔ اس لئے کہ بیع ایسے شخص کی طرف سے ہوئی ہے جو اس کا اہل ہے اور اس چیز کی بیع ہوئی ہے جو بیع کا مکمل ہے، لیکن شافعیہ کے صحیح قول کے مطابق بیع موقوف بیع باطل ہے، حنابلہ کی دوسری روایت بھی یہی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ملکیت اور ولایت مفقود ہے۔

(دیکھئے: "بیع موقوف")۔

شرعی حکم:

۶- بیع فاسد کرنا حرام ہے اگر بیع کرنے والے کو اس کے فساد کا علم ہو، اس لئے کہ اس میں شرعی مخالفت ہے کو کہ عقد کے وصف میں ہو، اور بیع فاسد کے بارے میں نبی (ممانعت) وارد ہے، اور نبی اس کے غیر مباح ہونے پر دلالت کرتی ہے (۳)۔

اسباب فساد:

۷- درج ذیل اسباب کی بنا پر خفیہ کے نزدیک عقد فاسد ہوتا ہے

(۱) مجلۃ الاحکام العدلیۃ دفعہ (۱۱۱)، تبیین الحقائق للردیعی ۳/ ۴۳۳، ابن عابدین ۳/ ۱۳۹، ۱۴۲، الاختیار ۲/ ۷۱، القوانین الکبریٰ لابن جزیری ص ۱۶۳، مغنی المحتاج ۲/ ۱۵، المعنی مع الشرح الکبیر ۳/ ۲۷۲۔

(۲) سارہ مراجع، نیز دیکھئے: المجموع ۵/ ۲۵۸۔

(۳) التوضیح والتمییز ۱/ ۲۱۷، تبیین الحقائق ۳/ ۳۳۔

(۱) البدائع للکاسانی ۵/ ۶۸، ابن عابدین ۳/ ۱۰۸، ۱۰۹۔

تو مانع زائل ہو گیا (۱)۔

اگر اپنی تلوار میں لگی ہوئی زینت فروخت کر دے اور وہ بلا ضرر الگ ہو سکتی ہے تو جائز ہے، لیکن اگر بلا ضرر الگ نہ ہو سکے تو بیع فاسد ہے الا یہ کہ الگ کر کے سپرد کر دے (۲)۔

اور یہی حکم کسی ایسے کپڑے کے ایک ذراع کفر وخت کرنے کا ہے۔ جس کو کائے میں نقصان ہو اور انگوٹھی میں لگی ہوئی نگ کے بیچنے کا ہے۔ اسی طرح کسی مشترک کپڑے میں سے اپنا حصہ غیر شریک کے ہاتھ فروخت کرنے کا ہے۔ اس لئے کہ ان سب میں سپرد کرنے میں ضرر ہے (۳)۔

ب- بیع یا شمن یا اجل کی جہالت:

۹- بیع کی صحت کی شرائط میں سے یہ ہے کہ بیع و شمن اس طرح معلوم ہوں کہ نزاع پیدا نہ ہو سکے، اگر ان میں سے کوئی اس طرح مجہول ہو کہ نزاع کا سبب بنے تو بیع فاسد ہے۔ لہذا اگر کہے: اس ریوڑ کی ایک بکری یا اس گٹھر کا ایک کپڑا فروخت کیا تو بیع فاسد ہے، اس لئے کہ ریوڑ میں سے ایک بکری اور گٹھر میں سے ایک کپڑا اس درجہ مجہول ہیں کہ اس سے نزاع پیدا ہوگا، اس لئے کہ دو بکریوں، اور دو کپڑوں میں بہت زیادہ فرق ہوتا ہے۔ جو موجب فساد ہے۔ لیکن اگر بائع کپڑے یا بکری کو معین کر کے خریدار کے حوالے کر دے اور خریدار راضی ہو جائے تو جائز ہے، اور یہ رضامندی سے نئی بیع ہوگی (۴)۔

اگر کوئی چیز دس درہم میں فروخت کی اور شہر میں مختلف قسم کے

درہم رائج ہوں تو جو زیادہ رائج ہو اس پر محمول ہوگا اور عقد صحیح ہوگا، لیکن اگر شہر میں چند قسم کے درہم یکساں طور پر رائج ہوں تو بیع فاسد ہے، کیونکہ شمن مجہول ہے، اس لئے کہ کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح حاصل نہیں (۱)۔

۱۰- اگر بیع میں ”اجل“ (مدت) ہو تو اس کی صحت کے لئے اجل کا معلوم ہونا شرط ہے، اور اگر اجل مجہول ہو تو بیع فاسد ہے، خواہ اجل کی جہالت غیر معمولی ہو، مثلاً ہوا کا اٹھنا، بارش کا برسنہ، فلاں کی آمد یا موت وغیرہ یا جہالت قریبی (معمولی) ہو، مثلاً کٹائی اور گاہنے کا وقت، نوروز، مہرجان اور حاجیوں کی آمد وغیرہ، اس لئے کہ غیر معمولی جہالت کی صورت میں یہ خطرہ ہے کہ اس کا وجود ہو یا نہ ہو اور معمولی جہالت کی صورت میں پہلے آنے یا بعد میں آنے کا اندیشہ ہے، لہذا باعث نزاع بنے گا، اس لئے بیع فاسد ہوگی (۲)۔

ج- بیع بالاکراہ (زبردستی کی بیع):

۱۱- اکراہ ملجئی ہو یعنی جان یا عضو کے تلف کرنے کی دھمکی ہو تو وہ رضا کو ختم اور اختیار کو فاسد کر دیتا ہے، لہذا اکراہ ملجئی عقد بیع اور تمام عقود کو باطل کر دیتا ہے، اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

اکراہ غیر ملجئی مثلاً قید کرنے اور معمولی نقصان کی دھمکی تو حنفیہ کے نزدیک بیع کو فاسد کر دیتا ہے باطل نہیں کرتا، لہذا قبضہ ہونے پر اس سے ملکیت ثابت ہوگی، اور مکروہ (جس پر اکراہ کیا جائے) کی اجازت سے بیع صحیح اور لازم ہو جائے گی، اس لئے کہ اکراہ غیر ملجئی اختیار (یعنی کسی چیز کے فعل کو ترک پر ترجیح دینے) کو ختم نہیں کرتا، ہاں رضا (یعنی کسی چیز پر اطمینان) کو ختم کر دیتا ہے۔

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) البدائع ۵/۱۶۸۔

(۳) البدائع ۵/۱۶۸، ابن عابدین ۴/۱۰۹۔

(۴) البدائع ۵/۱۵۶، ۱۵۸، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳۳۔

(۱) سابقہ مراجع۔

(۲) البدائع ۵/۱۷۸، الاختیار ۲/۲۶، ابن عابدین ۴/۱۰۶۔

## بیع فاسد ۱۲

کی خریداری، بولنے والی ہونے کی شرط پر قمری کی، سینک مارنے والا ہونے کی شرط پر مینڈھے کی، اور لڑنے والا ہونے کی شرط پر مرغ کی خریداری کو شامل کیا ہے، لہذا بیع امام ابو حنیفہ کے نزدیک فاسد ہے، امام محمد سے ایک روایت یہی ہے، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس میں دھوکہ ہے<sup>(۱)</sup>۔

اس موضوع پر بہت سی مختلف فیہ مثالیں ہیں جن کو ان کے اپنے مقامات پر دیکھا جاسکتا ہے۔

مفسد عقد فاسد شرائط میں سے ہر ایسی شرط ہے جس کا عقد تقاضا نہیں کرتا ہے اور اس میں فروخت کنندہ یا خریدار کا فائدہ ہو، وہ شرط عقد کے مناسب نہ ہو اور نہ لوگوں میں اس کا تعامل جاری ہو مثلاً: اس شرط پر گھر فروخت کیا کہ بائع اس میں ایک مادہ رہے گا، پھر خریدار کے حوالے کرے گا، یا زمین اس شرط پر فروخت کرے کہ ایک سال کاشت کرے گا، یا جانور اس شرط پر فروخت کرے کہ بائع ایک مادہ اس پر مواری کرے یا کپڑا اس شرط کے ساتھ فروخت کرے کہ اس کو ایک ہفتہ استعمال کرے گا، تو ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہے، اس لئے کہ بیع میں مشروط منفعت کی زیادتی، ربا ہوگی، اس لئے کہ اس زیادتی کے مقابلہ میں عقد بیع میں کوئی عوض نہیں، اور جس بیع میں ربا ہو وہ فاسد ہے، اسی طرح جس میں شبہ ربا ہو، وہ بھی فاسد ہے، اس لئے مذکورہ تمام شرطیں بیع کو فاسد کرنے والی ہیں۔ دیکھئے: ”ربا“۔

مفسد شروط میں سے: بیع میں دائمی خیاری بھی شرط ہے، اسی طرح غیر دائمی (موقت) خیاری شرط جس کے لئے متعین مدت میں غیر معمولی جہالت ہو، مثلاً ہوا کا اٹھنا، بارش کا ہونا۔ اس کی تفصیل اصطلاح: ”شرط“ میں ہے<sup>(۲)</sup>۔

رضا، ارکان بیع میں سے نہیں بلکہ شرط صحت ہے<sup>(۱)</sup>۔ جیسا کہ بحث ”اکراہ“ میں اس کی تفصیل ہے۔ اسی طرح بیع مضطر (مجبور) فاسد ہے، مثلاً کوئی شخص اپنا مال فروخت کرنے پر مجبور ہو اور خریدار اس کو ثمن مثل سے کم میں نہیں فاحش کے ساتھ ہی خریدنے کے لئے راضی ہو<sup>(۲)</sup>۔

وشرط مفسد:

۱۲ - صحت بیع کی ایک شرط یہ ہے کہ بیع ان شرطوں سے خالی ہو جو بیع کو فاسد کرنے والی ہیں، شروط مفسدہ کی چند قسمیں ہیں: ایک قسم یہ ہے کہ جس کا وجود ہی خطرہ میں ہو جس کے وجود میں غرر ہو مثلاً حاملہ ہونے کی شرط پر اونٹنی خریدی، اس لئے کہ یہ شرط وجود و عدم دونوں کا احتمال رکھتی ہے، اور فی الحال اس کا علم ممکن نہیں، اس لئے کہ پیٹ کا بڑا ہونا اور حرکت کرنا ہو سکتا ہے کہ کسی عارض کے سبب ہو، لہذا اس شرط پر بیع میں غرر ہے جو فساد کا موجب ہے۔ اس لئے کہ روایت میں ہے کہ حضور ﷺ سے مروی ہے: ”انہ نہی عن بیع الحصاة وعن بیع الغرد“<sup>(۳)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے کنکری کی بیع، اور دھوکہ کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

حسن بن زیاد، امام ابو حنیفہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس شرط کے ساتھ بیع جائز ہے، اس لئے کہ اس کے حاملہ ہونے کی شرط ایسی ہے جیسے غلام کے کاتب یا درزی وغیرہ ہونے کی شرط اور یہ جائز ہے، لہذا وہ بھی جائز ہوگی۔

بعض فقہاء نے اس مثال میں دودھ والی ہونے کی شرط پر گائے

(۱) ابن ماجہ ۵/۳۴۷۔

(۲) ابن ماجہ ۱۰۶/۳۔

(۳) حدیث: ”لہی عن بیع الحصاة و عن بیع الغرد“ کی روایت مسلم (۱۱۵۳/۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع لعلاء الدین الکاظمی ۵/۱۶۹، ۱۷۰۔

(۲) البدائع ۵/۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۳۔



ھ۔ عقد میں توقیت کا ہونا:

۱۳۔ بیع کی صحت کی شرائط میں سے: عقد کا غیر موقت ہونا ہے، اور اگر موقت ہو تو بیع فاسد ہے، اس لئے کہ عقد بیع ”عین“ کی تملیک کا عقد ہے، اور اعیان کی تملیک کے عقود موقت طور پر صحیح نہیں ہوتے، اور اسی وجہ سے بعض فقہاء نے بیع کی تعریف یوں کی ہے: مالی معاوضہ کا عقد جو ابدی طور پر عین کی ملکیت کا فائدہ دے<sup>(۱)</sup>۔  
تفصیل کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”اجل“ اور ”تاقیت“۔

و۔ عقد میں ربا کا ہونا:

۱۴۔ بیع کی صحت کی شرائط میں سے: ربا سے خالی ہونا ہے، اس لئے کہ جس بیع میں ربا ہو حنفیہ کے نزدیک فاسد ہے، کیونکہ ربا، نص قرآنی سے حرام ہے، فرمان باری ہے: ”وَاحْلِلْ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا“<sup>(۲)</sup> (حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے اور ربا کو حرام کیا ہے)۔  
اسی طرح شرط ہے کہ بیع ربا کے شبہ اور ربا کے احتمال سے بھی خالی ہو، کاسانی نے کہا: جس طرح حقیقت ربا مفسد بیع ہے، اسی طرح ربا کا احتمال بھی مفسد بیع ہے، اس لئے کہ حرمت کے باب میں شبہ احتیاطاً حقیقت کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے، اس کی اصل یہ فرمان نبوی ہے: ”الحلال بین و الحرام بین، فذع ما یریبک الی ما لا یریبک“<sup>(۳)</sup> (حلال واضح ہے، اور حرام واضح ہے۔ لہذا جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو ترک کر دو، اور جو چیز شک میں نہ ڈالے اس کو اختیار کر لو)۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳، البدائع ۱/۱۸، مغنی المحتاج ۲/۳۔

(۲) سورۃ بقرہ ۲۷۵۔

(۳) بدائع الصنائع ۵/۱۸۳، ۱۵۳، ۱۵۸۔

حدیث: ”الحلال بین و الحرام بین فذع ما یریبک الی ما لا یریبک“ کی روایت طبرانی نے ”لا وسط“ میں کی ہے اور شیخ نے مجمع الرواۃ (۳/۳۷ طبع القدی) میں اس کو صریحاً رد کیا ہے۔

ز۔ بیع بالغرر (غرر کے ساتھ بیع):

۱۵۔ غرر: کسی چیز کے حصول یا عدم حصول کا خطرہ۔ اگر غرر اصل بیع میں ہو، یعنی وہ وجود اور عدم وجود کا احتمال رکھے، مثلاً پھلوں کے آنے سے قبل ان کی بیع اور شکا کر کرنے سے قبل نضاء میں موجود پرندہ کی بیع، تو عقد باطل ہے، اور اگر غرر اوصاف بیع میں ہو، مثلاً درخت پر موجود تر کھجور کی توڑی ہوئی خشک کھجور کے عوض بیع، تو یہ عقد حنفیہ کے نزدیک فاسد ہے، اس لئے کہ مقدار بیع مجہول ہے<sup>(۱)</sup>۔  
اس کی تفصیل اصطلاح ”غرر“ میں ہے۔

ح۔ قبضہ سے قبل منقول کی بیع:

۱۶۔ جس نے کوئی منقول چیز خریدی اس کے لئے یہ درست نہیں ہے کہ پہلے فروخت کرنے والے کے اس مال پر قبضہ کرنے سے قبل اس کی فروخت کرے، اس لئے کہ روایت میں ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ حَتَّى يَقْبِضَ“<sup>(۲)</sup> (نبی ﷺ نے قبضہ سے قبل اناج کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

نیز اس لئے کہ یہ ایسی بیع ہے جس میں بیع کے ہلاک ہونے کے سبب بیع کے فسخ ہو جانے کا خطرہ ہے، کیونکہ اگر وہ قبضہ سے قبل ہلاک ہو جائے تو بیع اول باطل ہو جائے گی، لہذا دوسری بیع فسخ ہو جائے گی، کیونکہ وہ بیع اول پر مبنی ہے، خواہ اس نے اس کو بائع اول کے ہاتھ فروخت کیا ہو یا کسی اور کے ہاتھ۔

اسی طرح اگر خرید کردہ منقول بیع کے نصف پر قبضہ کیا ہو، پھر اس خرید کردہ میں دوسرے کو شریک کر لیا تو مقبوضہ میں یہ شرکت صحیح

(۱) الاختیار ۲/۲۲، ابن ماجہ ۴/۱۰۷۔

(۲) حدیث: ”نہی عن بیع الطعام حتی یقبض.....“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳/۳۷ طبع المستوفی) نے کی ہے۔



## بیع فاسد ۱۷-۱۸

امام ابو حنیفہ نے کہا: اگر مفسد مقارن کے سبب بعض بیع میں عقد فاسد ہو جائے تو کل بیع میں فاسد ہو جائے گا<sup>(۱)</sup>۔ اس لئے کہ اگر فساد مقارن ہو تو فاسد میں عقد کو قبول کرنا دوسرے میں عقد قبول کرنے کی شرط ہوگی، اور یہ شرط فاسد ہے، لہذا سب میں اثر انداز ہوگی، اور فساد طاری میں یہ علت نہیں پائی گئی، اس لئے فساد صرف مقدار مفسد تک محدود ہوگا۔

اسی لئے اگر ایک دینار دس درہم میں اوصار خریدے پھر مجلس میں دس میں سے کچھ درہم نقد ادا کر دے اور کچھ ادا نہ کرے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک سب فاسد ہے، اس لئے کہ فساد عقد کے مقارن ہے، لہذا سب کے فساد میں موثر ہوگا، جبکہ صاحبین کے نزدیک مقبوضہ مقدار میں صحیح اور باقی میں فاسد ہے، اس وجہ سے کہ فساد مفسد کے بقدر ہی محدود ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

### بیع فاسد کی مثالیں:

۱۸- حنفیہ نے اپنی کتابوں میں (بیع باطل کے بیان کے بعد) بیع فاسد کی کچھ مثالیں ذکر کی ہیں، اور یہ بیع فاسد و باطل کے درمیان حنفیہ کے فرق کرنے کے اصول پر مبنی ہے۔ بیع فاسد کی چند مثالیں:

اس چیز کی بیع جس میں ثمن سے سکوت ہو، مثلاً کسی چیز کی اس کے ریٹ پر فروختگی، ایسے کپڑے میں سے ایک ذراع کی بیع جس کو نکلے کرنا اس کپڑے کے لئے نقصان دہ ہو، بیع ملامہ و منابذہ<sup>(۳)</sup>۔ اس لئے کہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث ہے: ”نہی

ہے، اور غیر مقبوضہ میں ناجائز، اس لئے کہ شریک کرنا ایک طرح کی بیع ہے، اور بیع منقول ہے، لہذا غیر مقبوضہ شرعاً اس کا محل نہیں، اس لئے غیر مقبوضہ میں درست نہیں اور مقبوضہ مقدار میں درست ہے<sup>(۱)</sup>۔ (دیکھئے: ”قبض“)

### فساد کی تجزی:

۱۷- اصل یہ ہے کہ فساد صرف مفسد کے بقدر ہو، لہذا اگر کوئی معاملہ صحیح و فاسد پر مشتمل ہو تو فساد صرف مفسد کے بقدر ہوگا اور باقی میں صحیح ہے، اس پر فقہاء حنفیہ کا اتفاق ہے، بشرطیکہ فساد طاری (عارضی) ہو۔

بیع عینہ کی صورت میں آیا ہے: اگر کوئی چیز دس میں فروخت کی اور ثمن پر قبضہ نہیں کیا، پھر اس کو پانچ میں خرید لیا تو یہ ناجائز ہے، البتہ اگر اس کو دوسرے کے ساتھ ضم کر کے خریدے تو صحیح ہے۔

”الہدایہ“ میں ہے: جس نے پانچ سو میں کوئی سامان خریدا، پھر اس کو ایک دوسرے سامان کے ساتھ بائع کے ہاتھ ثمن نقد ادا کرنے سے قبل پانچ سو میں فروخت کر دیا تو بیع اس سامان میں صحیح ہے جس کو اس نے بائع سے نہیں خریدا تھا، اور دوسرے میں ناجائز ہے، اس لئے کہ ثمن اس سامان کے مقابلہ میں رکھنا واجب ہے جس کو اس نے خریدا نہیں، اس طرح وہ دوسرے سامان کو فروخت شدہ قیمت سے کم میں ثمن ادا کرنے سے قبل خریدنے والا ہوگا، اور یہ ربا کے شبہ کی وجہ سے فاسد ہے<sup>(۲)</sup>۔

اگر فساد عقد کے ساتھ مقارن ہو تو امام ابو یوسف و محمد کے نزدیک یہی حکم ہے، اس لئے کہ وہ دونوں حضرات فساد طاری اور فساد مقارن کے درمیان تفریق نہیں کرتے۔

(۱) ابن عابدین ۶/۵۔

(۲) البدائع ۵/۲۱۷، ۲۵۰، ۲۵۱، الفتح والعنایۃ علی الہدایہ ۶/۳۷۔

(۳) ملامہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کا کپڑا بے سوچے سمجھے چھو لے، تاکہ چھونے والے پر بیع لازم ہو جائے، اور دیکھنے پر اس کو کوئی خیال نہ ہو۔

(۱) البدائع ۵/۱۸۰، ۱۸۱، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۳۳۔

(۲) الفتح مع الہدایہ ۷/۷۱، ۷۳، ابن عابدین ۱۱۶/۳۔

## بیع فاسد ۱۸

حوالہ کرے گا تو یہ فاسد ہے، اس لئے کہ اعیان کی حوالگی کو مؤخر کرنا باطل ہے، کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں، اس لئے کہ تا جیل ثمن میں خریدار کے لئے آسانی پیدا کرنے کی خاطر مشروع ہے، تاکہ وہ ثمن حاصل کر سکے، اور یہ علت اعیان میں معدوم ہے، لہذا شرط فاسد ہوئی۔

بیع فاسد میں سے: بیع مزانہ و محالہ بھی ہے<sup>(۱)</sup>، اس لئے کہ حضور ﷺ نے ان دونوں سے منع فرمایا<sup>(۲)</sup> کیونکہ اس لئے بھی کہ ان دونوں میں ربا کا شبہ ہے۔ اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ خریدار کچھ دراہم قرض دے گا یا کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ بائع اس کو سل دے گا تو بیع فاسد ہے۔ اس لئے کہ حضور ﷺ نے ”بیع مع شرط“ سے منع فرمایا ہے۔ اور یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد متقاضی نہیں، اور نہ ہی وہ عقد کے (مناسب) ہے، اور اس میں عاقدین میں سے ایک کا فائدہ ہے، لہذا عقد فاسد ہوگا۔

نوروز، مہرجان، نساوی کے روزے اور یہودیوں کے افطار تک کے لئے بیع، اگر فروخت کنندہ اور خریدار دونوں اس سے واقف ہوں تو فاسد ہے۔ اسی طرح کٹائی، پھل توڑنے، گاہنے اور حاجی کے آنے تک کے لئے بیع کرنا فاسد ہے، اس لئے کہ اجل مجہول ہے جو نزاع کا باعث بن سکتا ہے، اور اگر اجل کو اس کے آنے سے قبل ساٹھ کر دے تو فقہاء حنفیہ کے یہاں بیع جائز ہے، امام زفر کا اختلاف ہے، انہوں نے کہا: فاسد صحیح نہیں ہو سکتی<sup>(۳)</sup>۔

(۱) مزانہ: درخت پر لگی کھجور کو زمین پر سو جو کھجور کے عوض اندازہ سے کیل کے ذریعہ فروخت کرنا۔

محالہ: بانی میں سو جو گیہوں کو اسی کے مثل گیہوں کے عوض اندازہ سے کیل کے ذریعہ فروخت کرنا (ابن ماجہ ۱۱۹/۳)۔

(۲) حدیث: ”لہی عن الملامسة و المنايلة.....“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳۸۳/۳ طبع الشیخ) نے کی ہے۔

(۳) ابن ماجہ ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۲۲۔

رسول اللہ ﷺ عن الملامسة و المنايلة“<sup>(۱)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے ملامسہ و منابذہ سے منع فرمایا ہے)، تھن میں دودھ کی بیع، پشت پر اون کی بیع، بکری میں گوشت کی بیع، چھت میں نصب شہتیر کی بیع، دو کپڑوں میں ایک کی بیع جبکہ خیار تعین کی شرط نہ ہو۔

تھن میں دودھ کی بیع جہالت اور بیع کا غیر بیع سے اختلاط کے سبب فاسد ہے، انہی دو اسباب کی وجہ سے پشت پر اون کی بھی بیع فاسد ہے، نیز نزاع کے احتمال کی وجہ سے۔ اور حدیث نبوی ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیع لبن فی ضرع، و سمن فی لبن“<sup>(۲)</sup> (نبی کریم ﷺ نے تھن میں دودھ کی بیع، اور دودھ میں گھی کی بیع سے منع کیا ہے)۔

بکری میں گوشت کی اور چھت میں لگی شہتیر کی بیع اس لئے فاسد ہے کہ ماحق ضرر کے بغیر اس کو سپرد کرنا ناممکن ہے۔ اسی طرح کپڑے میں سے ایک ذراع اور تلوار میں لگی زینت کی بیع کا حکم ہے اور اگر الگ کر لے اور بیع فسخ کرنے سے قبل حوالے کر دے تو جائز ہے<sup>(۳)</sup>۔

اگر کوئی چیز اس شرط پر فروخت کی کہ اس کو مہینہ کے شروع میں

= اور منابذہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف بغیر دوسرے کے کپڑے دیکھے ہوئے پھینکے، تاکہ پھینکانے والا اپنے من بیع کا دور جاہلیت میں عرف و رواج تھا (ابن ماجہ ۱۰۹/۳)۔

(۱) حدیث: ”لہی عن الملامسة و المنايلة“ کی روایت مسلم (۳۸۳/۱۱ طبع الشیخ) اور بخاری (بیع الباری ۳۵۹/۳ طبع الشیخ) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”لہی عن بیع لبن فی ضرع و سمن فی لبن“ کی روایت دارقطنی (۳۸۳/۱۳ طبع دارالحسن) اور بیہقی (۳۳۰/۵ طبع دائرة المعارف اہمائیہ) نے کی ہے۔ بیہقی نے کہا: اس کو مرفوع قرآن عربی بن فروخ کا تفرد ہے اور مرفوع قرآن عربی تو ہی نہیں، اور اس کو موقوف طور پر روایت کیا ہے اسی طرح دارقطنی نے اس کا ابن عباس پر موقوف ہونے کو درست قرار دیا ہے۔

(۳) الاختیار ۲/۲۳، ۲۴، ابن ماجہ ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۱۰۔

## بیع فاسد ۱۹-۲۱

کی بیع، اسی طرح آبق (بھگوڑے غلام) کی، اور تھن میں دووھ کی بیع (۱)۔

### بیع فاسد کے آثار:

۲۱- گذر چکا ہے کہ جمہور فقہاء (مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ) کے نزدیک، بیع فاسد و بیع باطل کے درمیان فی الجملہ کوئی فرق نہیں ہے، دونوں ہی غیر منعقد ہیں، لہذا جمہور فقہاء کے نزدیک بیع فاسد کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ بیع باطل کا اعتبار نہیں ہوتا ہے (۲)۔

جب خلیل نے اپنی ”مختصر“ میں کہا: ”فسد منہی عنہ“ (منہی عنہ فاسد ہے) تو درویر نے اس کی تشریح اپنے اس قول سے کی: یعنی باطل ہے یعنی منعقد نہیں، خواہ عبادت ہو مثلاً یوم عید کا روزہ یا عقد ہو مثلاً مریض اور حرم کا نکاح اور جیسے اس چیز کی فروختگی جس کی حوالگی پر قدرت نہ ہو یا جو مجہول ہو، اس لئے کہ نبی فساد کی متقاضی ہے (۳)۔

خلیل کی عبارت پر دسوقی نے لکھا: یعنی جس کے لین دین سے روکا گیا ہے۔ اور یہ ایک ایسا قاعدہ کلیہ ہے جو عبادات اور معاملات (یعنی عقود) سب کو شامل ہے (۴)۔

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ اگر دونوں عقد کرنے والے عقد کو فاسد کرنے والے سبب کو ختم کر دیں، اگرچہ حذف کرنا مجلس خیاری میں ہو تو بھی بیع فاسد صحیح نہ ہوگی، اس لئے کہ فاسد کا کوئی

۱۹- نیز حنفیہ نے بیع فاسد کی یہ مثالیں بھی ذکر کی ہیں: شراب اور خنزیر کے عوض بیع یا عین کے عوض شراب اور خنزیر کی بیع مقایضہ، لہذا اگر شراب و خنزیر ”عین“ کے بالمقابل ہوں مثلاً کپڑے کو شراب کے بدلہ خرید لیا شراب کو کپڑے کے بدلہ فروخت کیا تو بیع فاسد ہے، اور اگر ان دونوں کو ”دین“ کے بالمقابل رکھا جائے مثلاً دراہم و دنانیر کے عوض ان کی بیع تو یہ بیع باطل ہے۔

تفریق کی وجہ جیسا کہ مرغینانی نے لکھا ہے یہ ہے کہ شراب و خنزیر اہل ذمہ کے نزدیک مال ہیں، البتہ وہ غیر مقنوم مال ہیں۔ اس لئے کہ شریعت نے اس کی توہین کرنے اور اس کا عزازہ کرنے کا حکم دیا ہے، اور عقد کے ذریعہ اس کو اپنی ملکیت میں لیا اس کا عزاز کرنا ہے۔ یہ اس لئے کہ جب اس نے انہیں دراہم کے بدلہ خرید تو دراہم مقصود نہیں، کیونکہ یہ وسیلہ ہیں، اس لئے کہ وہ ذمہ میں واجب ہوتے ہیں، مقصود صرف شراب ہے، لہذا ان کا مقنوم ہونا بالکل ساقط ہو گیا، لہذا عقد باطل ہوا۔ برخلاف شراب کے عوض کپڑا خریدنے والے کے، کیونکہ اس میں کپڑے کا عزاز ہے شراب کا نہیں۔ اسی طرح اگر شراب کو کپڑے کے عوض فروخت کرے تو عقد فاسد ہے۔ اس لئے کہ یہ کپڑے کو شراب کے عوض خریدنا مانا جائے گا، کیونکہ یہ مقایضہ ہے (۱)۔

۲۰- کچھ اور صورتیں ہیں، جن کو بیع فاسد یا بیع باطل قرار دینے میں فقہائے حنفیہ کا اختلاف ہے۔ مثلاً حمل کی بیع، فضا میں موجود پرندے کی بیع اور سمندر میں موجود مچھلی کی بیع ان دونوں کے شکار سے قبل، اگر ان دونوں کے بالمقابل سامان ہو، اور شکاری کے ایک بار شکار کرنے اور غوطہ خور کے ایک بار غوطہ لگانے کی بیع (۲)، سیپ میں موجود موتی

(۱) الہدایہ مع فتح القدیر ۶/۵۶۳، ابن ماجہ بن ۳۴۱۰۳، ۱۰۶۱۰۳۔

(۲) تانہض سے مراد یہ ہے کہ کچھ ایک بار چال ڈالنے پر چٹکی مچھلیاں نکلیں گی ان کو میں نے لئے میں تم سے بیچ دیا۔

= اور تانہض سے مراد یہ ہے کہ کچھ میں ایک بار ڈکی لگاؤں گا، اور چٹکی موتی نکالوں ان کو تمہیں اتنے میں فروخت کیا (ابن ماجہ بن ۱۰۹۳۳)۔

(۱) ابن ماجہ بن ۳۴۱۰۳، ۱۰۹۰۹، ۱۱۲، الاقویا ۲/۲۳۔

(۲) حاشیہ الدسوقی ۳/۵۳، حاشیہ الجمل ۳/۵۵، المحمود لار کشی ۳/۵۵۔

(۳) اشرح الکبیر للدرر بحاشیہ الدسوقی ۳/۵۳۔

(۴) حاشیہ الدسوقی حوالہ سابق۔



## بیع فاسد ۲۲

جائیداد غیر منقولہ ہو تو پرہیز کو حق شفعہ نہیں ہے (۱)۔

بیع فاسد کے ذریعہ حاصل شدہ بیع میں تصرف کے جواز کی دلیل حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے تذکرہ کیا کہ وہ ہریرہ کو خریدنا چاہتی ہیں، لیکن اس کے آثار و خست کرنے کے لئے اپنے واسطے ولاء کی شرط لگاتے ہیں، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”خذیہا واشترطی لہم الولاء، فإن الولاء لمن أعتق، فاشترتہا مع شرط الولاء لہم“ (۲) (اس کو لے لو اور ان کے لئے ولاء کی شرط رکھ لو، کیونکہ ولاء تو آزاد کرنے والے کے لئے ہوتا ہے، چنانچہ حضرت عائشہؓ نے اس کو ان کے لئے شرط ولاء کے ساتھ خرید لیا)۔ آپ نے بیع بالشرط (شرط کے ساتھ فروختگی) کے فساد کے باوجود آزاد کرنے کو جائز قرار دیا، مفید ملک ہونے کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ تملیک کا رکن یعنی دونوں عقد کرنے والوں کے ایجاب و قبول کے الفاظ (میں نے بیچا اور میں نے خریدا) ایسے شخص سے صادر ہوا جو شرعی ولایت کی بنا پر تملیک کا اہل ہے، یعنی وہ شخص جو مکلف ہے اور احکام شرع کا مخاطب ہے، اور یہ تملیک ایسی چیز کی طرف منسوب ہے جو تملیک کا محل ہے یعنی مال۔ کیونکہ گفتگو انہی دونوں کے بارے میں ہے، لہذا یہ عقد منعقد ہوگا، کیونکہ مصالح کا ذریعہ ہے اور فساد ایک ایسی علت کی بنا پر ہے جو اس سے متصل ہے، مثلاً اذان جمعہ کے وقت فروختگی اور ممانعت انعقاد کی نفی نہیں کرتی بلکہ انعقاد کو ثابت کرتی ہے، اس لئے کہ ممانعت کا تقاضا ہے کہ جس چیز سے روکا جا رہا ہے وہ متصور اور اس پر قدرت ہو، اس لئے کہ ایسی چیز سے روکنا جو غیر متصور ہے اور قدرت میں نہیں ہے فتیح بات ہے، لیکن ممانعت پائے جانے کی وجہ سے یہ عقد خبیث

(۱) ابن ماجہ ص ۲۳۲۔

(۲) حدیث عائشہؓ ”إلما الولاء.....“ کی روایت بخاری (فتح المبارک ص ۶۷۳) طبع المستقیم (پور مسلم ص ۵۳۳ طبع المجلد) نے کی ہے۔

اعتباری نہیں (۱)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے نزدیک فاسد کو اجازت لاحق نہیں ہوتی۔ جس طرح حنفیہ کے نزدیک باطل کو اجازت لاحق نہیں ہوتی (۲)۔ قلیوبی اور جمل وغیرہ نے امام نوویؒ کی گرفت کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے یہاں بیع فاسد کے حکم اور فاسد خریداری کے ذریعہ قبضہ کئے گئے مال کے حکم میں ایک فرق کو نظر انداز کر دیا، اور انہوں نے اس کے احکام مختصراً ذکر کئے ہیں (۳)۔

البتہ حنفیہ بیع فاسد و بیع باطل کے درمیان فرق کرتے ہیں، اور وہ باطل کے برخلاف فاسد کو منعقد مانتے ہیں اور باطل کو غیر منعقد۔ بیع باطل کے احکام اس کی اصطلاح میں آچکے ہیں۔  
ہاں بیع فاسد کے احکام اجمالی طور پر ذیل میں ذکر کئے جا رہے ہیں:

### اول۔ قبضہ کے ذریعہ ملکیت کا منتقل ہونا:

۲۲۔ بیع فاسد حنفیہ کے نزدیک ملکیت کا فائدہ دیتی ہے اگر خریدار بیع پر بائع کی طرف سے صراحۃً یا دلائل اجازت سے قبضہ کر لے۔ مثلاً مجلس بیع میں قبضہ کیا اور بائع خاموش رہا، تو خریدار کے لئے جائز ہوگا کہ بیع میں بیع یا بیہ یا صدق یا اجارہ وغیرہ کا تصرف کرے، البتہ اس سے انتفاع نہیں کر سکتا (۴)۔

ابن عابدین نے کہا: اگر اس کا مالک ہو جائے تو اس کے لئے ملکیت کے تمام احکام ثابت ہوں گے، سوائے پانچ کئے: اس کو کھانا جائز نہیں، اس کو پہننا جائز نہیں، (اگر بیع باندی ہے تو) اس سے وطی کرنا جائز نہیں اور نہ ہی اس سے بائع کی شادی جائز ہے اور اگر بیع

(۱) حاشیہ الجمل علی شرح المصنف ص ۸۵۔

(۲) رد المحتار ص ۱۲۲۔

(۳) حاشیہ القلیوبی ص ۱۸۱، حاشیہ الجمل علی شرح المصنف ص ۸۳۔

(۴) البدائع ص ۵۳، الریاض ص ۶۳، ۶۵، ابن ماجہ ص ۱۲۲۔



ملکیت کا فائدہ دے گا<sup>(۱)</sup>۔

حنفیہ نے بیع فاسد کے مفید ملک ہونے کے لئے دو شرطیں لگائی

ہیں:

اول: قبضہ، لہذا قبضہ سے پہلے ملکیت ثابت نہیں ہوگی، اس لئے کہ فساد کو ختم کرنے کے لئے اس کا فسخ کرنا واجب ہے، اور قبضہ سے پہلے ملکیت ثابت ہونے میں فساد کا برقرار رہنا ہے۔

دوم: قبضہ بائع کی اجازت سے ہو، لہذا بلا اجازت قبضہ سے ملکیت ثابت نہیں ہوگی<sup>(۲)</sup>۔

۲۳- بیع فاسد والے بیع میں تصرف اور حصول ملکیت کی کیفیت کے بارے میں علماء حنفیہ کا اختلاف ہے: بعض حنفیہ نے کہا: خریدار اس میں تصرف کا مالک اس اعتبار سے ہوتا ہے کہ بائع نے اس کو مسلط کیا ہے، اس اعتبار سے نہیں کہ وہ سامان کا مالک ہو گیا ہے، اسی وجہ سے اس نلہ کو کھانا جائز نہیں جس کو فاسد طریقہ پر خرید لیا گیا ہو۔ بعض حنفیہ کی رائے یہ ہے کہ تصرف کا جواز چیز کے مالک ہونے کی بنا پر ہے، ان کا استدلال یہ ہے کہ اگر کسی نے مکان فاسد طور پر خریدا اور اس پر قبضہ کر لیا، پھر اس کے برابر میں ایک دوسرا مکان فروخت ہوا تو وہ اس کو شفعہ کے ذریعہ اپنے لئے لے سکتا ہے، حالانکہ جب شفعہ کا استحقاق ہوا تو اس وقت مکان کا وہ مالک نہیں تھا، لیکن اس میں شفعہ کے لئے شفعہ نہیں ہے اگرچہ اس میں ملکیت کا فائدہ دیتا ہے، اس لئے کہ بائع کا حق ختم نہیں ہوا<sup>(۳)</sup>۔ یعنی اس لئے کہ بیچنے اور خریدنے والے دونوں کو فسخ کا اختیار ہے۔

ملکیت کی منتقلی قیمت کے ذریعہ نہ کہ متعین کردہ ثمن کے ذریعہ:

۲۴- حنفیہ کا اتفاق ہے کہ بیع فاسد میں قبضہ کے ذریعہ ملکیت کا حصول بیع کی قیمت مارکت ریٹ کے بدلہ میں ہوگا، اس مقررہ ثمن کے مقابلہ میں نہیں جس پر فریقین کا اتفاق ہوا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقد منہی عنہ (منوع) ہے اور قیمت کی تعیین فاسد ہے، لہذا متعین کردہ قیمت واجب نہیں ہوگی۔ اور قیمت مارکت ریٹ کے بارے میں امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کے نزدیک قبضہ کے دن کا اعتبار ہے، اور امام محمد کے نزدیک تلف کرنے کے دن کا ہے<sup>(۱)</sup>۔

دوم- استحقاق فسخ:

۲۵- بیع فاسد اپنے وصف کے لحاظ سے غیر مشروع ہونے کے باوجود فساد اس کے ساتھ متصل ہے، اور فساد کو زائل کرنا واجب ہے، لہذا وہ مستحق فسخ ہے، نیز اس لئے کہ فاسد، نبی کی وجہ سے ملک خبیث کا فائدہ دیتا ہے، لہذا ان میں سے ہر ایک کو خباثت کو زائل کرنے اور فساد کو دور کرنے کے لئے حق فسخ ہے، نیز اس لئے کہ بیع فاسد کے اسباب میں سے: ربا کی شرط لگانا اور مجہول مدتوں کو داخل کرنا وغیرہ ہے، اور یہ معصیت ہے، معصیت سے روکنا واجب ہے، اور استحقاق فسخ معصیت سے روکنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ جب اس کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ فسخ ہوگی تو ظاہر ہے کہ وہ اس

(۱) ثمن اور قیمت میں فرقہ ثمن وہ ہے جس پر مائدین رضی ہوں خواہ قیمت سے زیادہ ہو یا کم۔ اور قیمت بلا کی زیادتی معیار کے درجہ میں جو کسی چیز کی قیمت لگائی جائے۔ (ابن ماجہ ۵۱/۳، ۵۲، الاقویار ۲/۳، ۲۳، الترمذی ۶۳/۳، جوہر لا کلیل ۲/۳، ۲۷، الترمذی ۵۵/۳، المشرع المکبیر مع المغنی ۵۶/۳، کشاف القناع ۳/۱۹۷)۔

(۱) الاقویار لتبیل الحق والموصولی ۲/۲۲۔

(۲) البدائع ۵/۳۰۳۔

(۳) البزازی علی الہدایہ ۶/۳۷۷، الترمذی ۶۳/۳، البدائع ۵/۳۰۳، ابن ماجہ ۱۲۳/۳۔

کے انجام دینے سے گریز کرے گا، جیسا کہ فقہاء نے اس کی علت بیان کی ہے<sup>(۱)</sup>۔

بیع فاسد کے فسخ کے لئے قاضی کا فیصلہ شرط نہیں، اس لئے کہ جو چیز شرعاً واجب ہو اس میں قاضی کے فیصلہ کی ضرورت نہیں<sup>(۲)</sup>۔ لیکن اگر دونوں عقد کرنے والے بیع فاسد کی بیع کو برقرار رکھنے پر مصر ہوں اور قاضی کو اس کا علم ہو جائے تو ان دونوں کی مرضی کے خلاف جبراً اس کو فسخ کر سکتا ہے، کیونکہ یہ شریعت کا حق ہے<sup>(۳)</sup>۔

شرائط فسخ:

۲۶- فسخ کی درج ذیل شرطیں ہیں:

الف: پہلی شرط یہ ہے کہ دوسرے عقد کرنے والے کے علم میں لا کر فسخ کیا جا رہا ہو، اس کی رضامندی شرط نہیں، کاسانی نے کرنی سے نقل کیا ہے کہ یہ شرط بلا اختلاف ہے، پھر اسپجانی سے نقل کیا کہ یہ امام ابوحنیفہ و محمد کے نزدیک شرط ہے، امام ابو یوسف کا اس میں اختلاف ہے۔ اور یہ کہ اس میں اختلاف خیار شرط اور خیار رویت میں اختلاف کی طرح ہے۔

ب: بیع دونوں عقد کرنے والوں میں سے کسی ایک کے قبضہ میں برقرار ہو۔

ج: اس میں کوئی ایسی چیز پیدا نہ ہو جائے جس کی وجہ سے واپس کرنا ممکن ہو<sup>(۴)</sup>۔

(۱) الاختیار لتحلیل الخیار للوصلی ۲/۲۲، ابن ماجہ ۱۲۵۳، البدائع للکاسانی ۳۰۰/۵۔

(۲) الدر المختار رہا مشی رد المحتار ۱۲۵/۳۔

(۳) الدر المختار ۱۲۵/۳۔

(۴) البدائع ۳۰۰/۵، ابن ماجہ ۱۵۲/۳، حامیہ الجمل علی شرح الصحیح ۸۲، کشاف القناع ۱۹۸۔

فسخ کا اختیار کس کو ہے؟

۲۷- فسخ یا تو قبضہ سے قبل ہو گا یا قبضہ کے بعد:

الف: اگر قبضہ سے قبل ہو تو دونوں عقد کرنے والوں میں سے ہر ایک کو دوسرے فریق کے علم میں لا کر فسخ کا اختیار ہے، خواہ دوسرا فریق راضی نہ ہو، اس لئے بیع فاسد قبضہ سے قبل ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی، لہذا اس کو قبضہ سے پہلے فسخ کرنا ایجاب و قبول سے گریز کرنے کے درجہ میں ہے، لہذا اس کا ان دونوں میں سے ہر ایک مالک ہوگا، لیکن (جیسا کہ زیلعی کہتے ہیں) یہ دوسرے کے علم پر موقوف ہے، اس لئے کہ اس میں دوسرے فریق کے لئے فسخ کو لازم کرنا ہے، لہذا اس کے علم کے بغیر اس پر لازم نہ ہوگا<sup>(۱)</sup>۔

ب: اگر فسخ قبضہ کے بعد ہو تو فساد بیع اور ثمن سے وابستہ ہو گا یا ان کے علاوہ سے:

(۱) اگر فساد، صلب عقد میں ہو، یعنی اس کا تعلق بیع یا ثمن سے ہو مثلاً ایک درہم کو دوسرے درہم میں فروخت کرنا اور مثلاً شراب اور خنزیر کے بدلہ فروخت کرنا، تو بھی یہی حکم ہے کہ ان میں سے کوئی ایک اکیلے فسخ کر سکتا ہے، اس لئے کہ بدل سے وابستہ فساد صلب عقد سے وابستہ ہوتا ہے، اس لئے اس کو صحیح بنانا ممکن نہیں، کیونکہ بدلین (بیع اور ثمن) کے بغیر عقد کا قیام نہیں، لہذا فساد قوی ہوگا اور صلب عقد میں موثر ہوگا، یعنی دونوں عقد کرنے والوں کے حق میں لازم نہیں ہوگا۔

(۲) اگر فساد بیع و ثمن سے وابستہ نہ ہو مثلاً شرط زائد کے ساتھ بیع اور مثلاً اجل مجہول کے ساتھ بیع، یا ایسی شرط کے ساتھ بیع جس میں کسی ایک کا فائدہ ہو تو:

اسپیجانی کا فیصلہ ہے کہ فسخ کا اختیار صاحب شرط کو حاصل ہے، اس میں کسی کا اختلاف نہیں، اس لئے کہ جس فساد کا تعلق بدل سے نہ

(۱) تبیین الحقائق ۶۳/۳۔

## بیع فاسد ۲۸-۳۰

اور خریدار اس کے ضمان سے بری ہو جائے گا<sup>(۱)</sup>۔

**حق فسخ کو باطل کرنے والی چیزیں:**

۲۹- حق فسخ صراحتاً باطل کرنے اور ساقط کرنے سے ساقط نہیں ہوتا، مثلاً کہے: میں نے ساقط کر دیا یا باطل کر دیا یا بیع کو واجب کر دیا یا لازم کر دیا۔ اس لئے کہ وجوب فسخ، فساد کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حق کے طور پر ثابت ہے، اور جو چیز خالص اللہ کا حق ہونے کی حیثیت سے ثابت ہوتی ہے بندہ اس کو مقصود بنا کر ساقط نہیں کر سکتا جیسے خیالِ ربوبیت۔

ہاں بطریق ضرورت ساقط ہو جاتا ہے، مثلاً بندہ اپنے ذاتی حق میں مقصود کے طور پر تصرف کرے جس کے ضمن میں حق اللہ کا سقوط بطریق ضرورت ہو۔

جب حق فسخ باطل ہو جائے تو بیع لازم ہو جائے گی اور ضمان ثابت ہو جائے گا، اور اگر باطل نہ ہو تو بیع غیر لازم ہوگی اور ضمان بھی ثابت نہیں ہوگا۔

ذیل میں اس کی اہم صورتیں پیش ہیں:

**پہلی صورت - بیع فاسد والے بیع میں قوی تصرف:**

۳۰- حنفیہ نے علی الاطلاق کہا ہے کہ حق فسخ ہر ایسے تصرف سے باطل ہو جاتا ہے جو بیع کو خریدار کی ملکیت سے نکال دے<sup>(۲)</sup>، کیونکہ اس سے بندہ کا حق متعلق ہو گیا<sup>(۳)</sup>، اسی تعلیل کو مالکیہ نے بنیاد بنایا ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ بیع کو مہر بنادے یا بدلہ صلح بنادے یا بدلہ اجارہ، مالکیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ اس اقدام کی وجہ سے

ہو وہ قوی نہیں ہوتا، لہذا اس کے ساقط ہونے کا احتمال ہے، لہذا صاحب شرط کے حق میں ظاہر ہوگا، لیکن اس پر لازم نہیں ہوگا۔ کرنی نے مسئلہ میں اختلاف لکھا ہے:

چنانچہ امام ابو حنیفہ و ابو یوسف کے قول کے مطابق: ان میں سے ہر ایک کے لئے حق فسخ ہے، اس لئے کہ فساد کے سبب یہ بیع غیر لازم ہے۔

اور امام محمد کے قول کے مطابق فسخ کا حق اس شخص کے لئے ہے جس کے لئے شرط کا نفع ہو، اس لئے کہ وہی اس مفسد کو ساقط کر کے عقد کو صحیح بنانے پر قادر ہے۔ اگر دوسرا اس کو فسخ کر دے تو اپنے ذمہ دوسرے حق کو باطل کر دے گا اور یہ ناجائز ہے<sup>(۴)</sup>۔

**بیع فاسد کے فسخ کا طریقہ:**

۲۸- بیع فاسد دو طریقے سے فسخ ہوتی ہے:

اول: قول کے ذریعہ یعنی جس کو فسخ کا اختیار ہے وہ یہ کہے: میں نے عقد فسخ کر دیا یا رد کر دیا تو رد یا اس طرح سے عقد فسخ ہو جائے گا، اور اس میں قاضی کے فیصلے یا فروخت کرنے والے کی رضامندی کی ضرورت نہیں، خواہ قبضہ سے قبل ہو یا قبضہ کے بعد، اس لئے کہ استحقاق فسخ فساد کو ختم کرنے کے لئے ثابت ہے۔ اور فساد کو ختم کرنا اللہ تعالیٰ کا حق ہے، لہذا تمام لوگوں کے حق میں ظاہر ہوگا اور قاضی کے فیصلے یا بیچنے والے کی رضامندی پر موقوف نہ ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

دوم: فعل کے ذریعہ، یعنی بیع بائع کو کسی بھی طریقہ سے مثلاً بیہ یا صدق یا اعارہ یا بیع یا اجارہ کے ذریعہ لوٹا دے۔ اگر ایسا کر لیا اور بیع بائع کے ہاتھ میں حقیقتاً آگئی یا حکماً مثلاً تخلید، تو یہ بیع کو ترک کرنا ہے

(۱) بدائع الصنائع ۵/۳۰۰، الدر المختار ۳/۱۲۵۔

(۲) رد المحتار ۳/۱۲۶ بحوالہ کتاب الوکالیہ۔

(۳) الدر المختار ۳/۱۲۷، المشرح الکبیر ۳/۷۳۔

(۱) رد المحتار ۳/۱۲۵، البدائع ۵/۳۰۰، تبیین الحقائق ۳/۶۳۔

(۲) البدائع ۵/۳۰۰۔



## بیع فاسد ۳۱-۳۲

اس کی ملکیت سے خارج ہوگئی<sup>(۱)</sup>۔

یا اس کو بیہ کر کے حوالہ کر دے، اس لئے کہ بیہ سپردگی کے بغیر ملکیت کا فائدہ نہیں دیتا، برخلاف بیع کے۔

یا اس کو رہن رکھ کر حوالہ کر دے، اس لئے کہ سپرد کئے بغیر رہن لازم نہیں ہوتا۔

یا اس کو صحیح طور پر وقف کر دے، اس لئے کہ وقف کر کے اس نے اس کو خرچ کر دیا، اور اپنی ملکیت سے خارج کر دیا<sup>(۲)</sup>۔

یا اس کی وصیت کر کے مر گیا، اس لئے کہ وہ اس کی ملکیت سے موصی لہ (جس کے لئے وصیت کی گئی ہے) کی ملکیت میں منتقل ہو جائے گی، اور یہ نئی ملک ہے، لہذا یہ اس کو فروخت کرنے کی طرح ہو گیا۔

یا اس کو صدقہ کر کے سپرد بھی کر دے، اس لئے کہ سپرد کئے بغیر وہ صدقہ کرنے والے کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتا<sup>(۳)</sup>۔

اسی طرح آزاد کرنے سے بھی حق فسخ ختم ہو جاتا ہے، کیونکہ اس کی قوت، سرایت اور اس کی طرف شارع کی توجہ و رغبت کے سبب، اس کو مستثنیٰ کیا ہے<sup>(۴)</sup>۔

۳۱- ان تمام صورتوں میں بیع فاسد نافذ ہو جاتی ہے، اس کو فسخ کرنا محال ہے، اس کی دلیل یہ ہے:

الف: اس لئے کہ خریدار اس کا مالک ہو گیا، لہذا اس میں تصرف کا بھی مالک ہو گیا۔

ب: اس لئے کہ دوسرے عقد کے سبب بندہ کا حق متعلق ہو گیا، اور پہلے عقد کو فسخ کرنا محض حق اللہ کے لئے تھا، اور حق العبد، حق اللہ

کے مقابل میں آئے تو اللہ کے حکم سے حق العبد کو مقدم کیا جاتا ہے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے، اس کا دامن عفو وسیع ہے جبکہ بندہ ہمیشہ اپنے رب کا محتاج ہوتا ہے۔

ج: نیز اس لئے کہ عقد اول اصل کے لحاظ سے مشروع ہے وصف کے لحاظ سے نہیں، جبکہ عقد دوم، اصل و وصف دونوں لحاظ سے مشروع ہے، لہذا محض وصف اس کا معارض نہیں ہوگا۔

د: نیز اس لئے کہ بیع دوم بائع اول کی طرف سے مسلط کرنے کی وجہ سے وجود میں آئی ہے، اس لئے کہ اس کی طرف سے تملیک (قبضہ کی اجازت کے ساتھ) تصرف کرنے پر مسلط کرنا ہے، لہذا وہ دوسرے خریدار سے واپس نہیں لے سکتا، ورنہ وہ اپنی طرف سے مکمل شدہ چیز کو توڑنے کی کوشش کرنے والا ہوگا، اور یہ مناقضہ کا سبب ہے<sup>(۱)</sup>۔

۳۲- حنفیہ نے اس سے اجارہ کو مستثنیٰ کیا ہے، اور انہوں نے طے کیا ہے کہ اجارہ بیع فاسد کے فسخ کرنے سے مانع نہیں، اس لئے کہ اجارہ اعذار کی بنا پر فسخ ہو جاتا ہے اور فساد کو ختم کرنا اعذار میں سے ہے، بلکہ فساد سے زیادہ قوی کوئی عذر ہی نہیں، جیسا کہ کاسانی کہتے ہیں<sup>(۲)</sup>۔

نیز اس لئے (جیسا کہ مرغینانی کہتے ہیں) کہ اجارہ رفتہ رفتہ منعقد ہوتا ہے، لہذا اس کو رد کرنا امتناع (گریز کرنا) ہوگا<sup>(۳)</sup>۔

حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ حق فسخ کے استعمال سے جو چیز مانع ہے اگر وہ زائل ہو جائے (مثلاً بیہ کرنے والا اپنے بیہ کو واپس لے لے، یا رہن رکھنے والا اپنے رہن کو چھڑا لے) تو حق فسخ لوٹ آتا

(۱) تمہین الحقائق ۶۳/۳، الدرر النورانی ۶۳/۳۔

(۲) الاختیار ۲۲/۳، ۲۳، ابن جابدین ۱۲۶/۳۔

(۳) الدرر النورانی ۶۳/۳، ۱۲۶/۳۔

(۴) الاختیار ۲۲/۳، ۲۳، ابن جابدین ۱۲۶/۳۔

(۱) البہار فی فسخ القدیۃ ۹۸، ۹۹، نیز دیکھئے تمہین الحقائق ۶۳/۳، ۶۵۔

(۲) بدائع الصنائع ۳۰۱/۵، نیز دیکھئے الدرر النورانی ۶۳/۳، ۱۲۷۔

(۳) البہار فی فسخ القدیۃ ۱۰۰/۵۔



### بیع فاسد ۳۳-۳۵

ہے، اس لئے کہ یہ عقود سب کے حق میں ہر طرح سے فسخ کے موجب نہیں۔

لیکن شرط یہ ہے کہ یہ قیمت یا مثل کا فیصلہ ہونے سے قبل ہو، اس کے بعد نہ ہو، اس لئے کہ تقاضی کا یہ فیصلہ اس مال میں فروخت کرنے والے کے حق کو ختم کر دیتا ہے، اور اس کے حق کو شارع کے حکم سے قیمت یا مثل میں منتقل کر دیتا ہے، لہذا اس کا عین میں حق لوٹ کر نہیں آئے گا، کو کہ سبب اٹھ جائے جیسا کہ اس صورت میں ہوتا ہے جب غاصب کے خلاف غصب کردہ مال گم ہونے کی وجہ سے قیمت کا فیصلہ کر دیا جائے پھر غصب کردہ مال مل جائے<sup>(۱)</sup>۔

دوسری صورت: بیع فاسد کی بیع میں کئے جانے والے تصرفات:

۳۳- مثلاً تعمیر کرنا، درخت لگانا۔ اگر خریدار شرائع فاسد کے طور پر خریدی ہوئی زمین پر تعمیر کر دے یا کوئی درخت لگا دے تو:

امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ تعمیر کرنے اور درخت لگانے کی وجہ سے فسخ ممنوع ہو جائے گا، اس لئے کہ یہ دونوں چیزیں امام صاحب کے نزدیک استہلاک (خراب کرنا) ہیں، کیونکہ یہ دونوں چیزیں ہمیشہ کے لئے کی جاتی ہیں، اور یہ دونوں چیزیں فروخت کرنے والے کی طرف سے مسلط کرنے کی وجہ ہوں، لہذا ان دونوں کے سبب لوٹانے کا حق ختم ہو جائے گا جیسا کہ بیع۔

صاحبین کی رائے ہے کہ تعمیر اور شجرکاری فسخ سے مانع نہیں ہیں، بائع کو حق ہے کہ ان دونوں کو واپس لے لے، اس کی وجہ یہ ہے کہ حق شفیع (اگرچہ ضعیف ہے)، تعمیر اور شجرکاری کی وجہ سے باطل نہیں ہوتا تو یہ بدرجہ اولیٰ باطل نہ ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۲، ۱۲۸۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۳، تبیین الحقائق مع حاشیہ اہلئ ۶۵۴۔

۳۴- موانع فسخ میں سے بیع میں اضافہ یا اس میں نقص ہونا ہے:

الف۔ اضافہ: حنفیہ کا فیصلہ ہے کہ بیع کے ساتھ متصل اضافہ جو

اس سے پیدا شدہ نہ ہو، مثلاً بیع کپڑا تھا اس کو سل دیا یا کپڑا تھا رنگ دیا یا گیہوں تھا اس کو پیس دیا یا روئی تھی اس کا سوت کات دیا اور اس جیسی تمام صورتوں میں فسخ ممنوع ہو جاتا ہے اور خریدار پر بیع کی قیمت لازم ہو جاتی ہے۔

رباودہ متصل اضافہ جو پیدا شدہ ہے مثلاً بیع کامونا ہونا یا منفصل

اضافہ جو پیدا شدہ ہو مثلاً اولاد، اور منفصل اضافہ جو پیدا شدہ نہ ہو مثلاً کمائی اور بہہ، تو یہ سب مانع فسخ نہیں<sup>(۱)</sup>۔

ب: بیع میں نقص: حنفیہ نے بیان کیا ہے کہ اگر خریدار کے قبضہ

میں بیع میں نقص پیدا ہو جائے تو رد کرنے کا اس کا حق ختم نہ ہوگا، اور فسخ کرنا ممنوع نہیں ہے، البتہ اگر اس کے قبضہ میں رہتے ہوئے اسی کے فعل سے نقص پیدا ہوا ہو یا بذات خود بیع کے فعل سے یا سماوی آفت سے تو بائع اسے خریدار سے لے لے گا، اور اس کو نقص کے تاوان کا ضامن بنائے گا، اور اگر خریدار کے قبضہ میں رہتے ہوئے بائع کے فعل سے نقص پیدا ہوا تو اس کی وجہ سے بائع کو بیع واپس لینے والا گردانا جائے گا، اور اگر کسی اجنبی کے فعل سے نقص پیدا ہوا ہو تو بائع کو اختیار ہوگا کہ اس کو خریدار سے لے یا جنایت کرنے والے سے لے<sup>(۲)</sup>۔

۳۵- حنفیہ میں سے زیلعی نے واپسی اور فسخ کے حق کو ممنوع قرار

دینے والے افعال کا ضابطہ لکھتے ہوئے کہا: اگر خریدار بیع میں ایسا کام کر دے، جس کی وجہ سے غصب کی صورت میں مالک کا حق ختم ہو جاتا ہے، تو اس کی وجہ سے مالک کا واپس لینے کا حق بھی ختم

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۳۔

(۲) حوالہ سابق۔

### بیع فاسد ۳۶-۳۷

ہو جائے گا، مثلاً گےہوں ہواں کو پیش دے (۱)۔

کی تصحیح ممکن ہے، مثلاً غیر موقت خیال کی شرط کے ساتھ بیع یا ایسے خیال موقت کی شرط کے ساتھ بیع جس کا وقت مجہول ہو، مثلاً کٹائی اور بوائی اور مثلاً ایسے موخر ثمن کے بدلہ فروختگی جس کی مدت مجہول ہو، اجل جس کا حق ہے اس نے وہ وقت آنے سے پہلے اور بیع کو فسخ کرنے سے پہلے اجل کو ساقط کر دیا تو جائز ہوگئی، کیونکہ مفسد زائل ہو گیا اگرچہ اسقاط اجل جدا ہونے کے بعد ہو، جیسا کہ ابن عابدین نے لکھا ہے۔ اسی طرح تمام فاسد بیوع مفسد کے حذف کرنے سے جائز ہو جاتی ہیں، چنانچہ چھت میں نصب کڑی کی بیع فاسد ہے، اسی طرح کپڑے میں سے ایک ذراع اور تلواری کی زینت کی بیع فاسد ہے، اس لئے کہ وہ ضرر جس کا اسے حق نہیں ہے اس کے بغیر بیع کو حوالہ کرنا ممکن نہیں ہے، لیکن اگر اس کو فسخ کرنے سے قبل اکھاڑ کر خریدار کے حوالے کر دے تو جائز ہے، اور خریدار کے لئے گریز کرنے کا حق نہیں۔ دو کپڑوں میں سے ایک کپڑے کی بیع فاسد ہے، کیونکہ بیع مجہول ہے، لیکن اگر کہے ان میں سے جس کو چاہے لے لے تو عدم نزاع کے سبب جائز ہے (۱)۔ اور اگر اس شرط پر بیع کی کہ خریدار اس کو رہن دے گا، اور رہن معین یا مقرر نہ ہو تو بیع فاسد ہے، البتہ اگر وہ دونوں مجلس میں تعیین رہن پر راضی ہو جائیں اور دونوں کے جدا ہونے سے قبل خریدار نے رہن اس کے پاس پہنچا دی یا خریدار نے ثمن فوراً دے دیا تو اجل باطل ہے، اور بیع فساد کے ختم ہونے کی وجہ سے اتھساناً جائز ہو جائے گی (۲)۔

یہ سب اکثر فقہاء حنفیہ کے نزدیک ہے، اس میں امام زفر کا اختلاف ہے، کیونکہ انہوں نے کہا: بیع جب فساد کے ساتھ منعقد ہوگئی تو اس کے بعد سبب فساد کو دور کر کے اس کے جائز ہونے کا امکان نہیں

سوم۔ (بیع فاسد کے احکام میں سے) بیع فاسد کے بیع اور ثمن میں نفع کا حکم:

۳۶- فقہاء حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ ثمن میں ہونے والا نفع بائع کے لئے حلال ہے، اور بیع میں ہونے والا نفع خریدار کے لئے حلال نہیں، لہذا اگر کوئی چیز کسی سے بیع فاسد کے طور پر مثلاً ایک ہزار درہم میں خریدی، اور دونوں نے قبضہ کر لیا، اور اپنے اپنے مقبوضہ میں ہر ایک کو نفع ہوا تو ”عین“ (چیز) پر قبضہ کرنے والا نفع کو صدقہ کر دے، اس لئے کہ وہ تعیین سے متعین ہو جاتی ہے، اس لئے اس میں خباثت مستحکم ہو چکی ہے اور جس نے درہم پر قبضہ کیا اس کے لئے نفع حلال ہے، اس لئے کہ ”نقد“ متعین کرنے سے متعین نہیں ہوتا (۲)۔

اس فرق کا حاصل یہ ہے کہ اگر بیع مقایضہ (عین کی عین سے بیع) ہو تو دونوں میں سے کسی کے لئے نفع حلال نہیں، اس لئے کہ بیع اور ثمن میں سے ہر ایک اعتبار سے بیع ہے، اس لئے ان دونوں میں ایک ساتھ خباثت مستحکم ہوگئی ہے (۳)۔

چہارم۔ بیع فاسد کا تصحیح کو قبول کرنا:

۳۷- بیع فاسد میں فساد ضعیف ہوگا یا قوی:

الف: اگر فساد ضعیف ہو، یعنی صلب عقد میں داخل نہ ہو تو اس

(۱) تبیین الحقائق ۶۵/۳۔

(۲) سببیہ: حنفیہ کے نزدیک بیع فاسد میں نقد کی تعیین کے بارے میں دو روایتیں ہیں، لیکن اگر بیع فاسد میں درہم پر قبضہ کرنے والے نے تجارت کی، اور دوسرے عقد میں اس کو نفع ہوا تو نفع اس کے لئے حلال ہے اس میں ایک ہی روایت ہے، کیونکہ عقد غائی میں نقد متعین نہیں ہوتا (دیکھئے ابن عابدین ۱۲۹/۳)۔

(۳) ابن عابدین ۱۲۹/۳۔

(۱) البدائع ۵/۸۷، ابن عابدین ۱۱۹/۳، الاختیار ۲۴/۲۵، ۲۶۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۳۳/۳۳۔

ہے، کیونکہ اس میں استحالة (ایک حالت سے دوسری حالت میں بدلنا) ہے۔

ب: اگر فساد قوی ہو اس طرح کہ صلب عقد یعنی (بدل یا مبدل) میں ہو، تو سبب فساد کو ختم کرنے سے بالاتفاق جواز کا احتمال نہیں۔ مثلاً کوئی عین ایک ہزار درہم اور ایک رطل خمر میں فروخت کیا، پھر خریدار سے خمر کو ساقط کر دیا تو یہ بیع فاسد ہے، اور صحیح نہ ہوگی (۱)۔

پنجم۔ بیع کے ہلاک ہونے پر ضمان:

۳۸- فقہاء کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بیع فاسد کی بیع اگر خریدار کے قبضہ میں رہتے ہوئے ہلاک ہو جائے تو اس کا ضمان خریدار پر ثابت ہے، یعنی اگر وہ مثلی (کیل یا وزنی یا عددی) ہو تو مثل لوٹائے گا، اور اگر ذوات التیم میں سے ہو تو قیمت لوٹائے گا، خواہ کتنی ہی ہو، خواہ ثمن سے زیادہ ہو یا اس سے کم یا اس کے برابر۔

ذوات التیم میں جمہور حنفیہ کے نزدیک قبضہ کے دن کی قیمت واجب ہے، اس لئے کہ قبضہ کی وجہ سے وہ اس کے ضمان میں داخل ہوئی ہے، لہذا وہی دن معتبر ہوگا جس دن ضمان کا سبب منعقد ہوا ہے (۲)۔

امام محمد کے نزدیک اتمام (ہلاک کرنے) کے دن کی قیمت کا اعتبار ہے، اس لئے کہ اتمام کی وجہ سے مثل یا قیمت کا ثبوت ہو جاتا ہے (۳)۔

۳۹- اگر بیع فاسد کی بیع میں خریدار کے قبضہ میں رہتے ہوئے نقص پیدا ہو جائے تو اس نقص کے ضمان کی حسب ذیل صورتیں ہیں:

الف: اگر خریدار کے قبضہ میں رہتے ہوئے خریدار کے فعل یا بذات خود بیع کے فعل یا ساموی آفت سے بیع میں نقص پیدا ہو تو نقص کے تاوان کا خریدار کو ضامن قرار دینے کے ساتھ بائع اس کو ملے گا۔

ب: اگر نقص بائع کے فعل سے ہو تو اس کی وجہ سے وہ بیع کو واپس لینے والا ہو گیا، حتیٰ کہ اگر بیع خریدار کے پاس ہلاک ہو جائے، اور اس کی طرف سے بائع پر کوئی رکاوٹ اور پابندی نہیں پائی گئی تو بائع کا مال ہلاک ہوگا۔

ج: اگر اجنبی کے فعل سے نقص پیدا ہو ہو تو بائع کو اختیار دیا جائے گا کہ:

اگر چاہے تو اس کو خریدار سے ملے، پھر خریدار مجرم سے وصول کرے۔

اور اگر چاہے تو مجرم کے پیچھے لگے اور وہ خریدار سے وصول نہیں کرے گا (۱)۔

ششم۔ بیع فاسد میں خیار کا ثبوت:

۴۰- حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ بیع فاسد میں خیار شرط ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ بیع جائز میں ثابت ہوتا ہے، چنانچہ اگر غلام کو ایک ہزار درہم اور ایک رطل شراب میں فروخت کیا، اس شرط کے ساتھ کہ اس کے لئے خیار ہے، اور خریدار نے بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کر لیا، اور تین دنوں کے اندر اس کو آزاد کر دیا تو اس کا آزاد کرنا نافذ نہ ہوگا، اور اگر بائع کے لئے خیار شرط نہ ہوتا تو قبضہ کے بعد خریدار کا آزاد کرنا نافذ ہوتا۔ ابن عابدین نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ مدت خیار کے گزرنے کے بعد اس کا آزاد کرنا درست ہے، کیونکہ خیار ختم ہو گیا، اور یہ ظاہر ہے۔

(۱) رد المحتار ۴/۱۲۵۔

(۱) البدائع ۵/۷۸۔

(۲) الدر المختار ۴/۱۲۵، کتایب الطالب ۲/۱۲۸۔

(۳) رد المحتار ۴/۱۲۵۔



## بیع فاسد ۴۰، بیع الفضولی ۱

بیع فاسد کی بیع میں جس طرح خیاب شرط ثابت ہوتا ہے اسی طرح خیاب عیب بھی ثابت ہوتا ہے، اور خریدار کو اختیار ہے کہ قبضہ کے بعد عیب کے سبب تاضی کے فیصلہ سے یا اس کے بغیر اس کو واپس کر دے (۱)۔

## بیع الفضولی

### تعریف:

۱- بیع لغت میں: کسی چیز کا کسی چیز سے تبادلہ کرنا ہے۔  
اور شرع میں: مال منقوم کا مال منقوم سے مالک بننے اور بنانے کے لئے تبادلہ کرنا ہے (۱)۔  
فضولی لغت میں: وہ شخص ہے جو لایعنی چیزوں میں مشغول ہو۔  
اور اصطلاح میں: فضولی وہ شخص ہے جو عقد میں نہ ولی ہو، نہ اکیل ہو اور نہ وکیل ہو (۲)۔

”العناہ“ میں ہے: فضولی: فاء کے ضمہ کے ساتھ ہی ہے، اور فضل کے معنی: زیادتی کے ہیں، مغرول لفظ ”فضل“ کے بجائے جمع کا لفظ ”فضول“ ہی ایسی چیز کے لئے عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے جس میں کوئی خیر نہ ہو۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ جو لایعنی چیزوں میں مشغول رہے اس کو فضولی کہتے ہیں، اور فقہاء کی اصطلاح میں فضولی وہ ہے جو وکیل نہ ہو (۳)۔

تبیین الحقائق پر شملی کے حاشیہ میں آیا ہے: حاشیہ ابن عابدین میں ہے کہ فضولی وہ ہے جو دوسرے کے حق میں شرعی

(۱) لسان العرب، القاموس المحیط، الصحاح، المصباح الممیر مادہ ”فضل“، التعریفات للبحر جانی۔

(۲) المصباح مادہ ”فضل“، التعریفات للبحر جانی۔

(۳) العناہ علی الہدایہ صدر ہاشم فتح القدیر ۵/۳۰۹، طبع لا مریہ المصباح مادہ ”فضل“۔





## بیع الفضولی ۲-۴

دوم: بیع ممنوع اور باطل ہے۔

رہا فضولی کا خریداری کرنا تو کچھ فقہاء اس کو جائز قرار دیتے ہیں اور بیع کی طرح اجازت پر موقوف قرار دیتے ہیں، کچھ فقہاء اس کو اس طرح سے نہیں قرار دیتے جبکہ بعض اس میں تفصیل کرتے ہیں۔

والا کل:

۴- بیع فضولی کے جواز کے تاملین کا استدلال اس فرمان باری سے ہے: ”وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ“<sup>(۱)</sup> (ایک دوسرے کی مدد نیکی اور تقویٰ میں کرتے رہو)، اور اس میں اپنے مسلمان بھائی کا تعاون ہے<sup>(۲)</sup>۔

نیز ان کا استدلال حضرت عروہ بن ابوالجعد باری کی حدیث سے ہے، وہ حدیث یہ ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ أَعْطَاهُ دِينَارًا لِيَشْتَرِيَ لَهُ بِهِ شَاةً، فَاشْتَرَى لَهُ بِهِ شَاتَيْنِ، فَبَاعَ إِحْدَاهُمَا بِدِينَارٍ، فَجَاءَ بِدِينَارٍ وَشَاةٍ، فَبَدَعَا لَهُ بِالْبُرْكََةِ فِي بَيْعِهِ، وَكَانَ لَوْ اشْتَرَى التَّرَابَ لَوَبَّحَ فِيهِ“<sup>(۳)</sup> (نبی اکرم ﷺ نے ان کو ایک دینار دیا تاکہ آپ کے لئے ایک بکری خریدیں، انہوں نے اس دینار سے دو بکریاں خریدیں، پھر ان میں سے ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا، اور ایک دینار و ایک بکری لے کر آئے تو حضور ﷺ نے ان کے لئے بیع میں برکت کی دعا فرمائی۔ چنانچہ وہ اگر مٹی خریدتے تو بھی اس میں نفع ہوتا)۔

نیز حضرت حکیم بن حزام کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ نبی

اجازت کے بغیر تصرف کرے، مثلاً اجنبی شادی کرائے یا بیع کرے، واحد (فصل) کی طرف نسبت نہیں آئی ہے کو کہ قیاس یہی تھا کہ واحد کی طرف نسبت ہو، کیونکہ غلبہ استعمال کی وجہ سے اس مفہوم کے لئے ”علم“، ”علم بن کر انسانی اور اعرابی کی طرح ہو گیا ہے“<sup>(۱)</sup>۔

لفظ فضولی فقہاء کے نزدیک ہر اس شخص کو شامل ہے جو ملکیت، ولایت اور وکالت کے بغیر تصرف کرے، مثلاً غاصب، مال مغصوب میں بیع وغیرہ کا تصرف کرے، اور وکیل اگر اپنے مؤکل کے حکم کے خلاف بیع یا شراء یا تصرف کرے، تو اس کو بھی اس مخالفت کے سبب فضولی مانا جائے گا، اس لئے کہ وہ اپنے مؤکل کی طے کردہ حدود سے آگے بڑھ گیا ہے۔

شرعی حکم:

۲- جو فقہاء بیع فضولی کو باطل سمجھتے ہیں ان کی رائے کا تقاضا ہے کہ بیع فضولی کا اقدام کرنا حرام ہو، اس لئے کہ یہ باطل معاملات کا سبب بنتا ہے۔ اور جو فقہاء اس کو صحیح سمجھتے ہیں یعنی حنفیہ و مالکیہ، ان میں مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ مالک کی مصلحت کے بغیر بیع فضولی حرام ہے، ہاں اگر کسی مصلحت کی وجہ سے ہو، مثلاً تلف یا ضیاع کا خوف ہو تو حرام نہیں، بلکہ بسا اوقات مندوب ہوتی ہے۔

شرعی حکم کے بارے میں حنفیہ کی صراحت ہم کو نہیں ملی۔

اجمالی حکم:

۳- بیع فضولی کے بارے میں فی الجملہ فقہاء کے دو نقطہ نظر ہیں:

اول: بیع جائز ہے اور مالک کی اجازت پر موقوف ہے۔

(۱) جامع العلوم علی تبیین الحقائق ۳/ ۱۰۳، طبع دار المعرفۃ، حاشیہ ابن عابدین ۳/ ۱۳۵ طبع مصر یہ۔

(۱) سورۃ مائدہ ۲/۸۔

(۲) المجموع ۲/۶۳ طبع المنقذ، الفروق للعراقی ۳/ ۲۳۲ طبع دار المعرفۃ۔

(۳) حدیث: ”عروۃ بن ابی الجعد...“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۶۳۲/۶ طبع الریاض) نے کی ہے۔

## بیع الفضولی ۵

میرے پاس آتا ہے اور ایسی چیز فروخت کرنے کی درخواست کرتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں، کیا میں اس کے لئے بازار سے خرید لوں، پھر اس کو فروخت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا تبع مالیس عندک“<sup>(۱)</sup> (جو چیز تمہارے پاس نہیں، اس کو فروخت نہ کرو)۔

نیز حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عمرو نے فرمایا: مجھ سے میرے والد نے، ان سے ان کے والد نے بیان کیا یہاں تک حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا ذکر کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربیع مال بم یضمن، ولا بیع مالیس عندک“<sup>(۲)</sup> (ایک ساتھ ادھار اور فروختگی جائز نہیں، اور نہ ہی فروختگی میں دو شرطیں جائز ہیں، اور نہ اس چیز کا نفع حلال ہے جو ضمان میں نہ ہو اور نہ اس چیز کا بیچنا جائز ہے جو تمہارے پاس نہیں ہے)۔

نیز حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی اس روایت سے بھی استدلال کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لا طلاق إلا فیما تملک، ولا عتق إلا فیما تملک، ولا بیع إلا فیما تملک“<sup>(۳)</sup> (طلاق نہیں مگر اس میں جس کے تم مالک ہو، حق نہیں مگر اس میں جس کے تم مالک ہو، اور بیع نہیں مگر اس میں جس کے تم مالک ہو)۔

(۱) تحفۃ الاخوان ۳/۳۳۰ طبع دوم، المجموع ۹/۲۶۳ طبع استقویہ، کشف الفتاوح ۱۵۷۳ طبع النصر۔

حدیث حکیم بن حزام: ”لا بیع مالیس عندک“ کی روایت ترمذی (تحفۃ الاخوان ۳/۳۳۰) نے کی ہے ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔  
(۲) تحفۃ الاخوان ۳/۳۳۱، ۳۳۲ طبع دوم۔

حدیث عمرو بن شعیب: ”لا یحل سلف و بیع“ کی روایت ترمذی (۳/۵۳۵ طبع النور) نے کی ہے ترمذی نے کہا: حسن صحیح ہے۔  
(۳) المجموع ۹/۲۶۳، ۲۶۴ طبع استقویہ۔

حدیث عمرو بن شعیب: ”لا طلاق إلا فیما تملک“ کی روایت ابوداؤد (۳/۶۳۰ طبع عزت عبیدہ) اور ترمذی (۳/۸۶۸ طبع النور) نے کی ہے الفاظ ابوداؤد کے ہیں ترمذی نے کہا: حدیث حسن ہے اور یہ اس باب کی تمام روایات سے احسن ہے۔

کریم ﷺ نے ان کو ایک دینار میں قربانی کا جانور خریدنے کے لئے بھیجا، انہوں نے قربانی کا جانور خریدا، اور اس میں ایک دینار نفع کمایا، پھر اس کی جگہ دوسرا جانور خریدا، اور قربانی کا جانور اور دینار خدمت نبوی میں لائے تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”ضح بالشاء و تصدق بالمدینار“<sup>(۱)</sup> (بکری کی قربانی کر دو، اور دینار کو صدقہ کر دو)۔

رسول اللہ ﷺ نے اس بیع کو جائز قرار دیا۔ اگر باطل ہوتی تو اس کو رد کر دیتے، اور ایسی بیع کرنے والے پر تکلیف فرماتے، نیز اس لئے کہ یہ تصرف تملیک ہے جو اس تصرف کے ”اہل“ کی طرف سے صادر ہوا ہے، لہذا اس کے منعقد ہونے کا قائل ہونا واجب ہے، کیونکہ مالک کو اس میں کوئی ضرر نہیں، اس لئے کہ اس کو اختیار حاصل ہے، بلکہ اس میں اس کا نفع ہے کہ وہ خریدار کی تلاش اور دشمن کے قرار (یعنی مطالبہ) وغیرہ کا بوجھ خود اٹھا لیتا ہے، اور اس میں غائد کا بھی نفع ہے، اس لئے کہ اس کے کلام کو لغو کرنے سے بچاتا ہے۔ اور اس میں خریدار کا بھی نفع ہے، اس لئے کہ اس نے اس کا اقدام خوشی سے کیا ہے، انہی وجوہ کے سبب شرعی قدرت ثابت ہے<sup>(۲)</sup>۔

۵۔ عدم جواز کے قائلین کا استدلال، حکیم بن حزام کی اس روایت سے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: ایک شخص

(۱) تبیین الحقائق ۳/۱۰۳ طبع دار المعرفۃ، المجموع ۹/۲۶۳ طبع استقویہ، سنن الحرمین ۱۱۳ طبع اول۔

حدیث حکیم بن حزام: ”ضح بالشاء“ کی روایت ترمذی (تحفۃ الاخوان ۳/۵۳۵) نے کی ہے ترمذی نے کہا: ہم اس کو صرف اسی طریق سے جانتے ہیں، میرے نزدیک حبیب بن ابی ثابت کا حکیم بن حزام سے سماع نہیں۔

(۲) فتح القدیر ۵/۳۱۰ طبع لا میری، البحر الرائق ۱/۱۶۰ طبع المطبعیہ، تبیین الحقائق ۳/۱۰۳، ۱۰۴ طبع دار المعرفۃ۔

## بیع الفضولی ۶-۸

کے تم مالک ہو۔) جدید اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بیع صحیح ہے، البتہ مالک کی

اجازت پر موقوف ہوگی۔

امام شافعی کا دوسرا جدید قول اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ بیع باطل ہے<sup>(۱)</sup>۔

۸- یہ سب صرف اجمالی بات ہے، اس لئے کہ حنفی بیع فضولی کے نفاذ کے لئے کچھ شرائط ذکر کرتے ہیں جو یہ ہیں: ملکیت کا باقی رہنا اور بقاء ملکیت کا تحقق دونوں عقد کرنے والوں یعنی فروخت کنندہ اور خریدار کی بقا سے ہوتا ہے، اور معتق و علیہ کا بغیر تبدیلی کے باقی رہنا،

اس لئے کہ اجازت عقد میں تصرف ہے، لہذا عقد کی بقاء ضروری ہے، اور عقد کی برقراری دونوں عقد کرنے والوں اور محل عقد کی برقراری سے ہوتی ہے، جیسا کہ یہی حال عقد کو وجود میں لانے میں ہے، نیز حنفیہ کے یہاں یہ بھی شرط ہے کہ فضولی اس شئی کو اس شرط پر نہ بیچے کہ وہ اس کی ذاتی ہے۔ رہائش تو حنفیہ کے یہاں اس کا قیام و بقاء شرط ہے اگر وہ سامان ہو، اس لئے کہ سامان تعین سے متعین ہو جاتا ہے، لہذا وہ بیع کی طرح ہو گیا، لیکن اگر ثمن دین ہو تو حنفیہ نے اس کے برقرار رہنے کی شرط نہیں لگائی ہے۔

نیز حنفیہ نے یہ بھی شرط لگائی کہ مالک اول بیع جس کے لئے عقد بیع کی گئی ہے وہ باقی ہو، ساتھ ہی ساتھ اس کو اجازت کے وقت بیع کی حالت کا (کہ موجود ہے یا نہیں) علم ہو، اس لئے کہ عقد اس کی

یہ احادیث دلالت کرتی ہیں کہ فضولی شخص کی بیع باطل ہے، اس لئے کہ یہ ملکیت، اجازت، ولایت اور وکالت کے بغیر تصرف ہے۔

نیز اس لئے کہ اس نے ایسی چیز فروخت کی جس کے سپرد کرنے پر قادر نہیں، اس لئے صحیح نہیں، جیسا کہ بھگوڑے غلام، پانی میں مچھلی اور فضا میں پرندے کی بیع<sup>(۱)</sup>۔

ذیل میں فضولی کے تصرف کے بارے میں مذاہب کی تفصیل ہے:

### الف- بیع میں فضولی کا تصرف:

۶- فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیع کی شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ بیع فروخت کرنے والے کی ملکیت ہو یا فروخت کرنے والے کو اس پر ولایت یا وکالت حاصل ہو جو اس میں اس کے تصرف کا جواز پیدا کرے، نیز فضولی کی بیع کی صحت پر اتفاق ہے اگر مالک حاضر ہو اور بیع کی اجازت دے دے، اس لئے کہ اس صورت میں فضولی وکیل کی طرح ہو جائے گا۔

اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر بیع کا مالک اجازت دینے کا اہل نہ ہو، مثلاً فروختگی کے وقت وہ نابالغ بچہ ہو تو فضولی کی بیع درست نہیں ہے۔

۷- بیع فضولی کے بارے میں اختلاف اس صورت میں ہے جب مالک تصرف کا اہل ہو، اور اس کے غائبانہ میں اس کا مال فروخت کیا گیا یا اس کی موجودگی میں فروخت کیا گیا اور وہ خاموش رہا تو کیا بیع فضولی صحیح ہوگی یا نہیں؟

حنفیہ و مالکیہ کا مذہب، امام شافعی کا قول قدیم اور ایک قول

(۱) مغنی المحتاج ۱۵/۲ طبع المجلد، المجموع ۲/۶۱، ۲/۶۳ طبع المستطیع۔

(۱) بدائع الصنائع ۱۳/۵ طبع الجمالیہ تبیین الحقائق ۳۴/۱۰۲، ۱۰۳ طبع دارالمعرفہ، ابن ماجہ ۱۳/۶، فتح القدیر ۳۰۹/۵ طبع دارمیریہ جامعہ الدبوتی ۱۲/۲ طبع الفکر، موابہ الجلیل ۳۶۹/۲، ۲۷۰ طبع انوار، الخرشنی ۱۸/۵ طبع دارصادر، روضۃ الملبین ۳۵۳/۳ طبع المکتب الاسلامی، تحفۃ المحتاج ۳۶/۲، ۲۳/۷ طبع دارصادر، المجموع ۲۵۹/۹ طبع المستطیع، کشاف القناع ۱۵/۳ طبع المنصر، الانصاف ۲۸۳/۳ طبع التراث، الفروع ۳۶۹/۲، ۳۶۷ طبع اول المنار۔



## بیع الفضولی ۹-۱۱

اجازت پر موقوف ہے، لہذا دوسرے کی اجازت سے مانڈ نہ ہوگا، لہذا اگر مالک مر جائے تو وارث کی اجازت سے مانڈ نہ ہوگا، خواہ ثمن دین ہو یا عرض (سامان) (۱)۔

اگر مالک کو اجازت کے وقت بیع کے حال کا علم نہ ہو (کہ وہ موجود ہے یا نہیں) تو امام ابو یوسف کے قول اول کے مطابق بیع جائز ہے، امام محمد کا بھی قول یہی ہے، اس لئے کہ اصل اس کا باقی رہنا ہے، پھر امام ابو یوسف نے اپنے قول سے رجوع کرتے ہوئے کہا: جب تک مالک کو اجازت کے وقت بیع کے برقرار ہونے کا علم نہ ہو بیع صحیح نہیں، اس لئے کہ شک شرط اجازت میں ہوا ہے، لہذا جب تک شرط اجازت کے بارے میں شک ہے اس وقت تک عقد ثابت نہ ہوگا (۲)۔

۹- جب مالک اجازت دے دے تو بیع خریداری کی ملکیت ہوگئی، اور ثمن مالک بیع کی ملکیت ہو گیا جو فضولی کے قبضہ میں امانت ہے۔ اگر ثمن ہلاک ہو جائے تو وکیل کی طرح فضولی اس کا ضامن نہ ہوگا، اس لئے کہ بعد میں آنے والی اجازت سابقہ وکالت کی طرح ہے، اس وجہ سے کہ اسی کے سبب اس کا تصرف مانڈ ہو گیا۔ اور اسی وجہ سے اس نوعیت کی اجازت کو: (اجازت عقد) کہتے ہیں۔

یہ اس صورت میں ہے جبکہ ثمن دین ہو، لیکن اگر عین ہو اس طور پر کہ فضولی نے دوسرے کی مملوک چیز کو معین سامان کے بدلہ بیع مقایضہ کے طور پر فروخت کر دیا تو اس میں چاروں مذکورہ چیزوں کی بقاء شرط ہے جو یہ ہیں: بیچنے والا، خریدنے والا، بیع اور مالک اول، اور

(۱) مجمع وانہر ۲/ ۹۵، طبع المعتمدی، البحر الرائق ۶/ ۱۶۰ طبع الطبعیہ، جامع المصوبین ۱/ ۲۳۰ طبع بلاق۔

(۲) المعتمدی مع فتح القدیر ۵/ ۳۱۳ طبع وامیرہ تبیین الحقائق ۳/ ۱۰۶ طبع دار المعرف، البحر الرائق ۶/ ۱۶۰ طبع الطبعیہ۔

پانچویں چیز (جس کی بقاء شرط ہے) وہ ثمن ہے جو سامان کی صورت میں ہے۔ اور اگر بیع کا مالک اجازت دے (جبکہ ثمن عرض ہو) تو فضولی دوسرے کے مال کو فروخت کرنے کے سبب سامان کو ایک اعتبار سے خریدنے والا ہو گیا۔ اور خریداری موقوف نہیں ہوتی اگر اس کو نفاذ مل جائے، اس لئے وہ فضولی پر مانڈ ہوگی اور وہ سامان کا مالک ہو جائے گا، اور اجازت کا فائدہ یہ ہے کہ اس نے فضولی کو یہ اجازت دے دی کہ خریدے ہوئے اس سامان کا ثمن اپنے مال سے نقد ادا کر دے اور اسی وجہ سے اس کو اجازت عقد کہتے ہیں، گویا اس نے کہا: یہ سامان اپنے لئے خرید لو، اور اس کا ثمن میرے اس مال سے نقد ادا کر دو جو تمہارے اوپر قرض ہوگا، لہذا اگر مثلی ہو تو اس پر مثل، اور اگر ”ذوات القیم“ میں سے ہو مثلاً کپڑا تو اس کی قیمت واجب ہوگی، اس طرح وہ کپڑے کو قرض لینے والا ہو گیا، اور قرض ذوات القیم میں اگرچہ ناجائز ہے، لیکن یہ اس وقت ہے جبکہ قصد اہو، اور یہاں خریداری کی صحت کے تقاضے کے تحت ضمانتی ثابت ہوا ہے، لہذا اس میں مقتضی کی صحت کی شرائط کی رعایت ہوگی، اور وہ شرائط ہیں، کوئی اور چیز نہیں (۱)۔

۱۰- حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ فضولی کو اختیار ہے کہ اپنے اوپر سے دفع ضرر کے لئے مالک کی اجازت سے قبل فسخ کر دے، اس لئے کہ بیع کے حقوق اسی کی طرف لوٹتے ہیں، برخلاف نکاح میں فضولی کے، کیونکہ اس کی حیثیت محض ترجمان کی ہے (۲)۔

۱۱- حنفیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ اجازت کے بعد فضولی کا حکم وکیل کے حکم کی طرح ہو جائے گا، حتیٰ کہ اگر وہ ثمن میں کمی کر دے، پھر مالک بیع کی اجازت دے دے تو بیع بھی ثابت ہوگی اور ثمن کی کمی بھی ثابت

(۱) مجمع وانہر ۲/ ۹۵، ۳۱۲ طبع المعتمدی۔

(۲) مجمع وانہر ۲/ ۹۵ طبع المعتمدی، فتح القدیر ۵/ ۳۱۳ طبع وامیرہ۔



## بیع الفضولی ۱۲-۱۳

”صرف“ کے معاملات میں فضولی نے بیع کی تو اسے فسخ کر دیا جائے گا۔  
سوم: یہ ہے کہ غیر وقف میں ہو۔ اگر وقف میں ہو تو باطل ہے،  
واقف کی رضامندی پر موقوف نہیں، کوک ملکیت اسی کی ہو<sup>(۱)</sup>۔  
۱۳- مالک نے یہ بھی لکھا ہے کہ مالک کو حق ہے کہ بیع فضولی کو  
توڑ دے، خواہ فضولی غاصب ہو یا کوئی اگر بیع فوت نہ ہوئی ہو، لیکن  
اگر عین بیع جاتی رہی تو فضولی کے ذمہ اس کے ثمن اور قیمت میں جو  
زائد ہے وہ واجب ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

مالک نے کہا: جس شخص نے فضولی سے خرید ا ہے وہ مالک کے  
علم میں آنے سے پہلے اس چیز کی آمدنی اور پیداوار کا حق دار ہوگا،  
بشرطیکہ خریدار کو اس بات کا علم نہ ہو کہ بیچنے والے نے مالک کے حق پر  
زیادتی کی ہے یا وہاں کوئی ایسا شبہ ہو جو فروخت کرنے والے سے  
زیادتی کی نفی کرتا ہو، کیونکہ مثلاً وہ بچوں کا پرورش کرنے والا ہے مثلاً  
ماں، جو بچوں کی دیکھ ریکھ اور نگرانی کرتی ہے یا وہ مالک کے سبب میں  
ہے، یعنی ان لوگوں میں ہے جو مالک کی جانب سے اس کے کاموں  
کی انجام دہی کرتے ہیں اور اس کے بارے میں یہ خیال کیا جاتا ہے  
کہ وہ مالک کا وکیل ہے، پھر مالک آجائے اور اس کا انکار کر دے  
وغیرہ، اس کی دلالت مسئلہ یمن سے ہوتی ہے کہ یہ قسم کھائے کہ فلاں  
سے فروخت نہیں کرے گا، پھر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ جو  
اس کے سبب میں سے ہے<sup>(۳)</sup>۔

مالک نے کتابوں میں ایک اور حکم مذکور ہے جس کو مالک نے

ہوگی، خواہ مالک کو کم کرنے کا علم رہا ہو یا نہ رہا ہو، لیکن اگر کم کرنے کا  
علم اس کو اجازت کے بعد ہوا تو اس کے لئے خیال ثابت ہوگا، اس کی  
وجہ (جیسا کہ جامع الفصولین میں ہے) یہ ہے کہ وہ اجازت کے  
سبب وکیل کی طرح ہو جاتا ہے، اور اگر وکیل ثمن کم کر دے تو مؤکل  
خریدار سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا، تو یہی حکم یہاں بھی ہوگا<sup>(۱)</sup>۔

۱۲- مالک نے بیع فضولی کی صحت کے لئے تین شرطیں لگائی ہیں:  
اول: مالک، مجلس بیع میں حاضر نہ ہو، لیکن شہر میں حاضر ہو یا شہر  
سے باہر قریب ہو اتنا دور نہ ہو کہ اس کی آمد یا اس کے مشورہ کا انتظار  
کرنے میں ضرر ہو۔ اگر وہ مجلس بیع میں حاضر ہو اور خاموش رہے تو بیع  
اس پر لازم ہے، اور فروخت کرنے والے کو ثمن مل جائے گا، اور اگر  
تقریباً سال گزر گیا، اور مالک نے فروخت کرنے والے فضولی سے  
ثمن کا مطالبہ نہیں کیا تو فروخت کرنے والے کے ذمہ اس کا کچھ  
نہیں<sup>(۲)</sup>۔ اور سکوت کی صورت میں اس کی ماواقفیت عذر نہیں اگر وہ  
اس کا دعویٰ کرے۔ مالک فضولی سے ایک سال گزرنے سے قبل تک  
ثمن کا مطالبہ کر سکتا ہے، اور اگر سال گزر جائے اور وہ خاموش ہو تو  
ثمن میں اس کا حق ساقط ہو جائے گا، یہ اس صورت میں ہے جبکہ اس  
کی موجودگی میں بیع ہوئی ہو۔ لیکن اگر اس کی عدم موجودگی میں بیع  
ہوئی تو ایک سال تک وہ بیع کو توڑ سکتا ہے، اور ایک سال گزرنے پر  
توڑنے کا اس کا حق ساقط ہو جائے گا۔

ثمن میں اس کا حق مدت حیا زہ گزرنے سے قبل ساقط نہیں  
ہوتا، اور مدت حیا زہ: دس سال ہے<sup>(۳)</sup>۔

دوم: یہ ہے کہ فضولی کی بیع عقد صرف نہ ہو، اور اگر

(۱) جامع الفصولین ۲/۱۷۱ طبع دالمیریہ۔

(۲) الزرقانی ۱۹/۵ طبع الفکر۔

(۳) الشرح الکبیر ۱۲ طبع الفکر، الشرح الصغیر ۲۶ طبع دار المعارف۔

(۱) الزرقانی ۱۹/۵ طبع الفکر۔

(۲) الزرقانی ۱۹/۵ طبع الفکر، الدسوقی ۱۲ طبع الفکر، جوہر ۱/۲ طبع  
دار المعرفہ۔

(۳) الخرش مع حاشیہ الصدوی ۱۸/۵ طبع صادر، الزرقانی ۱۹/۵ طبع الفکر، الدسوقی  
مع الشرح الکبیر ۱۲ طبع الفکر۔

## بیع الفضولی ۱۴-۱۵

ہے<sup>(۱)</sup>۔

بیع فضولی کو موقوف قرار دینے کے قول پر شیخین (رافعی اور نووی) کے کلام کا ظاہر یہ ہے کہ خود بیع کی صحت مالک کی اجازت پر موقوف ہے، اور امام احرار میں نے فرمایا کہ بیع تو عقد کے وقت ہی درست ہے، مالک کی اجازت پر صرف ملکیت (کی منتقلی) موقوف ہے اور ”لام“ میں وہ اسی پر چلے ہیں<sup>(۲)</sup>۔

اجازت کے باب میں ان کے نزدیک اعتبار عقد کے وقت تصرف کے مالک کی اجازت ہے، لہذا اگر فضولی، بچہ کا مال فروخت کر دے، پھر وہ بالغ ہو اور اجازت دے تو نافذ نہ ہوگی۔

ان کے نزدیک بیع فضولی میں محل اختلاف (جیسا کہ نہایت احتجاج میں ہے) وہ صورت ہے جبکہ مالک حاضر نہ ہو، اور اگر دوسرے کا مال اس کی موجودگی میں فروخت کیا اور وہ خاموش ہے تو یہ بیع قطعاً درست نہیں ہوتی۔

شافعیہ کے نزدیک بطلان یا انعقاد کے اعتبار سے بیع فضولی میں مذکورہ اختلاف ہر اس شخص کے بارے میں جاری ہوگا جو دوسرے کی لڑکی کا نکاح کر دے یا دوسرے کی منکوحہ کو طلاق دے دے یا دوسرے کا گھر اجارہ پر دے دے یا اس کو بیہ کر دے، اور یہ سب اس کی اجازت کے بغیر ہو<sup>(۳)</sup>۔

۱۵- حنابلہ کے یہاں مذہب (اور اسی پر اکثر اصحاب ہیں) یہ ہے کہ بیع فضولی صحیح نہیں، جیسا کہ ”الانساف“ میں ہے، اور اسی میں یہ

جواز پر متفرع کیا ہے، غیر مالکیہ نے اس کی صراحت نہیں کی۔ اور وہ بیع پر فضولی کے اقدام کا حکم ہے۔ چنانچہ دسوقی نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے، ایک قول: اس کی ممانعت کا ہے، دوسرا قول: اس کے جواز کا، اور تیسرا قول: عقار (جائیداد غیر منقولہ) میں ممانعت، اور ”عروض“ (موال منقولہ) میں جواز کا ہے<sup>(۱)</sup>۔

۱۴- شافعیہ کے یہاں بیع فضولی کے بطلان کا قول ہی صحیح ہے، جس کی صراحت امام شافعی کی فقہ جدید میں کر دی گئی ہے اور اسی کو صاحب المہذب، جمہور عراقیوں، اور بکثرت یا اکثر خراسانیوں نے قطعی کہا ہے جیسا کہ ”المجموع“ میں ہے۔

مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر اس کے انعقاد کا قول: قول قدیم ہے، جس کو خراسانیوں اور عراقیوں کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے، نیز ان ہی میں سے الحاطی نے ”المہذب“ میں، اور شاشی اور صاحب البیان نے یہ بات کہی ہے۔

رہا امام احرار میں کا یہ قول کہ عراقی اس قول سے ماوافق ہیں اور وہ اس کو قطعاً باطل کہتے ہیں، تو اس سے ان کی مراد: متقدمین عراقی ہیں، جیسا کہ ”المجموع“ میں ہے۔ پھر جن جن لوگوں نے اس کو نقل کیا ہے انہوں نے خاص طور سے مذہب قدیم سے نقل کیا ہے، ”بوہی“ میں امام شافعی کی نص و تصریح یہی ہے اور یہ ”جدید“ میں سے ہے، امام شافعی نے ”بوہی“ کے باب انصب کے اخیر میں کہا: اگر عروہ باری کی روایت صحیح ہے تو جس نے بھی دوسرے کی مملوکہ شی کو اس کی اجازت کے بغیر فروخت کیا یا آزاد کر دیا، پھر مالک راضی ہو گیا، تو بیع اور حقیق دونوں جائز ہیں، یہ امام شافعی کی صراحت ہے۔ حضرت عروہ باری کی حدیث جس کی نص گذر چکی ہے صحیح ہے، اس طرح جدید میں امام شافعی کے دو اقوال ہو گئے، ان میں سے ایک قدیم کے موافق

(۱) الدسوقی ۱۲/۳ طبع الفکر للفروق للقرافی ۲/۲۳۳ طبع دار المعرفہ۔

(۱) المجموع ۲۵۹/۲ طبع المستقب، معنی المحتاج ۱۵/۲ طبع المحلی، فتح المبارک ۶۳۲/۲ طبع الریاض، سنن بیہقی ۱۱۲/۲ طبع بول۔

حدیث عروہ کی تحریر بیع فقرہ ۳ کے تحت آچکی ہے۔

(۲) تحفۃ المحتاج ۲۳/۲ طبع دار صادر۔

(۳) المجموع ۲۶۰/۲ طبع المستقب، نہایت المحتاج ۳۹/۳ طبع المکتبہ الاسلامیہ،

روضة الطالبین ۳۵۳/۳ طبع المکتبہ الاسلامیہ۔

## بیع الفضولی ۱۶-۱۷

اسی کے لئے ہوگا جس کے لئے خریدا ہے، وہ اجازت دے یا نہ دے۔ لیکن اگر دوسرے کی طرف منسوب کرے، مثلاً بیچنے والے سے کہے: اپنا غلام فلاں کے ہاتھ بیچ دو۔ اس نے کہا: میں نے بیچ دیا، اور خریدا نے اس بیع کو فلاں کے لئے قبول کر لیا تو یہ خریداری موقوف ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

۱۷- مالک کے یہاں فضولی کی خریداری اس کی بیع کی طرح ہے، یعنی جس کے لئے خریداری کی گئی اس کی اجازت پر موقوف ہے، اور اگر وہ خریداری کی اجازت نہ دے تو سامان خریدار (فضولی) پر لازم ہوگا۔ اگر ثمن اس شخص کے مال میں سے ادا کیا گیا ہو جس کے لئے خریداری کی گئی ہے تو وہ عدم اجازت کی حالت میں فروخت کرنے والے سے واپس لینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ الا یہ کہ فضولی (جس نے خریدا) نے خریداری کے وقت کواد بنا دیا ہو کہ اس نے فلاں شخص سے اس کے لئے اس کے مال سے خریدا ہے، اور فروخت کرنے والے کو اس کا علم ہو یا وہ خریدار کی بات کی تصدیق کرے یا اس بات پر بینہ قائم ہو جائے کہ جس چیز کے ذریعہ خریدا ہے، وہ جس کے لئے خریداری ہوئی ہے اس کی ملکیت ہے، اگر مشتری لہ (جس کے لئے خریداری کی گئی) اپنا مال لے لے اور خریداری کی اجازت نہ دے، تو اس صورت میں بیع ٹوٹ جائے گی جبکہ بائع نے تصدیق کی ہو، لیکن اگر یہ بینہ قائم ہوا تھا کہ مال مشتری لہ کا ہے تو بیع نہیں ٹوٹے گی، بلکہ بیچنے والا، خریدار نے والے فضولی سے ثمن کا مثل وصول کرے گا، اور ابن القاسم اور اصمغ کے قول کے مطابق اس پر بیع لازم ہوگی۔

ابن الماشون نے کہا: اعتبار مشتری لہ (جس کے لئے خریداری کی گئی ہے) کے قول کا ہے، لہذا اس سے قسم لی جائے گی کہ

(۱) تبیین الحقائق ۲/ ۱۰۳ طبع دار المعرفۃ، نتائج و افکار ۵/ ۳۱۱ طبع لاہور  
حاشیہ ابن عابدین ۶/ ۶۲ طبع مصر

بھی ہے کہ اسی کو ”الوجیز“ وغیرہ میں قطعی کہا ہے، اور افروغ، المحرر، اربعائیں، الجاہلین اور انظم وغیرہ میں اسے مقدم کیا ہے۔ صاحب کشاف القناع نے لکھا ہے کہ یہ بیع صحیح نہیں، حتیٰ کہ اگر مالک حاضر ہو اور خاموش رہے، پھر اس کے بعد اس کی اجازت دے دے تو بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ شرط فوت ہو چکی ہے یعنی وقت بیع، ملکیت اور اجازت فوت ہے<sup>(۱)</sup>۔

یعنی وہ روایت جو بیع فضولی کو صحیح قرار دے کر اس کو مالک کی اجازت پر موقوف کرتی ہے تو اس کو صاحب ”الناقل“ نے اختیار کیا، جیسا کہ ”الانصاف“ میں ہے، وہ لکھتے ہیں: اجازت سے قبل قبضہ کرنا اور قبضہ دلانا نہیں ہے<sup>(۲)</sup>۔

### ب- خریداری میں فضولی کا تصرف:

۱۶- حنفیہ کا مذہب ہے کہ فضولی کی خریداری اجازت پر موقوف نہیں اگر عقد کرنے والے پر مانڈ ہو سکے، اور اگر مانڈ نہ ہو سکے تو موقوف ہوگی، جیسا کہ اس بچہ کی خریداری جس کے تصرفات پر پابندی عائد ہو اور خریداری خریدار پر اس وقت مانڈ ہوگی جبکہ اس کو دوسرے کی طرف منسوب نہ کیا ہو، اور خریداری اس پر مانڈ ہو سکے، اور دوسرے کی طرف سے پہلے سے خریدار کے لئے توکیل نہ ہو۔ اور اگر ایسا ہو تو خریداری موقوف ہوگی، اور وکالت کی صورت میں موکل پر مانڈ ہوگی، کیونکہ ”شرح الطحاوی“ میں مذکور ہے: اگر کسی نے کسی دوسرے کے لئے کوئی چیز اس کے حکم کے بغیر خرید لی تو اس کا خرید کردہ سامان

(۱) الانصاف ۲/ ۲۸۳ طبع التراث، افروغ ۲/ ۳۶۷، ۳۶۷ طبع المنان، المحرر ۱۰/ ۳۱۰ طبع محمد بن شرح شمسی لاہور، رد المحتار ۲/ ۱۳۳ طبع افکار، کشاف القناع ۳/ ۱۵۷ طبع مصر۔

(۲) الانصاف ۲/ ۲۸۳ طبع التراث، افروغ ۲/ ۳۶۷ طبع المنان، المحرر ۱۰/ ۳۱۰ طبع محمد بن المصنف ۲/ ۷۸، طبع المستقیب، المغنی ۳/ ۲۲ طبع الریاض۔



## بیع الفضولی ۱۸-۱۹

دو ”وہمیں“ ہیں۔

اگر کوئی چیز دوسرے کے لئے خود اپنے مال سے خریدی تو دیکھا جائے گا: اگر اس کا نام نہیں لیا تو مباشر (خود خریداری کرنے والے) کی طرف سے عقد ہوگا، خواہ دوسرا شخص اجازت دے یا نہ دے، اور اگر اس کا نام لیا ہو تو دیکھا جائے گا اگر اس نے اجازت نہیں دی تو نام لیا لغو ہوا، اور کیا خود اس کی طرف سے عقد ہوگا یا باطل ہو جائے گا؟ دو ”وہمیں“ ہیں۔ اور اگر وہ اس کی اجازت دے دے تو کیا تسمیہ لغو ہوگا، دو ”وہمیں“ ہیں، اگر ہم کہیں: ہاں، تو کیا بالکلیہ باطل ہوگا یا مباشر (بذات خود خریداری کرنے والے) کی طرف سے ہو جائے گا؟ اس میں دو ”وہمیں“ ہیں، اگر ہم کہیں: نہیں، تو اجازت دینے والے کی طرف سے ہوگا، اور کیا دیا گیا ثمن قرض ہوگا یا بیہ؟ دو ”وہمیں“ ہیں (۱)۔

۱۹- حنا بلہ کے نزدیک فضولی کی خریداری صحیح نہیں، الا یہ کہ اپنے ذمہ میں خریدے اور کسی شخص کے لئے جس کا نام نہ لیا ہو خریداری کی نیت کرے تو یہ خریداری صحیح ہے، خواہ ثمن دوسرے کے مال سے ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو، اس لئے کہ اس کا ذمہ قائل تصرف ہے۔ اور اگر اس کا نام لے لیا یا دوسرے کے لئے اس کے عین مال سے خریدا تو خریداری صحیح نہیں ہوگی، پھر اگر خریداری کی وہ شخص اجازت دے دے جس کے لئے خریدا گیا ہے تو وہ اس کا اسی وقت سے مالک ہو جائے گا جب اس کے لئے خریداری کی گئی، اس لئے کہ اسی کے لئے خریدی گئی ہے تو یہ اس صورت کے مشابہ ہوگا جب اس کی اجازت سے خریداری ہوئی، اس لئے اس کے منافع اور برہنہ اسی کے لئے ہوگی، اور اگر وہ اجازت نہ دے تو خریداری عاقد کے لئے

اس نے خریدار کو حکم نہیں دیا، اور وہ اپنا مال خریداری فرخت کرنے والے میں سے جس سے چاہے لے لے گا، اگر وہ فرخت کرنے والے سے واپس لے تو وہ فرخت کرنے والے کو اختیار ہے کہ خریدار سے واپس لے لے اور خریداری اس پر لازم کر دے، اور اگر اس خرید نے والے فضولی سے لیا تو وہ فرخت کرنے والے سے واپس نہیں لے سکتا (۱)۔

۱۸- شافعیہ نے فضولی کی خریداری کے بارے میں تفصیل لکھی ہے، اس لئے کہ فضولی یا تو دوسرے کے لئے دوسرے کے عین مال سے خریدے گا یا دوسرے کے لئے اس کے ذمہ میں واجب سے خریدے گا یا دوسرے کے لئے، خود اپنے مال سے خریدے گا: اگر دوسرے کے لئے دوسرے کے عین مال سے خریدے تو اس میں دو اقوال ہیں: قول جدید یہ ہے کہ خریداری باطل ہے اور قول قدیم یہ ہے کہ یہ خریداری دوسرے کی اجازت پر موقوف ہے، اور اگر ذمہ میں خرید اتو دیکھا جائے گا: اگر مطلق رکھے یا نیت کرے کہ وہ چیز دوسرے کے لئے ہے تو جدید قول میں مباشر یعنی خریدار کے لئے ہوگی، اور قدیم قول میں اجازت پر موقوف ہوگی، اگر وہ رد کر دے تو فضولی کے حق میں نافذ ہوگی، اور اگر کہے: میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار کے عوض خریدا جو اس کے ذمہ میں ہوگا تو یہ دوسرے کے عین مال سے خریدنے کی طرح ہے۔ اور اگر صرف یہ کہا: فلاں کے لئے ایک ہزار میں خریدا، اور ثمن کو اس کے ذمہ کی طرف منسوب نہیں کیا، تو جدید کے مطابق دو ”وہمیں“ ہیں، اول: عقد لغو ہے، دوم: بذات خود عقد کرنے والے کی طرف سے خریداری ہوگی، اور قول قدیم میں فلاں کی اجازت پر موقوف ہوگا، اور اگر وہ رد کر دے تو اس میں

(۱) روح المعانی ۳/ ۳۵۳، ۳۵۴ طبع المکتب الاسلامی، المجموع ۹/ ۲۶۰ طبع المستطیع۔

(۱) مواہب الجلیل ۲/ ۲۷۲ طبع المباح، جامعہ المدینۃ العلمیۃ، الخرج ۱۸/ ۵ طبع دار صادر۔



## بیع الفضولی ۱۹، بیع مالم یقبض ۱

ہوگی، اور اس کا حکم اس پر لازم ہوگا، جیسا کہ اگر غیر کی نیت نہ کی ہو، اور جس کے لئے نیت کی ہے اس کے سامنے پیش کرنے سے قبل اس کے لئے اس میں تصرف کرنے کا حق نہیں (۱)۔

## بیع مالم یقبض

۱- حضرت ابن عباسؓ سے مروی صحیح حدیث میں ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یقبضہ“ (جو اناج خریدے قبضہ کرنے سے قبل اس کو فروخت نہ کرے)، ایک روایت میں ہے: ”حتی یکتالہ“ (یہاں تک کہ اس کو ماپ لے)۔ ایک اور روایت میں ہے: ”حتی یمسوفیہ“ (یہاں تک کہ اس کو وصول کر لے)۔ راوی حدیث حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: میں یہی سمجھتا ہوں کہ ہر چیز اناج ہی کے مثل ہے۔ ایک اور روایت میں ہے: ”إذا اشتریت بیعا فلا تبعہ حتی تقبضہ“ (۱) (جب تم کوئی چیز خریدو تو قبضہ کرنے سے قبل اس کو فروخت نہ کرو)۔

قبضہ سے قبل بیع کو فروخت کرنے کے بارے میں فقہاء کے چند مذاہب ہیں:

(۱) حدیث: ”من ابتاع طعاما فلا یبعہ حتی یقبضہ.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۳۹، ۳۴۰ طبع المستوفی) اور مسلم (۳/۱۱۶۰ طبع عیسیٰ الجلیلی) نے کی ہے الفاظ ”حتی یکتالہ“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۶۰) نے کی ہے، الفاظ ”حتی یمسوفیہ“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۳۹، ۳۴۰) اور مسلم (۳/۱۱۶۰) نے کی ہے ایک روایت میں ہے: ”إذا اشتریت بیعا فلا تبعہ حتی تقبضہ.....“ جس کی روایت احمد (المستدرک ۳/۴۰۲ طبع المیمنیہ) نے کی ہے۔

(۱) شرح منشی لا رادات ۲/۱۳۳، ۱۳۴ طبع دار الفکر، کشف القناع ۱۵۸، ۱۵۷ طبع انصر۔

## بیع مالم بقض ۲-۳

سے خریدنے والے کے ذمہ میں نہیں، اس لئے کہ قبضہ نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔  
نیز زید بن ثابت کی حدیث میں ہے: ”آن النبی ﷺ نہیں  
أن تباع السلع حيث تباع، حتی يحوزها التجار إلى  
رحالهم“<sup>(۲)</sup> (نبی کریم ﷺ نے اس بات سے منع فرمایا ہے کہ  
سامانوں کو اس جگہ فروخت کیا جائے جہاں خریدے گئے ہیں، یہاں  
تک کہ تاجر اس کو اپنے قبضہ میں کر لیں)۔ اور تاجر کے محفوظ کرنے  
سے مراد قبضہ کا پایا جانا ہے، جیسا کہ اس سے پہلے والی حدیث میں  
ہے<sup>(۳)</sup>۔

نیز اس لئے کہ قبضہ سے قبل ملکیت کمزور ہے، کیونکہ بیع کے  
تلف ہونے سے عقد فسخ ہو جاتا ہے<sup>(۴)</sup>۔ شافعیہ نے قبضہ سے قبل بیع  
سے ممانعت کی علت یہی بتائی ہے<sup>(۵)</sup>۔

حنابلہ نے اس روایت کی بنا پر (جس کو ان کے ایک امام ابن  
عقیل نے اختیار کیا ہے) عدم جواز کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس پر ملکیت  
مکمل نہیں ہوتی، لہذا اس کی بیع ناجائز ہے، جیسا کہ اگر بیع غیر متعین  
ہو اور جیسا کہ بیع کیلی یا وزنی ہو<sup>(۶)</sup>۔

۳- حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اموال منقولہ کی بیع اس پر قبضہ سے قبل صحیح  
نہیں ہے اگرچہ فروخت کرنے والے کے ہاتھ ہی کیوں نہ ہو<sup>(۷)</sup>۔

۲- شافعیہ کا مذہب، امام ابو یوسف کا قول اول، امام محمد کا قول اور  
امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ<sup>(۱)</sup> قبضہ سے قبل بیع کو فروخت کرنا  
صحیح نہیں، خواہ منقول ہو یا جائیداد غیر منقول، کوکہ بائع اجازت دے  
دے اور ثمن پر قبضہ کر چکا ہو۔ اس کی دلیل حکیم بن حزام کی یہ روایت  
ہے: میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ میں کچھ  
چیزیں خریدتا ہوں ان میں سے میرے لئے کیا حلال اور کیا حرام  
ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”إذا اشتريت ببعاً فلا تبعه  
حتى تقبضه“<sup>(۲)</sup> (جب تم کوئی چیز خریدو تو قبضہ سے قبل اس کو  
فروخت نہ کرو)۔ اور حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ نبی کریم  
ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لا يحل سلف وبيع، ولا شرطان في  
بيع، ولا ربح مالم يضمن، ولا بيع ماليس  
عندك“<sup>(۳)</sup> (ایک ساتھ قرض اور بیع حلال نہیں اور نہ بیع میں دو  
شرطیں حلال ہیں، نہ اس چیز کا نفع حلال ہے جو آدمی کے ذمہ نہ ہو اور  
نہ اس چیز کی بیع حلال ہے جو آپ کے پاس نہ ہو)۔

”غیر مضمون کے نفع“ سے مراد قبضہ سے قبل فروخت کی گئی چیز کا  
نفع ہے<sup>(۴)</sup>۔ مثلاً کوئی سامان خریدے اور بائع کی طرف سے اس پر  
قبضہ ملنے سے قبل دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ بیع باطل ہے اور  
اس کا نفع ناجائز ہے، اس لئے کہ بیع بائع اول کے ضمان میں ہے، اس

(۱) نیل واوطار ۵/۱۸۰۔

(۲) حدیث زید بن ثابتؓ: ”لھی النبی ﷺ أن تباع السلع حيث  
تباع“ کی روایت ابو داؤد (۷۵/۳) طبع عزت حمید دھاس نے کی ہے  
ابن حبان نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (سو اردو اہل ان رص ۲۷۳ طبع المستقر)۔

(۳) جامعہ اقلیو بی علی شرح لکھلی ۲/۲۱۲۔

(۴) تحفۃ المحتاج ۳/۵۱، نیز دیکھئے شرح لکھلی ۲/۲۱۳، شرح امہاج  
۱۶۲۔

(۵) شرح لکھلی علی امہاج ۲/۲۱۳۔

(۶) المغنی ۳/۲۲۱۔

(۷) الدر المختار رورہ المختار ۳/۱۶۲۔

(۱) دیکھئے: فتح القدیر ۶/۱۳۷، شرح لکھلی علی امہاج ۲/۲۱۳، المغنی  
۳/۲۲۱، شرح الکبیر ۳/۱۱۷، یہ روایت امام احمد سے ہے جس کو ابن عقیل  
نے اختیار کیا ہے۔

(۲) حدیث حکیم بن حزامؓ: ”إذا اشتريت ببعاً فلا تبعه حتى تقبضه“ کی  
تحریر فقرہ ۱ کے تحت آچکی ہے۔

(۳) حدیث: ”لا يحل سلف وبيع.....“ کی روایت ترمذی (۵۳/۵) طبع  
لکھلی نے کی ہے ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴) کشاف القناع ۳/۲۲۲۔

### بیع مالم یقبض ۳

اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو اپنی مختلف روایات کے ساتھ ہے، اس لئے کہ اس میں قبضہ سے قبل بیع کی بیع سے ممانعت ہے۔

نیز اس لئے کہ قبضہ سے قبل بیع میں عقد اول کے فسخ ہونے کا اندیشہ ہے، اس صورت میں کہ بیع بائع کے قبضہ میں رہتے ہوئے بلاک ہو جائے۔ اور اگر بیع قبضہ سے قبل بلاک ہو جائے تو عقد فسخ ہو جاتا ہے، اور یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اس نے غیر مملوک چیز کی بیع کی ہے اور غرر حرام ناجائز ہے، اس لئے کہ حدیث ہے: ”ان النبی ﷺ نہی عن بیع الحصاة، و عن بیع الغرر“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے کنکری کی بیع اور غرر کی بیع سے منع فرمایا ہے)۔

حنفیہ کے یہاں منقولات میں مانع اور غیر مانع کے درمیان کوئی تفریق نہیں ہے، اس لئے کہ ابن عباس نے، جیسا کہ گزرا ہوا ہے: میں یہی سمجھتا ہوں کہ ہر چیز اسی کی طرح ہے، یعنی مانع کی طرح۔

حضرت ابن عباس کے قول کی تائید ابن عمر کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

”میں نے بازار میں تیل خریدا اور جب میں اس کو قطعی کر چکا تو مجھے ایک شخص ملا اور اس نے مجھے اس میں اچھا نفع دیا، اور میں نے ارادہ کیا کہ اس کے ہاتھ پر مار دوں (یعنی اس کے ایجاب کو قبول کر کے عقد سے اتفاق کر لوں) تو پیچھے سے ایک صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، کیا دیکھتا ہوں کہ وہ زید بن ثابتؓ ہیں، انہوں نے فرمایا: اسے خریدنے کی جگہ فروخت نہ کرو، یہاں تک کہ تم اس کو اپنی قیام گاہ پر محفوظ کر لو، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ سامانوں کو ان کے خریدنے کی جگہ فروخت کیا جائے، یہاں تک کہ

(۱) دیکھئے: الہدایہ شرح التناویہ ۱/۱۳۵، تبیین الحقائق ۳/۸۰۔  
حدیث: ”لہی عن بیع الحصاة وعن بیع الغرر“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۵۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔

تاجر ان کو اپنی قیام گاہوں میں محفوظ کر لیں“ (۱)۔

عدم صحت سے مراد یہاں: فساد ہے بطلان نہیں، کوک صحت کی نفی میں ان دونوں کا احتمال ہے، لیکن حنفیہ کے یہاں ظاہر فساد ہی ہے، اس لئے کہ فساد کی علت: غرر ہے، بیع کے دونوں ارکان موجود ہیں اور بکثرت فساد کو باطل کہہ دیا جاتا ہے (۲)۔

حنفیہ میں شیخین (لام ابو حنیفہ و ابو یوسف) جائیداد غیر منقولہ کی بیع قبضہ سے قبل استحسانا جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال: جواز بیع کے عمومی دلائل سے ہے جن میں کوئی تخصیص نہیں، اور کتاب اللہ کے عموم کی تخصیص خبر واحد سے ناجائز ہے، نیز اس لئے کہ جائیداد غیر منقولہ میں بلاکت کے ذریعہ عقد کے فسخ ہونے کا وہم نہیں ہوتا، برخلاف اموال منقولہ کے، نیز اس لئے کہ جائیداد غیر منقولہ کو حوالہ کرنے پر قدرت حاصل ہے، اور پانی اور ریت کے بھر جانے سے اس کی تباہی شاذ و نادر ہی ہوتی ہے اور مادہ کا اعتبار نہیں۔

اس کی ایک دلیل: قبضہ سے قبل ثمن میں تصرف پر قیاس کرنا بھی ہے، اس لئے کہ وہ جائز ہے، کیونکہ اس میں کوئی غرر نہیں، جیسا کہ مہر، بدل خلع، بدل حلق اور بدل صلح عن دم الحمد (عمداً خون کرنے کے سلسلہ میں صلح کا بدل) میں تصرف کرنا۔ اس لئے کہ تصرف کی اجازت دینے والی چیز ملکیت ہے اور وہ پائی گئی، لیکن حتی الامکان غرر سے امتراز واجب ہے، اور یہ اس صورت میں ہے جس میں غرر کا تصور ہو اور وہ منقول بیع ہے، غیر منقولہ جائیداد نہیں (۳)۔

(۱) حدیث: ”لہی أن بیع السلع حیث بیع.....“ کی تخریج فقہ ۲ کے تحت آچکی ہے۔

(۲) رد المحتار ۳/۶۳، نیز دیکھئے: الدر المختار ص ۱۱۱ مقام پر۔

(۳) تبیین الحقائق ۳/۸۰ تصرف کے ساتھ، نیز دیکھئے: بدائع الصنائع ۲/۲۳۲، اور اس کے بعد کے صفحات، المصوب ۸/۱۳ اور اس کے بعد کے صفحات، الہدایہ ۶/۱۳۷، ۱۳۸۔



## بیع مالم یقبض ۴-۵

شرطیں لگائی ہیں:

الف- یہ کہ طعام معاوضہ کے طور پر لیا گیا ہو، یعنی کسی چیز کے مقابلہ میں ہو، مثلاً اجارہ کے ذریعہ یا خریداری یا صلح کے ذریعہ یا جنایت کے تاوان میں لیا گیا ہو، یا کسی عورت کو اس کے مہر میں ملا ہو یا ان کے علاوہ اور کوئی معاوضہ کی شکل ہو، ایسے طعام کی فروختگی اس پر قبضہ سے پہلے جائز نہیں (۱)۔

لیکن اگر اس کے پاس طعام میراث یا ہبہ وغیرہ کے طور پر آجائے (جن کو عوض میں نہیں لیا جاتا) تو قبضہ سے قبل اس کی بیع جائز ہے۔

ب- یہ کہ معاوضہ کیل یا وزن یا تعداد کے ذریعہ ہو، یعنی اس کو کیل کے ذریعہ خریدے، اور قبضہ سے قبل اس کو فروخت کر دے، خواہ اس کو اُکل سے فروخت کرے یا کیل سے، لیکن اگر اُکل سے خریدے، پھر قبضہ سے قبل اس کو فروخت کر دے تو اس کی بیع جائز ہے، خواہ اس کو اُکل سے فروخت کرے یا کیل سے (۲)، لہذا اگر طعام ماپ سے خریدے تو قبضہ سے قبل اس کی بیع نہ اُکل سے جائز ہے نہ ہی ماپ کر۔

اور اگر اس کو اُکل سے خریدے تو قبضہ سے قبل مطلقاً جائز ہے، اُکل سے ہو یا کیل سے (۳)۔

۵- حنابلہ کے مذہب میں قبضہ سے قبل جن اموال کی بیع ممنوع ہے

امام محمد کا اس میں اختلاف ہے، انہوں نے غیر منقولہ جائیداد میں بھی، قبضہ سے قبل بیع کی اجازت نہیں دی، اور یہی امام ابو یوسف کا پہلا قول ہے، اور امام شافعی کا قول ہے جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے (۱)۔ اس کی دلیل، حدیث کا مطلق ہونا اور اموال منقولہ پر قیاس ہے۔

نیز ایک دلیل اجارہ پر بھی قیاس ہے، کیونکہ اجارہ جائیداد غیر منقولہ میں قبضہ سے قبل ناجائز ہے، اور دونوں میں مشترک علت یہ ہے کہ دونوں میں غیر مضمون کا نفع پایا جا رہا ہے، اس لئے کہ فروختگی میں مقصود نفع ہے، اور غیر مضمون کا نفع شرعاً ممنوع ہے، اور ممانعت فساد کا تقاضا کرتی ہے، لہذا قبضہ سے قبل بیع فاسد ہوگی، کیونکہ وہ خریدار کے ضمان میں داخل نہیں ہوئی۔ جیسا کہ اجارہ میں ہے (۲)۔

۴- مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ بیع کو حرام و فاسد کرنے والی چیز صرف کھانے والی چیز کی فروختگی ہے، دوسری چیزوں کی بیع کا قبضہ سے قبل یہ حکم نہیں، خواہ کھانے والی چیز اموال ربویہ میں سے ہو، مثلاً گیہوں یا اموال ربویہ میں سے نہ ہو، مثلاً مالکیہ کے نزدیک سب۔

رعی وہ چیزیں جو کھائی نہیں جاتیں ان کی بیع قبل قبضہ جائز ہے، اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی سابقہ حدیث ہے: (۳) ”من ابتاع طعاماً فلا یبعہ حتی یقبضہ“ (جو طعام خریدے، اس کو فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس پر قبضہ کر لے)، نیز اس لئے کہ کھانے والی چیزوں میں اکثر تغیر پیدا ہو جاتا ہے، دوسری چیزوں میں نہیں (۴)، لیکن مالکیہ نے اس نوعیت کی بیع کے فساد کے لئے دو

(۱) دیکھئے فتح القدیر ۶/۱۳۷۔

(۲) الہدایہ مع شرح العنایہ ۶/۱۳۷۔

(۳) حدیث: ”من ابتاع طعاماً فلا یبعہ حتی یقبضہ.....“ کی تخریج فقرہ ۱ کے تحت آچکی ہے۔

(۴) بدایۃ المجتہد لابن رشد ۳/۱۳۳۔

(۱) المشرح الکبیر للدرر مع حاشیۃ الدسوقی ۳/۵۱۵، ۵۲، القوائین الفقہیہ ۱۷۰، ۱۷۱۔

(۲) حاشیۃ الدسوقی علی المشرح الکبیر للدرر ۳/۵۲، نیز دیکھئے القوائین الفقہیہ ۱۷۱۔

(۳) حاشیۃ الدسوقی ۳/۵۳۔



## بیع مالہ بقبضہ ۵

اس کے بارے میں متعدد روایات ہیں جن میں بعض کا ذکر آچکا ہے (۱)۔

مثلاً ایک روایت ہے کہ طعام اور اس جیسی چیزوں کی بیع، قبضہ سے قبل مطلقاً جائز ہے، خواہ مکمل ہو یا موزون یا کوئی اور۔ اس میں امام مالک کا اختلاف ہے کہ انہوں نے کیل یا وزن کی شرط لگائی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے (۲)۔ اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی سابقہ حدیث ہے: ”من ابتاع طعاماً فلا یبعہ حتی یقبضہ“ (۳) (جو طعام خریدے اس کو فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس پر قبضہ کر لے)۔

نیز اثرم کے اس قول کی وجہ سے کہ میں نے ابو عبد اللہ سے حدیث: ”نہی عن ربح مالہ یضمن“ کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا: یہ طعام اور اس جیسی کھانے یا پینے والی چیز کا حکم ہے، لہذا اس کو قبضہ سے قبل فروخت نہ کرے (۴)۔

نیز ابن عبد البر نے کہا: اصح یہ ہے کہ جس چیز کی قبضہ سے قبل فروختگی سے روکا جاتا ہے وہ طعام ہی ہے، کیونکہ حضور ﷺ نے طعام کو قبضہ سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ طعام کے علاوہ کا قبضہ سے پہلے فروخت کرنا مباح ہے (۵)۔

نیز حضرت ابن عمرؓ کے قول کی وجہ سے کہ میں نے دیکھا کہ جو لوگ اکل سے طعام خریدتے تھے انہیں رسول اللہ ﷺ کے زمانہ

میں اس بات پر مار پڑتی تھی کہ طعام کو اپنی قیامگاہوں میں لے جانے سے پہلے فروخت کریں (۱)۔

سابقہ حدیث کی وجہ سے: ”من ابتاع طعاماً فلا یبعہ حتی یستوفیہ“ (۲) (جو مانج خریدے اس کو فروخت نہ کرے یہاں تک کہ اس پر قبضہ کر لے)۔

نیز حضرت ابن عمرؓ کے اس قول کی وجہ سے: ”ہم غلہ لا ذکر لانے والوں سے مانج اکل سے خرید کرتے تھے، تو رسول اللہ نے ہم کو منع فرمایا کہ اس کو دوسری جگہ منتقل کرنے سے قبل فروخت کریں“ (۳)۔

نیز ابن المنذر نے کہا: اس پر اہل علم کا اجماع ہے کہ جس نے مانج خریدی، اس کے لئے اس پر قبضہ کرنے سے پہلے اس کو فروخت کرنا جائز ہے (۴)۔

حنابلہ نے کہا: اگر وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہو جائے تو اس کی بیع اور اس میں تصرف کرنا جائز ہے، جیسا کہ قبضہ کے بعد ایسا کرنا جائز ہے۔

”الشرح الکبیر“ میں اس کی یہ تشریح کی گئی ہے: اور یہ (حدیث ”من ابتاع طعاماً“ جس نے مانج خریدی) بتاتی ہے کہ ممانعت ہر مانج میں عام ہے، ساتھ ہی اکل سے بیع کرنے کی ممانعت کی صراحت ہے۔ اور یہ حدیث اپنے مفہوم (مخالف) کے لحاظ سے بتاتی ہے کہ مانج کا حکم اس کے علاوہ میں دوسرا ہے (۵)۔

(۱) ماسبق میں امام شافعی اور ان کے موافقین کا مذہب دیکھئے کہ اس میں ایک روایت احمد سے ہے۔

(۲) دیکھئے فقرہ سابق۔

(۳) حدیث ”من ابتاع طعاماً فلا یبعہ حتی یقبضہ“ کی تخریج فقرہ ۱۸ کے تحت آچکی ہے۔

(۴) الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۱۶۔

(۵) حوالہ سابق۔

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) دیکھئے فقرہ ۱۸۔

(۳) حدیث: ”کنا لنسوی الطعام من الرکبان جزافاً.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۶ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۴) الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۱۶۔

(۵) الشرح الکبیر ۳/۱۱۶۔

## بیع مالم بقض ۵

مذہب حنابلہ کی روایت ہے <sup>(۱)</sup>: مکمل، موزون، معدود اور مذروع میں فروخت کرنے والے کی طرف سے قبضہ میں لینے سے قبل، خریدار کا تصرف صحیح نہیں <sup>(۲)</sup>، یہ حضرت عثمان بن عفانؓ، سعید بن المسیب، حسن، حکم، حماد بن ابی سلیمان، اوزاعی اور اسحاق سے بھی مروی ہے <sup>(۳)</sup>۔

مکمل، موزون اور اس جیسی چیزوں اور ان کے علاوہ کے درمیان فرق کے بارے میں اس روایت کی دلیل یہ ہے کہ حدیث مذکور میں قبضہ سے قبل طعام کی بیع سے ممانعت ہے، اور طعام کا اس وقت اکثر استعمال: کیلی اور وزنی چیز کے لئے تھا، معدود اور مذروع کو ان دونوں پر اس وجہ سے قیاس کیا گیا ہے کہ ان کے لئے بھی سپرد کرانے کے حق کی احتیاج ہے <sup>(۴)</sup>۔ خواہ معدود متعین ہو، مثلاً ڈھیر یا غیر متعین، مثلاً ڈھیر میں سے ایک تفیز۔

ربا مکمل و موزون اور اس جیسی چیزوں کے علاوہ میں تو قبضہ سے قبل اس میں تصرف کرنا جائز ہے، اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی یہ حدیث ہے: "أبیت النبی ﷺ فقلت: إني أبيع الإبل بالبيع، فأبيع بالملنانير و آخذ الدراهم، وأبيع بالدراهم و آخذ الملنانير، فقال: لا بأس أن تأخذ بسعر يومها، مالم تفتروا وبينكما شيء" <sup>(۵)</sup> (میں نے خدمت نبویؐ میں حاضر ہو کر

امام احمد سے ایک اور روایت ہے کہ جو متعین ہو، مثلاً ڈھیر مائے بغیر فروخت ہو، اس کی بیع قبضہ سے قبل جائز ہے، اور جو غیر متعین ہو، مثلاً ڈھیر میں سے ایک تفیز، اور لوہے کے ٹکڑے میں سے ایک رطل <sup>(۱)</sup>۔ اس کی بیع قبضہ سے قبل، بلکہ کیل یا وزن سے قبل ناجائز ہے۔

یہ روایت امام مالک کے سابقہ قول سے قریب ہے کہ جو اٹکل سے خریدی گئی ہے اس کی بیع جائز ہے۔ لیکن امام مالک بیع کو طعام کے ساتھ خاص کرتے ہیں۔

اس روایت کی وجہ ابن عمرؓ سے مروی یہ قول ہے کہ سنت ربی ہے کہ بیع کے وقت جو مال زندہ تھا اور بیع میں شامل تھا اگر وہ تلف ہو گیا تو خریدار پر پڑے گا (بائع اس کا تاوان نہ دے گا) <sup>(۲)</sup>۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو خریدار کے ضمان میں سے قرار دیا، حالانکہ خریدار نے قبضہ نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ متعین میں قبضہ سے قبل بیع ہوئی ہے <sup>(۳)</sup>۔

نیز اس لئے کہ متعین بیع میں سپرد کرانے کا حق متعلق نہیں ہوتا، لہذا وہ مال خریدار کے مال میں سے ہوگا، جیسا کہ غیر مکمل اور غیر موزون۔

امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے: کسی چیز کی بیع قبضہ سے قبل ناجائز ہے، اس روایت کے لحاظ سے وہ امام شافعی وغیرہ کے موافق ہیں جیسا کہ گزرا۔

(۱) ذہبہ لوہے کا ٹکڑا، اس کی جمعہ ڈنبر ہے، جیسے "غرفة" کی جمعہ "غرف" ہے دیکھئے المصباح لمیر مادہ "زیر"۔

(۲) قول ابن عمرؓ: "مضت السنة أن ما أدرکه الصفة حيا مجموعا فهو من المباع" کو بخاری نے اپنی صحیح (فتح الباری ۳/۳۵۱ طبع الشفاء) میں تعلیقا ذکر کیا ہے، ابن حجر نے تعلیق التحلیق (۳/۳۳۳ طبع المکتب الاسلامی) میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۳) لشرح الکبیر ۱۱۵۴۔

(۱) دیکھئے الاضاف ۲/۶۰، ۳/۶۱، یہی مذہب ہے اسی پر اصحاب ہیں، یہی مذہب میں مشہور ہے۔

(۲) المغنی ۲/۲۱۷ اور اس کے بعد کے صفحات، لشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۱۵، کشاف القناع ۳/۲۲۱۔

(۳) المغنی ۳/۲۲۰۔

(۴) کشاف القناع ۳/۲۲۱۔

(۵) حدیث ابن عمرؓ: "لا بأس أن تأخذ بسعر يومها، مالم تفتروا وبينكما شيء" کی روایت ابوداؤد (۳/۶۱ طبع عزت عید دماس) نے کی ہے، بخاری نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ اس کے ہاتھوں ہونے کا حکم لگایا ہے (تخصیص الخیر لابن حجر ۳/۲۶ طبع شرکت المطبعة الفقیہ)۔

## بیع مالم یقبض ۶

اگر عین ہوں تو اس پر قبضہ سے قبل بیع، اجارہ اور سارے تصرفات جائز ہیں<sup>(۱)</sup>۔

حنابلہ نے اس ضابطہ کی علت یہ بیان کی ہے: تصرف کا تقاضہ کرنے والی چیز ملکیت ہے اور وہ پائی گئی، لیکن جس ملکیت میں اس بات کا وہم ہو کہ معقود علیہ (جس چیز کا عقد کیا گیا ہو) کی بلاکت کا احتمال ہونے کی وجہ سے اس کے فسخ ہونے کا اندیشہ ہے، ایسی ملکیت پر غرر سے بچنے کے لئے دوسرے عقد کی بنا جائز نہیں ہوگی اور جس ملکیت میں اس غرر کا وہم نہ ہو، اس سے مانع دور ہو گیا، لہذا اس پر دوسرے عقد کو مبنی کرنا جائز ہے<sup>(۲)</sup>۔

ب- حنفیہ میں سے محمد بن الحسن نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے:

۱- ہر ایسا تصرف جو قبضہ کے بغیر تام نہ ہو مثلاً بیہ، صدق، رہن، قرض، اعارہ وغیرہ، بیع پر قبضہ سے قبل جائز ہے۔

۲- ہر تصرف جو قبضہ سے قبل تام ہو جانا ہو مثلاً بیع، اجارہ، صلح عن الدین (دین کے بارے میں صلح کا بدل) اگر عین ہو وغیرہ، بیع پر قبضہ سے قبل ناجائز ہے۔

امام محمد کے نزدیک اس کی علت یہ ہے: (مثلاً) بیہ چونکہ قبضہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا، لہذا اسے وہم ہو (جس کے لئے بیہ کیا گیا) واجب (بیہ کرنے والے) کا نائب ہو گیا، اور وہی وہ خریدار ہے جس نے اس کو بیع قبضہ سے قبل بیہ کیا ہے، پھر وہ اپنے لئے اس پر قبضہ کرنے والا ہو گیا، لہذا قبضہ کے بعد بہم مکمل ہوگا۔

برخلاف بیع وغیرہ (مثلاً) جو قبضہ سے قبل پوری ہو جاتی ہے، ان میں قبضہ سے قبل تصرف ناجائز ہے، اس لئے کہ جب دوسرے خریدار نے اس پر قبضہ کیا تو وہ پہلے خریدار کی طرف سے قبضہ

عرض کیا: میں ”بیع“ میں اہت فروخت کرتا ہوں، دینار میں فروخت کر کے (اس کے بدلہ) درہم لیتا ہوں، اور درہم میں فروخت کر کے (اس کے بدلہ) دینار وصول کرتا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس دن کے نرخ پر لینے میں کوئی حرج نہیں، بشرطیکہ جدائیگی پر دونوں کے درمیان کوئی چیز نہ رہ گئی ہو۔

حنابلہ نے کہا: یہ قبضہ سے قبل ثمن میں تصرف ہے، اور ثمن عوضین میں سے ایک ہے<sup>(۱)</sup>۔

قبضہ سے قبل ممنوع تصرف کا ضابطہ:

۶- قبضہ سے قبل شرعاً ممنوع تصرفات کے بارے میں فقہاء کے ضوابط مختلف ہیں:

الف- حنفیہ و حنابلہ کا متفق علیہ ضابطہ یہ ہے:

ہر عوض جو ایسے عقد سے ملکیت میں آئے جس پر قبضہ کرنے سے قبل اس کی بلاکت سے عقد فسخ ہو جاتا ہے اس میں قبضہ سے قبل تصرف کرنا جائز نہیں، اور جس چیز کی بلاکت سے عقد فسخ نہ ہو اس میں قبضہ سے قبل تصرف جائز ہے<sup>(۲)</sup>۔

اول کی مثال: بیع، اجرت، بدل صلح عن دین (دین کے بارے میں صلح کا بدل) اگر ثمن اجرت اور بدل عین ہوں (حنفیہ کے نزدیک) یا کیلی یا وزنی یا عددی ہوں (حنابلہ کے نزدیک)۔

دوم کی مثال: مہر اگر عین ہو (حنفیہ کے نزدیک)، اسی طرح بدل خلع، حلق علی مال (مال کی شرط پر آزادی)، بدل عن صلح دم العمد (قتل عمد کے سلسلہ میں صلح کا بدل)، اسی طرح جنایت کا تاوان اور تلف شدہ چیز کی قیمت، حنابلہ کے نزدیک ان دونوں میں یہ سب

(۱) المغنی ص ۲۴۱، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ص ۱۱۸۔

(۲) المغنی ص ۲۴۱، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ص ۱۱۸، ان سبب کا الدر المختار و رد المحتار ص ۶۲ سے موازنہ کیا جائے۔

(۱) دونوں مذاہب کے ساتھ مراجع۔

(۲) المغنی ص ۲۴۱، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ص ۱۱۸۔



## بیع مالم بقض ۶

کرنے والا نہیں ہوا، کیونکہ بیع قبضہ پر موقوف نہیں، اور اس سے قبضہ سے قبل بیع کی تملیک لازم آئے گی جو صحیح نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

تمر ناشی نے اشارہ کیا ہے کہ اصح امام محمد کی رائے ہے<sup>(۲)</sup>۔

ج۔ مالکیہ میں سے درویر نے قبضہ سے قبل طعام کی بیع کی ممانعت کا ضابطہ یہ لکھا ہے کہ بیع کے دو عقد یکے با دیگرے ہوں اور ان دونوں کے درمیان میں قبضہ نہ پایا جائے<sup>(۳)</sup>۔ مالکیہ کی رائے کے مطابق یہ ضابطہ طعام کے ساتھ مخصوص ہے، جیسا کہ ان کی رائے گزر چکی ہے کہ وہ لوگ قبضہ سے پہلے بیع کی ممانعت کو مطلق ربوی اطعمہ میں محصور کرتے ہیں۔

ابن جزئی کے کلام سے جو ضابطہ اخذ کیا جاتا ہے وہ یہ ہے:

ہر ایسا طعام جو معاوضہ میں لیا گیا ہو (اُکل کے بغیر) اس پر قبضہ سے قبل اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے۔ اور معاوضہ کے تحت خریداری، اجارہ، صلح، جنایت کا تاوان اور مہر وغیرہ آتے ہیں (جیسا کہ ذکر کیا گیا)، لہذا اس کی بیع قبضہ سے قبل ناجائز ہے۔ ہاں وہ قبضہ سے قبل اس کو بیہ کر سکتا ہے یا قرض کے طور پر دے سکتا ہے<sup>(۴)</sup>۔

مالکیہ کے یہاں: غیر جزاف (اُکل کے بغیر) کی قید اس طعام کو نکالنے کے لئے ہے جسے ماپے، گنے اور تولے بغیر اُکل سے فروخت کیا گیا ہے، کیونکہ قبضہ سے قبل اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ محض عقد کے ذریعہ وہ خریدار کے ضمان میں داخل ہو گیا ہے، لہذا وہ حکماً مقبوض ہے، اس لئے اس میں بیع کے دو عقد لگانا نہیں آئے جن

کے درمیان قبضہ نہ ہوا ہو<sup>(۱)</sup>۔

اسی طرح مالکیہ نے مطلق طعام معاوضہ کی بیع کے جواز کے لئے (اس پر قبضہ کی شرط کے ساتھ) یہ بھی شرط لگائی ہے کہ قبضہ اپنی طرف سے اپنے لئے نہ ہو، اگر اپنی طرف سے اپنے لئے ہوگا تو اس کی بیع ممنوع ہوگی، اس لئے کہ دو عقدوں کے درمیان ہونے والا یہ قبضہ عدم قبضہ کی طرح ہے<sup>(۲)</sup>۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ جواز کے لئے معتبر قبضہ قوی قبضہ ہے، لہذا اس کے بعد بیع طعام جائز ہے، رہا ضعیف قبضہ تو وہ عدم قبضہ کی طرح ہے، لہذا اس کے بعد جواز نہ ہوگا مثلاً:

اگر اس کو طعام کی بیع کا وکیل بنایا، اس نے اجنبی کے ہاتھ بیچ دیا اور طعام پر اجنبی کے قبضہ سے قبل وکیل نے اس سے اس کو اپنے لئے خرید لیا تو اپنے سے اس کی بیع ممنوع ہوگی، اس لئے کہ اس حالت میں وہ اپنی طرف سے اپنے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا۔

اسی طرح اگر اس کو طعام خریدنے کا وکیل بنایا اور اس نے اس کو خرید کر اس پر قبضہ کر لیا، پھر اجنبی کے ہاتھ اس کو فروخت کر دیا۔ پھر اس پر اجنبی کے قبضہ کرنے سے قبل اس سے خرید لیا تو اپنے سے اس کا خرید نامنوع ہے، اس لئے کہ اس حالت میں وہ اپنی طرف سے اپنے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا<sup>(۳)</sup>۔

اپنی طرف سے اپنے لئے قبضہ ہونے کی صورت میں بیع طعام کے عدم جواز سے وہ صورت مستثنیٰ ہے کہ اگر اپنی طرف سے قبضہ کرنے والا ایسا شخص ہو جو عقد کے دونوں اطراف کو انجام دینے والا ہو، مثلاً وصی، اپنے ماتحت و یتیموں کے لئے یا والد اپنی دو چھوٹی اولاد

(۱) رد المحتار ۳/۱۶۲، ۱۶۳، تصرف کے ساتھ، نیز موضوع کی تفصیل کے لئے

دیکھئے بیع القدر ۶/۱۳۶، ۱۳۷۔

(۲) الدر المختار ۳/۱۶۲۔

(۳) لشرح الکبیر للرد ۳/۱۵۲۔

(۴) القوائین الکبیرہ ۷/۱۷۰، ۱۷۱۔

(۱) لشرح الکبیر ۳/۱۵۲، القوائین الکبیرہ ۷/۱۷۱۔

(۲) حاشیہ الدسوقی علی لشرح الکبیر ۳/۱۵۲۔

(۳) لشرح الکبیر مع حاشیہ الدسوقی ۳/۱۵۲۔

## بیع مالم بقیض ۷-۸

کے لئے، کہ اس صورت میں ان میں سے کسی ایک کے طعام کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرنا، پھر اس کو اجنبی کے ہاتھ، اس کے قبضہ کرنے سے قبل اس شخص کے لئے فروخت کرنا جس کے لئے اس کو خرید ا ہے جائز ہے (۱)۔

دشافعیہ نے اس سلسلہ میں کوئی ضابطہ وضع نہیں کیا ہے، البتہ انہوں نے (اپنے مذہب کے اصح قول میں) قبضہ سے پہلے بطلان کے اعتبار سے بیع کے ساتھ دوسرے عقود کو لاحق کیا ہے، چنانچہ انہوں نے صراحت کی ہے کہ اجارہ، رہن اور بیہ (اگرچہ بائع کی طرف سے ہوں) باطل ہیں، لہذا یہ عقود صحیح نہیں ہونگے، اس لئے کہ نبی کی سنت یعنی ملکیت کا ضعف ان میں موجود ہے، اسی طرح صدقہ، ہدیہ، بدل، خلع، خون وغیرہ کے بارے میں صلح کا عوض، قرض، مضاربہ اور شرکت وغیرہ کا حکم ہے (۲)۔

”ابح“ کی عبارت عام ہے، چنانچہ اس میں صراحت ہے: غیر مقبوض میں کوئی تصرف اگرچہ فروخت کرنے والے کے ساتھ ہو، جیسے بیع، رہن صحیح نہیں ہے، اور عقد کے سبب وہ چیز ضمان میں آگئی (۳)۔

البتہ شافعیہ نے قبضہ سے قبل بیع میں خریدار کے درج ذیل تصرفات کو صحیح قرار دیا ہے، اعتاق (آزاد کرنا)، وصیت، تدبیر (مدبر بنانا)، تزویج، وقف، قسمت، نراز و تعدیل (رد نہیں) کا تصرف، اور اسی طرح اکل سے خریدے ہوئے طعام کو مباح کرنا، برخلاف اس صورت کے جبکہ طعام کو کیل سے خرید ا ہو تو اس کی مباحث کے صحیح ہونے کے لئے اس کو مانا اور اس پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔

شافعیہ نے اس کی توجیہ (خودشافعیہ کی تعبیر میں) یہ کی ہے کہ شارع کو حقیق کی خواہش ہے، اور بقیہ تصرفات اسی کے حکم میں ہیں۔ ۷- نیز انہوں نے ثمن معین کو خواہ وہ درہم ہو یا دنانیر یا ان کے علاوہ، قبضہ سے قبل تصرف کے فساد کے سلسلہ میں بیع کے ساتھ لاحق کیا ہے، لہذا اس پر قبضہ سے قبل بائع اس کو فروخت نہیں کر سکتا اور نہ ہی اس میں کوئی تصرف کر سکتا ہے، اس لئے کہ ممانعت عام ہے اور سابقہ توجیہ بھی اس کی دلیل ہے (۱)۔

بلکہ ابن حجر نے کہا: ہر عین جو عقد معاوضہ میں مضمون ہو اس کا یہی حکم ہے (۲)۔ یعنی قبضہ سے قبل اس میں تصرف نہیں کر سکتا۔ رہے آدمی کے وہ موال جو دوسرے کے ہاتھ میں امانت کے طور پر ہوں، مثلاً ودیعت (امانت رکھا ہوا مال)، مال شرکت، مال مضاربہ، رہن رکھا ہوا مال رہن سے چھوٹنے کے بعد، مال وراثت، غنیمت میں سے جو مال مجاہد کی ملکیت میں آئے، مولیٰ علیہ (زیر ولایت مابالغ شخص) کے بلوغ رشد کے بعد، ولی کے ہاتھ میں باقی ماندہ مال اور اس طرح کے موال، ان میں تصرف کا مالک ہے، اس لئے کہ ان تمام مذکورہ موال میں ملکیت تام ہے (۳)۔

۸- شاید یہاں اس بات کی طرف اشارہ کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں کہ امام شوکانی رحمہ اللہ نے ایک اور ضابطہ پیش کیا ہے جس کے نصف کو شافعیہ نے بیان کیا ہے، موصوف کے کلام کا خلاصہ یہ ہے: وہ تصرفات جو عوض کے ساتھ ہوں، بیع کے ساتھ لاحق ہوں گے، لہذا ان کو انجام دینا قبضہ سے قبل ناجائز ہے، اور وہ تصرفات جن میں عوض نہیں، وہ بیہ کے ساتھ لاحق ہیں، لہذا ان کو

(۱) دیکھئے فقرہ ۱۔

(۲) تحفۃ المحتاج ۳/۳۰۳۔

(۳) سابقہ جلد ۳/۳۰۳، ۳۰۴، شرح المکلی علی المہاج ۲/۲۱۳۔

(۱) الشرح الکبیر للذہبی ۳/۱۵۳۔

(۲) شرح المکلی علی المہاج ۲/۲۱۳۔

(۳) دیکھئے ابیح و شرحہ بحیثیہ المجلد ۳/۱۶۱، ۱۶۲، نیز دیکھئے تحفۃ المحتاج

۳/۳۰۳، ۳۰۴۔

## بیع مالم بقیض ۹-۱۰

ایک قول یہ ہے کہ وہ معقول المعنی ہے، اس کی علت یہ ہے کہ اس کے ظاہر ہونے میں شارع کی ایک غرض ہے، یعنی سہولت سے امانج تک رسائی تاکہ کمزور اور قوی ہر ایک اس کو حاصل کر سکے۔ اگر قبضہ سے قبل اس کی بیع جائز ہو تو اہل موال بلا ظاہر کئے اس کو ایک دوسرے کے ہاتھ فروخت کریں گے، اور خفیہ طور پر مالک سے اس کی خرید و فروخت کے امکان کی وجہ سے امانج مخفی ہو جائے گا، تو فقیر کی اس تک رسائی نہیں ہوگی، لیکن اگر اس سے روک دیا جائے تو اس کے ذریعہ کیل کرنے والا اور بوجھ لادنے والا فائدہ اٹھائے گا، اور فقیروں کے لئے کھلا ہوا سامنے ہوگا، تو اس سے لوگوں کے دل مضبوط ہونگے خصوصاً بھوک اور شدت کے زمانہ میں<sup>(۱)</sup>۔

### قبضہ کی تحدید اور اس کا تحقق:

۱۰- مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ ہر چیز پر قبضہ اس کے اعتبار سے ہے<sup>(۲)</sup>۔

الف- اگر کیلی یا وزنی یا عددی یا ذریعی ہو تو اس پر قبضہ کیل یا وزن یا شمار یا ذراع (پیمائش) کے ذریعہ ہوگا۔ اس کی دلیل حضرت عثمانؓ کی حدیث ہے انہوں نے کہا: ”میں یہودیوں کے ایک خاندان سے جن کو ”بنو قیقاع“ کہا جاتا ہے، کھجور خریدتا اور نفع کے ساتھ فروخت کرتا تھا، حضور ﷺ کو اس کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یا عثمان: إذا ابتعت فاکتل، و إذا بعت فکمل“<sup>(۳)</sup>۔

(۱) جامعہ الدسوقی علی المشرح الکبیر ۱۵۱/۳، ۱۵۲، جامعہ الصوئی علی شرح کفایہ الطالب ۱۳۵/۲۔

(۲) المغنی ۲۲۰/۳ میں ابن قدام کی صراحت ہے۔

(۳) حدیث: ”یا عثمان إذا ابتعت فاکتل“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۳۳/۳ طبع المستقر) نے دلیل کی ہے اور احمد (۶۲/۱ طبع المبرور) نے

قبضہ سے قبل انجام دینا جائز ہے، شوکانی نے اس رائے کو رائج قرار دیا اور اس کے ثبوت کے لہیاس بات سے استدلال کیا ہے کہ قبضہ سے پہلے وقف کرنے اور آزاد کرنے کی صحت پر فقہاء کا اجماع ہے، اور غیر مقبوض کی بیع سے ممانعت کی علت (یعنی شہہ ربا) سے بھی استدلال کیا ہے۔

چنانچہ ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ طاہوس نے ان سے نبی کا سبب دریافت کیا، تو انہوں نے جواب دیا: اگر خریدار بیع کو قبضہ سے قبل فروخت کر دے اور بیع بائع کے ہاتھ میں رہ جائے تو گویا کہ اس نے دراہم کو دراہم میں فروخت کر دیا، لہذا اگر مثلاً سو دینار میں امانج خرید، دشمن فروخت کرنے والے کے حوالہ کر دیا اور امانج کو اس سے اپنے قبضہ میں نہیں لیا، پھر اس امانج کو ایک دوسرے شخص کے ہاتھ مثلاً ایک سو بیس میں فروخت کر دیا تو گویا اس نے اپنے سونے کے بدلہ میں اس سے زائد سونا خرید لیا یعنی ایک سو میں ایک سو بیس کو خرید لیا۔

شوکانی نے کہا: ظاہر ہے کہ اس طرح کی علت اس تصرف پر منطبق نہیں جو بلا عوض ہو۔

غیر مقبوض کی فروختگی کی ممانعت کی جو علتیں بیان کی گئی ہیں، ان میں یہ علت سب سے بہتر ہے، اس لئے کہ صحابہ کرام حضور ﷺ کے مقاصد کو سب سے زیادہ جانتے تھے<sup>(۱)</sup>۔

۹- بعض مالکیہ نے کہا: یہ نبی تعبدی ہے، دسوقی (مالکی) نے اشارہ کیا ہے کہ اہل مذہب کے نزدیک یہی صحیح ہے، اور اس کو ”توضیح“ سے نقل کیا ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) نیل الاوطار ۵/۱۶۰۔

(۲) جامعہ الدسوقی علی المشرح الکبیر ۱۵۱/۳۔



## بیع مالہ بقض ۱۰

(۱) اے عثمان! جب تم خرید و تو ماپ کر لو، اور جب فروخت کرو تو ماپ کر

(دو)۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان: صاع البائع، و صاع المشتري“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے اناج کی بیع سے منع فرمایا، یہاں تک کہ اس میں دو صاع جاری ہو: بیچنے والے کا صاع اور خریدنے والے کا صاع سے ماپ نہ لیا جائے)۔

مالکیہ نے ”مثلی“ پر قبضہ کے لئے شرط لگائی ہے کہ اس کو خریدار کے سپرد کر دیا جائے اور اس کے برتنوں میں اس کو اندر لے دیا جائے (۲)۔  
ب۔ اگر اکل سے ہو تو اس پر قبضہ اس کو منتقل کرنا ہے، اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ انہوں نے کہا: لوگ بازار کے اوپری حصہ میں اکل سے اناج کی خرید و فروخت کرتے تھے: ”فنبھاہم رسول اللہ ﷺ أن یبعوہ حتی ینقلوہ“ (تو رسول اللہ ﷺ نے اس کو فروخت کرنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ اس کو منتقل کر لیں)۔ ایک روایت میں ہے: ”حتی یحولوہ“ (۳)

= موصولہ کی ہے ٹیٹھی (۳۸۸ طبع القدی) نے اس کو صحت کہا ہے اور بیہقی نے اپنی سنن (۳۱۵/۵ طبع دائرہ المعارف عثمانیہ) میں اس کے قوی ہونے کا ذکر کیا ہے۔  
(۱) المغنی ۳/۲۲۰۔

حدیث: ”نہی عن بیع الطعام حتی یجری فیہ الصاعان، صاع البائع، و صاع المشتري“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۵۰۷ طبع المجلدی) اور دارقطنی (۸ طبع دارالحکامین) نے کی ہے، ابن حجر نے بیہقی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو مرسل روایت کیا ہے پھر کہہ گئی وجوہ (طریق) سے موصولہ مروی ہے ایک دوسرے سے لے کر وہ قوی ہو جاتی ہے۔  
(۲) المشرع المکبیر للردود مع حاشیہ الدسوقی ۳/۱۳۴۔  
(۳) دیکھئے المغنی ۳/۲۲۰۔  
حدیث: ”کالو ایضا یبعون الطعام جزا“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۵۰ طبع المستقیم) اور مسلم (۱۱۶۱ طبع المجلدی) نے کی ہے۔

(یہاں تک کہ اس کو دوسری جگہ منتقل کر لیں)۔

ج۔ اگر منقول (سامان اور جانور) ہو تو اس پر قبضہ لوگوں کے عرف و رواج کے اعتبار سے ہوگا، جیسا کہ مالکیہ نے کہا: مثلاً کپڑے کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور جانور کی تکیل سپرد کر دینا (۱)۔  
یا اس کو ایسی جگہ منتقل کر دے جو فروخت کرنے والے کے ساتھ مخصوص نہیں، یہ شافعیہ کے نزدیک ہے، اور یہی امام ابو یوسف سے مروی ہے، مثلاً سڑک اور خریدار کا گھر (۲)۔

حنابلہ نے منقول (سامان اور جانور) میں تفصیل کرتے ہوئے کہا: اگر مجمع دراہم یا دنانیر ہوں تو ان پر قبضہ ہاتھ سے ہوگا، اگر کپڑے ہوں تو ان پر قبضہ، ان کو منتقل کرنا ہے اور اگر جانور ہو تو اس پر قبضہ اس کو اپنی جگہ سے چاڑھ دینا ہے (۳)۔

د۔ اگر عقار (جائیداد غیر منقول) ہو تو اس پر قبضہ اس کے اور خریدار کے درمیان بلا کسی حائل کے تخلیہ کر دینا (۴)، اور اس کو اس میں تصرف پر قادر بنادینا ہے، اس طور پر اگر چاہی ہو تو اس کے حوالے کر دے، بشرطیکہ اس کو خریدار کے علاوہ دوسرے کے سامان سے خالی کر دے، یہ شافعیہ کے نزدیک ہے (۵)۔

مالکیہ نے یہ شرط صرف رہائشی گھر میں لگائی ہے، اس لئے کہ ان کے نزدیک اس پر قبضہ اس کو خالی کر دینے کے ذریعہ ہے، صرف تخلیہ کافی نہیں، ہاں دوسری جائیدادوں میں قبضہ، تخلیہ کے ذریعہ

- (۱) المشرع المکبیر للردود ۳/۱۳۵۔
- (۲) تحفۃ المحتاج ۳/۲۱۲ اور اس کے بعد کے صفحات، شرح المنہج ۳/۱۶۶، ۱۷۲، الدر المختار و رد المحتار ۵/۳۰۹۔
- (۳) المغنی ۳/۲۲۰، کشاف القناع ۳/۲۲۷۔
- (۴) المغنی ۳/۲۲۰، کشاف القناع ۳/۲۲۷، ۲۲۸۔
- (۵) شرح المجلد علی المسماح ۲/۲۱۵، شرح المنہج ۳/۱۶۹، اور ۳/۱۷۷ میں بہت سی تفصیلات ہیں۔

## بیع مالم بقیض ۱۱-۱۲

کہ قبضہ کا حکم ہو، اس لئے اس پر وہ سب کچھ مرتب ہوگا جو حقیقی قبضہ پر مرتب ہوتا ہے، اور یہی اصح ہے (۱)۔

اصح کے بالمقابل امام ابو یوسف سے مروی قول ہے کہ منقول میں منتقل کئے بغیر قبضہ ثابت نہیں ہوتا (۲)۔

۱۲- اسی بنیاد پر اگر اپنی خریدی ہوئی چیز کو قبضہ سے قبل فروخت کر دے اور اس میں نفع ملے تو یہ غیر مضمون کا نفع ہے جس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربیع مالم یضمن، ولا بیع مالم یس عندک“ (۳) (اوصار اور بیع ایک ساتھ حلال نہیں اور نہ ایک بیع میں دو شرطیں اور نہ غیر مضمون کا نفع جائز ہے، اور اس چیز کی بیع حلال نہیں جو تمہارے پاس نہیں)۔

امام محمد بن الحسن نے ”کتاب الآثار“ میں اس کو ایک دوسری سند اور دوسری روایت کے ساتھ نقل کرنے کے بعد اس کی تفسیر کرتے ہوئے کہا: رہا غیر مضمون کا نفع تو اس سے مراد یہ ہے کہ آدمی کوئی چیز خریدے اور اس پر قبضہ سے قبل اس کو فروخت کر دے (۴)۔

یہی تشریح شوکانی نے بھی کی ہے، چنانچہ کہا: یعنی ایسے سامان کا نفع لیما ناجائز ہے جو سامان اس کے ضمان میں نہیں، مثلاً کوئی سامان خریدے اور اس کو فروخت کرنے والے سے اس پر قبضہ دینے سے پہلے اسے کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دے تو یہ بیع باطل ہے اور اس کا نفع ناجائز، اس لئے کہ بیع بائع اول کے ضمان میں ہے، اس سے

ہو جائے گا، اگرچہ فروخت کرنے والا اپنے سامانوں کو وہاں سے نہ خالی کرے (۱)۔

شافعیہ اشارہ کرتے ہیں کہ یہ تفصیل صرف اس قبضہ کے بارے میں ہے جو تصرف کو درست کرنے والے ہیں، رہا وہ قبضہ جو ضمان کو فروخت کرنے والے سے منتقل کرتا ہے تو اس کا مدار بیع پر خریدار کے استیلاء پر ہے، خواہ اس کو منتقل کرے یا نہ کرے، اور خواہ بائع، بیع اور خریدار کے درمیان تخلیک کرے یا نہ کرے، خواہ اس کو قبضہ کی اجازت دے یا نہ دے اور خواہ اس کو روکنے کا حق ہو یا نہ ہو، لہذا جب خریدار نے بیع پر استیلاء کر لیا تو بائع کے ذمہ سے ضمان ختم ہو گیا، بایں معنی کہ اگر وہ اس وقت تلف ہو جائے تو عقد فسخ نہ ہوگا یا اگر اس میں عیب پیدا ہو جائے تو خریدار کے لئے خیارات ثابت نہ ہوگا، اور اگر بائع کی طرف لوٹے تو ضمان اس کی طرف نہیں لوٹے گا (۲)۔

۱۱- حنفیہ نے قبضہ کے بارے میں یہ تفصیل نہیں کی (امام احمد سے ابن الخطاب کی روایت بھی یہی ہے)، بلکہ انہوں نے تخلیک کو (یعنی موانع کو ختم کرنا اور قبضہ پر قدرت دینا) حکماً قبضہ مانا ہے، ظاہر الروایہ یہی ہے، امام احمد سے ابن الخطاب نے یہی روایت کیا ہے اور تخلیک کے ساتھ تمیز کی شرط لگائی ہے (۳)۔

حنفیہ نے اپنے اس مذہب کی صراحت، رہن کے سلسلہ میں رہن اور مرتہن کے درمیان تخلیک کرانے میں کی ہے، انہوں نے کہا: اس میں تخلیک قبضہ ہے، جیسا کہ بیع میں بھی تخلیک قبضہ ہے (۴)۔ انہوں نے کہا: اس لئے کہ یہ سپرد کرنا ہے، لہذا اس کے لوازمات میں سے ہے

(۱) رد المحتار ۵/۳۰۹۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) حدیث: ”لا یحل سلف و بیع.....“ کی تخریج فقرہ ۲/۲ کے تحت گذر چکی ہے۔

(۴) نصب الرایہ ۴/۹۹۔

(۱) لشرح الکبیر للحدود ۳/۱۳۵۔

(۲) حاشیہ الجمل علی شرح المسیح ۳/۱۶۸۔

(۳) رد المحتار ۵/۳۰۹، المغنی مع لشرح الکبیر ۳/۲۲۰۔

(۴) الدر المختار ۵/۳۰۹۔

## بیع مالہ بقبض ۱۳-۱۴

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ (۱) عَنْ شُرَاءِ الصَّدَقَاتِ حَتَّى تَقْبُضَ (۱) (حضور ﷺ) نے قبضہ سے قبل صدقات کو خریدنے سے منع فرمایا ہے۔  
حضرت حکیم بن حزام کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: ”لا تبع ما ليس عندك“ (۲) (جو چیز تمہارے پاس نہیں اس کو نہ بیچو)۔

۱۴- جمہور فقہاء (حنفی، شافعی، حنبلیہ اور بعض مالکیہ) صدقہ وغیرہ مثلاً بیہ، رہن، قرض، اعارہ (عاریت پر دینا) اور ایداع (ودیعت رکھنا) کو، عقود تبرع میں سے مانتے ہیں، جو قبضہ کے بغیر ماقام اور غیر مملوک ہوتے ہیں، اور قبضہ سے قبل ان میں عقد بے اثر مانا جاتا ہے (۳)۔

صدقہ کے بارے میں مرغینانی کی عبارت ہے: صدقہ، بیہ کی طرح قبضہ کے بغیر صحیح نہیں، اس لئے کہ وہ یعنی (صدقہ) بیہ کی طرح تبرع ہے (۴)۔

بلکہ کاسانی نے کہا: قبضہ صدقہ کے جواز کی شرط ہے، قبضہ سے قبل عام علماء کے نزدیک وہ ملکیت میں نہیں آتا (۵)۔

اس کے لئے اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ حدیث قدسی میں فرماتے ہیں: ”يقول ابن آدم: مالي مالي،

(۱) حدیث: ”لَبَّيْ عَنْ شُرَاءِ الصَّدَقَاتِ حَتَّى تَقْبُضَ“ کی روایت ابن ماجہ (۲۰/۲۷ طبع بیروت) نے کی ہے زبانی نے عبدالحق احمیلی کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی اسناد کا ملل استدلال ہے (نصب الراية ۵/۳۷ طبع مجلس اعلیٰ لبنان)۔

(۲) حدیث: ”لا تبع ما ليس عندك“ کی روایت ترمذی (تحتہ او حوذی ۳۳۰/۲ طبع المکتبۃ المستقیمہ) نے کی ہے ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا ہے۔

(۳) مجلۃ او حکام الصلایۃ دفعہ (۵۷)، قبضہ کے بغیر تبرع ماقام ہے۔

(۴) الہدایۃ وشرح العنایۃ ۵/۱۵۷۔

(۵) بدائع الصنائع ۶/۲۳۳۔

خریدنے والے کے ضمان میں نہیں، اس لئے کہ اس کا قبضہ نہیں (۱)۔  
بہوتی نے بھی یہی تشریح کی ہے، چنانچہ انہوں نے کہا ہے کہ اس سے مراد اس چیز کا نفع ہے جس کو قبضہ سے پہلے فروخت کر دیا گیا ہو (۲)۔  
یہ حدیث کو کہ عام ہے، لیکن امام احمد رحمہ اللہ نے اس کو طعام کے ساتھ خاص کیا ہے، ان سے اثرم کی روایت یہی ہے، اثرم نے کہا: میں نے ابو عبد اللہ سے حدیث ”نہی عن ربح مالہ بضمن“ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: یہ امانج اور اس جیسی ماکول یا مشروب چیز کے بارے میں ہے، لہذا اس کو قبضہ سے قبل فروخت نہ کرے۔

ابن عبد البر نے کہا: احمد بن حنبل سے اصح یہ ہے کہ قبضہ سے قبل جس چیز کی بیع ممنوع ہے وہ امانج ہے (۳)۔

## قبضہ سے قبل صدقہ یا بیہ کی بیع:

۱۳- صدقہ: اللہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے، وجوبی یا استحبابی طور پر زندگی میں کسی حاجت مند کو بلا معاوضہ مال کا مالک بنادینا ہے (۴)۔

یہ تعریف (جیسا کہ نظر آتا ہے) فرض صدقہ جو سال کے اخیر میں مالدار کے مال سے لیا جاتا ہے یعنی مال کی زکوٰۃ یا رمضان کے مہینہ کے اخیر میں روزہ دار کو پاک کرنے کے لئے لیا جاتا ہے جس کو صدقہ نظر کہتے ہیں، کو شامل ہے، اسی طرح نفلی صدقہ کو بھی شامل ہے جو ہر وقت مستحب ہے۔

حضرت ابوسعیدؓ کی سابقہ روایت میں ہے: ”نہی النبی

(۱) نیل الاوطار ۵/۱۸۰۔

(۲) کشاف القناع ۳/۲۳۲۔

(۳) الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۱۶۔

(۴) المغنی مع الشرح الکبیر ۶/۲۳۶، الشرح الکبیر للذہبی ۴/۹۷۔



## بیع مال میں قبضہ ۱۴

دونوں کو عام ہے۔

یہی شافعیہ کا بھی مذہب ہے، چنانچہ انہوں نے کہا: واجب (بہہ کرنے والے) کی اجازت سے قبضہ کے بغیر بہہ کی ہوئی چیز (صدقہ و بہہ کو شامل عام معنی کے لحاظ سے) ملکیت میں نہیں آتی (۱)۔

شافعیہ کی عبارتوں میں ہے: اگر حلف اٹھائے کہ فلاں کو بہہ نہیں کرے گا، پھر اس کے لئے بہہ کیا لیکن اس نے قبول نہیں کیا یا قبول کیا لیکن قبضہ نہیں کیا تو اس صحیح یہ ہے کہ حائل نہ ہوگا (۲)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بہہ کے صحیح اور تام ہونے کے لئے قبول کرنا اور قبضہ کرنا ضروری ہے۔

اسی طرح حنابلہ کے یہاں مذہب بھی علی الاطلاق ہے، جیسا کہ مرداوی کہتے ہیں، چنانچہ حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ بہہ کی قسمیں: صدقہ، ہدیہ اور عطیہ ہیں، ان کے معانی قریب قریب ہیں اور ان سب میں زندگی میں بلا عوض مالک بنانا ہے، ان میں بہہ ہی کے احکام جاری ہوں گے (۳)، یعنی ان مذکورہ اقسام میں ہر ایک کے احکام، بقیہ میں جاری ہوں گے (۴)۔

حنابلہ نے کہا: بہہ کرنے والے کی اجازت سے قبضہ کے ذریعہ بہہ لازم ہو جاتا ہے، اس سے پہلے لازم نہیں ہوتا، یعنی واجب کی اجازت سے قبضہ سے قبل، اور اگر بہہ غیر مکمل وغیرہ کا ہو تو ان تمام میں قبضہ کے بغیر بہہ لازم نہیں ہوتا (۵)۔

وہل لک یا بن آدم من مالک إلا ما اكلت فافیت، او لبست فابلیت، او تصدقت فامضیت“ (۱) (ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال، اے ابن آدم! تیرا ہے کیا، بس وہی جو تم نے کھالیا اور فنا کر دیا، یا پہن کر پرانا کر دیا، یا صدقہ کر کے اس کو نافذ کر دیا ہے)، اللہ تعالیٰ نے صدقہ میں امضاء (نافذ کرنا) کا اعتبار کیا اور صدقہ کو نافذ کرنا اس کو سپرد کرنا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ سپرد کرنا شرط ہے۔

نیز حضرت ابو بکر عمر، ابن عباس اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے ان کا یہ قول مروی ہے: ”صدقہ قبضہ کے بغیر مکمل نہیں ہوتا“۔ نیز اس لئے کہ صدقہ تبرعہ (بری کرنے) کا عقد ہے، لہذا بذات خود حکم کا فائدہ نہیں دے گا جیسا کہ بہہ۔

بہہ کے بارے میں کاسانی کہتے ہیں: بہہ اگر بغیر قبضہ کے صحیح ہوتا تو موبہوب (جس کے لئے بہہ کیا گیا) کے لئے یہ اختیار ثابت ہوتا کہ بہہ کرنے والے سے سپردگی کا مطالبہ کرے، اور یہ عقد ضمان ہو جاتا، اور یہ مشروع کو بدلنا ہے (۲)۔

حنفیہ کا یہ قول، مذہب مالکی کے مشہور قول کے بالمقابل ہے، اور وہ مالکیہ کی ضعیف روایت ہے جس کی تاویل انہوں اس طرح کی ہے، اور کہا گیا ہے: قبضہ کے ذریعہ ہی بہہ ملکیت میں آتا ہے (۳)۔ یہ عبارت اگرچہ بہہ کے بارے میں آتی ہے، لیکن مالکیہ کے یہاں صدقہ کی تعریف سے (جیسا کہ ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے اور جیسا کہ احکام آرہے ہیں) معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہہ اور صدقہ

(۱) شرح المکمل علی المصباح مع حاشیہ التعلیو بی ۳/ ۱۱۲، ۱۶۰، شرح المنہج مع حاشیہ التعلیل ۳/ ۵۸۸، صاحب حاشیہ التعلیل نے صراحت کی ہے کہ یہ شرط اور اس کے تمام احکام مطلق بہہ (جو صدقہ و ہدیہ کو شامل ہے) میں جاری ہوں گے۔

(۲) شرح المکمل علی المصباح ۳/ ۲۸۷۔

(۳) کشاف القناع ۳/ ۲۹۹، نیز اخلاق کے سلسلہ میں دیکھئے الانصاف ۷/ ۹۔

(۴) حوالہ سابق۔

(۵) الانصاف ۷/ ۱۱۹، ۱۲۰، المشرح الکبیر ۶/ ۲۵۰، اس میں اور المغنی ۶/ ۲۵۱

(۱) حدیث: ”يقول ابن آدم مالي مالي.....“ کی روایت مسلم (۳/ ۲۲۷) طبع عیسیٰ الخلیلی نے کی ہے۔

(۲) بدائع الصنائع ۶/ ۱۲۳۔

(۳) حاشیہ الدسوقی علی المشرح الکبیر للحدود ۳/ ۱۰۱۔

## بیع مالہ بقض ۱۴

حنابلہ نے اپنے مذہب (یعنی بیہ وغیرہ مثلاً صدقہ میں جو یہاں زیر بحث ہے، علی الاطلاق قبضہ کی شرط ہونے) کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان کو ”عالیہ“ میں اپنے مال سے بیس وق توڑنے کا اختیار دیا ہے، اور جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو کہا: ”بیٹی! میں نے تمہیں بیس وق توڑنے کا اختیار دیا تھا، کاش تم نے اس کو توڑ لیا ہوتا یا قبضہ کر لیا ہوتا تو تمہارا ہو جاتا، اب تو وہ وارث کا مال ہے تم لوگ اسے کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لیں“ (۱)۔

بہوتی نے لکھا ہے کہ حضرت عمر، عثمان، ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے قریب قریب یہی مروی ہے، اور صحابہ میں کسی کی مخالفت معلوم نہیں۔

حنابلہ نے قبضہ شرط ہونے پر یہ بات مرتب کی ہے کہ قبضہ سے پہلے بیہ کرنے والا بیہ سے رجوع کر سکتا ہے (یہی حکم صدقہ کا بھی ہے) اس لئے کہ عقداً مکمل ہے (۲)۔

مالکیہ نے اپنے مشہور مذہب میں قبضہ کی شرط لگانے میں اختلاف کیا ہے، چنانچہ انہوں نے بیان کیا ہے کہ بیہ (اسی طرح صدقہ جیسا کہ مالکیہ کی تفریعات سے ماخوذ ہے) (۳) مشہور قول کے مطابق بیہ کے الفاظ بولنے سے ملکیت میں آ جاتا ہے، اور اگر بیہ کرنے والا بیہ کردہ مال کی حواگی سے انکار کرے تو جس کے لئے بیہ کیا گیا ہے وہ اس مال کا مطالبہ بیہ کرنے والے سے کر سکتا ہے، تاکہ بیہ کرنے والے کو اس بات پر مجبور کرے کہ وہ اس مال پر

= میں مکمل و موزون کے درمیان اور ان کے علاوہ کے درمیان تفریق کی ایک روایت ہے۔

(۱) کشاف القناع ۳۰۱۔

(۲) حوالہ سابق۔

(۳) شرح الخرشنی مع جامعہ الصدوق ۷/۱۲۰۔

مولوبہ (جس کے لئے بیہ کیا ہے) کو تادودے (۱)۔  
حنابلہ نے اپنی کتابوں میں (۲) مالکیہ کی دلیل کی طرف اشارہ کیا ہے جو حضرت ابن عباسؓ کی حدیث ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”العائد فی ہبتہ کالعائد فی قبضہ“ (۳) (اپنے بیہ کو واپس لینے والا ایسا ہی ہے جیسے تے کر کے پھر اس کو کھانے والا)، اور ایک روایت میں ہے: ”فی صدقۃ“ (اپنے صدقہ کو)، ایک اور روایت میں ہے: ”کالکلب یقیء ثم یعود فی قبضہ“ (جیسے کتائی کرتا ہے پھر اس کو دوبارہ کھا جاتا ہے)۔

مالکیہ کی عبارتوں میں ہے:

الف۔ اگر کوئی شخص کہے: میرا گھر فقیروں پر صدقہ یا بیہ یا وقف ہے تو اس کی ملکیت سے نکلنے کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا (اس لئے کہ تعیین نہیں)۔

ب۔ اگر کوئی کہے: میرا گھر زید پر صدقہ یا بیہ یا وقف ہے تو اس کی ملکیت ختم ہونے کا فیصلہ کر دیا جائے گا، اس لئے کہ اس وقت اس نے نیکی اور کارِ ثواب کا ارادہ کیا ہے۔

ج۔ اگر کوئی کہے: مجھ پر اللہ کے لئے واجب ہے کہ زید کو یا فقراء کو ایک درہم دوں تو علی الاطلاق اس کا فیصلہ نہیں کیا جائے گا، ایک قول ہے کہ اس کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔

(۱) شرح الکبیر للدرر ۱۰۱، اور القوائین الفقہیہ ۲۲۲ کے ساتھ موازنہ کریں۔

(۲) دیکھئے: شرح الکبیر فی ذیل المغنی ۶/۲۵۰، المغنی ۶/۲۳۶، ۲۳۷۔

(۳) حدیث: ”العائد فی ہبتہ کالعائد فی قبضہ“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۵/۲۳۳ طبع المستقیم) اور مسلم (۲/۱۲۳ طبع عیسیٰ الحلیمی) نے کی ہے ایک روایت میں ”فی صدقۃ“ ہے جس کی روایت بخاری (فتح الباری ۵/۲۳۵ طبع المستقیم) اور مسلم (۲/۱۲۳ طبع عیسیٰ الحلیمی) نے کی ہے اور ایک روایت میں ”کالکلب یقیء ثم یعود فی قبضہ“ ہے جس کی روایت مسلم (۳/۱۲۳ طبع عیسیٰ الحلیمی) نے کی ہے۔

## بیع مالم یقبض ۱۴، بیع محاقلة ۱-۲

اس کی توجیہ انہوں نے یہ کی ہے کہ قضا (فیصلہ) میں مہصدق علیہ (جس پر صدقہ کیا گیا ہے) یا موبہ لہ (جس کے لئے بہہ کیا جائے) کی تعیین ضروری ہے، اور اس میں ثواب کا قصد بھی ضروری ہے<sup>(۱)</sup>۔

## بیع محاقلة

### تعریف:

۱- محاقلة لغت میں: ایسے امان کو جو بالیوں میں ہو، خشک یا تازہ گیہوں سے فروخت کرنا ہے، جیسا کہ فیومی کہتے ہیں<sup>(۱)</sup>۔  
اصطلاح میں: گیہوں کو اس کے خوشہ میں ایسے گیہوں کے بدلہ فروخت کرنا جو اندازہ کے حساب سے ماپ میں خوشہ والے گیہوں کے مثل ہو<sup>(۲)</sup>۔  
خرص: اندازہ کرنا ہے۔

حنا بلہ نے اس کی اور زیادہ عام تعریف کی ہے: دانہ کو اس کے خوشہ میں اس کی جنس کے عوض بیچنا<sup>(۳)</sup>۔

### بیع محاقلة کا حکم:

۲- فقہاء کے درمیان اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ بیع محاقلة ناجائز ہے، اور یہ حنفیہ کے نزدیک فاسد اور غیر حنفیہ کے نزدیک باطل ہے، اس کی دلیل حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن المزابلة والمحاقلة“<sup>(۴)</sup> (حضور ﷺ نے



(۱) المصباح للمیر، مختار الصحاح مادۃ ”ھل“۔

(۲) الہدایہ مع شروح ۶/۵۳، تبیین الحقائق ۳/۷۴، شرح المکی علی الصہاج ۳/۲۳۸، ۲۳۷، ۲۳۶، ۲۳۵۔

(۳) کشاف القناع ۳/۵۸، اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۵۱۔

(۴) حدیث: ”نہی عن المزابلة والمحاقلة“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳/۳۸۳ طبع استقویہ) نے کی ہے۔

(۱) شرح الخرشنی مع جامعہ الصغریٰ ۷/۱۲۰۔

(۲) المغنی ۶/۲۳۶، ۲۵۱، اشرح الکبیر ۶/۲۵۰، ۲۵۲، نیز دیکھئے کشاف القناع ۳/۳۰۱۔



## بیج محالہ ۲، بیج مراہجہ، بیج مزاہنہ ۱

مزاہنہ اور محالہ سے منع فرمایا ہے۔

نیز اس لئے کہ یہ کیلی چیز کا اسی کی ہم جنس کیلی چیز سے فروخت کرنا ہے، لہذا اکل سے ناجائز ہے، اس لئے کہ اس میں شبہ ربا ہے جو تحریم کے باب میں حقیقت ربا کے ساتھ لاحق کیا گیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

نیز اس لئے کہ مماثلت کا علم نہیں (جیسا کہ بطلان کے وجہ کی شافعیہ نے تعبیر کی ہے)<sup>(۲)</sup>۔ اور حنا بلہ اس علت کی تکمیل کرتے ہوئے کہتے ہیں: اور مساوات سے ماواقیئت تفاضل کے علم کی طرح ہے<sup>(۳)</sup>۔

نیز جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں محالہ میں بہ مقابلہ مزاہنہ اس بات کی زیادتی ہے کہ محالہ میں اصل بیج سے جو مقصود ہے ایسی چیز سے چھپی ہوئی ہے جو بیج کی منفعت میں سے نہیں ہے، لہذا اس میں رویت بھی نہیں رہی<sup>(۴)</sup>۔

مالکیہ کی کتابوں سے یہ بات ماخوذ ہے کہ مزاہنہ وغیرہ کے فساد کی عمومی علت غرر اور اموال ربو یہ میں ایک جنس کی باہمی تبادلہ میں ربا ہوتا ہے<sup>(۵)</sup>۔

مزید تفصیل کے لئے اصطلاح ”محالہ“ دیکھی جائے۔

## بیج مزاہنہ

تعریف:

۱۔ سزبانہ: زہن سے ماخوذ ہے، اور زہن لغت میں: دفع کرنا ہے<sup>(۱)</sup> کیونکہ مزاہنہ غبن کے سبب نزاع اور مدافعت کا ذریعہ بنتا ہے<sup>(۲)</sup>۔ جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں۔

فقہی اصطلاح میں جمہور نے مزاہنہ کی یہ تعریف کی ہے کہ مزاہنہ درخت پر لگی تر کھجور کو اندازہ کر کے اسی ماپ کے برابر توڑی ہوئی کھجور کے بدلہ میں فروخت کرنا ہے<sup>(۳)</sup> (یعنی ظن اور اندازہ سے)، اور خرص: اندازہ کو کہتے ہیں<sup>(۴)</sup>، اور اس کی صورت یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی تر کھجور کا مثلاً سوساع کی مقدار میں تخمینہ و اندازہ لگایا جائے اور اس کے برابر کھجور سے فروخت کر دیا جائے<sup>(۵)</sup>۔ اور اگر ثمن تر کھجور نہ ہو تو اختلاف جنس کے سبب جائز ہے<sup>(۶)</sup>۔

## بیج مراہجہ

دیکھئے: ”مراہجہ“۔

(۱) العنایہ شرح الہدایہ ۵۳/۶، تبیین الحقائق ۳۷/۷۔

(۲) شرح المکلی علی الصہاج ۲۳۸/۳۔

(۳) کشاف القناع ۲۵۸/۳۔

(۴) شرح المکلی علی الصہاج ۲۳۸/۳، حاشیہ الجمل علی شرح البيج ۲۰۸/۳۔

(۵) لشرح الکبیر للرد میر مع حاشیہ الدسوقی ۶۰/۳۔

(۱) الصہاج لمیر، مختار الصہاج مادہ ”زہن“۔

(۲) رد المحتار ۱۰۹/۳، بحوالہ البحر الرائق، حاشیہ العلیہ بی علی شرح المکلی علی الصہاج

۲۳۸/۳۔

(۳) یہ ”البدایہ“ کی عبارت ہے، نیز دیکھئے الہدایہ مع شروح ۵۳/۶، الدر المختار

۱۰۹/۳، کفایۃ الطالب ۱۵۸/۲، نیز دیکھئے تحت المحتاج ۱/۳، شرح المکلی

علی الصہاج ۲۳۸/۳، لشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۵۱/۳۔

(۴) فتح القدیر ۵۳/۶۔

(۵) رد المحتار ۱۰۹/۳۔

(۶) اس کی تردید کے لئے دیکھئے رد المحتار ۱۰۹/۳۔

## بیع مزانہ ۲

عوض بیع ہے<sup>(۱)</sup>، جیسا کہ حدیث سابق کی بعض روایات میں یہ اضافہ وارد ہے: ”وعن بیع العنب بالزبيب، و عن کل ثمر بخرصة“<sup>(۲)</sup> (اور انگور کی کشمش کے بدلہ اور ہر پھل کی اس کے اندازہ سے بیع کی ممانعت فرمائی)۔

مالکیہ نے (شاید اسی وجہ سے) علی الاطلاق کہا کہ ہر چیز کی اس کی ہم جنس خشک کے عوض بیع ناجائز ہے، نہ کی بیشی کے ساتھ اور نہ برآمدہ کسی طرح بھی جائز نہیں حتیٰ کہ دانوں کی بیع بھی<sup>(۳)</sup>۔



مالکیہ میں سے درودیر نے مزانہ کی تعریف یہ کی ہے کہ مزانہ معلوم کے بدلہ میں مجہول کی فروختگی ہے ربوی ہو یا غیر ربوی یا مزانہ مجہول کی اسی جنس کی مجہول چیز کے عوض بیع کرنا ہے<sup>(۱)</sup>۔

مالکیہ ہی میں سے ابن جزئی نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ چیز کو اسی کی جنس کی خشک چیز کے عوض فروخت کرنا، خواہ ربوی ہو یا غیر ربوی<sup>(۲)</sup>۔

### بیع مزانہ کا حکم:

۲۔ اس بیع کے حکم میں فقہاء کا اختلاف نہیں، اور وہ متفق ہیں کہ یہ فاسد ہے اور غیر صحیح ہے، اس کی دلیل یہ ہے:

الف۔ حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ”لہی رسول اللہ ﷺ عن المزانية والمحاقلہ“<sup>(۳)</sup> (حضور ﷺ نے مزانہ اور محاقلہ سے منع کیا ہے)۔

ب۔ شبہ رہا ہے، کیونکہ یہ مکمل کی اسی جنس کی مکمل سے بیع ہے جس میں مکمل کے حساب سے عدم مساوات کا احتمال ہے<sup>(۴)</sup>۔

ثانیہ صراحت کرتے ہیں کہ ان دونوں میں رہا ہے، اس لئے کہ دونوں میں مماثلت کا علم نہیں ہے<sup>(۵)</sup>۔

ج۔ اس میں غرر ہے جیسا کہ ابن جزئی کی توجیہ ہے<sup>(۶)</sup>۔  
ترکھجور کی خشک کھجور کے عوض بیع ہی کی طرح انگور کی کشمش کے

(۱) المشرح الکبیر للردیہ ۶۰/۳۔

(۲) القوائین المعنیہ ص ۱۶۸، ۱۶۹۔

(۳) حدیث: ”لہی عن المزانية.....“ کی روایت بخاری (بیع الباری ص ۳۸۳ طبع استغنیہ) اور مسلم (۱۱/۳ طبع عینی المجلد) نے کی ہے۔

(۴) الدر المختار رد المحتار ۱۰۹/۳، الہدایہ مع شروح ۵۳/۶۔

(۵) تحفہ المحتاج مع جہیزہ الشروانی ص ۷۱۔

(۶) القوائین المعنیہ ص ۱۶۹۔

(۱) الہدایہ مع شروح ۵۳/۶، تبیین الحقائق ص ۷۷۔

(۲) زبلی نے سابقہ مقام میں اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

(۳) کلتایہ الطالب ص ۱۵۸۔

بیع مزایدہ، بیع مساومہ، بیع مسترسل، بیع ملامسہ

## بیع مزایدہ

دیکھئے: ”مزایدہ“۔

۱۔ ملامسہ بھی دو رجالیہ کی بیعت میں سے ہے، حدیث میں اس کی ممانعت ثابت ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے: ”آن رسول اللہ ﷺ نہی عن الملامسۃ والمنابدۃ“ (نبی کریم ﷺ نے ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا ہے)، حضرت ابو ہریرہؓ نے صحیح مسلم کی روایت میں اس کی تشریح یوں کی ہے: ”لامسہ یہ ہے کہ ہر ایک دوسرے کا کپڑا بے سوچے سمجھے چھو لے، اور بیع منابذہ یہ ہے کہ ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دے، اور کوئی دوسرے کا کپڑا نہ دیکھے“ (۱)۔

## بیع مساومہ

دیکھئے: ”مساومہ“۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت ہے کہ: ”آن رسول اللہ ﷺ نہی عن بیعتین ولبستین: نہی عن الملامسۃ والمنابدۃ فی البیع“ (رسول اللہ ﷺ نے دو بیعتوں سے اور دو طرح کے پہناوے سے منع فرمایا: بیع میں ملامسہ اور منابذہ سے منع فرمایا)۔ ملامسہ یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے کا کپڑا رات یا دن میں اپنے ہاتھ سے چھوئے، اور اسی کے لئے (یعنی بیع کے لئے) اس کو الٹے۔ اور منابذہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دے، اور دوسرا اپنا کپڑا اس کی طرف پھینک دے اور یہی ان کی بیع

## بیع مسترسل

دیکھئے: ”استرسال“۔

(۱) حدیث: ”نہی عن الملامسۃ و المنابدۃ.....“ کی روایت بخاری (بیع المبارک ۳۵۸، طبع استغیہ) اور مسلم (سہ ۱۱، طبع المکتبی) نے کی ہے۔



ہو جائے، بغیر دیکھے اور بغیر رضا مندی کے<sup>(۱)</sup>۔

۲- فقہ میں اس کے علاوہ، ملامسہ کی کچھ اور صورتیں مذکور ہیں:

الف۔ کوئی شخص کسی کپڑے کو بیٹی ہوئی حالت میں یا اندھیرے میں چھو لے، پھر اس کو اس شرط پر خرید لے کہ اس کو دیکھنے کے بعد اس کو اختیار نہیں ہوگا۔ یعنی اس کے دیکھنے کے بجائے اس کے چھونے پر اکتفا کرے، یا ان میں سے ہر ایک دوسرے کا کپڑا بے سوچے چھو لے (جیسا کہ حنفیہ کی تعبیر ہے) اور یہ جانبین سے مشارکت کے طور پر ہو، لیکن شیخ درویش کا اشارہ اس کے خلاف ہے جس میں شیخ علیش نے ان کی مخالفت کی ہے، اور یہ منقول تفسیر سے ماخوذ ہے<sup>(۲)</sup>۔

ب۔ یا یہ کہ کپڑا اپنا ہوا ہو اور بیچنے والا خریدار سے کہے: جب تم اس کو چھو لو گے تو میں نے اس کو تمہارے ہاتھ بیچ دیا، اور اس کا چھونا ایجاب قبول کے قائم مقام ہوگا<sup>(۳)</sup>۔

”المغرب“ میں ہے: بیع ملامسہ یا لماس یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے: جب میں تیرا کپڑا چھو لوں یا تم میرا کپڑا چھو لو تو بیع واجب ہوگی<sup>(۴)</sup>۔

ج۔ یا کوئی چیز اس شرط پر فروخت کرے کہ وہ جب اس کو چھوئے گا بیع لازم ہو جائے گی، اور اختیار مجلس وغیرہ ختم ہو جائے گا<sup>(۵)</sup>، یہی تشریح امام ابو حنیفہ سے منقول ہے، یا خریدار یہی بات کہے۔

۳- یہ بیع مذکورہ تمام صورتوں میں عام فقہاء کے نزدیک فاسد ہے، ابن قدامہ نے کہا: ہمارے علم میں اس میں کوئی اختلاف نہیں<sup>(۱)</sup>۔ پہلی صورت میں فساد اس لئے ہے کہ نہ دیکھنے کے باوجود بیع لازم ہے، کیونکہ رعیت کے بجائے چھونے پر اکتفا کیا گیا ہے<sup>(۲)</sup>، دوسری صورت میں فساد کی وجہ جیسا کہ شافعیہ نے کہا صیغہ بیع (ایجاب وقبول) کا نہ ہونا ہے<sup>(۳)</sup>، اور تیسری صورت میں فساد کی وجہ حنفیہ کی تعبیر میں یہ ہے کہ تملیک کو اس بات پر معلق کیا گیا ہے کہ جب اس چیز کو چھو لے تو بیع لازم ہوگی اور اختیار مجلس ساقط ہو گیا، اور تملیکات میں تعلیق کا احتمال نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کے نتیجے میں قمار کی صورت پیدا ہوگی<sup>(۴)</sup>۔

حنابلہ نے فساد کی دو علتیں ذکر کی ہیں:

اول: جہالت۔

دوم: اس کا شرط پر معلق ہونا، اور یہ شرط کپڑا چھونا ہے<sup>(۵)</sup>۔

ابن قدامہ کی تعبیر میں غرر سے مراد شاید یہی ہے۔

شوکانی نے فساد کی علت کو غرر، جہالت اور اختیار مجلس کے ابطال کی صورت میں مختصر طور پر بیان کیا ہے<sup>(۶)</sup>۔

۴- علاوہ ازیں مالکیہ نے اپنی تفصیلی فروعات میں تصریح کی ہے کہ بیع کے لزوم وثبوت میں چھونے پر اکتفاء کرنا پھر اس کے کہ کپڑا

(۱) حدیث: ”لم یبیع عن یسین ولسین“ کی روایت بخاری (فتح الباری

۳/۵۸۳، ۳/۵۹۰ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۱۱۵ طبع بیروت) نے کی ہے۔

(۲) رد المحتار ۳/۱۰۹، المشرع المکیر للردودیر ۳/۵۶۳، شرح المکمل علی المنہاج

۱/۷۶۲، اور المشرع المکیر فی ذیل المغنی ۳/۲۹۳ کا فہم بھی یہی ہے۔

(۳) رد المحتار ۳/۱۰۹، شرح المکمل علی المنہاج ۳/۷۶۲۔

(۴) تبیین الحقائق ۳/۲۸۔

(۵) حوالہ سابق، شرح المکمل علی المنہاج ۳/۷۶۲۔

(۱) المغنی ۳/۵۸۳، المشرع المکیر فی ذیل المغنی ۳/۲۹۳۔

(۲) شرح المکمل علی المنہاج ۳/۷۶۲، نیز دیکھئے المشرع المکیر للردودیر مع حاشیہ الدسوقی ۳/۵۶۳۔

(۳) شرح المکمل علی المنہاج ۳/۷۶۲۔

(۴) شرح الغنائی علی الہدایہ ۶/۵۵۔

(۵) المشرع المکیر فی ذیل المغنی ۳/۲۹۳۔

(۶) نیل الاوطار ۵/۱۵۱۔

## بیع مامسہ ۴، بیع منابذہ ۱

کھولا جائے اور اس کے اندر کی صورت حال معلوم کی جائے، یہی بیع کو فاسد کرنے والا ہے، مالک نے کہا: لہذا اگر اس میں غور و فکر سے قبل شی اس شرط پر بیچ دے کہ بعد میں اس کو دیکھ لے گا، اگر پسند آگیا تو روک لے گا ورنہ روک دے گا تو یہ بیع جائز ہے<sup>(۱)</sup>۔

## بیع منابذہ

۱- بیع منابذہ بھی دو جاہلیت کی بیوع میں سے ہے۔  
صحیح احادیث میں اس سے ممانعت ثابت ہے جیسا کہ مامسہ سے ممانعت ثابت ہے<sup>(۱)</sup>۔ اور بعض احادیث میں اس کی تشریح ہے۔

فقہاء نے اس کی حسب ذیل صورتیں بیان کی ہیں:

الف۔ خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینک دے، ان دونوں میں کوئی بھی دوسرے کے کپڑے کو نہ دیکھے یا اس کی طرف بلا تامل پھینک دے جیسا کہ مالک کی تعبیر ہے<sup>(۲)</sup>۔ اس شرط کے ساتھ کہ پھینکانا ہی بیع قرار دیا جائے<sup>(۳)</sup> یہ تشریح حضرت ابوسعید خدریؓ سے صحیح مسلم میں منقول ہے: ”کہ یہی ان کی بیع ہو بغیر دیکھے اور بغیر رضامندی کے“<sup>(۴)</sup>، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے منقول ہے<sup>(۵)</sup>۔



(۱) ان احادیث کی طرف رجوع کیا جائے جو ”بیع الملامسہ فقرہ ۱“ کے تحت منابذہ سے ممانعت کے سلسلہ میں گزریں۔

(۲) الشرح الکبیر بحامیۃ الدسوقی ۵۶/۳۔

(۳) رد المحتار ۱۰۹/۳، نیز دیکھئے: بیع القدر ۵۵/۶، الشرح الکبیر للمصنف فی ذیل المغنی ۳۹/۳۔

(۴) مذکورہ حدیث کے بیع ملامسہ فقرہ ۱ کے تحت دیکھی جائے۔

(۵) تبیین الحقائق ۲۸/۳، بحوالہ الشیخ۔

(۱) حامیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۵۶/۳۔

## بیع منابذہ ۲

صورت میں جس کو حنفیہ نے ذکر کیا ہے) اس معنی میں ہے کہ جب میں تمہاری طرف کپڑا پھینکوں تو تم پر اس کی خریداری لازم ہوگئی۔ اور تملیکات میں تعلیق کا احتمال نہیں رہتا، اس لئے کہ اس سے جوئے کا مفہوم پیدا ہوتا ہے<sup>(۱)</sup>۔

۴- اس لئے کہ اس میں عدم رؤیت یا عدم صیغہ یا شرط فاسد ہے، جیسا کہ شافعیہ نے توجیہ کی ہے<sup>(۲)</sup>۔



ب۔ یہ کہ دونوں پھینکنے کو بیع قرار دیں یعنی ایجاب وقبول کے بجائے اسی پر اکتفاء کریں، ان میں سے ایک کہے: میں تمہاری طرف ایک کپڑا اس میں پھینک رہا ہوں، اور دوسرا شخص اس کو لے لے<sup>(۱)</sup> (پہلی صورت میں مشارکت تھی اور اس میں نہیں ہے)۔

ج۔ یہ کہنے میں نے اسے تمہارے ہاتھ اتنے میں فروخت کر دیا، اس شرط پر کہ میں جب اس کو تمہاری طرف پھینکوں گا تو بیع لازم ہو جائے گی اور خیار ختم ہو جائے گا<sup>(۲)</sup>۔

د۔ یہ کہنے: جو بھی کپڑا تم میری طرف پھینکو گے اس کو میں نے اتنے میں خرید لیا، یہ امام احمد رحمہ اللہ کے کلام کا ظاہر ہے<sup>(۳)</sup>۔

اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ اس سے قبل ثمن کے بارے میں ان کے درمیان آمادگی اور گفتگو ہو چکی ہو، ورنہ ممانعت کی وجہ ثمن کا ذکر نہ ہونا ہوگی، اور حنفیہ کے حوالہ سے آپکا ہے کہ ثمن سے سکوت کی وجہ سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، اور اس کی نفی سے بیع باطل ہو جاتی ہے۔

۲- یہ تمام صورتیں فاسد ہیں اہل علم کا اس میں کوئی اختلاف نہیں، ابن قدامہ اور دیگر فقہاء نے اس کی صراحت کی ہے اور فساد کی علت یہ بتائی ہے:

۱- سابقہ صحیح حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے۔

۲- اس میں جہالت ہے، یہ توجیہ حنفیہ و حنابلہ نے کی ہے<sup>(۳)</sup>۔

۳- تملیک کو خطرہ پر مطلق کرنا، اس لئے کہ بیع منابذہ (پہلی

(۱) شرح المکلی ۱/۲۶۲، نیز دیکھئے: تحفۃ المحتاج ۳/۲۹۳۔

(۲) شرح المکلی علی الصہاج ۳/۱۷۶۔

(۳) المغنی ۳/۲۷۵، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۲۹۳، نیز دیکھئے: کشاف القناع ۳/۱۶۶۔

(۴) رد المحتار ۳/۱۰۹، فتح القدیر ۶/۵۵۶، المغنی ۳/۲۷۵۔

(۱) رد المحتار ۳/۱۰۹، العنایہ شرح الہدایہ ۶/۵۵۶، نیز مذکورہ مقام پر علی فتح القدیر سے سوازیہ کریں، المغنی ۳/۲۷۵۔

(۲) شرح المکلی ۱/۲۶۲، تحفۃ المحتاج ۳/۲۹۳، ۳/۲۹۳۔



## بیع منہی عنہ ۱-۳

خارجی نہ ہو اور نہ حقیقت و ماہیت مراد لینے کا قصد ہو<sup>(۱)</sup>۔

لہذا آیت کے معنی کا حاصل یہ ہوا کہ ہر بیع حلال ہے، اور یہ لفظ کے عموم سے ماخوذ ہے۔

اس آیت کے بارے میں اہل علم کے یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ آیت کو کہ عموم کے طور پر وارد ہے، لیکن اس میں تخصیص ہے، اس لئے کہ فقہاء کا مختلف اقسام کی بیوع کی ممانعت پر اتفاق ہے (جیسا کہ رازی و حصاص کہتے ہیں اور جیسا کہ آئے گا) مثلاً قبضہ سے پہلے کی بیع، جو چیز انسان کے پاس نہیں اس کی بیع، غرر اور مجہول کی بیع اور حرام اشیاء کا عقد بیع۔

آیت کے لفظ سے ان بیوع کا جواز ثابت ہوتا تھا، لیکن ان کو دلائل کے سبب آیت سے خاص کر لیا گیا ہے، اس کے باوجود آیت کی تخصیص ان صورتوں میں جن میں تخصیص کی دلیل موجود نہ ہو، آیت کے لفظ کے عموم کا اعتبار کرنے سے مانع نہیں<sup>(۲)</sup>۔

### نہی کا موجب:

۳- نہی کا موجب جمہور کے نزدیک تحریم ہے الا یہ کہ تحریم سے ہٹا کر کسی اور تقاضے مثلاً کراہت یا رہنمائی یا دعا وغیرہ کی طرف پھیرنے والا قریبہ موجود ہو<sup>(۳)</sup>۔ اس سلسلے میں اختلاف اور تفصیل

## بیع منہی عنہ

### تعریف:

۱- ”بیع“ کے لغوی اور اصطلاحی معنی پر گفتگو اصطلاح ”بیع“ میں گزر چکی ہے۔

لفظ منہی عنہ فعل ”نہی“ سے اسم مفعول کا صیغہ ہے۔

”نہی“ کا معنی لغت میں کسی چیز سے روکنا ہے۔ یہ ”امر“ کی ضد ہے۔

اصطلاح میں ”نہی“ کا معنی کسی چیز سے رکنے کا حاکمانہ طور پر مطالبہ کرنا ہے۔

کوئی عارض نہ ہو تو بیع میں اصل حلت ہے:

۲- بیع میں اصل لباحث اور صحت ہے، تا آنکہ ممانعت یا فساد کی دلیل آجائے۔

اس کی دلیل فرمان باری ہے: ”وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ“<sup>(۱)</sup> (حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے) یہ حکم ہر طرح کی بیوع کی لباحث میں عام ہے، اور عموم کی دلیل یہ ہے کہ لفظ بیع مفرد الف اور لام کے ساتھ آیا ہے، اور الف اور لام کے ساتھ مفرد لفظ اہل اصول کے نزدیک عموم کا معنی دیتا ہے، بشرطیکہ کوئی عہد ذہنی یا

(۱) دیکھئے التوضیح لصدر الشریعہ بہامش شرح الخلوۃ ج ۱، ۵۳، طبع محمد علی مسیح، قاہرہ ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۱ء۔

(۲) احکام القرآن لابی بکر الرازی الجصاص ۲/۶۹، طبع الآستانہ ۱۳۳۵ھ الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۳/۵۶، طبع دارالکتب العربیہ برائے طباعت و اشاعت، قاہرہ ۱۳۸۷ھ ۱۹۶۷ء۔

(۳) مسلم الشبوت فی ذیل المستصحبی ۱/۳۹۶، طبع بولاق ۱۳۲۲ھ، شرح المعتمد علی مختصر المنتقى لابن الحاجب ۲/۹۵، طبع بولاق ۱۳۱۶-۱۳۱۹ھ، لاحکام فی اصول الاحکام لمدنی ۲/۳۱۵، ۲۷۵، طبع دارالکتب العلمیہ، بیروت۔

(۱) سورہ بقرہ ۲۷۵۔

## بیع منہی عنہ ۴-۵

کی شکل سنت کو عمداً اور بغیر استخفاف کے ترک کرنا ہے، اس لئے کہ سنت پر عمل کرنا مندوب ہے، اور اس کے ترک پر ملامت کی جاتی ہے، نیز معمولی سا گناہ بھی لاحق ہوتا ہے<sup>(۱)</sup>۔

ایک طرف اگر حنفیہ کے یہاں صراحت ہے کہ ان کے کلام میں لفظ مکروہ مطلق بولا جائے تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہے بشرطیکہ تنزیہی ہونے کی صراحت نہ کر دی جائے<sup>(۲)</sup>، تو مالکیہ کے یہاں اس کے برعکس کی صراحت ہے کہ مطلق بولنے کی صورت میں کراہت سے مراد محض تنزیہی ہے<sup>(۳)</sup>۔

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک کراہت کا اطلاق اسی چیز پر ہوتا ہے جو دوسرے فقہاء کے یہاں کراہت تنزیہی ہے۔

### بیع سے منہی کے اسباب

۴- اسباب منہی عقد سے متعلق ہوں گے یا غیر عقد سے، اور عقد سے متعلق اسباب میں کچھ کا تعلق محل عقد سے ہے اور کچھ کا تعلق لازم عقد سے ہے۔

### محل عقد سے متعلق اسباب:

محل عقد معقود علیہ (وہ شیء جس پر عقد کیا جائے) ہے۔ اس میں فقہاء نے چند شرائط لگائی ہیں:

### معقود علیہ سے متعلق پہلی شرط:

۵- یہ کہ معقود علیہ عقد کے وقت موجود ہو یعنی معدوم نہ ہو، لہذا فقہاء

ہے جس کو اصولی ضمیمہ اور اصطلاح ”منہی“ میں دیکھا جائے۔ اگر کوئی قرینہ یا دلیل ایسی پائی جائے جو منہی کو تحریم سے پھیر دے تو منہی سے مراد کراہت ہوگی، اور کراہت لغت میں محبت کی ضد ہے، اور اصطلاح میں حسب ذیل معانی ہیں:

الف- مکروہ تحریمی: جو حرمت کے زیادہ قریب ہو بایں معنی کہ اس سے جہنم کی سزا کے استحقاق سے کم درجہ کا جرم متعلق ہو، مثلاً شفاعت سے محرومی، حنفیہ کے نزدیک مطلق کراہت کا مصداق یہی ہے، لیکن یہ امام محمد کے نزدیک حرام ہے جس کی حرمت دلیل ظنی سے ثابت ہے۔

ب- مکروہ تنزیہی: مکروہ تنزیہی وہ ہے جو حلال ہونے کے زیادہ قریب ہو بایں معنی کہ اس کا ارتکاب کرنے والے کو کوئی سزا نہ ہو، لیکن اس کو ترک کرنے والے کو ادنیٰ ثواب ملے<sup>(۱)</sup>، لہذا اس کا ترک اس کے فعل سے افضل ہے، مکروہ تنزیہی کے مترادف ”خلاف اولیٰ“ ہے، اور بکثرت اس کا بھی استعمال ہوتا ہے۔

لہذا اگر مکروہ کا ذکر کریں تو اس کی دلیل پر غور کرنا ضروری ہوگا:

الف- اگر وہ دلیل منہی ظنی ہو تو مکروہ تحریمی کا حکم لگایا جائے گا، الا یہ کہ منہی کو تحریم سے استنباط کی طرف پھیرنے والی کوئی چیز پائی جائے۔

ب- اگر وہ دلیل منہی نہ ہو، بلکہ ایک درجہ غیر قطعی ترک کا معنی بتاتی ہو تو یہ مکروہ تنزیہی ہے۔

مکروہ تحریمی اور مکروہ تنزیہی کے درمیان ایک درجہ ”إساءت“ ہے جو مکروہ تحریمی سے نیچے اور مکروہ تنزیہی سے اوپر کا درجہ ہے، اس

(۱) الدر المختار رد المحتار ۸/۸۹، ۳۱۸، ۳۱۹ طبع بلاق ۱۲۷۵ھ۔

(۲) رد المحتار ۱۵۰۔

(۳) جامعہ الصدوق علی شرح کلتیہ الطالب ۱/۱۳۸، ۱۳۹ طبع مطبعہ عیسیٰ المہابی الحلی، قاہرہ۔

(۱) التبیح والوضحیح مع شرح الخلوخ للفتاویٰ ۱۲۶/۲۔

## بیع منہی عنہ ۶

ہے (۱)، اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کی یہ روایت ہے: "ان النبی ﷺ نہی عن بیع المضامین والملاحیح وحبل الحبلہ" (۲) (نبی کریم ﷺ نے مضامین، ملاحیح اور حبل الحبلہ کی بیع سے منع فرمایا)۔

نیز حضرت سعید بن المسیب کا قول ہے: حیوان میں ربا نہیں ہے، حضور ﷺ نے جانوروں سے متعلق صرف تین چیزوں سے منع فرمایا ہے: مضامین، ملاحیح اور حبل الحبلہ (۳)۔

نیز اس بیع میں غرر ہے، ہو سکتا ہے کہ اونٹنی بچہ نہ جنے یا اس سے قبل مر جائے، لہذا یہ معدوم کی بیع ہے اور اس چیز کی بیع ہے جس کے معدوم ہونے کا خطرہ ہے (۴)۔

شافعیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہ ایسی چیز کی بیع ہے جو نہ ملکیت میں ہے نہ معلوم ہے، اور نہ ہی اس کی سپردگی پر قدرت ہے (۵)۔

حنابلہ نے اس کی توجیہ میں کہا کہ جہالت ہے، اس لئے کہ اس کی صفت اور اس کی زندگی معلوم نہیں ہے، اور اس لئے کہ اس کی سپردگی پر قدرت نہیں ہے (۶)۔ اور جب حمل کی بیع جائز نہیں تو حمل کے حمل کی بیع بدرجہ اولیٰ ناجائز ہوگی۔

۶- معدوم کی بیع ہی کے قبیل سے بیع مسب الحمل (سانڈ سے جفتی

کے نزدیک معدوم کی بیع نہیں ہوگی، اور اس کو باطل مانا جائے گا۔ اس کی شکل حسب ذیل بیوت میں ہے: "مضامین"، "ملاحیح"، اور حبل الحبلہ کی بیع، اور شکم مادر میں موجود جنین کی بیع۔

مضامین: "مضمون" مجنون کے ہم وزن کی جمع ہے اور اس سے مراد جمہور اور بعض مالکیہ جیسے ابن جزری کے نزدیک وہ مادہ جو ز کی پشت میں ہے (۱)۔

ملاحیح: "مملقوۃ" اور "مملقوۃ" کی جمع ہے، اور اس سے مراد مادہ چوپایوں اور گھوڑیوں کے شکم کے جنین ہیں (۲)۔

امام مالک نے کہا: مضامین سے مراد اونٹنیوں کے شکم کے جنین، اور ملاحیح سے مراد نر جانوروں کی پشت میں موجود مادہ کی بیع ہے (۳)۔

بیع حبل الحبلہ کی بیع سے مراد نتاج (پیدا ہونے والے بچہ) کے نتاج کی بیع یعنی یہ اونٹنی یا یہ جانور جو بچہ جنے گی اس بچہ کے بچہ کو فروخت کرنا، لہذا اس کے بچہ کے بچہ کو نتاج کہا جاتا ہے (۴)۔

ان تمام بیوع کے باطل ہونے میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

ابن المنذر نے کہا: بالاجماع ملاحیح و مضامین کی بیع ناجائز

(۱) الدر المختار ۴/۱۰۲، فتح القدیر ۶/۵۰، القوانین الفقیہ ۱/۶۹ طبع بیروت ۱۹۷۷ء شرح لکھنؤ علی المہاج ۲/۱۷۶ طبع سوم مطبعہ مصطفیٰ البابی الحلبي، قلمبرہ ۵/۱۳۵۶ ۱۹۵۶ء المغنی ۳/۲۷۶، شرح المکبیر فی ذیل المغنی ۳/۲۷۶ طبع بیروت ۱۳۹۲ھ۔

(۲) الدر المختار ۴/۱۰۲، فتح القدیر ۶/۵۰، شرح لکھنؤ علی المہاج ۲/۱۷۶۔

(۳) شرح المکبیر للدرر مع حاشیہ الدرر ۳/۵۷ طبع عتیق البابی الحلبي، المغنی ۳/۲۷۶، شرح المکبیر فی ذیل المغنی ۳/۲۷۶، فتح القدیر ۶/۵۰، نصب الرایۃ ۱۰/۱۰۹۔

(۴) بدائع الصنائع ۵/۳۸، شرح لکھنؤ وحاشیہ عمیرہ ۲/۵۶۷، المغنی ۳/۲۷۶، شرح المکبیر فی ذیل المغنی ۳/۲۷۶، الدر المختار رہامش در المختار ۴/۱۰۲۔

(۱) المغنی ۳/۲۷۶، شرح المکبیر فی ذیل المغنی ۳/۲۷۶۔

(۲) حدیث ابن عباسؓ "لہی عن بیع المضامین و الملاحیح....." کی روایت طبرانی نے کی ہے، شمس نے کہا اس میں اسماعیل بن ابی حبیہ ہے جس کی امام احمد نے توثیق اور جمہور ائمہ نے تصحیف کی ہے (مجمع الزوائد ۳/۱۰۳ طبع القدسی)۔

(۳) فتح القدیر مع شرح العنایہ والکفایہ ۶/۵۰ طبع بیروت۔

(۴) بدائع الصنائع ۵/۳۸، فتح القدیر ۶/۵۰۔

(۵) شرح النسخ بحاشیہ الجمل ۳/۷۰، نیز دیکھئے شرح لکھنؤ علی المہاج ۲/۱۷۶۔

(۶) المغنی ۳/۲۷۶، شرح المکبیر ۳/۲۷۶، کشاف القناع ۳/۱۶۶۔



## بیع منہی عنہ ۷

کرائے کی بیع)۔

یعنی جس کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے، اور اس کو خرچ کیا جاتا اور روکا جاتا ہے<sup>(۱)</sup>۔ (دیکھئے: اصطلاح ”مال“)، لہذا غیر مال کی بیع منعقد نہ ہوگی، اس کی مثال یہ ہے کہ مسلمان کسی مردار کی بیع کرے تو یہ باطل ہے، وہ طبعی طور پر مرا ہوا گلا گھونٹ کر مارا گیا ہو یا کسی اور غیر شرعی ذبح کے ذریعہ مرا ہو۔ اس کی دلیل یہ فرمان باری ہے: ”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ“<sup>(۲)</sup> (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار اور خون)، اس سے مستثنیٰ صرف مچھلی اور ٹڈی ہیں جس کی دلیل یہ فرمان نبوی ہے: ”أَحَلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ: فَأَمَّا الْمَيْتَتَانِ فَالْحَيَوَاتُ وَالْجُرَادُ، وَأَمَّا الدَّمَانِ فَالْكَبِدُ وَالطَّحَالُ“<sup>(۳)</sup> (ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے ہیں: مردار مچھلیاں اور ٹڈی ہیں، اور خون جگر اور تکی ہیں)۔

ربا ذمی کا مردار فروخت کرنا: تو اگر وہ فطری موت مرا ہو یعنی ضرب و قتل کے ذریعہ نہ مرا ہو (یعنی رتق باقی رہنے تک اس کی سانس جاری رہی ہو) تو وہ بالاتفاق مال نہیں۔

جو جانور فطری موت نہ مرا ہو بلکہ گلا گھونٹنے کے سبب مرا ہو یا ذمی کے دین کے مطابق اس کو مارا گیا ہو، اور ہماری شریعت میں وہ ذبح نہ ہو تو اس کی بیع کے جواز و فساد کے بارے میں حنفیہ کے یہاں مختلف روایتیں ہیں: امام ابو یوسف سے جواز کی روایت اور امام محمد

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے، وہ فرماتے ہیں: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ ثَمَنِ عَسَبِ الْفَحْلِ“<sup>(۱)</sup> (آپ ﷺ نے زکری جفتی کے ثمن سے منع فرمایا)۔ ایک اور روایت میں ہے: ”عَنْ عَسَبِ الْفَحْلِ“ (سانڈ سے جفتی کرانے سے منع فرمایا)۔ اس روایت کے بارے میں کاسانی نے کہا: بذات خود عسب (جفتی) پر نبی کو محمول کرنا ممکن نہیں، اس لئے کہ عاریت کے طور پر ایسا کرنا جائز ہے، لہذا انہی کو بیع اور اجارہ پر محمول کیا جائے گا، لیکن اس چیز کو یہاں پر محذوف اور مضر رکھا گیا ہے<sup>(۲)</sup>، جیسا کہ اس فرمان باری میں ہے: ”وَسَلَّ الْقَرْيَةَ“<sup>(۳)</sup> (آپ اس بستی والوں سے دریافت کر لیجئے)۔

شافعیہ نے اس حدیث کی تاویل و تشریح میں تقریباً یہی لکھا ہے، انہوں نے اس کے تین طرح کے احتمالات کا ذکر کرتے ہوئے (دوسرے علماء کی طرح) اس کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے اور کہا: اس کے نطفہ کا ثمن حرام ہے، اس کو فروخت کرنا باطل ہے، اس لئے کہ وہ غیر معلوم بے قیمت اور سپردگی پر قدرت سے خالی ہے<sup>(۴)</sup>۔

## محکم عقد سے متعلق دوسری شرط:

۷۔ یہ کہ معقود علیہ مال ہو، مال سے مراد فقہی اصطلاح والا مال ہے

(۱) حدیث ابن عمرؓ: ”نَهَى النَّبِيُّ ﷺ عَنْ ثَمَنِ عَسَبِ الْفَحْلِ“ کی روایت بخاری (بیع المبارکی ۳۶۱/۳ طبع استقویہ) نے کی ہے۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۱۳۹۔

(۳) سورہ یوسف ۸۲۔

(۴) تحفۃ المحتاج بشرح المنہاج لابن حجرؒ مع جامعہ الشرائع و المعادی

۳۹۳، کشاف القناع ۳/۱۶۶، المغنی ۳/۲۷۷۔

(۱) الدر المختار بحوالہ درر الحکام ۳/۱۰۰۔

(۲) سورہ مائدہ ۳۔

(۳) حدیث: ”أَحَلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ.....“ کی روایت ابن ماجہ

(۲/۱۰۷۳ طبع عیسیٰ الخلیلی) نے حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے، دارقطنی

نے حضرت ابن عمرؓ پر اس کے متوقف ہونے کو درست کہا ہے ابن حجر نے اس

کو نقل کرنے کے بعد اس پر یہ تبصرہ کیا ہے: ”متوقف روایت ہے جس کو ابو حاتم

وغیرہ نے صحیح قرار دیا ہے، وہ مروی ہے کہ حکم میں ہے (تخصیص الجیر ۲۶۱ طبع

شرکتہ المطابعہ النوریہ)۔

## بیع منہی عنہ ۸

کی ہے (۱)۔

مردار اور خون وغیرہ کی تحریم کی علت حنفیہ کے نزدیک مالیت کا نہ ہونا، اور دوسرے حضرات کے نزدیک نجاست عین ہے (۲)۔

محل عقد میں مالیت کے نہ ہونے کی صورتوں میں سے آزادی کی بیع، اسی طرح آزاد کو شمن بنا کر اس کے عوض بیع، یعنی اس پر ”باء“ داخل کر کے کہنے ”بعتک هذا البيت بهلنا الغلام“ حالانکہ وہ غلام نہیں بلکہ آزاد ہو، اس لئے کہ حقیقت بیع مال کامل سے تبادلہ ہے، اور وہ یہاں موجود نہیں، اس لئے کہ وہ مال نہیں ہے (۳)۔

اس بیع کی تحریم پر سخت وعید اس حدیث میں وارد ہے: ”ثلاثة أنا خصمهم يوم القيامة، ومن كنت خصمه خصمته، رجل أعطى بي ثم غلب، ورجل باع حراً فاكل ثمنه، ورجل استأجر أجيراً، فاستوفى منه ولم يعطه أجره“ (۴) (میں قیامت کے دن تین آدمیوں کا فریق ہوں گا اور جس کا میں فریق ہوں گا اس کو مغلوب کر دوں گا: ایک وہ شخص جس نے میرا مال لے کر عہد کیا، پھر فریب کیا، دوسرے وہ جس نے آزاد کو فروخت کر کے اس کا شمن کھایا، تیسرے وہ جس نے مزدور سے پوری محنت لی، پھر اس کی مزدوری نہ دی)۔

تیسری شرط: مالیت والا ہونا:

۸۔ محل عقد سے متعلق شرائط میں اس کے مال ہونے کے ساتھ

سے فساد کی روایت ہے، باطل ہونے کی کوئی روایت نہیں (۱)۔

غیر حنفیہ بیع کے باطل ہونے کے تعلق سے فطری طور پر مردہ، اور غیر فطری طور پر مردہ جانور کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

ابن المنذر نے کہا: مردار یا اس کے کسی جز کی بیع کے عدم جواز پر اہل علم کا اجماع ہے (۲)۔

تحریم کی دلیل یہ حدیث نبوی ہے: ”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“ (۳) (اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر، اور بتوں کی بیع کو حرام کیا ہے)۔

دم مسفوح (جاری خون) کی بیع حرام اور غیر منعقد ہوگی، اس کی دلیل یہ فرمان باری ہے: ”أَوْ ذَمًا مَسْفُوحًا“ (۴) (یا بہتا ہوا خون)، ”مسفوح“ کی قید سے جو اس کے علاوہ ہے وہ خارج ہو گیا، لہذا اس کی بیع جائز ہے، مثلاً جگر اور تلی (۵)، ان دونوں کو تحریم سے مذکورہ بالا حدیث کے سبب استثناء کیا گیا: ”أحللت لنا ميتتان و دمان.....“ (ہمارے لئے دو مردار، اور دو خون حلال کئے گئے ہیں.....) اس میں کوئی اختلاف نہیں، ابن المنذر اور شوکانی نے اس کی بیع کے حرام ہونے پر اہل علم کے اجماع کی صراحت

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۱۰/۳۔

(۲) اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۳، نیز دیکھئے: اشرح الکبیر للرد ۱۰/۳، شرح المکلی علی المصباح ۳/۵۷۰۔

(۳) حدیث: ”إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة.....“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳/۳۳ طبع المستقیم) نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔

(۴) سورۃ النعام ۱۳۵۔

(۵) الدر المختار ۱۰/۳۔

(۱) اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۳، نیل الاوطار ۵/۱۳۳۔

(۲) دیکھئے: قوانین الفقہیہ ۱۶۳، اشرح الکبیر للرد ۱۰/۳، شرح المکلی علی المصباح ۳/۵۷۰۔

(۳) الدر المختار ۱۰/۳، بدائع الصنائع ۵/۱۳۰۔

(۴) حدیث: ”ثلاثة أنا خصمهم.....“ کی روایت بخاری (بیع الباری ۳/۳۳ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

## بیع منہی عنہ ۹

ساتھ، اس کا مقوم ہونا بھی ہے۔

حنفیہ کے نزدیک مقوم ہونا دو طرح سے ہے:

عرفی: جو حفاظت میں لینے کے ذریعہ ہوتا ہے، لہذا غیر محفوظ مثلاً شکار اور گھاس، مقوم نہیں۔

شرعی: جو انتفاع کی لباحت کے ذریعہ ہوتا ہے، اور یہاں یہی مراد ہے۔

لہذا اس مفہوم کے لحاظ سے جو مال مقوم نہ ہو یعنی اس سے انتفاع مباح نہ ہو، اس کی بیع باطل ہے<sup>(۱)</sup>۔

بعض فقہاء مالیت، اور تقوم کے بجائے طہارت اور نفع کی شرط لگاتے ہیں جیسا کہ مالکیہ اور شافعیہ نے کیا ہے<sup>(۲)</sup>۔

بعض نے تقوم کی اس شرط کے بجائے صرف مالیت کی شرط لگائی ہے، جو ان کے نزدیک مال کی اس تعریف کی وجہ سے ہے کہ مال وہ جس میں کوئی غیر حرام منفعت ہو، اور وہ بلا حاجت یا ضرورت کے مباح ہو۔ اور یہ جنابہ ہیں۔

”منفعت“ کی قید سے وہ خارج ہو گیا جس میں کوئی منفعت نہیں مثلاً کپڑے مکڑے، اور وہ جس میں حرام منفعت ہو مثلاً شراب، اور جس میں حاجت کی وجہ سے مباح منفعت ہو مثلاً کتا، اور جس میں ضرورت کی وجہ سے مباح منفعت ہو مثلاً مخمض (سخت بھوک) کی حالت میں مردار<sup>(۳)</sup>۔

۹۔ غیر مقوم کی مثالوں میں سے خمر اور خنزیر کی بیع ہے، یہ جمہور فقہاء کے نزدیک فاسد ہے۔

اس کی علت اس کے عین کا نجس ہونا ہے، اور ان ہی دونوں کے حکم میں بقیہ نجس اعمین کو رکھا گیا ہے<sup>(۱)</sup>۔ اسی طرح ہر اس چیز کو جس کی نجاست اصلی یا ذاتی ہو اور اس کی تطہیر ناممکن ہو<sup>(۲)</sup>۔ ابن قدامہ نے ابن المنذر سے نقل کیا ہے کہ اس قول پر اہل علم کا اجماع ہے<sup>(۳)</sup>۔ اس کی دلیل حضرت جابر کی یہ سابقہ حدیث ہے: ”إن الله و رسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام“<sup>(۴)</sup> (اللہ نے اور اس کے رسول نے شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی بیع کو حرام کیا ہے)۔

حنفیہ کے یہاں فرق ہے: اگر ان مذکورہ چیزوں کی بیع ثمن یا ذمہ میں واجب دین کے عوض ہو تو باطل ہے، لیکن اگر ان کی بیع ”اعیان“ یا ”عروض“ کے عوض ہو تو شراب میں بیع باطل ہوگی اور اس کے بالمقابل اعیان و عروض میں فاسد ہوگی فرق کی وجہ یہ ہے کہ بیع عی بیع میں اصل ہے، اور شراب وغیرہ تملیک کا محل نہیں ہوتی، اس لئے ان میں بیع باطل ہوگی تو ان کا ثمن بھی باطل ہوگا۔

لیکن اگر ثمن عین ہو تو اس صورت میں وہ ایک لحاظ سے بیع ہے جس کو ملکیت میں لیما مقصود ہوتا ہے، لیکن اس کو قیمت بنانا فاسد ہو گیا، اس لئے اس کی قیمت واجب ہوگی، نہ کہ وہ شراب جس کو بطور قیمت مقرر کیا گیا ہے<sup>(۵)</sup>۔

(۱) شرح المکمل علی المسماح ۲/۱۵۵۔

(۲) المشرح الکبیر للردیہ ۳/۱۰، شرح الخرشنی علی مختصر فہرست بھائیہ العدوی ۵/۱۵ طبع بیروت۔

(۳) کشاف القناع ۳/۱۵۲، المشرح الکبیر بذیل المغنی ۳/۱۳۔

(۴) حدیث: ”إن الله حرم بيع الخمر و الميتة...“ کی تخریج فقہرہ ۷/۷ کے تحت آچکی ہے۔

(۵) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۰۳، ۱۰۴، تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۳/۳۳، ۳۵ طبع دار المعرفہ بیروت۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۰۳۔

(۲) دیکھئے التواہین المعربہ ص ۶۳، المشرح الکبیر للردیہ ۳/۱۰، شرح المکمل علی المسماح ۲/۱۵۵۔

(۳) کشاف القناع ۳/۱۵۲۔



## بیع منہی عنہ ۱۰-۱۱

۱۰- خفیہ کے نزدیک غیر متقوم عی کی مثالوں میں سے وہ مردار ہے جو فطری موت نہ مرا ہو، بلکہ گلا گھونٹنے وغیرہ کی وجہ سے مرا ہو، اس لئے کہ وہ ذمی کے یہاں شراب کی طرح مال ہے<sup>(۱)</sup>، مالیت کی شرط میں اس پر بحث ہو چکی ہے۔

۱۱- غیر متقوم سے متعلق وہ ناپاک ہو جانے والی چیز ہے جو ناقابل تطہیر ہو مثلاً لکھی، تیل، شہد، دودھ اور سرکہ۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ میں سے اکثر کا مشہور اور اصح مذہب ان کی بیع کا عدم جواز ہے، اس لئے کہ ان کا کھانا حرام ہے، کیونکہ حضور ﷺ سے اس چوہیا کے بارے میں دریافت کیا گیا جو لکھی میں مر گئی ہو تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”وإن كان مانعا فلا تقربوه“<sup>(۲)</sup> (اور اگر سیال ہو تو اس کے قریب نہ جاؤ)۔ اور جب حرام ہے تو اس کی بیع ناجائز ہوگی، کیونکہ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں فرمان نبوی ہے: ”لعن الله اليهود، حرمت عليهم الشحوم، فحملوها (أي أذا بها) فباعوها.....“<sup>(۳)</sup> (اللہ کی لعنت یہودیوں پر ہو کہ ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اس کو پگھلا کر فروخت کر دیا)۔ نیز اس لئے کہ وہ نجس ہے، لہذا مردار کی چربی پر قیاس کرتے ہوئے اس کی بیع ناجائز ہوگی، اس لئے کہ وہ نجس العین کے معنی میں ہے<sup>(۴)</sup>۔

اسی طرح خفیہ نے مذکورہ چیزوں کی بیع میں مسلمان اور ذمی کے درمیان فرق کیا ہے، اس سلسلہ میں کاسانی کہتے ہیں: خنزیر کی بیع مسلمان کی طرف سے منعقد نہ ہوگی، اس لئے کہ مسلمانوں کے حق میں وہ مال نہیں، لیکن اہل ذمہ کو آپس میں شراب اور خنزیر کی بیع کرنے سے نہیں روکا جائے گا، جس کی دلیل یہ ہے:

الف۔ ہمارے بعض مشائخ کا قول ہے کہ ان کے لئے اس سے انتفاع شرعاً مباح ہے، جیسا کہ سرکہ اور بکری ہمارے لئے مباح ہیں، لہذا وہ ان کے حق میں مال ہیں، اس لئے ان کی بیع جائز ہوگی، اور سیدنا عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے شام میں اپنے مخلصین عشر کے پاس لکھا کہ اس کی بیع ان کے ذمہ سوئپ دو، اور اس کے ثمن میں سے عشر لے لو، اگر ان کی طرف سے اس کی بیع جائز نہ ہوتی تو حضرت عمر مخلصین کو یہ حکم نہ دیتے کہ ذمیوں کو ان کی بیع کا کام سوئپ دو۔

ب۔ ہمارے بعض مشائخ سے مروی ہے کہ شراب اور خنزیر کی حرمت مسلمان اور کافر کے حق میں علی العموم ثابت ہے، اس لئے کہ کفار شرائع یعنی حرمت کے مخاطب ہیں، ہمارے اصحاب کے مذہب میں صحیح یہی ہے، لہذا اس کی حرمت مسلمان اور کافر کے حق میں ثابت ہوگی، لیکن ان کو اس کی بیع کرنے سے نہیں روکا جائے گا، اس لئے کہ وہ اس کو حرام نہیں سمجھتے اور وہ اس کو مال بنا کر جمع کرتے ہیں، اور ہم کو حکم ہے کہ ان کو ان کے عقیدہ اور دین پر چھوڑ دیا جائے<sup>(۱)</sup>۔

ابن عابدین رحمہ اللہ کاسانی کی اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس کا ظاہر یہ ہے کہ ان کے درمیان آپس میں اس کی بیع صحیح ہے، کوکہ ”ثمن“ کے عوض فروخت کی جائے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۳۳۔

(۲) رد المحتار ۳/۱۰۴۔

(۱) الدر المختار رد المحتار ۳/۱۰۳، نیز دیکھئے فقرہ ۷۔

(۲) حدیث ”وإن كان مانعا فلا تقربوه.....“ کی روایت ابو داؤد (۱۸۱/۳) تحقیق عزت حمید دھاس نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اس کی اسناد صحیح ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر نے لکھا ہے (فتح الباری ۱/۳۳۳ طبع استنبیہ)۔

(۳) حدیث: ”لعن الله اليهود.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۲۰۷ طبع عیسیٰ الحلبي) نے حضرت عمر بن خطابؓ سے کی ہے۔

(۴) القوانين الکویہ ۲/۱۶۳، شرح المکلی علی الصہاح ۲/۱۵۷، کشاف القناع ۳/۱۶۵، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۵۔

## بیج منہی عنہ ۱۱

مالکیہ نے طے کیا ہے کہ ان کے مذہب میں مشہور یہ ہے کہ اختیاری طور پر اس کی بیج ناجائز ہے، ہاں اضطراری طور پر جائز ہے (۱) مشہور کے بالمقابل امام مالک کی ایک روایت یہ ہے کہ اس کی بیج ناجائز ہے، ابن المبارک اسی پر فتویٰ دیتے تھے۔

ابن رشد نے کہا: امام مالک سے مشہور، اور ”المندونہ“ وغیرہ میں ان کے مذہب سے یہی معلوم ہے کہ اس کی بیج ناجائز ہے، اور اظہر یہ ہے کہ اس کی بیج اس شخص کی طرف سے جائز ہے جو اس کے ذریعہ دھوکہ نہ دے، اور وہ بیان کر دے، اس لئے کہ نجاست کے گر جانے سے اس کا نجس ہونا، اس سے اس کے مالک کی ملکیت کو ساقط نہیں کرتا، اور اس کے تمام منافع ختم نہیں ہوتے، اور یہ بھی ناجائز ہے کہ اس کے حق میں اس کو تلف کر دیا جائے، لہذا اس کے لئے جائز ہے کہ اس کو ایسے شخص کے ہاتھ میں فروخت کر دے جو اس کو اس جگہ صرف کرے جہاں وہ اس کو صرف کر سکتا تھا، اور تیل کے بارے میں یہی حکم ان لوگوں کے مذہب کے مطابق ہے جو اس کے دھونے کو ناجائز کہتے ہیں، لیکن جو لوگ اس کے دھونے کو جائز کہتے ہیں (اور یہ امام مالک سے مروی ہے) ان لوگوں کی رائے کے مطابق اس کی بیج کی صورت وہی ہے جو ناپاک ہونے والے کپڑے کی ہے (۲)۔

ابن جزئی نے ابن رشد کے قیاس کو اس صورت میں شامل کیا ہے جس کو ابن وہب نے اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ اگر وہ اس کو بیان کر دے، اور غیر مساجد میں اس کے ذریعہ چراغ جالانے کے بارے میں اختلاف کی طرف اشارہ کیا ہے (۳)۔

(۱) الشرح الکبیر للبدیع ۱۰/۳۔

(۲) حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر، مذکورہ مقام۔

(۳) التوائین الفقہیہ ص ۱۶۳۔

شافعیہ کے یہاں ایک قول جو ان کے نزدیک اصح کے بالمقابل ہے یہ ہے کہ اگر اس کی تطہیر ممکن ہو اس طور پر کہ اس کو کسی برتن میں رکھ کر اتنا پانی بہایا جائے کہ پانی غالب ہو جائے، اور اس کو ایک لکڑی سے بلایا جائے یہاں تک کہ اس کے تمام اجزاء تک پانی پہنچے تو ناپاک ہونے والے کپڑے پر قیاس کرتے ہوئے اس کی بیج ناجائز ہوگی، لیکن شافعیہ کے یہاں اصح قول بیج سے ممانعت ہے، اس لئے کہ اس کو پاک کرنا ممکن ہے، اس کی دلیل چوہیا والی سابقہ حدیث ہے، اس لئے کہ اگر اس کی تطہیر ممکن ہوتی تو حدیث میں یہ نہ کہا جاتا: ”الْقَوَّهَ وَمَا حَوْلَهَا“ (اس کو اور اس کے اطراف کو پھینک دو) اور ایک روایت میں ہے: ”فَارِيقُوهُ“ (۱) (اس کو بہا دو)، اسی طرح ان کے یہاں ناپاک پانی کی بیج کے بارے میں اختلاف ہے۔

لہذا بعض کے نزدیک بیج ناجائز ہے، اس لئے کہ اس کو اس طرح پاک کرنا ممکن ہے کہ اس میں پانی کا اضافہ کر دیا جائے۔

بعض مالکیہ نے قطعی طور پر ناجائز کہا ہے اور یہی معتمد ہے (جیسا کہ قلیوبی اپنے شیخ کے حوالہ سے کہتے ہیں) اگر پانی دو قلمہ (گھڑے) سے کم ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ فی الحال اس کی نجاست مدنظر ہے، لیکن اگر دو قلمہ سے زائد ہو تو ان کے نزدیک صحیح ہے (۲)۔

اسی طرح حنابلہ نے جو نجس تیل کی بیج کو ناجائز کہتے ہیں امام احمد سے روایت کی ہے کہ کسی کافر کے ہاتھ جو اس کی نجاست سے

(۱) شرح المکلی علی الصہاج ۲/۵۷، تحفۃ المحتاج مع حاشیہ الشروانی ۵/۲۳، ۲۳۶۔

حدیث: ”الْقَوَّهَ وَمَا حَوْلَهَا.....“، اور ایک دوسری روایت میں ”فَارِيقُوهُ“ ہے کی روایت بخاری (فتح الباری ۹/۶۶۸ طبع الاستقویہ) نے

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے کی ہے۔

(۲) شرح المکلی علی الصہاج وحاشیہ قلیوبی ۲/۵۷۔

## بیع منہی عنہ ۱۲

کرے تو مشتری کے لئے خیانت ثابت ہوگا (۱)۔

جبکہ حنفیہ نے (جمہور کے نزدیک اصح اور مشہور کے برخلاف) صراحت کی ہے کہ ناپاک ہو جانے والے تیل (جس میں عارضی طور پر نجاست لگ گئی ہو) کی خرید و فروخت جائز ہے، اور کھانے کے علاوہ مثلاً غیر مساجد میں چراغ جلانے اور دباخت وغیرہ میں اس سے فائدہ اٹھانے کو جائز قرار دیا ہے (۲)۔

حنفیہ نے نجاست آلود تیل، اور مردار کے تیل کے درمیان فرق کیا ہے، کیونکہ مردار کا تیل نجس ہے، اس لئے کہ وہ مردار کا جز ہے، لہذا وہ مال نہیں ہوگا، پس اس کی خرید و فروخت بالاتفاق ناجائز ہوگی جیسا کہ اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے (۳)۔ ابن عابدین نے اس کے لئے اس حدیث سے استدلال کیا: "إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة والخنزير والأصنام، فقيل يا رسول الله! رأيت شحوم الميتة، فإنها يطلى بها السفن، ويدهن بها الجلود، ويستصبح بها الناس؟ فقال: لا، هو حرام" (۴)۔ اللہ نے اور اس کے رسول نے شراب، مردار، سور اور بتوں کی خرید و فروخت حرام قرار دی ہے، دریافت کیا گیا کہ اللہ کے رسول! مردار کی چربی کا حکم بتائیں کہ اس کو کشتیوں پر ملتے ہیں، کھالوں پر لگاتے ہیں، لوگ اس سے چراغ جلاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ حرام ہے۔

۱۲۔ بے قیمت، نجاست اور نجاست آلودہ چیزوں سے متصل مردار

(۱) المشرح الکبیر للردیہ ۱۰/۳۳، نیز دیکھئے شرح لمبلی علی المہاج ۲/۱۵۷، کشاف القناع ۶/۳۳۔

(۲) الدر المختار ۳/۱۱۳۔

(۳) رد المحتار ۳/۱۱۳، نیز دیکھئے تبیین الحقائق ۳/۵۱۳۔

(۴) حدیث: "إن الله ورسوله حرم بيع الخمر والميتة..." کی تخریج فقہرہ کے تحت آچکی ہے۔

واقف ہوا اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ وہ اس کو حلال سمجھتا ہے، اور اس کے کھانے کو مباح قرار دیتا ہے، نیز اس لئے کہ حضرت ابو موسیٰ سے مروی ہے کہ "اس میں سٹو ملا دو، اور فروخت کر دو، لیکن کسی مسلمان کے ہاتھ فروخت نہ کرو، اور اس کو بتا دو"۔ لیکن حنابلہ کے یہاں صحیح عدم جواز ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عباس کی سابقہ حدیث میں ہے: "لعن الله اليهود، حرمت عليهم الشحوم فجملوه" (۱) (یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو کہ ان پر چربی حرام کی گئی تو انہوں نے اس کو گھلایا)۔

نیز اس لئے کہ کسی مسلمان کے ہاتھ اس کی بیع جائز نہیں تو کسی کافر کے ہاتھ بھی جائز نہیں ہوگی، جیسا کہ شراب اور خنزیر، کیونکہ وہ اس کو حلال سمجھتے ہیں تاہم اس کی بیع ان کے ہاتھ ناجائز ہے۔ نیز اس لئے کہ یہ نجس تیل ہے، لہذا اس کی بیع کسی کافر کے ہاتھ جائز نہیں ہوگی جیسا کہ مراد کی چربی (۲)۔

رہا ناپاک ہونے والا کپڑا یا ناپاک ہونے والا برتن، اور اس جیسی دوسری ناپاک ہو جانے والی اشیاء جو دھونے سے پاک ہو جاتی ہیں، تو ان کی بیع کی صحت کی انہوں نے صراحت کی ہے، کیونکہ ان سے تطہیر کے بعد فائدہ اٹھایا جاتا ہے، اور ان کی طہارت ہی اصلی ہے، لہذا ان پر ایسی نجاست عارضی طور پر لگ گئی ہے جس کا زائل کرنا ممکن ہے۔

مالکیہ نے نجاست بیان کرنے کو علی الاطلاق واجب قرار دیا ہے، خواہ کپڑا (مثلاً) نیا ہو یا پرانا، خواہ دھونے سے وہ خراب ہو جائے یا خراب نہ ہو، اور خواہ خریدار نمازی ہو یا نمازی نہ ہو، انہوں نے کہا: اس لئے کہ طبیعت کو اس سے گھن آتی ہے، اور اگر وہ اس کو بیان نہ

(۱) حدیث: "لعن الله اليهود" کی تخریج فقہرہ میں گذر چکی ہے۔

(۲) المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۵۷، کشاف القناع ۳/۱۵۶۔



## بیع منہی عنہ ۱۲

کی ہڈی، اس کی کھال، اس کا اون، اس کا کھر اور اس کے پر وغیرہ ہیں۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ ان کی خرید و فروخت نجاست کے سبب ناجائز ہے، اس لئے کہ فرمان باری ہے: ”حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ“ (۱) (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار) اور یہ سب مردار کے اجزاء ہیں، لہذا حرام ہوں گے، اور ان کی خرید و فروخت ناجائز نہ ہوگی، اور حدیث میں وارد ہے: ”لَا تَسْتَفْعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ يَا هَابَ وَلَا عَصَب“ (۲) (کسی مردار کی کھال اور پٹھے سے فائدہ نہ اٹھائے)، بلکہ حنا بلہ نے صراحت کی ہے کہ مردار کی کسی بھی چیز کی خرید و فروخت جائز نہیں کوکہ یہ مضطر اور مجبور کے ہاتھ ہو، البتہ مچھلی، ہڈی اور جنڈب (بڑی ہڈی) اس سے مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ ان کا کھانا حلال ہے (۳)۔

حنفی نے اس مسئلہ میں آدمی اور غیر آدمی کے درمیان، اور دباغت سے قبل اور دباغت کے بعد مردار کی کھال کے درمیان تفصیل کرتے ہوئے کہا:

الف۔ دباغت سے قبل مردار کی کھال کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے، اس کی دلیل سابقہ حدیث ہے: ”لَا تَسْتَفْعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ يَا هَابَ وَلَا عَصَب“ (کسی مردار کی کھال اور پٹھے سے فائدہ نہ اٹھائے) نیز اس لئے کہ اس کی نجاست ان رطوبتوں کے سبب ہے جو اصل خلقت کے لحاظ سے اس سے متصل ہیں، لہذا وہ مردار

(۱) سورہ مائدہ ۳۔

(۲) حدیث: ”لَا تَسْتَفْعُوا مِنَ الْمَيْتَةِ“ کی روایت ترمذی (۲۲۲/۳) طبع عیسیٰ الخلیلی نے حضرت عبداللہ بن حکیم سے کی ہے ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

(۳) دیکھئے: المشرح الکبیر للذہبی ۱۰۳، شرح المنہج للبیہقیہ الجمل ۲۲۳، کشاف القناع ۱۵۵، ۱۵۶۔

کے گوشت کی طرح ہونگیں، اس کے برخلاف نجس کپڑے کی خرید و فروخت جائز ہے، اس لئے کہ اس کی نجاست اصل خلقت کے لحاظ سے نہیں، لہذا اس کی خرید و فروخت کے جواز سے ممانعت نہیں۔

ب۔ ہاں دباغت کے بعد اس کی بیع اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اس لئے کہ وہ دباغت کے سبب پاک ہوگئی۔

ج۔ رعی ہڈی وغیرہ تو اصل خلقت کے لحاظ سے وہ پاک ہے، اور حنفیہ کے نزدیک قاعدہ ہے کہ جس چیز میں خون سرایت نہ کرے موت کے سبب وہ نجس نہیں ہوتی، مثلاً بال، پر، وپر (اونٹ، خرگوش وغیرہ کے بال) سینگ، کھر اور ہڈی، جیسا کہ انہوں نے طہارتوں کے بیان میں اس کی صراحت کی ہے (۱)، لہذا اس کی خرید و فروخت اور اس سے فائدہ اٹھانا جائز ہے، اور اس سلسلہ میں حنفیہ کی دلیل جیسا کہ کاسانی نے لکھا ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں ہمارے لئے پیدا کی ہیں، اور ان کے ذریعہ ہم پر احسان بتایا ہے اور فیجہ اور مردار کے درمیان کوئی تفصیل نہیں کی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ لباحت یقینی ہے فرمان باری ہے: ”وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِنْ بُيُوتِكُمْ سَكَنًا، وَجَعَلَ لَكُمْ مِنْ جُلُودِ الْأَنْعَامِ بُيُوتًا تَسْتَخِفُّونَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ إِقَامَتِكُمْ وَمِنْ أَصْوَابِهَا وَأَوْبَارِهَا وَأَشْعَارِهَا أَثَاثًا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ“ (۲) (اور اللہ ہی نے تمہارے لئے تمہارے گھر وچہ سکون بنائے اور تمہارے لئے جانوروں کی کھال کے گھر بنائے جنہیں تم اپنے کوچ کے دن اور اپنے قیام کے دن ہلکا پاتے ہو اور ان کے اون اور ان کے روئیں اور ان کے بالوں سے (تمہارے) گھر کا سامان اور ایک مدت تک چلنے والی فائدے کی

(۱) مذکورہ چیزوں کی طہارت کے بارے میں مثلاً دیکھئے: مراقی الفلاح للبیہقیہ

الطحاوی ۱/۹۱ طبع سوم بلاق ۱۳۱۸ھ۔

(۲) سورہ فصل ۸۰۔

## بیع منہی عنہ ۱۳

چیزیں بنائیں۔

طرح ہے (۱)۔

انسان کی ہڈی اور اس کے بال کے بارے میں حنفیہ جمہور کے موافق ہیں کہ اس کی خرید و فروخت نہیں ہوگی، کاسانی نے کہا: اس کی نجاست کے سبب نہیں، کیونکہ وہ صحیح روایت کے مطابق پاک ہے، بلکہ اس کے احترام میں ناجائز ہے، خرید و فروخت کے ذریعہ اس کے استعمال میں اس کی اہانت کی علامت ہے (۲)۔

رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "لعن اللہ الواصلة والمستوصلة" (۳) (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جوڑا لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کی ہے)۔ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ مذکورہ حدیث کی وجہ سے اس سے فائدہ اٹھانا ناجائز ہے، اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ انسان شرعاً قائل احترام ہے کوکہ کافر ہو، لہذا اس پر عقد کرنا، اس کو استعمال کرنا، اور اس کو جمادات کے برابر کرنا اس کی توہین ہے جو ناجائز ہے، اور انسان کا جزو اس کے کل کی طرح ہے۔ حنفیہ میں سے کمال بن ابیہام نے اس کی خرید و فروخت کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے (۴)۔

کتے کی خرید و فروخت:

۱۳۔ شافعیہ و حنابلہ کا مذہب، اور مالکیہ کے یہاں مشہور یہ ہے کہ کتے کی خرید و فروخت خواہ کوئی بھی کتا ہو گرچہ سکھایا ہوا ہو، صحیح نہیں،

(۱) مراتی الفلاح ۹۱، یہ نور الایضاح کے متن کی عبارت ہے نیز دیکھئے تبیین الحقائق و جامعۃ اہلئ ۱/۵۱۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۱۳۲۔

(۳) حدیث: "لعن اللہ الواصلة و المستوصلة....." کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۰/۳۷۸ طبع استغیہ) نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کی ہے۔

(۴) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۰۵۔

نیز اس لئے کہ مردار کی حرمت موت کی وجہ سے نہیں، کیونکہ موت مچھلی اور ہڈی میں بھی موجود ہے، حالانکہ وہ دونوں نص کی رو سے حلال ہیں، بلکہ اس کی نجاست ان میں موجود سیال رطوبتوں اور نجس خون کے سبب ہے، اس لئے کہ موت کے سبب وہ جم جاتے ہیں، اور اسی وجہ سے مردار کی کھال دباغت کے سبب پاک ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کی رطوبت کے زائل ہو جانے کی وجہ سے اس کی بیع جائز ہو جاتی ہے، اور ان چیزوں میں کوئی رطوبت نہیں، لہذا یہ حرام نہیں ہوں گی (۱)۔ بلکہ حنفیہ مثلاً زیلعی نے صراحت کی ہے کہ درندوں کے گوشت، ان کی چربی اور ان کی کھال شرعی طور پر ذبح کرنے کے بعد، دباغت کے بعد مردار کی کھال کی طرح ہیں، حتیٰ کہ ان کی خرید و فروخت اور کھانے کے علاوہ میں ان سے فائدہ اٹھانا جائز ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شرعی طور پر ذبح کرنے سے وہ پاک ہو گئی ہیں۔ ہاں سور کی کھال اس سے مستثنیٰ ہے، اس لئے کہ وہ نجس احمین ہے (یہی حکم اس کے گوشت، ہڈی اور بال کا ہے)، لہذا وہ شرعی طور پر ذبح کرنے اور دباغت سے بھی پاک نہیں ہوگی، اگرچہ (خنزیر کے علاوہ میں) بعض حنفیہ کا اختلاف ہے، چنانچہ شربلائی نے تحقیق کی ہے کہ شرعی ذبح کرنا اس جانور کی کھال کو پاک کر دیتا ہے جس کا گوشت کھایا نہیں جاتا، البتہ اس کے گوشت کو پاک نہیں کرنا صحیح ترین فتویٰ یہی ہے، اور امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک ہاتھی کی ہڈی کی خرید و فروخت اور اس سے فائدہ اٹھانا بقیہ درندوں کی طرح جائز ہے۔

امام محمد کے نزدیک بیہا جائز ہے اور وہ ان کے نزدیک سور کی

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۳۲، نیز دیکھئے الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۱۳۔

## بیع منہی عنہ ۱۴-۱۵

الکلب والسنور“<sup>(۱)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے کتے اور بلی کی قیمت سے منع فرمایا) کو غیر مملوک یا غیر نفع بخش بلی پر محمول کیا ہے، اس کی تفصیل اصطلاح ”بیر“ میں ہے۔

درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں اور کیڑوں کی خرید و فروخت:

۱۴- تمام مذاہب کا اتفاق ہے کہ درندہ جانوروں اور شکاری پرندوں کی خرید و فروخت جائز نہیں ہے اگر وہ کسی بھی درجہ میں انتفاع کے قائل نہ ہوں۔ لیکن اگر ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہو تو ان کی خرید و فروخت جائز ہے، البتہ خنزیر کی جائز نہیں، اس لئے کہ وہ نجس احسن ہے، تو جب اس سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں تو اس کی خرید و فروخت بھی جائز نہیں ہوگی<sup>(۲)</sup>۔

لیکن فقہاء کے یہاں اس نفع کی تشریح کے بارے میں مختلف آراء ہیں جو درندوں کی خرید و فروخت کا جواز پیدا کرتا ہے:

۱۵- حنفیہ (اپنے یہاں ظاہر روایت میں) اور مالکیہ اپنے مذہب کے راجح قول میں اس طرف گئے ہیں کہ نفع سے مراد مطلق فائدہ ہے کوکہ کھال کے ذریعہ ہو، اور سکھائے ہوئے اور بغیر سکھائے ہوئے میں کوئی تفریق نہیں کرتے۔

اس سلسلہ میں حنفیہ کی ایک عبارت یہ ہے: کتا کوکہ کاٹ کھانے والا ہو، تیندوا، ہاتھی، بندر اور ہر قسم کے درندے حتیٰ کہ بلی، اسی طرح پرندوں (درندہ پرندوں) سکھائے گئے ہوں یا نہ ہوں ان

اس کی دلیل حضرت ابو حنیفہ کی صحیح حدیث ہے: ”ان رسول اللہ ﷺ نہی عن ثمن الدم و ثمن الکلب، و کسب البغی ولعن الواشمۃ والمستوشمۃ، و اکل الربا و موکلہ، ولعن المصورین“<sup>(۱)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے خون کی قیمت، کتے کی قیمت اور زنا یا حرام کمائی سے منع فرمایا، اور آپ ﷺ نے گدما کو دینے والی اور کو دوانے والی، سود کھانے والی، سود کھلانے والی، اور صورت بنانے والی سب پر لعنت کی ہے)۔

حضرت ابو مسعود عقبہ بن عمرو کی حدیث ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن ثمن الکلب، و مہر البغی، و حلوان الکاهن“<sup>(۲)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے کتے کی قیمت، زنا کی اجرت اور نجومی کی اجرت سے منع فرمایا)۔

بعض مالکیہ نے ایسے کتے جس کے پالنے کی اجازت ہے، اور ایسے کتے کے درمیان جس کے پالنے کی اجازت نہیں، فرق کرتے ہوئے کہا کہ اول کی خرید و فروخت جائز ہے، اور دوسرے کے بارے میں ان کے درمیان اختلاف ہے۔

حنفیہ کے مذہب میں کتے کی خرید و فروخت صحیح ہے، کتا کوئی بھی ہو خواہ کاٹ کھانے والا ہو۔

تفصیل اصطلاح ”کلب“ میں ہے۔

رعی بلی تو جمہور فقہاء اس کی خرید و فروخت کے جواز کے قائل ہیں، اس لئے کہ وہ فائدہ اٹھائے جانے کے قائل جانور ہے، جمہور نے حضرت جابر کی حدیث: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن ثمن

(۱) حدیث: ”نہی عن ثمن الکلب“ کی روایت ابو داؤد (۳/۵۵۳) نے تحقیق عزت حمید دھاس نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے اور اس کی اصل صحیح مسلم (۳/۱۱۹۹) طبع عیسیٰ الجلیس میں ہے۔

(۲) مثلاً دیکھئے: الدر المختار ۳/۲۱۳، المشرح لمکبیر للرد دیر ۱۱/۱۳، تحتہ المحتاج ۳/۲۳۸، المشرح لمکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۔

(۱) حدیث: ”نہی عن ثمن الدم.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۶۸) طبع المستطیع نے حضرت ابو حنیفہ سے کی ہے۔

(۲) حدیث: ”نہی عن ثمن الکلب و مہر البغی و حلوان الکاهن.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۶۸) طبع المستطیع اور مسلم (۳/۱۱۹۸) طبع عیسیٰ الجلیس نے حضرت ابو مسعود انصاری سے کی ہے۔



## بیع منہی عنہ ۱۶-۱۷

رہے پنہوں والے شکاری پرندے تو ان کا گوشت مالکیہ کے نزدیک مباح ہے مثلاً باز، عقاب اور گدھ اور مالکیہ نے چکاؤ کو مکروہ کہا ہے۔

درندہ جانوروں کے بارے میں مالکیہ کے تین اقوال ہیں: کراہت، ممانعت، اور مؤذی اور غیر مؤذی میں فرق، چنانچہ مؤذی (جو انسان پر حملہ کرے) مثلاً شیر، تیندو، چیتا اور بھیریا حرام ہیں، اور غیر مؤذی مثلاً ریچھ، لومڑی، بچو، اور علی الاطلاق بلی مکروہ ہیں۔

لیکن ”مختصر خلیل“ میں ہے کہ وہ مکروہ ہیں حتیٰ کہ ان کے نزدیک ہاتھی بھی (۱)۔

۱۷- شافعیہ نے نفع کی تشریح، شکار اور حراست (حفاظت) جیسے الفاظ سے کی ہے، خواہ یہ نفع انجام کے اعتبار سے ہو یعنی اس کو سدھانا اور تعلیم دینا متوقع ہو۔ لیکن جس میں کوئی فائدہ نہیں اس کی خرید و فروخت صحیح نہیں، جیسے پانچ شریر جانور، اور اسی طرح جس جانور کے بارے میں توقع نہ ہو کہ وہ سدھانا سیکھ جائے گا، کیونکہ مثلاً وہ بہت بوڑھا ہو چکا ہے۔ چنانچہ تیندو سے شکار میں فائدہ اٹھایا جاتا ہے، ہاتھی سے لڑائی میں، بندر سے حراست و حفاظت میں، گھریلو بلی سے چوہے وغیرہ کو ختم کرنے میں، بلبلی کی آواز سے انس حاصل کرنے کے لئے اور مور کو اس کے رنگ سے افسیت کے لئے (۲)۔

”المہاج“ میں نووی کے قول: ”لہذا حشرات اور ہر غیر مانع درندہ کی بیع صحیح نہیں“ کے بعد شیخ عمیرہ نے ان میں نفع نہ ہونے کی صورتوں اور وجوہات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے: مثلاً اس کو کھایا نہ جاتا ہو، اس کے ذریعہ جنگ نہ کی جاتی ہو، وہ سدھایا نہ جاتا ہو، اور بار

کی خرید و فروخت صحیح ہے، البتہ سوراس سے مستثنیٰ ہے، یہی مختار ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان سے اور ان کی کھال سے نفع اٹھانا ممکن ہے (۱)۔

زیلعی نے بھی ان کی خرید و فروخت کے جواز کی توجیہ یہی کی ہے کہ شرعاً ان سے نفع اٹھانا جائز ہے، اور وہ عادتاً تعلیم قبول کرتے ہیں، پھر زیلعی نے اس سلسلہ میں یہ ضابطہ پیش کیا ہے:

ہر وہ چیز جو فی الحال یا انجام کار، شرعاً اس قابل ہو کہ اس سے نفع اٹھایا جاسکے اور اس کی قیمت ہو اس کی خرید و فروخت جائز ہے، ورنہ ناجائز ہے (۲)۔

حکیمی نے کہا: خرید و فروخت کے جواز کا مدار نفع اٹھانے کے حلال ہونے پر ہے (۳)۔

بامرتی نے کہا: جب یہ ثابت ہے کہ حکم کا مدار نفع اٹھانے پر ہے تو یہ حکم تیندو، چیتا اور بھیرے میں ثابت ہوگا، برخلاف مؤذی کیڑوں کے مثلاً سانپ، بچھو اور بھیریا کہ ان سے نفع نہیں اٹھایا جاتا (۴)۔ یہی حکم غیر مؤذی زمینی کیڑے مثلاً کبریلا، چوہا، چیونٹی، چھپکلی، ہسی اور کوہیا سمندری چھوٹے جانور مثلاً مینڈک، اور کیڑا اکا ہے (۵)۔

۱۶- مذہب مالکیہ میں بلی اور درندے کی خرید و فروخت کھال کے لئے جائز ہے، رہا صرف گوشت یا گوشت اور کھال دونوں کے لئے خرید و فروخت مکروہ ہے (۶)۔ یہ مالکیہ کے نزدیک درندوں کے گوشت کے حکم پر مبنی ہے۔

(۱) الدر المختار ۲/۲۱۳، نیز دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۱۳۲، ۱۳۳۔

(۲) تبیین الحقائق ۲/۱۳۶۔

(۳) الدر المختار ۲/۱۱۰ بحوالہ آئین۔

(۴) انصاریہ شرح الہدایہ ۶/۲۳۷، نیز دیکھئے فتح القدیر ۶/۲۳۵، ۲۳۶۔

(۵) فتح القدیر ۶/۲۳۶۔

(۶) الشرح الکبیر للذہبی مع حاشیۃ الدسوقی ۳/۱۰، ۱۱۔

(۱) حاشیۃ الدسوقی ۲/۱۱۵، ۱۱۷۔

(۲) تحفۃ المحتاج ۳/۲۳۸، نیز دیکھئے شرح المنہج وحاشیۃ المنہج ۳/۲۵، ۲۶۔

پرداری کے لائق نہ ہو۔

اسی طرح انہوں نے لکھا ہے کہ نفع کا نہ ہونا بسا اوقات حسی ہوتا ہے اور بسا اوقات شرعی، اور یہ کہ نفع کا نہ ہونا مالیت کو ختم کر دیتا ہے، لہذا اس کے عوض میں مال لیا (جیسا کہ انہوں نے رافعی کے حوالے سے لکھا ہے) ماحق مال کھانے کے قریب ہے (۱)۔

۱۸- حنابلہ کا مذہب (جیسا کہ یہی حنفیہ میں امام ابو یوسف سے روایت ہے، اور یہی سرخسی کے یہاں معتمد ہے) یہ ہے کہ جو شکار کی صلاحیت نہیں رکھتا ہو، اور کسی حالت میں تربیت قبول نہ کرے اس کی خرید و فروخت صحیح نہیں:

الف۔ حنابلہ نے خرید و فروخت کی صلاحیت نہ رکھنے والے جانوروں کی مثال میں: شیر، بھینر یا، چیتا، ریچھ اور گدھ، چیل، غراب اشقع، (جس میں سیاہی اور سفیدی ہو)، سر (گدھ) معقن (کوئے کی شکل کا ایک پرندہ)، اور غراب البین، اور ان کے انڈے کو ذکر کیا ہے۔ اس لئے کہ ان میں کوئی نفع نہیں، لہذا ان کی قیمت لیا ماحق مال کھانا ہے، نیز اس لئے کہ کیڑوں کی طرح ان میں بھی مباح نفع نہیں، لہذا وہ خنزیر کے مشابہ ہو گئے۔

البتہ جو شکار کے قابل ہو مثلاً تیندوا، اور مثلاً شقرہ اور باز جو سکھائے ہوئے ہوں یا سکھنے کے قابل ہوں تو ان میں مباح نفع ہے، لہذا ان کی، ان کے چوزوں، بچوں، اور چوزہ نکالنے کے لئے انڈوں کی خرید و فروخت صحیح ہوگی، کیونکہ انجام کار ان میں نفع ہے۔

تاہم حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ بندر کی بیع حفاظت کی غرض سے نہ کہ کھیل کے لئے جائز ہے، اس لئے کہ حفاظت جیسا کہ حنابلہ نے کہا، مباح منافع میں سے ہے (۲)۔

ب۔ حنفیہ نے امام ابو یوسف سے مروی روایت کی مثال میں تفصیل و تطبیق کے ساتھ درج ذیل جانوروں کا ذکر کیا ہے۔ شیر: اگر تعلیم قبول کرے، اور اس کے ذریعہ سے شکار کیا جاتا ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے ورنہ نہیں۔

تیندوا اور باز تعلیم قبول کرتے ہوں تو ان کی خرید و فروخت ہر حال میں جائز ہے۔

چیتا (جیسا کہ کمال الدین بن ہمام کہتے ہیں)، اپنی طبعی سرکشی کی وجہ سے تعلیم قبول نہیں کرتا، لہذا اس کی خرید و فروخت کسی بھی حالت میں جائز نہیں، اسی طرح کائے والا کتا، خاص طور پر امام ابو یوسف کے نزدیک۔

بندر، اس کے بارے میں امام ابو حنیفہ سے دو روایتیں ہیں: اول: خرید و فروخت جائز ہے، اس لئے کہ اس کی کھال سے نفع اٹھانا ممکن ہے، یہ امام صاحب سے حسن کی روایت ہے، اور زہبی نے اس کو صحیح کہا ہے۔

دوم: خرید و فروخت ناجائز ہے، اس لئے کہ یہ لہو ولعب کے لئے ہے جو ممنوع ہے، لہذا یہ حرام کام کے لئے حرام کی خرید و فروخت ہوگی اور یہ ناجائز ہے۔

کاسانی نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، اور اسی بناء پر ابن عابدین نے کہا: اگر لہو ولعب کا قصد نہ ہو تو اس کی خرید و فروخت جائز ہے۔ لیکن لہو ولعب کے قصد کا تقاضا ہے کہ مکروہ ہو، غیر صحیح نہ ہو، جیسا کہ حصکفی نے کہا (۱)۔

لہو ولعب اور گانے بجانے کے آلات کی خرید و فروخت:

۱۹- جمہور فقہاء، حنفیہ میں صاحبین، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کی

(۱) بدائع الصنائع ۵/۲۳۳، الہدایہ و فتح القدیر ۶/۲۳۵، ۷/۲۳۷، تبیین الحقائق ۲/۲۶۹، الدر المختار و رد المحتار ۲/۱۱۱، ۲/۲۱۳۔

(۱) حاشیہ عمیرہ علی شرح لمحلی فی ذیل حامیہ اقلیو بی ۲/۱۵۸۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۵۳، ۱/۵۶، اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۔

## بیع منہی عنہ ۱۹

رائے ہے کہ لہو و لعب کے حرام آلات اور گانے بجانے کے آلات کی خرید و فروخت حرام ہے، لیکن وہ آلات جن کا استعمال جائز ہے مستثنیٰ ہیں۔ اور انہوں نے صراحت کی ہے کہ ان کی خرید و فروخت صحیح نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

حرام کی قید، شطرنج جس کی حلت کے امام شافعی قائل ہیں اور مجاہدین کے طلبہ وغیرہ کے خرید و فروخت کو خارج کرنے کے لئے ہے، اور حرام آلات میں سے ستار بانسری، شاپہ (ایک قسم کی بانسری)، سارنگی، چنگ، اور رباب ہے۔

حنفیہ میں صاحبین کی رائے ہے کہ یہ آلات معصیت کے لئے بنائے گئے ہیں، لہذا ان کا قیمت والا ہونا باطل ہو گیا، اور ان کی خرید و فروخت منعقد نہ ہوگی جیسا کہ شراب<sup>(۲)</sup>۔

مالکیہ نے لکھا ہے کہ جس شی پر عقد کیا جائے اس کی شرائط میں سے ہے کہ وہ شرعی طور پر قابل انتفاع ہو، کوک قلیل ہو مثلاً مٹی، اور اگر منفعت ناجائز ہو تو یہ آلات لہو کی طرح ہے<sup>(۳)</sup>۔

شافعیہ نے بیان کیا ہے کہ لہو کے حرام آلات کا، معصیت کے علاوہ کوئی مقصد نہیں ہوتا، اور شرعاً اس میں کوئی نفع نہیں<sup>(۴)</sup>۔

حنابلہ نے بتایا ہے کہ ان آلات کے توڑنے سے ضمان واجب نہیں ہوتا، اور یہ مردار کی طرح ہیں<sup>(۵)</sup>۔

گانے بجانے کے اوزار کی بیع کی حرمت جمہور کے قول :

(۱) مثلاً دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۱۳۳، القوانین المعبیہ ۶۳، شرح المکملی وجامعہ اقلیویہ ۲/۱۵۸، کشاف القناع ۳/۱۵۵۔

(۲) الہدایہ مع شروح آخرباب الخصب ۸/۲۹۳۔

(۳) القوانین المعبیہ ۶۳، نیز دیکھئے المشرع المکبیر للدرودی ۳/۱۰، جامعہ الصدوق علی المرتضیٰ ۵/۱۵۔

(۴) شرح المکملی علی الصنائع ۲/۱۵۸، شرح المنہج للبحرانی ۳/۲۷۔

(۵) المغنی ۵/۳۳۵، ۳۳۶، نیز دیکھئے کشاف القناع ۳/۱۵۵۔

”گانے بجانے کے اوزار اور آلات لہو حرام ہیں“ پر مبنی ہے۔

بعض فقہاء کی رائے ہے کہ وہ مباح ہیں اگر ان کے ساتھ کوئی حرام کام نہ ہو، لہذا ان کی خرید و فروخت ان حضرات کے نزدیک مباح ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

تفصیل اصطلاح ”معاذف“ میں ہے۔

امام ابو حنیفہ کا مذہب (صاحبین کے برخلاف) یہ ہے کہ ان تمام آلات لہو کی خرید و فروخت صحیح ہے، یہی شافعیہ کے یہاں ایک ضعیف قول ہے، لیکن اس میں یہ قید ہے کہ ان میں ٹوٹے ہوئے آلات کو مال گردانے کا امکان ہو کہ اس صورت میں ان میں متوقع نفع ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

ایک طرف صاحبین کی رائے ہے کہ آلات لہو معصیت کے لئے بنائے گئے اور فسق و فساد کے لئے اپنائے گئے ہیں (جیسا کہ کاسانی کی تعبیر ہے)، لہذا یہ اموال نہ ہوں گے، اور ان کا قیمت والا ہونا باطل ہوگا جیسا کہ شراب، تو دوسری طرف امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ یہ مال ہیں، کیونکہ نفع اٹھانے کے جائز طریقوں میں ان کو استعمال کیا جاسکتا ہے یعنی انہیں چیزوں کے لئے ظروف بنالیا جائے اور دوسرے مفادات کو کہ وہ ناجائز چیزوں کے لئے استعمال کے بھی قابل ہیں، لہذا ایگانے والی باندی کی طرح ہو گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ فساد یا اختیار شخص کے فعل سے ہوتا ہے، لہذا اس کی وجہ سے مال ہونا ساقط نہیں ہوگا۔ اور خرید و فروخت کا جواز مالیت اور باقیمت ہونے پر مرتب ہوتا ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) الدر المختار ۵/۱۳۵، تحفۃ المحتاج ۳/۲۳۹۔

(۲) شرح المکملی علی الصنائع ۲/۱۵۸۔

(۳) بدائع الصنائع ۵/۱۳۳، الہدایہ مع شروح ۸/۲۹۳، تصرف واختصار کے ساتھ۔



بتوں وغیرہ کی خرید و فروخت:

۲۰- آلات لہو کی خرید و فروخت کے بارے میں جمہور کے ساتھ امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ کا سابقہ اختلاف یہاں بتوں کی خرید و فروخت میں بھی جاری ہوگا۔

تحریم کے لئے جمہور کی دلیل شرعاً مباح منفعت کا نہ ہونا ہے، اور حضرت جابر کی یہ مرفوع روایت ہے: ”إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْمَةِ وَالْخَنَزِيرِ وَالْأَصْنَامِ“ (۱) (اللہ نے شراب، مردار، خنزیر، اور بتوں کی خرید و فروخت کو حرام کیا ہے)۔

جواز کے لئے امام ابوحنیفہ اور بعض شافعیہ کی دلیل ان کو توڑنے کے بعد ان سے نفع ہے، لہذا ان کا نفع متوقع ہے، اس لئے انجام کار کے لحاظ سے ان میں مالیت اور قیمت والی ہونا موجود ہے، اور خرید و فروخت کا جواز ان ہی دو اوصاف پر مرتب ہوتا ہے۔

شافعیہ میں سے رافعی نے صراحت کی ہے کہ دونوں اوصاف بتوں اور تصویروں میں جاری ہوں گے (۲)۔ اسی طرح شوکانی نے صراحت کی ہے (۳)۔

ذیل میں بتوں سے تعلق رکھنے والی بعض چیزیں اور ان کے بعض احکام کا ذکر ہے:

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ تصویروں اور صلیبوں کی خرید و فروخت صحیح نہیں ہے، اور بچوں کے لئے تصویروں کی خرید و فروخت کی صحت اور ضمان کے بارے میں حنفیہ کے دو اقوال ہیں (۴)۔

(۱) حدیث: ”إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ بَيْعَ الْخَمْرِ وَالْمَيْمَةِ.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۲۳ طبع المستقر) نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔

(۲) حاشیہ عمیرہ علی شرح لکھنؤ ۱۵۸/۲۔

(۳) نیل الاوطار ۸/۱۳۳، اول کتاب البیوع۔

(۴) حاشیہ اقلیو بی ۱۵۸/۲، رد المحتار ۱/۳۳۔

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ وہ روپے جن پر تصویریں ہوتی ہیں ان کی خرید و فروخت صحیح ہے، اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی کہ یہ تصویریں کسی بھی درجہ میں اعتبار سے مقصود نہیں ہوتی ہیں (۱)۔

شافعیہ اس بات میں متردد ہیں کہ سونے، چاندی سے بنے ہوئے صلیب بتوں کے حکم میں ہوں گے یا ان روپیوں کے حکم میں جن پر تصویریں ہوتی ہیں؟

الف۔ اگر اس سے مقصود وہ شعار ہو جو ان کی تعظیم کے لئے مخصوص ہوتے ہیں تو اس کو انہوں نے بتوں کے حکم میں رکھنے کو رائج قرار دیا ہے۔

ب۔ اور انہوں نے اس کو با تصویر روپے کے حکم میں رکھنے کو رائج کہا ہے اگر اس سے مقصود استعمال کے ذریعہ عدم تعظیم ہو (۲)۔

چوتھی شرط: خرید و فروخت خود مالک یا اس کا قائم مقام انجام دے:

۲۱- فقہاء نے صراحت کی ہے کہ خرید و فروخت کے انعقاد کی شرائط میں سے یہ ہے کہ فروخت شدہ چیز پر فروخت کرنے والے یا اس کے موکل یا اس کو ولی بنانے والے کی ملکیت ہو، یہ اس صورت میں ہے جبکہ عقد کرنے والا اصلاً مالک یا بذات خود یا کالفاً فروخت کرے، لیکن اگر وہ فضولی ہو یعنی صراحت کرے کہ وہ دوسرے کی مملوک چیز کو اس کی اجازت کے بغیر فروخت کر رہا ہے تو یہ ان لوگوں کے نزدیک انعقاد کی شرط نہ ہوگی جو فضولی کی بیع کو جائز کہتے ہیں، اس کی تفصیل اصطلاح ”بیع فضولی“ میں ہے۔

اس شرط کی دلیل، حضرت حکیم بن حزام کی یہ روایت ہے، وہ

(۱) تحفۃ المحتاج ۲۳۹/۳۔

(۲) حوالہ سابق، مورحانیہ اقلیو بی ۱۵۸/۲ سے موازنہ کریں۔

## بیع منہی عنہ ۲۱

فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک شخص میرے پاس آتا ہے اور مجھ سے مطالبہ کرتا ہے کہ اسے ایسا سامان فروخت کروں جو میرے پاس نہیں، تو کیا میں اس کے لئے اس کو بازار سے خرید لوں، پھر اس کے ہاتھ فروخت کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا تبع مالیس عندک“<sup>(۱)</sup> (جو چیز تمہارے پاس نہیں اس کو فروخت نہ کرو)۔

فقہاء نے کہا: مراد یہ ہے کہ جو تمہاری ملکیت اور قدرت میں نہیں۔

بغوی نے کہا: اس حدیث میں غیر مملوک چیزوں کو فروخت کرنے کی ممانعت ہے<sup>(۲)</sup>۔

نیز حدیث میں آیا ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع مالیس عند الإنسان، ورخص فی السلم“<sup>(۳)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے اس چیز کو فروخت کرنے سے منع فرمایا جو انسان کے پاس نہیں، البتہ آپ ﷺ نے سلم میں رخصت دی ہے)۔

نیز اس لئے کہ فروخت کرنا، مالک بنانا ہے، لہذا غیر مملوک چیز میں اس کا انعقاد نہ ہوگا<sup>(۴)</sup>۔

اسی بنا پر اگنے کی جگہ میں موجود گھاس کو فروخت کرنا صحیح نہیں، خواہ وہ مملوک زمین میں اُگی ہو، اس لئے کہ گھاس نص کی رو سے مباح ہے، اور اسی طرح چشمے میں پانی کو فروخت کرنا صحیح نہیں ہے جب تک کہ اسے محفوظ نہ کر لیا جائے، اس کی وجہ یہ حدیث ہے: ”المسلمون شرکاء فی ثلاث: فی الماء و الکلاؤ و النار“<sup>(۱)</sup> (مسلمان تین چیزوں میں یعنی: پانی، گھاس اور آگ میں شریک ہیں)۔ یہی حکم فضاء میں پرندہ اور پانی میں مچھلی کا ہے ان میں سے کسی کی بیع منعقد نہیں ہوگی، اس لئے کہ ان میں ملکیت کا سبب یعنی قبضہ کرنا موجود نہیں<sup>(۲)</sup>۔

اگر گھاس کو اکٹھا کر لیا جائے، مچھلی اور پرندے کا شکار کر لیا جائے اور چشموں اور عوامی نہروں سے پانی کو اٹھالایا جائے تو وہ ملکیت میں آجائیں گے اور ان کو فروخت کرنا جائز ہو جائے گا، اور اسی سلسلہ میں مروی ہے: ”نہی عن بیع الماء إلا ما حصل منه“<sup>(۳)</sup> (نبی ﷺ نے پانی کو فروخت کرنے سے منع فرمایا الا یہ کہ اسے اٹھالایا جائے)۔

ہم یہاں پر اس شرط کی کچھ عملی فتویٰ فروعات ذکر کر رہے ہیں:

(۱) حدیث: ”المسلمون شرکاء فی ثلاث.....“ کی روایت ابو داؤد

(۲۵۱/۳) تحقیق عزت ہیددعاس نے ایک مہاجر سے کی ہے، اور اس کی اسناد صحیح ہے (الطیخس لا بن حجر ۶۵/۳ طبع شرکت المطابع النعیمیہ)۔

(۲) بدائع الصنائع ۶/۵۶، الدر المختار ۳/۱۰۶، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵

## بیع منہی عنہ ۲۲

الف- بیع فضولی:

۲۲- فضولی وہ ہے جو مالک کی طرف سے نہ وکیل ہو نہ ولی، اور یہی حکم اس کے دیگر تمام عقود کا ہے:

حنابلہ کا مذہب اور امام شافعی کا قول جدید یہ ہے کہ فضولی کی بیع باطل ہے، گو کہ مالک اس کے بعد اس کی اجازت دے دے، اس کی دلیل سابقہ حدیث ہے: ”لا تبع مالیس عندک“ (۱) (جو چیز تمہارے پاس نہیں اس کو فروخت نہ کرو)، نیز اس لئے کہ یہ غیر ملکیت والی چیز کا مالک بنانا اور ایسی چیز کو فروخت کرنا ہے جس کو حوالہ کرنے کی قدرت نہیں، لہذا یہ فضا میں پرندہ کو فروخت کرنے کے مشابہ ہے (۲)۔

حنفیہ اور مالکیہ کا مذہب، امام شافعی کا قول قدیم اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ عقد صحیح اور مالک کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر مالک اجازت دے دے تو بیع نافذ و لازم ہو جائے گی، اور اگر اجازت نہ دے اور رو کر دے تو باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ بیع کے حلال ہونے کے بارے میں وارد نصوص مطلق ہیں، ان میں اصل مالک اور وکیل کے درمیان ابتداء یا بقاء و انتہاء کے لحاظ سے کوئی تفصیل نہیں ہے، نیز حضرت عروہ بن جعد باری کی روایت میں ہے: ”آن النبی ﷺ أعطاه دینارا لیشتري به شاة، فاشتری به شاتین، فباع إحماهما بلینار، ثم عاد بالملینار والشاة، فباعا له بالبرکة فی بیعه“ (نبی کریم ﷺ نے ان کو ایک دینار ایک بکری خریدنے کے لئے دیا، تو انہوں نے اس دینار میں دو بکریاں خریدیں، پھر ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا، اور ایک دینار اور ایک بکری لے کر واپس آئے تو حضور ﷺ نے ان کے

لئے خرید فروخت میں برکت کی دعا فرمائی)، ایک روایت میں ہے: ”بارک اللہ فی صفقة یمینک“ (۱) (حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ کے سودے میں برکت دے)، بیع فضولی پر تفصیلی کلام اس کی اپنی اصطلاح میں دیکھا جائے۔

اسی شرط کی بنا پر فقہاء نے ذیل کی بیوع کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے:

(۱) بیع وقف: فقہاء نے اس کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے حتیٰ کہ حنفیہ نے بھی اور انہوں نے کہا: یہ باطل ہے، فاسد نہیں، لہذا قبضہ سے ملکیت میں نہیں آئے گا (۲)، (دیکھئے: اصطلاح ”وقف“)

(۲) بیت المال کی اراضی کو فروخت کرنا: چنانچہ بعض فقہاء نے طے کیا ہے کہ ان اراضی کی ذات پر دائمی اوقاف کے احکام جاری ہوں گے (دیکھئے: اصطلاح ”ارض“)، اور اراضی جزئیہ کے احکام جاری ہوں گے (دیکھئے: اصطلاح ”جزئیہ“)

(۳) مساجد، مکہ اور حرم کے گھروں، اور مناسک حج کے مقامات کو فروخت کرنا (۳)، ان میں سے بعض میں اختلاف اور تفصیل ہے، (دیکھئے: اصطلاحات ”مسجد“، ”حرم“ اور ”مکہ“)

(۴) مملوک اور آباد زمینوں میں سیال اور جامد معدنیات، ان کی فروخت کی گئی کے جواز کے بارے میں فقہاء کا اختلاف معروف ہے۔ (دیکھئے: اصطلاح ”ارض“، ”معدن“ اور ”احیاء“)

(۱) بدائع الصنائع ۱۳۹۵ھ، اشراح الکبیر للرد رہبر ۱۲۳۳ھ، شرح المکمل علی الصہاج ۱۶۰/۳، کشاف القناع ۱۵۷/۳۔

حدیث عروہ الباری: ”بارک اللہ فی صفقة یمینک“..... کی روایت بخاری (فتح الباری ۳۲/۶ طبع المستوفی) نے کی ہے۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳/۳۴۳۔

(۳) بدائع الصنائع ۱۳۶/۵، کشاف القناع ۱۶۰/۳۔

(۱) حدیث ”لا تبع مالیس عندک“ کی تخریج فقہ ۲۱/۴ کے تحت آئی ہے۔

(۲) تحفہ المحتاج ۳/۳۴۶، ۲۳۷، اشراح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۶/۳۔



حنفی نے اس کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے، ابن الہمام نے صراحت کی ہے کہ یہ بیع باطل ہے، اس لئے کہ عقد سے قبل فروخت کرنے والا، فروخت کردہ چیز کا مالک نہیں ہے، لہذا غرر ہو گیا، اور اس لئے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلے گا معلوم نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

یہی صراحت حنفیہ میں حاکمی نے کی اور باطل ہونے کی وجہ یہ بتائی کہ یہ غیر مملوک کو فروخت کرنا ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۶) قبضہ سے قبل صدقہ اور ہبہ کو فروخت کرنا:

۲۴- جمہور فقہاء تبرعات مثلاً صدقہ وغیرہ میں قبضہ کی شرط لگاتے ہیں جب تک قبضہ نہ ہو وہ لازم نہیں ہوتا، اور نہ ہی ملکیت کا فائدہ دیتا ہے، لہذا قبضہ سے قبل اس کو فروخت کرنا ناجائز ہے جیسا کہ قبضہ سے قبل صدقات کی خریداری سے ممانعت والی حدیث: ”النہی عن شراء الصدقات حتی تقبض“ میں صراحت ہے<sup>(۳)</sup>۔ اور اس کی وجہ ملکیت کا نہ ہونا ہے۔

اس کے برخلاف امام مالک وغیرہ کے مذہب میں مشہور اور ناجائز جانے والی اور وزن کی جانے والی چیزوں کے علاوہ میں امام احمد سے روایت یہ ہے کہ قبضہ سے پہلے لزوم ہو جائے گا، اس لئے کہ قبضہ تو صرف مکمل ہونے کی شرط ہے جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں، صحت کی شرط نہیں ہے، انعقاد اور لزوم تو قول کے ذریعہ ہوگا، اور اسی لئے اس پر قبضہ سے قبل اس میں ملکیت کے ثبوت کی وجہ سے اس کو فروخت کرنا جائز ہے۔ برخلاف اس صورت کے جب معاوضہ کی وجہ سے ملکیت

(۵) ایک بار کی غوطہ خوری (کے نتیجہ کی بیع):

۲۳- غائض وہ ہے جو سمندر سے موتی نکالنے کے لئے غوطہ خوری کرے اگر ایسا شخص کہے: میں ایک بار غوطہ لگاؤں گا جتنے موتی نکالوں وہ اتنی قیمت میں تمہارے لئے ہیں۔

یہی حکم غائض یعنی شکاری کا ہے جو یوں کہے: ایک بار جال ڈالنے سے جتنی مچھلیاں نکلیں گی میں نے ان کو تمہارے ہاتھ اتنے میں فروخت کیا<sup>(۱)</sup>۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی النبی ﷺ عن شراء ما فی بطون الأنعام حتی تضع، وعن بيع ما فی ضروعها إلا بکیل، و عن شراء العبد وهو آبق، و عن شراء المغنم حتی تقسم، و عن شراء الصدقات حتی تقبض، و عن ضربۃ الغائض“<sup>(۲)</sup> (نبی کریم ﷺ نے چوپایوں کے پیٹ کے بچوں کی خریداری سے یہاں تک کہ وضع حمل ہو جائے، تھن میں موجود دودھ کی فروخت سے یہاں تک کہ اس کو ماپ لیا جائے، بھاگے ہوئے غلام کے خریدنے سے، تقسیم سے قبل مال غنیمت کو خریدنے سے، قبضہ سے قبل صدقات کو خریدنے سے، اور ایک بار کی غوطہ خوری (کے نتیجہ کی بیع) سے منع کیا ہے)۔

اس بیع کے فاسد ہونے میں فقہاء کا کوئی اختلاف نہیں، اس لئے کہ یہ معدوم کی بیع، غیر مملوک کی بیع، مجہول کی بیع، اور بیع غرر ہے۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۱۰۹/۳، نیز دیکھئے: الہدایہ مع شرواح ۵۳/۶۔

(۲) حدیث: ”نہی عن شراء ما فی بطون الأنعام.....“ اس حدیث کا ایک جز ہے جس کی روایت ابن ماجہ (۳۰/۳) طبع عیسیٰ الحلی نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی حدیث سے کی ہے اور زیلعی نے عبدالحق اہمیلی کے حوالہ سے نقل کیا کہ انہوں نے کہا: اس کی اسناد کامل حجت نہیں ہے (نصب الراية ۱۵۴ طبع مجلس العظمیٰ البند)۔

(۱) فتح القدیر ۵۳/۶۔

(۲) الدر المختار ۱۰۹/۳، نیز دیکھئے: تمیز الحقائق ۳۷۳۔

(۳) حدیث: ”النہی عن شراء الصدقات حتی تقبض.....“ کی تخریج فقرہ ۲۳ کے تحت آچکی ہے۔

## بیع منہی عنہ ۲۵-۲۸

سے انہوں نے اس کی بیع کے حکم پر بحث، اس سے فائدہ اٹھانے کے متعلق کلام کے ذیل میں کی ہے۔

۲۶- چنانچہ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ مذکورہ چیزوں میں سے کسی چیز کو بھی تقسیم سے قبل کوک ضرورت کے لئے ہو، فروخت کرنا جائز نہیں، اور اس کی وجہ عدم ملکیت ہے، اس لئے کہ تقسیم سے قبل غنیمت ملکیت میں نہیں آتی محض ضرورت کی وجہ سے اس کو مباح کیا گیا ہے، اور بیع کے ذریعہ مباح چیز کا مالک نہیں بنایا جاسکتا، ”البدایہ“ میں مرغینانی کی عبارت یہ ہے: دار الحرب میں تقسیم سے قبل اموال غنیمت کو فروخت کرنا جائز ہے<sup>(۱)</sup>۔

اگر اس نے اپنے لئے مذکورہ مباح چیزوں میں سے کوئی چیز فروخت کر دی تو ان کے نزدیک اس کی بیع فضولی کی ہوگی، اگر امام اجازت دے دے تو اس کی مقررہ قیمت اموال غنیمت میں واپس کر دے گا، لیکن اگر اموال غنیمت کی تقسیم ہو چکی ہو تو قیمت کو صدقہ کر دے اگر وہ فقیر نہ ہو، اس لئے کہ کم ہونے کے سبب اس کی تقسیم ناممکن ہے، اور اس کو مستحق تک پہنچانا دشوار ہے، لہذا اس کو لفظ کی طرح صدقہ کر دے، اور اگر فقیر ہو تو اس کو کھالے<sup>(۲)</sup>۔

۲۷- مالکیہ نے کہا: اماج کا تبادلہ اسی کے مثل یا اس کے علاوہ سے کراہت کے ساتھ جائز ہے کوک ایک جنس کے سود والے اماج میں کمی بیشی یا تاخیر کے ساتھ ہو<sup>(۳)</sup>۔

۲۸- شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے، انہوں نے کہا: اماج کو اپنے کھانے کے بجائے کسی اور حاجت میں صرف کرنا جائز نہیں، اور اس کے لئے محض اس کو کھانا جائز ہے، اس لئے کہ یہ اباحت کے طور پر ہے

(۱) دیکھئے: الہدایہ شرح البدایہ مع شروح ۲۲۷/۵، نیز دیکھئے: الدر المختار ورد المحتار ۳/۲۳۳۔

(۲) الدر المختار ورد المحتار ۳/۲۳۲، نیز دیکھئے: الہدایہ مع شروح ۲۲۷/۵۔

(۳) شرح الخرش ۳/۱۳۶، نیز دیکھئے: الشرح الکبیر للرد ۲/۱۹۳۔

میں آئے اور قبضہ نہ کیا ہو تو اس کو فروخت کرنا جائز ہے، جیسا کہ ”بیع الممنوع“ (قبضہ سے قبل کی بیع پر گفتگو کے ذیل میں آئے گا۔

(۷) تقسیم سے قبل مال غنیمت کو فروخت کرنا:

۲۵- غیر مملوک کو فروخت کرنے سے متعلق مجاہد کا مال غنیمت میں سے اپنے حصہ کو فروخت کرنے کا مسئلہ ہے، جبکہ ابھی امام نے تقسیم کر کے اس کو اس کا حصہ نہ دیا ہو<sup>(۱)</sup>۔

خاص اس کے متعلق حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں نص وارد ہے: ”نہی النبی ﷺ عن شراء ما في بطون الأنعام. وعن شراء المغنم حتى تقسم“<sup>(۲)</sup> (نبی کریم ﷺ نے جانوروں کے پیٹ کے بچوں کو خریدنے سے..... اور تقسیم سے قبل مال غنیمت کے خریدنے سے منع فرمایا ہے)۔

حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بيع الغنم حتى تقسم“<sup>(۳)</sup> (نبی کریم ﷺ نے اموال غنیمت کو تقسیم سے قبل فروخت کرنے سے منع فرمایا)۔

فقہاء کی رائے ہے کہ غنیمت میں سے تقسیم سے قبل عمومی ضرورت کے لئے خوراک مثلاً کھانا وغیرہ لے سکتا ہے، لیکن اس کو اپنی ملکیت میں لیا اور مال بنانا مباح نہیں جیسا کہ صہبہ کی عبارت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فروخت کرنا بھی ممنوع ہے، اور اسی وجہ

(۱) بدائع الصنائع ۶/۱۲۳، الجمل علی شرح المنہج ۳/۵۹۸، الانصاف ۷/۱۱۹، ۲۲۰۔

نیز دیکھئے: القوانین الفقہیہ ص ۷۰، ۷۱، ۲۳۲، الشرح الکبیر للرد ۲/۱۹۳، الدر المختار ۳/۱۵۲۔

(۲) حدیث ابی سعیدؓ: ”نہی النبی ﷺ عن شراء ما في بطون الأنعام.....“ کی تخریج فقرہ ۲۳ کے تحت آ چکی ہے۔

(۳) حدیث ابن عباسؓ: ”نہی عن بيع الغنم حتى تقسم.....“ ساریتہ حدیث (فقرہ ۲۳) کا جزو ہے۔

## بیع منہی عنہ ۲۹

مالک بنانے کے طور پر نہیں (۱)۔

یہ بیع کے عدم جواز کی صراحت کی طرح ہے۔

شافعیہ نے اموال غنیمت کی بحث میں یہی کہا ہے، لیکن انہوں نے قبضہ سے قبل فروخت شدہ چیز کو فروخت کرنے کے حکم کی بحث میں اس کے خلاف طے کیا ہے، اور جب نووی نے ”المہاج“ میں لکھا کہ انسان دوسرے کے ہاتھ میں امانت کے طور پر رکھے اپنے مال کو فروخت کر سکتا ہے مثلاً ودیعت، مال مشترک، مضاربت، اور چھوٹے کے بعد مال رہن، تو قلیوبی نے نووی کے قول: ”مثلاً ودیعت“ پر یہ حاشیہ لکھا:

”اور اسی کے مثل وقف کی آمدنی اور مال غنیمت ہے، چنانچہ کسی ایک مستحق یا غنیم (مجاہد) کے لئے جائز ہے کہ علاحدگی سے قبل اپنے حصہ کو فروخت کر دے، یہی ہمارے شیخ نے کہا ہے، برخلاف بیت المال میں اپنے حصہ کے، اس لئے کہ اس کی فروختگی اس کے علاحدہ کرنے اور اس کے مشاہدہ سے قبل صحیح نہیں، اور ہمارے بعض مشائخ نے صرف علاحدہ کرنے پر اکتفاء کیا ہے کو کہ دوسرے کے ساتھ ہو“ (۲)۔

یہاں علاحدہ کرنے پر اپنے شیخ کے حوالہ سے قلیوبی کا یہ کلام اس سابق کلام کے خلاف ہے کہ اس کے لئے لباحت کے طور پر لینا جائز ہے تملیک کے طور پر نہیں۔

بظاہر لگتا ہے کہ یہ تقسیم سے قبل مال غنیمت کی ملکیت کے بارے میں شافعیہ کے درج ذیل تین اقوال میں سے ایک پر مبنی ہے:

اول: تقسیم سے قبل ملکیت میں نہیں آتا، لیکن محض تقسیم سے بھی نہیں، بلکہ وہ اپنے لئے مخصوص کئے گئے مال کو قبول کر لے یا اس پر

راضی ہو جائے، اس لئے کہ اعتبار ملکیت کے اختیار کرنے کا ہے، اور زبان سے یہ کہنا ضروری ہے کہ میں نے اپنے حصہ کی ملکیت کو اختیار کر لیا۔ شافعیہ کے یہاں معتد قول یہی ہے۔

دوم: ایک قول یہ ہے کہ تقسیم سے قبل زبردستی قبضہ کے ذریعہ وہ ایسی کمزور ملکیت کے طور پر اس کے مالک ہو جاتے ہیں جو اعراض کے سبب ساقط ہو جاتی ہے، شیخ عمیرہ برلسی نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ کفار کی ملکیت زائل ہوگئی، اور بلا مالک اس کا باقی رہنا بعید ہے۔

سوم: اگر مال غنیمت کو تقسیم کے لئے سپرد کر دیا جائے تو ان کی ملکیت زبردستی قبضہ کے ذریعہ ظاہر ہو جائے گی، ورنہ اگر تلف ہو جائے یا وہ اعراض کر لیں تو ان کے لئے ملکیت نہیں (۱)۔

لہذا معلوم ہوتا ہے کہ شیخ قلیوبی کے نزدیک تقسیم سے قبل فروختگی کی صحت شافعیہ کے یہاں غیر معتد قول پر مبنی ہے۔

۲۹- حنابلہ میں ثرقی نے صراحت کی ہے کہ جس نے حاجت سے زیادہ چارہ لیا، وہ اس کو مسلمانوں کے پاس لوٹا دے، اور اگر اس کو فروخت کر چکا ہو تو اس کی قیمت مال غنیمت میں لوٹا دے (۲)۔

جس کے پاس مال غنیمت میں سے بہت زیادہ کھانا فاضل ہو اور وہ اس کو شہر میں لا چکا ہو تو اس کو اس غزوہ (کے مال غنیمت کی تقسیم) میں لوٹانا واجب ہے، اس کی توجیہ حنابلہ نے یہ کی ہے کہ اس نے بلا حاجت لیا، لہذا اس پر اس کو لوٹانا واجب ہوگا، اس لئے کہ اصل اس کی حرمت ہے، کیونکہ بقیہ موال کی طرح یہ مجاہدین میں مشترک ہے، محض حاجت کے بقدر مباح کیا گیا ہے، لہذا از اند اصل حرمت پر باقی رہے گا اور اسی وجہ سے اس کو فروخت کرنا مباح نہیں (۳)۔

(۱) شرح المکمل علی المہاج وحاشیہ قلیوبی وعمیرہ ۳۲/۲۲۳۔

(۲) المغنی ۱۰/۳۸۷۔

(۳) حوالہ سابق ۱۰/۳۸۷، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۰/۳۷۲۔

(۱) شرح المکمل علی المہاج وحاشیہ القلیوبی ۳۲/۲۲۳۔

(۲) حوالہ سابق ۳۲/۲۱۳۔



### بیع منہی عنہ ۳۰-۳۱

اور قبضہ سے قبل دونوں جدا ہو گئے تو جائز ہے، اس لئے کہ بیع فروخت کرنا نہیں اور اگر ادھر فروخت کرے یا اس کو قرض دیا اور اس نے لے لیا تو وہی اس کا زیادہ حق دار ہے، اور اس پر اس کی ادائیگی لازم نہیں، اور اگر اس کو ادا کر دے یا اس کے پاس لوٹا دے تو قبضہ اس کے پاس لوٹ آئے گا۔

اور اگر کھانا و چارہ کے علاوہ میں فروخت کیا تو بھی بیع صحیح نہیں ہوگی، اور خریدار اس کا زیادہ حق دار ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کا قبضہ اس پر ثابت ہے اور اس کے ذمہ کوئی ثمن نہیں، اور اگر اس سے لیا ہو تو اس کو واپس کرنا واجب ہے<sup>(۱)</sup>۔

۳۰- اس سے واضح ہوتا ہے کہ (امام شافعی کے ایک قول سے، اور مالکیہ و حنابلہ کے نزدیک مانع کو اس کے مثل یا اس کے علاوہ سے تبادلہ کی حالت سے صرف نظر) فقہ اسلامی میں عمومی رجحان یہی ہے کہ تقسیم سے قبل اموال غنیمت ناجائز ہے، جیسا کہ اس حدیث میں صراحت ہے جس میں تقسیم سے قبل اموال غنیمت کی خریداری سے ممانعت کی گئی ہے۔

اسی سلسلہ میں شوکانی کہتے ہیں: ممانعت کا تقاضا ہے کہ تقسیم سے قبل مال غنیمت کی بیع صحیح نہ ہو، اس لئے کہ (جیسا کہ امام شافعی وغیرہ کا زیادہ راجح قول ہے) تقسیم سے قبل مجاہدین میں سے کوئی اس کا مالک نہیں ہوتا، لہذا یہ لوگوں کا مال مباح کھانے کی قبیل سے ہو جائے گا<sup>(۲)</sup>۔

۳۱- یہ غزوہ میں شریک مجاہدین کا تقسیم سے قبل مال غنیمت میں سے لی ہوئی چیزوں اور اپنے حصوں کو فروخت کرنے کا حکم ہے۔

رہا امام کا تقسیم سے قبل اموال غنیمت کو فروخت کرنا تو اس پر

حنابلہ نے اس سلسلہ میں یہ اثر نقل کیا ہے: لشکرِ شام کے ذمہ دار نے حضرت عمرؓ کو لکھا: ہمیں ایسی زمین ملی ہے جس میں اناج اور چارہ بہت ہیں، لیکن ابتداء کوئی اقدام کرنا مجھے پسند نہیں، تو حضرت عمرؓ نے ان کو لکھا: لوگوں کو اس سے چارہ لینے اور کھانے دو، لیکن جس نے اس میں سے کوئی چیز، سونے یا چاندی کے عوض فروخت کیا تو اس میں اللہ کے لئے پانچواں حصہ اور مسلمانوں کے حصہ ہیں<sup>(۱)</sup>۔

اگر حنابلہ میں سے قاضی نے اس مسئلہ میں مکمل تفصیل لکھی ہے جس سے حنابلہ راضی ہیں، چنانچہ انہوں نے کہا: وہ یا تو کسی مجاہد کے ہاتھ فروخت کرے گا یا غیر مجاہد کے ہاتھ۔

اگر غیر مجاہد کے ہاتھ فروخت کرے تو فروخت کرنا باطل ہے، اس لئے کہ وہ مال غنیمت کو ولایت یا نیابت کے بغیر فروخت کر رہا ہے، لہذا فروخت کردہ شے کو لوٹنا اور بیع کو توڑنا واجب ہوگا، اور اگر اس کو لوٹنا دشوار ہو تو اس کی قیمت کو اور اگر ثمن اس کی قیمت سے زیادہ ہو تو ثمن کو غنیمت میں لوٹائے۔

ابن قدامہ نے کہا: اور اسی صورت پر خرقی کا کلام محمول ہے۔ اور اگر کسی مجاہد کے ہاتھ فروخت کرے تو حلال نہیں، الا یہ کہ اس کو بدلہ میں ایسا کھانا یا چارہ دے کہ اس کے لئے اس سے یا اس کے علاوہ سے حسب ذیل طریقہ پر نفع اٹھانا ہو۔

اگر اس کو اس کے مثل میں فروخت کیا تو یہ حقیقت میں فروخت کرنا نہیں، بلکہ اس نے اس کو ایک مباح دے کر اسی کے مثل مباح اس سے لے لیا ہے، اور ان میں سے ہر ایک کے لئے، اپنی لی ہوئی چیز سے نفع اٹھانا جائز ہے، اور وہ اس کا زیادہ حق دار ہو گیا ہے، کیونکہ اس پر اس کا قبضہ ثابت ہے۔

لہذا اگر اس نے ایک صاع کو دو صاع کے عوض فروخت کیا ہو

(۱) المغنی ۱۰/۳۸۹، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۱۰/۳۶۹۔

(۲) نیل الاوطار ۵/۱۳۹، ۱۵۰۔

(۱) المغنی ۱۰/۳۸۸، صاحب المغنی نے کہا: اس کو سعید نے روا ہے کیا ہے۔

### بیع منہی عنہ ۳۲-۳۳

کرنے پر قادر نہیں ہوتا جیسے کہ بدکا ہوا اونٹ تو اس حالت میں اس کو فروخت کرنا صحیح نہیں، اس لئے کہ جس چیز کو سپرد نہ کیا جاسکے وہ معدوم کے مشابہ ہے، اور معدوم کو فروخت کرنا صحیح نہیں (جیسا کہ گزرا) <sup>(۱)</sup>، تو اس کے مشابہ کا بھی یہی حکم ہوگا۔

جن چیزوں کو سپرد کرنے کی قدرت نہ ہو ان کی بیع کی مثالوں میں سے یہ ہے کہ مچھلی ملکیت میں آنے کے بعد سمندر میں گر جائے، مملوک پرندہ فضا میں اڑ جائے، شکار ہاتھ آنے کے بعد بھاگ نکلے، اسی کی مثال آبق غلام اور غصب کردہ چیز کی بیع ہے۔

آبق وہ غلام ہے جس نے اپنے آقا کو کسی خوف یا سخت محنت لئے جانے کی وجہ کے بغیر چھوڑ دیا ہو۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ اگر اس کا بھاگنا خوف یا تھکن کے سبب ہو تو اس کو "بارب" (جان چھڑانے والا) کہا جاتا ہے <sup>(۲)</sup>۔

۳۳- فقہاء کا اتفاق ہے کہ یہ عقد فاسد ہے کہ کوئی خفیہ کو فساد و بطلان میں نیز اس پر مرتب ہونے والے نتیجے میں تردد ہے کہ سبب فساد کا اٹھ جانا عقد کو صحیح بنا دے گا، کیونکہ فساد کے باوجود عقد قائم ہے برخلاف سبب بطلان کے زوال کے، اس لئے کہ سبب بطلان کے ساتھ عقد معدوم ہوتا ہے، تاہم خفیہ میں کمال نے فساد کو رائج کہا ہے، اس لئے کہ اس میں تسلیم کرنے پر قدرت نہیں ہے <sup>(۳)</sup>۔

انہوں نے اس عقد کے فساد کی توجیہ یہ کی ہے:

حضرت ابوسعید کی سابقہ حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے <sup>(۴)</sup>: "نہی النبی ﷺ عن شراء ما في بطون الأنعام..."

و عن شراء العبد وهو آبق" (نبی کریم ﷺ نے جانوروں

(۱) اس بحث کے فقرہ ۵ اور اس کے بعد کے فقرات دیکھ جائیں۔

(۲) حاشیہ اعلیٰ علیٰ شرح المکمل ۱۵۹/۲، المصباح۔

(۳) رد المحتار ۱۱۳۔

(۴) حدیث ابوسعید کی تحریر فقرہ ۲۳ کے تحت آچکی ہے۔

خفیہ نے روشنی ڈالی ہے، چنانچہ امام طحاوی نے لکھا ہے کہ یہ صحیح ہے، اس لئے کہ یہ مسئلہ مجتہد فیہ ہے یعنی ضروری ہے کہ امام کو اس میں مصلحت نظر آئی ہو اور اس مصلحت کا اتل درجہ یہ ہے کہ لوگوں پر زبردستی بار برداری میں تخفیف ہو یا جانوروں وغیرہ سے تخفیف اور لوگوں سے اس کے بوجھ کو کم کرنا ہو، لہذا یہ فروختگی مصلحت میں اجتہاد کی بنیاد پر ہوگی، اندازہ یا اکل سے نہ ہوگی، اس لئے بلا کراہت علی الاطلاق بیع منعقد ہوگی <sup>(۱)</sup>۔

اسی طرح مالکیہ نے بھی اس کو لکھا ہے اس کے بارے میں ان کے دو اقوال ہیں:

اول: مال غنیمت کے پانچ میں سے چار حصوں کا امام کی طرف سے فروخت کرنا واجب ہے، تاکہ ان کو مجاہدین کے درمیان تقسیم کر سکے، اس لئے کہ ثمن کی تقسیم مساوات سے زیادہ قریب ہے، کیونکہ قیمت لگانے میں غلطی ہو جاتی ہے۔

دوم: واجب نہیں، بلکہ امام کو اختیار ہے کہ وہ مصلحت کے پیش نظر اگر چاہے تو فروخت کر کے ثمن کو تقسیم کرے، اور اگر چاہے تو ان چیزوں کو ہی تقسیم کر دے <sup>(۲)</sup>۔

پانچویں شرط: فروخت کردہ کو سپرد کرنے کی قدرت ہو:

۳۲- فقہاء نے صراحت کی ہے کہ فروخت کردہ چیز کی شرائط میں سے اس کے مملوک ہونے کی شرط کے بعد یہ بھی ہے کہ اس کو سپرد کرنے کی قدرت ہو۔

چنانچہ بسا اوقات انسان مال کا مالک ہوتا ہے، لیکن اس کو تسلیم

(۱) فتح القدیر ۵/۲۲۷۔

(۲) شرح الخرشنی ۱۳۶/۳، نیز دیکھئے المشرح الکبیر للذہبی ۲/۱۹۳، القوائین

الکھیرہ ص ۱۰۰۔

## بیع منہی عنہ ۳۴

کے پیٹ کے بچوں... اور غلام جو کہ بھاگا ہوا ہو اس کے خریدنے سے منع فرمایا ہے۔

اور اس لئے کہ اس کے سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے، جو جواز کی شرط ہے<sup>(۱)</sup>۔

۳۴-۲ ہم اگر غلام کی فروختگی ہو جائے جبکہ وہ بھاگا ہوا ہو تو اس مسئلہ میں مذاہب کی تفصیلی صورتیں یہ ہیں:

اول: مالک اس کو اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دے جس کے قبضہ میں غلام ہے۔

یہ صورت جمہور کے نزدیک جائز<sup>(۲)</sup>، بلکہ شافعیہ کی تعبیر میں قطعی ہے<sup>(۳)</sup>۔ اور یہی ابن قدامہ وغیرہ کی اس عبارت کا تقاضا ہے:

اگر وہ کسی انسان کے ہاتھ آ جائے تو اس کو فروخت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ اس کو سپرد کرنا ممکن ہے<sup>(۴)</sup>۔ لیکن مذاہب حنبلی میں صراحتاً یہ ہے کہ اس کو فروخت کرنا جائز نہیں ہے کوکہ ایسے شخص کے ہاتھ ہو جو اس کو حاصل کرنے پر قادر ہو<sup>(۵)</sup>۔

لیکن جس شخص کے ہاتھ میں وہ غلام ہے فروختگی کے بعد اس شخص کو قابض تصور کرنے کے بارے میں حنفیہ نے تفصیل کی ہے:

الف۔ اگر اس نے بھگوڑے غلام کو پانے کے وقت اس پر قبضہ اپنے لئے کیا ہو، اس کے آقا کے پاس لوٹانے کے لئے نہ کیا ہو، اور اس نے اس کے آقا کے لئے قبضہ کرنے پر کواہ نہ بنایا ہو تو وہ قابض ہو جائے گا، اس لئے کہ اس کا یہ قبضہ غصب کا قبضہ ہے اور وہ ضمان کا قبضہ ہے جو بیع پر قبضہ کی طرح ہے۔

ب۔ اور اگر اس نے اس کے پانے کے وقت اس کے قبضہ پر کواہ بنالیا ہو تو وہ قابض نہ ہوگا، اس لئے کہ یہ قبضہ قبضہ امانت ہے، حتیٰ کہ اگر غلام اپنے آقا کے پاس پہنچنے سے قبل ہلاک ہو جائے تو یہ قبضہ کرنے والا اس کا ضامن نہ ہوگا، لہذا یہ قبضہ قبضہ ضمان (یعنی بیع پر قبضہ) کے قائم مقام نہ ہوگا، اس لئے کہ بیع پر قبضہ قوی تر ہے، نیز اس لئے کہ ثمن کے ذریعہ اس کا ضمان دیا جاتا ہے، اور اسی وجہ سے اگر غلام اپنے مالک کے پاس لوٹنے سے قبل ہلاک ہو جائے تو بیع فسخ ہو جائے گی، اور وہ ثمن واپس لے گا<sup>(۱)</sup>۔

دوم: مالک اس کو اس شخص کے ہاتھ فروخت کر دے جس کے قبضہ میں غلام نہیں۔

یہ صورت جمہور کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ چھین لینے اور حاصل کرنے کی قدرت ہو البتہ سہولت کے ساتھ جیسا کہ مالکیہ کی صراحت ہے<sup>(۲)</sup>، شافعیہ کے مذاہب میں صحیح یہی ہے<sup>(۳)</sup>، حنابلہ کے یہاں دوسرا قول جس کو درست قرار دیا گیا، اور ابن قدامہ وغیرہ کی تصریح کا تقاضا بھی یہی ہے<sup>(۴)</sup>۔

لیکن حنفیہ نے اس صورت کے فاسد ہونے کی صراحت کی ہے<sup>(۵)</sup>، شافعیہ کے یہاں دوسرا قول<sup>(۶)</sup>، اور حنابلہ کے یہاں مذاہب یہی ہے<sup>(۷)</sup>، شافعیہ نے اس کی توجیہ کی ہے کہ فروخت کرنے والا اس کے سپرد کرنے سے عاجز ہے۔

(۱) الدر المختار رد المحتار ۱۱۲/۳، نیز دیکھئے الہدایہ شرح العنایہ ۵۹/۶۔

(۲) شرح الدرر ۱۱/۳۔

(۳) شرح المکلی علی المصباح ۱۵۸/۲، نیز دیکھئے تحفۃ المحتاج ۲۳۳۔

(۴) دیکھئے الانصاف ۲۹۳/۳، المغنی ۲۷۱/۳۔

(۵) الدر المختار رد المحتار ۱۱۲/۳، نیز دیکھئے تمییز الحقائق ۵۰/۳، اور البدائع ۱۳/۵ سے موازنہ کریں۔

(۶) شرح المکلی علی المصباح ۱۵۸/۲۔

(۷) کشاف القناع ۱۶۲/۳، نیز دیکھئے الانصاف ۲۹۳/۳۔

(۱) تمییز الحقائق ۳۹۳/۳، بدائع الصنائع ۵/۱۳۔

(۲) الدر المختار رد المحتار ۱۱۲/۳، شرح الخرش ۱۶/۵ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔

(۳) حاشیہ اقلیو بعلی شرح المکلی ۱۵۹/۲۔

(۴) المغنی ۲۷۱/۳، شرح الکبیر فی ذیل المغنی ۲۳/۳۔

(۵) کشاف القناع ۱۶۲/۳، نیز دیکھئے الانصاف ۲۹۳/۳۔



### بیع منہی عنہ ۳۵

سوم: مالک اس کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو اس کو واپس لینے پر قادر ہو، اور وہ غلام کسی کے قبضہ میں نہ ہو۔  
یہ صورت جمہور کے نزدیک جائز ہے<sup>(۱)</sup>، حنابلہ کے یہاں دوسرا قول یہی ہے<sup>(۲)</sup>۔

لیکن شافعیہ میں قلیوبی نے یہ قید لگائی ہے کہ خریدار اس کے واپس کرنے پر عادتاً قائل برداشت مشقت کے بغیر اور بلا صرفہ کے قادر ہو<sup>(۳)</sup>۔

حنابلہ کے یہاں مذہب: عدم جواز ہے<sup>(۴)</sup>۔  
چہارم: اس کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرے جو اس کو حاصل کرنے پر قادر نہ ہو۔

اس صورت کے ناجائز ہونے پر اجماع ہے، اور حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

۳۵- بھگوڑے غلام کو فروخت کرنے ہی کے حکم میں غصب کردہ چیز کو فروخت کرنا ہے:

الف۔ پس اگر اس کو غاصب کے ہاتھ فروخت کیا تو بالاتفاق جائز ہے، اور شافعیہ نے اس مسئلہ میں جواز سے تعبیر کی ہے<sup>(۵)</sup>، اس لئے کہ فروخت کردہ چیز عملی طور پر خریدار کے سپرد کی جا چکی ہے<sup>(۶)</sup>، (اور بیع کے بعد اس کا قبضہ قائل ضمان ہونے میں، بیع سے قبل اس کے قبضہ کی طرح ہے)۔ اور مالکیہ نے اسی کے ساتھ یہ شرط لگائی ہے کہ معلوم ہو کہ غاصب غصب کردہ چیز کو اس کے مالک کے پاس

- (۱) رد المحتار ۴/۱۱۲، المشرع الکبیر للردیہ ۲/۱۱۱، تحت المحتاج ۴/۲۲۳۔
- (۲) الانصاف ۴/۲۹۳۔
- (۳) حاشیہ القلیوبی علی شرح المنہاج ۲/۱۵۸۔
- (۴) کشاف القناع ۳/۱۶۲، الانصاف ۴/۲۹۳۔
- (۵) شرح المکمل علی المنہاج ۲/۱۵۸، نیز دیکھئے المشرع الکبیر فی ذیل المغنی ۴/۲۵۵، الانصاف ۴/۲۹۳۔
- (۶) المشرع الکبیر للردیہ ۲/۱۱۱۔

لونا نے کا عزم رکھتا ہے<sup>(۱)</sup>۔  
ب۔ اور اگر ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جو اس کو چھین لینے یا لونا لینے پر قادر ہو تو جمہور کے نزدیک صحیح ہے<sup>(۲)</sup>، شافعیہ کا قول صحیح یہی ہے، البتہ انہوں نے شرط لگائی ہے کہ وہ بہ سہولت بغیر کسی قائل لحاظ صرفہ و مشقت کے خریدار کے پاس پہنچ جائے<sup>(۳)</sup>، اور اگر واپس لینے میں صرفہ کی ضرورت پیش آئے تو ممانعت ختم ہو جائے گی<sup>(۴)</sup>۔ اسی طرح مالکیہ نے یہ قید لگائی ہے کہ غاصب اقرار کرنے والا ہو اور قدرت حاصل ہوگئی ہو ورنہ نہیں، اس لئے کہ ان کے نزدیک مشہور یہ ہے کہ جس چیز میں جھگڑا ہو اس کی خریداری ممنوع ہے<sup>(۵)</sup>۔ اور طے یہ ہے کہ ان کے نزدیک غصب کردہ چیز کو صرف غاصب کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے<sup>(۶)</sup>، جیسا کہ حنابلہ کی رائے ہے۔

شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ یہ صحیح نہیں، اس لئے کہ فروخت کرنے والا بذات خود سپرد کرنے سے عاجز ہے<sup>(۷)</sup>، اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے<sup>(۸)</sup>۔

حنفیہ نے صراحت کی ہے غصب کردہ چیز کو غصب کرنے والے کے علاوہ شخص کے ہاتھ فروخت کرنا منعقد ہو جاتا ہے مگر سپرد کرنے پر موقوف ہوتا ہے اگر سپرد کروے تو بیع نافذ ہو جائے گی ورنہ نہیں۔

- (۱) شرح الخرش ۵/۱۷۔
- (۲) حوالہ سابق، شرح المکمل علی المنہاج ۲/۱۵۸، الانصاف ۴/۲۹۳۔
- (۳) تحت المحتاج وحاشیہ اشبر علیہا ۴/۲۲۳۔
- (۴) شرح المنہاج وحاشیہ المکمل ۳/۲۸۔
- (۵) شرح الخرش ۵/۱۷۔
- (۶) القوانین الکبیرہ ۲/۱۶۳، المشرع الکبیر للردیہ ۲/۱۱۱، اور کشاف القناع ۴/۱۶۲ سے موازنہ کریں۔
- (۷) شرح المکمل علی المنہاج ۲/۱۵۸۔
- (۸) الانصاف ۴/۲۹۳۔

## بیع منہی عنہ ۳۶

حکمی کی قید، ربا انسیہ اور اکثر فاسد بیوع کو داخل کرنے کے لئے ہے، اس لئے کہ ربا کی دو انواع ہیں: ربا الفضل، اور ربا انسیہ۔ ربا کتاب اللہ، سنت اور اجماع امت سے حرام ہے۔ ابن قدامہ نے کہا: امت کا اس پر اجماع ہے کہ ربا کی دونوں انواع (ربا الفضل اور ربا انسیہ) حرام ہے<sup>(۱)</sup>، اور ربا الفضل اور ربا انسیہ صرف کے بعض مسائل میں جاری ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل ”صرف“ میں ہے۔

سود گناہ کبیرہ ہے، کسی شریعت میں کبھی بھی حلال نہیں رہا۔ اس لئے کہ فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنتُمْ مُؤْمِنِينَ فَإِن لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ، وَإِن تُبْتُمْ فَلَكُمْ زُؤُوسُ أَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلُمُونَ وَلَا تُظْلَمُونَ“<sup>(۲)</sup> (اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور جو کچھ سود کا بقیہ ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو خبردار ہو جاؤ جنگ کے لئے اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے، اور اگر تم توبہ کر لو گے تو تمہارے اصل اموال تمہارے ہی ہیں نہ تم (کسی پر) ظلم کرو گے نہ تم پر (کسی کا) ظلم ہوگا)۔

اور حدیث میں ہے: ”لعن الله آكل الربا وموكله وكتابه وشاهديه“ (سود کھانے والے، کھلانے والے، لکھنے والے، اور اس کے گواہوں پر اللہ کی لعنت ہے) اور آپ ﷺ نے فرمایا: ”هم سوا“<sup>(۳)</sup> (وہ سب برادر ہیں)۔

(۱) المغنی والشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۲۲۔

(۲) سورہ بقرہ ۲۷۸، ۲۷۹۔

(۳) حدیث: ”لعن الله آكل الربا وموكله وكتابه وشاهديه و قال: هم سوا.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۲۱ طبع عینی النسخ) نے حضرت جابر بن عبد اللہ سے کی ہے۔ نیز دیکھئے حاشیہ قلیوبی علی شرح النسخ علی المہاج ۲/۱۶۶۔

حنفیہ نے بھگوڑے غلام کو فروخت کرنے (جو فاسد بلکہ غیر منعقد ہے) اور غصب کردہ چیز کو فروخت کرنے (جو صحیح ہے) میں فرق یہ بتایا ہے کہ مغصوب کی صورت میں حاکم کی قدرت کے ذریعہ مالک سپرد کرنے پر قادر ہے، البتہ وہ بیع موقوف ہے، فی الحال نافذ نہیں، اس لئے کہ صورتاً غاصب کا قبضہ قائم ہے، لیکن جب سپرد کر دیا گیا تو رکاوٹ زائل ہوگئی، اس لئے بیع نافذ ہو جائے گی۔

یہ بھگوڑے غلام کی بیع کے خلاف ہے، اس لئے کہ (بقول کاسانی) اس کو سپرد کرنے سے علی الاطلاق عاجز ہے کہ وہاں تک کسی کی رسائی نہیں، کیونکہ اس کی جگہ نامعلوم ہے، لہذا عاجز ہونا ثابت ہے، جبکہ اس پر قادر ہونے کا محض احتمال اور وہم ہے اور احتمال کے ساتھ بیع منعقد نہیں ہوگی، اس طرح بھگوڑے غلام کی فروختگی، غیر موجود پرندے اور غیر موجود مچھلی کی بیع کے مشابہ ہوگی، اور ان دونوں کی بیع باطل ہے تو بھگوڑے غلام کی بیع بھی باطل ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

## لازم عقد سے متعلق اسباب

وہ یہ ہیں: ربا، ذریعہ ربا اور غرر۔

ذیل میں ربا سے متعلق اسباب ممانعت کا بیان ہے:

۳۶- ربا لغت میں: زیادتی کو کہتے ہیں۔

فقہی اصطلاح میں: حنفیہ نے ربا کی تعریف یہ کی ہے کہ وہ معاملہ معاوضہ میں کسی ایک فریق کے لئے مشروط ایسا اضافہ ہے خواہ وہ حکماً ہو جو شرعی معیار کے مطابق عوض سے خالی ہو، اور متعاقدین میں سے کسی ایک کے لئے اس کی شرط لگائی گئی ہو<sup>(۲)</sup>۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۳۷۔

(۲) دیکھئے الدر المختار رد المحتار ۳/۱۷۶، ۱۷۷، اور ترمذی کی وہ تعریف جو تنویر الابصار میں مذکور ہے۔

## بیع منہی عنہ ۷۳-۷۲

میں فروخت کرنا<sup>(۱)</sup>۔

باتفاق فقہاء محافلہ ناجائز ہے، اس لئے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن المزابنة والمحاقلۃ“ (رسول اللہ ﷺ نے محافلہ و مزابنہ سے منع فرمایا)۔ تفصیل اصطلاح ”بیع محافلہ“ میں دیکھیں۔

و- بیع عرایا:

۴۰- بیع عرایا: درخت پر لگی تر کھجور کو زمین پر رکھی خشک کھجور سے یا درخت پر لگے انکور کو مٹھے سے فروخت کرنا<sup>(۲)</sup>۔ عرایا کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ تفصیل اصطلاح ”بیع عرایا“ میں دیکھیں۔

ھ- بیع عربون:

۴۱- کوئی سامان خریدے اور فروخت کرنے والے کو ایک درہم یا زیادہ اس شرط پر دے کہ اگر اس نے سامان لیا تو ثمن میں سے اس کو کم کر دے گا، اور اگر سامان نہ لیا تو فروخت کرنے والے کا ہے۔ اس کے جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک وہ صحیح نہیں جبکہ حنابلہ اس کے جواز کے قائل ہیں، اس میں تفصیل ہے جس کو ”بیع عربون“ کے تحت دیکھا جائے۔

و- دونوں صاع کے جاری ہونے سے قبل اناج کو فروخت کرنا:

۴۲- حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی رسول اللہ ﷺ عن بیع الطعام، حتی یجری فیہ الصاعان: صاع البائع،

(۱) الہدایۃ شروح ۶/۵۳۔

(۲) شرح اکمل علی المسماح ۲/۲۳۸۔

یہاں سود کے احکام، شرائط اور مسائل کا تذکرہ مقصود نہیں، بلکہ اس کی تفصیل عنوان ”ربا“ کے تحت دیکھی جائے۔

یہاں تو مقصود بعض سودی خرید و فروخت کے احکام کو معلوم کرنا ہے جن کی حدیث پاک میں ممانعت وارد ہے، اور وہ بیوع یہ ہیں:

الف- بیع عینہ:

۷۳- بیع عینہ: کسی چیز کو زائد ثمن کے ساتھ اوصاف فروخت کرنا، تاکہ قرض کا طالب اس کو فوری طور پر کم ثمن میں اپنے دین کی ادائیگی کے لئے فروخت کر دے۔ یہ حنفیہ کی تعریف ہے<sup>(۱)</sup>۔ کچھ اور تعریفات نیز صورتیں ہیں جن کے بارے میں اور ان کے احکام کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

تفصیل اصطلاح ”بیع عینہ“ میں دیکھی جائے۔

ب- بیع مزابنہ:

۳۸- مزابنہ: درخت پر لگی ہوئی کھجور کو اندازہ و تخمینہ سے اس کے ماپ کے مثل توڑی ہوئی خشک کھجور کے عوض فروخت کرنا۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ درخت پر لگی ہوئی تر کھجور کا ظن اور تخمینہ کے طور پر، مثلاً ایک سو صاع کا اندازہ لگایا جائے اور پھر اسی کے بقدر خشک کھجور میں اس کو فروخت کر دیا جائے<sup>(۲)</sup>۔

باتفاق فقہاء اس طرح کی بیع فاسد ہے۔

اس کی تفصیل اصطلاح ”بیع مزابنہ“ میں ہے۔

ج- بیع محافلہ:

۳۹- محافلہ: خوشہ میں موجود گیہوں کو تخمینہ سے اسی کے مثل گیہوں

(۱) ابن ماجہ ۲/۲۷۹۔

(۲) فتح القدیر والہدایۃ ۶/۵۳، ابن ماجہ ۲/۱۰۹۔



## بیع منہی عنہ ۴۳

خریدے اور اس پر قبضہ کر لے پھر اسے دوسرے کو فروخت کرے تو پہلے ماپ کی بنیاد پر اس کو سپرد کرنا جائز نہیں ہے یہاں تک کہ جس نے اس کو خرید لیا ہے اس کو دوبارہ ماپ کر کے دے یہی جمہور کا مذہب ہے، جیسا کہ ابن حجر نے ”فتح الباری“ میں اس کو نقل کیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

ابن ہمام نے صراحت کی ہے کہ امام ابو حنیفہ، مالک، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کا مذہب یہی ہے<sup>(۲)</sup>۔

فقہاء نے فی الجملہ فروخت شدہ چیز کو فروخت کرنے سے قبل قبضہ کی شرط لگائی ہے، اور یہ قبضہ کی تکمیل ہے (جیسا کہ حنفیہ کی تعبیر ہے) یا منقول کو منتقل کرنے کے ساتھ اس پر قبضہ کی صحت کی شرط ہے جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں<sup>(۳)</sup>۔

لیکن اگلے سے بیع میں ماپ کے غیر معتبر ہونے پر اجماع منعقد ہے، اور اگلے سے بیچنے کو اس شرط سے مستثنیٰ کرنا نص کے مفہوم سے یا کسی اور دلیل سے ماخوذ ہے<sup>(۴)</sup>۔

۴۳- ہم یہاں پر شافعیہ و حنابلہ کے یہاں بعض تطبیقی فتویٰ مثالیں ذکر کرتے ہیں، کیونکہ یہ دونوں مذاہب ان کے بارے میں قریب قریب ہیں۔

### پہلی مثال:

بکر کا زید پر مقرر مقدار میں مثلاً دس صاع اناج ہو، اور عمرو کا بکر پر اسی کے بقدر اناج ہو، بکر زید سے مطالبہ کرے کہ اناج اس کے

وصاع المشتري“<sup>(۱)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے اناج کو فروخت کرنے سے منع فرمایا، تا آنکہ اس میں دونوں صاع: خریدار کا صاع، اور فروخت کرنے والے کا صاع جاری ہو جائے)۔

اسی مفہوم کی حضرت عثمانؓ کی یہ حدیث ہے کہ انہوں نے کہا: میں یہودیوں کے ایک خاندان سے (جن کو بنو قریظہ کا کہا جاتا ہے) کھجور خریدتا اور اس کو نفع کے ساتھ فروخت کرتا تھا، نبی کریم ﷺ کو اس کی اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”یا عثمان! اذا اشتريت فاكتمل، واذا بعت فكل“<sup>(۲)</sup> (عثمان! جب تم خریدو تو ماپ کر لو، اور جب بیچو تو ماپ کر دو)۔

اسی طرح یحییٰ بن ابی کثیر کی حدیث میں ہے کہ حضرت عثمان بن عفان اور حکیم بن حزام رضی اللہ عنہما کھجوریں خریدتے، ان کو بوریوں میں بھرتے پھر اس کو اسی ماپ سے فروخت کرتے تھے، ”فنهما رسول الله ﷺ أن يبيعا حتى يكيلا لمن ابتاعه منهما“<sup>(۳)</sup> (تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں اس کو فروخت کرنے سے منع فرمایا، تا آنکہ اس شخص کو ماپ کر کے دیں جو ان دونوں سے خرید رہا ہے)۔

ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص کوئی چیز ماپ سے

(۱) حدیث: ”لبي عن بيع الطعام.....“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۵۰) طبع المجلد (۱) نے حضرت جابرؓ سے کی ہے یحیر کی نے اس کو ضعیف کہا ہے اور اس کی روایت بزار نے حضرت ابو ہریرہؓ سے کی ہے اور اس کی اسناد کو ابن حجر نے جید کہا ہے جیسا کہ ”الدرایہ“ (۲/۵۵) طبع مطبعہ المجلد (۱) میں ہے۔

(۲) حدیث: ”یا عثمان! اذا اشتريت فاكتمل، واذا بعت فكل“ کی روایت احمد (۱/۶۲) طبع المجلد (۱) نے حضرت عثمان بن عفانؓ سے کی ہے اور یحییٰ نے مجمع الزوائد (۳/۸۸) طبع القدسی (۱) میں اس کو ذکر کر کے کہا اس کی اسناد حسن ہے۔

(۳) حدیث: یحییٰ بن ابی کثیر کی روایت عبد الرزاق (۳/۸) نے کی ہے، اس کی اسناد میں یحییٰ بن ابی کثیر اور رووی حدیث صحابی کے درمیان انقطاع ہے (احمد ہب ل ابن حجر ۱/۲۷۰ طبع دائرة المعارف العثمانیہ)۔

(۱) نیل الاوطار ۵/۶۱۔

(۲) فتح القدیر ۶/۱۳۹۔

(۳) فتح القدیر ۶/۱۳۹، شرح المجلد علی الصہاج ۲/۲۱۷، ۲۱۸، شرح المنہج ۳/۳۷۳۔

(۴) شرح المجلد جامعہ اہلبیروت ۲/۲۱۷، جامعہ المجلد ۳/۳۷۳، تحفۃ المحتاج ۳/۱۹۳۔

## بیج منہی عنہ ۴۴

مقبوضہ مال اس شخص کی ملکیت میں باقی رہے گا جس نے اس کو سپرد کیا ہے، اور وہ زید ہے اس لئے کہ قبضہ صحیح نہیں ہوا۔ یہ سابقہ روایت کے برخلاف ہے، اس لئے کہ مال مقبوضہ بکر کی ملکیت میں آجائے گا۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہی دوسری روایت ہی رائج ہے، چنانچہ ”الاقناع“ کا متن اسی پر ہے۔

اگر کہے: اس پر میرے لئے قبضہ کر لو، پھر اس پر اپنے لئے قبضہ کرو، تو دونوں میں سے ہر ایک کے لئے قبضہ صحیح ہے، اس لئے کہ اس نے اس کو قبضہ کرنے کے لئے اپنا نائب مقرر کیا ہے، اور جب اس نے اپنے موکل کے لئے قبضہ کیا تو اس پر اپنے لئے قبضہ کرنا جائز ہو گیا، جیسا کہ اگر اس کی کوئی ودیعت کسی ایسے شخص کے پاس ہو جس کا اس کے ذمہ قرض ہے، اور اس نے اس کو اجازت دے دی کہ اپنے قرض کی طرف سے اس پر قبضہ کر لے۔

یاد رہے کہ مذکورہ مثال یعنی پہلی مثال کو کہ سلم کے بارے میں ہے، پھر بھی اس کی قید لگانا اس لئے ہے کہ امام شافعی کے اصحاب کے کلام میں یہی ہے، اور سلم ہی کی طرح (جیسا کہ انہوں نے کہا) قرض اور کسی چیز کا تلف وضائع کرنے کا دین ہے<sup>(۱)</sup>۔

### دوسری مثال:

۴۴- اگر بکر عمرو سے کہے: جب میں زید سے اپنے لئے اپنے لگوں تو تم حاضر رہو تا کہ میں اس پر تمہارے لئے قبضہ کروں، اور اس نے ایسا کیا تو عمرو کے لئے اس کا قبضہ کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس نے ناپا نہیں، اور بکر اپنے لئے اس پر قبضہ کرنے والا ہوگا، اس لئے کہ

لئے ناپ دے، تا کہ اس کی ملکیت میں آجائے، پھر بکر اس کو عمرو کے لئے ناپے، تا کہ قبضہ کرنا اور کرنا دونوں صحیح ہوں، اس لئے کہ یہاں قبضہ کرنا متعدد ہے اور قبضہ کرانے کی شرط ہے کہ ناپے، لہذا اس کا متعدد ہونا بھی لازم ہے، کیونکہ دونوں ناپوں میں بسا اوقات تفاوت ہوتا ہے<sup>(۱)</sup>۔

اگر بکر عمرو سے کہے: اے عمرو! میری نیابت میں میرا جوامانج زید پر ہے، اس کو اس سے اپنے لئے قبضہ میں لے لو، اور عمرو نے ایسا کر دیا تو شافعیہ کے نزدیک، اور امام احمد سے ایک روایت میں زید کے لحاظ سے قبضہ صحیح ہو گیا، اور اجازت کے پائے جانے کی وجہ سے اس کا ذمہ بری ہو گیا، اور یہ قرض دینے والے کی اجازت ہے، قرض دینے والا بکر ہے اور یہ اجازت لازمی طور پر اس کے اپنے لئے اس سے قبضہ میں لینے کے بارے میں ہے، لہذا اس کا قبضہ اس کے وکیل کے قبضہ کی طرح ہو گیا، تاہم یہ قبضہ عمرو کے لحاظ سے فاسد ہے، کیونکہ وہ خود اپنی ذات سے اپنے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا، اس لئے کہ اس کے قبضہ میں شرط ہے بکر کے قبضہ سے پہلے ہو اور وہ مفقود ہے، اور ان دونوں کا حصول ناممکن ہے، اس لئے کہ اس میں قبضہ کرنے والا اور قبضہ کرانے والا ایک ہی ہے اور عمرو نے جس پر قبضہ کیا ہے اس کا ضمان اسی پر ہے اس لئے کہ اس کا قبضہ اپنے لئے ہے، اور اس صورت میں جس کے لئے قبضہ کیا گیا ہے (بکر) قابض (یعنی عمرو) کے لئے اس چیز کو ناپ کر دے گا، اور اس کا قبضہ اس کے لئے صحیح ہوگا۔

حنابلہ کے یہاں دوسری روایت یہ ہے کہ یہ قبضہ صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کو اس نے قبضہ میں اپنا نائب نہیں بنایا، لہذا قبضہ اس کے لئے نہیں ہوا، برخلاف وکیل کے، اور اس روایت کے مطابق

(۱) تحفۃ المحتاج ۴/۳۱۹، ۴۲۰، شرح المکلی وحاشیہ قلیوبی ۲/۲۱۷، ۲۱۸، حاشیہ الجمل ۳/۱۷۳، ۱۷۵، المغنی ۳/۲۲۲، کشاف القناع ۳/۳۰۸۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۴/۳۱۹۔

اس نے اس کو ناپا ہے<sup>(۱)</sup>۔

### تیسری مثال:

۴۵- اگر بکر نے عمرو سے کہا: اس کو اس ناپ سے لے لو جس کو تم نے دیکھا ہے، اور اس نے اس کے ذریعہ لے لیا تو صحیح ہے، اس لئے کہ اس کے ناپ کو وہ دیکھنے والا اور جاننے والا ہے، لہذا دوبارہ اس کے ناپ سے اعتبار کا کوئی معنی نہیں<sup>(۲)</sup>۔

امام احمد سے ایک روایت ہے کہ یہ ناکافی ہے، اس کی دلیل سابقہ حدیث ہے کہ ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ، حَتَّى يَجْرِيَ فِيهِ الصَّاعَانِ.....“<sup>(۳)</sup> (نبی کریم ﷺ نے اناج کی بیع سے منع فرمایا، تا آنکہ اس میں دونوں ناپ جاری ہو جائیں.....) اور یہ اس میں داخل ہے۔

نیز اس لئے کہ اس نے ناپ بغیر اس پر قبضہ کیا ہے، لہذا یہ اس پر اٹکل سے قبضہ کرنے کے مشابہ ہو گیا۔

### چوتھی مثال:

۴۶- اگر بکر عمرو سے کہے: ہمارے سامنے رہوتا کہ میں اس کو اپنے لئے ناپوں، پھر تم اس کو اپنے لئے ناپ لو، اور دونوں نے ایسا کر لیا تو بلا اشکال صحیح ہے۔

اگر بکر نے اس کو اپنے لئے ناپا، پھر عمرو نے اسی ناپ کے ذریعہ جس کو اس نے دیکھا تھا، اسے لے لیا تو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں:

(۱) کشاف القناع ۳/۳۰۸، ۳۰۹، المغنی ۳/۲۲۲۔

(۲) سابقہ مراجع۔

(۳) حدیث: ”نَهَى عَنْ بَيْعِ الطَّعَامِ.....“ کی تخریج فقرہ ۳۲ کے تحت آچکی ہے۔

اگر اس کو پیانہ میں باقی رکھتے ہوئے عمرو کے حوالہ کر دے تاکہ وہ اس کو اپنے لئے انڈیل لے تو صحیح ہے، اور یہ قبضہ صحیح ہوگا، اس لئے کہ ناپ کا برقرار رہنا اس کی ابتداء کے درجہ میں ہے، اور یہاں ابتداء ناپنے کی کوئی وجہ نہیں، اس لئے کہ اس سے مزید علم حاصل نہ ہوگا۔

کو کہ ابن قدامہ نے شافعیہ سے یہ منسوب کیا ہے کہ قبضہ صحیح نہیں، اس لئے کہ اناج کی بیع کی ممانعت ہے تا آنکہ اس میں دونوں ناپ جاری ہو جائیں، اور ابن قدامہ نے یہ طے کیا ہے کہ حدیث کے تقاضے کا قائل ہونا ممکن ہے، خریدار کا پیانہ میں اس پر قبضہ کرنا یہ مانا جائے گا کہ اس نے اپنا صاع اس میں جاری کیا، تاہم ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ پیانہ جیسی چیز کا برقرار رکھنا از سر نو کرنے کی طرح ہے، لہذا یہ ناکافی ہے<sup>(۱)</sup>۔

### پانچویں مثال:

۴۷- بکر نے عمرو کو کچھ دراہم دے کر کہا: ان سے اس اناج کا مثل خرید لو جو تمہارا مجھ پر ہے، اور اس نے ایسا کر لیا تو صحیح نہیں، اس لئے کہ وہ فضولی ہے، کیونکہ اس نے دوسرے کے مال سے اپنے لئے خرید لیا ہے، اس لئے کہ بکر کے دراہم کا عوض عمرو کا نہیں ہوگا، اور شافعیہ اس کی توجیہ یہ کرتے ہیں کہ دوسرے کے مال سے اپنے لئے خریدنا ناممکن ہے اور دراہم اس کے ہاتھ میں امانت ہیں، لہذا اگر بعینہ ان دراہم سے خرید لے تو خریدنا باطل ہے، اور اگر اپنے ذمہ میں واجب ثمن میں خرید لے تو اپنے لئے خریداری صحیح ہے، اور ثمن اسی کے ذمہ ہوگا، اور اگر اس نے کہا: میرے لئے ان دراہم میں اناج خرید لو، پھر اس پر اپنے لئے قبضہ کر لو، اور اس نے ایسا کر لیا تو خریداری صحیح

(۱) المغنی ۳/۲۲۲، حاشیہ الجمل ۳/۳۷۳، تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۰۔



## بیع منہی عنہ ۴۸

سے اور اپنے ہی لئے قبضہ کرنے والا ہو جائے گا، اور وہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جو عقد کے دونوں طرف کا ولی بن سکے، لہذا اس کا قبضہ قبضہ نہ ہونے کی طرح ہے<sup>(۱)</sup>۔

### چھٹی مثال:

۴۸- دو شخصوں نے امان خریدی، ان دونوں نے اس پر قبضہ کیا، پھر ان میں سے ایک نے باہم اس کی تقسیم سے قبل اپنا حصہ دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا تو:

الف۔ احتمال ہے کہ یہ صورت ناجائز ہو، اس لئے کہ اس نے انفرادی طور پر اپنے حصہ پر قبضہ نہیں کیا تو غیر مقبوضہ کے مشابہ ہو گیا۔  
ب۔ جواز کا احتمال ہے، اس لئے کہ وہ ان دونوں کے قبضہ میں ہے اور اسے کسی اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے تو اس کو اپنے شریک کے ہاتھ فروخت کرنا بھی جائز ہوگا، جیسا کہ بقیہ اموال کا حکم ہے۔

اگر ان دونوں نے آپس میں تقسیم کر لیا اور علاحدہ ہو گئے، پھر ایک نے اپنا حصہ اسی ماپ کے ذریعہ جس سے ماپا تھا فروخت کر دیا تو ناجائز ہے، جیسا کہ اگر کسی سے ناج خریدی اور اس کو ماپ لیا، پھر دونوں علاحدہ ہو گئے، پھر اس نے اس کو اس شخص کے ہاتھ اسی ماپ سے فروخت کر دیا۔

ہاں اگر ان دونوں نے اس کو آپس میں تقسیم کر لیا، لیکن علاحدہ نہیں ہوئے کہ ان میں سے ایک نے اپنا حصہ اسی ماپ سے فروخت کر دیا تو اس میں دو روایتیں ہیں<sup>(۲)</sup>۔ جیسا کہ چوتھی مثال میں گزرا۔

(۱) الشروانی علی تحتہ المحتاج ۴۲۰، ۴۲۱، کشاف القناع ۳۰۹، ۳۱۰، حاشیہ اہلبی

۲۱۸، ۲۱۹، المغنی ۲۲۳، الشرح الکبیر للرد ۵۲، ۵۳۔

(۲) المغنی ۲۲۳۔

ہے البتہ اپنے لئے قبضہ صحیح نہیں<sup>(۱)</sup>۔

شافعیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ کسی انسان کے حق پر، دوسرا شخص اپنے لئے قبضہ نہیں کر سکتا، اور قبضہ کرنے والا قرض خواہ اس کا ضامن اپنے لئے اس پر زبردستی قبضہ کرنے کی وجہ سے ہوگا، اس لئے کہ اس نے اس پر اپنے لئے زبردستی قبضہ کیا ہے۔

حنابلہ نے کہا: اپنے لئے اس کا قبضہ اس کے مؤکل کے قبضہ کی فرع ہے، اور وہ پایا نہیں گیا۔

اگر اس نے کہا: میرے لئے ان سے امان خرید لو (اور اس پر میرے لئے قبضہ کر لو) پھر اس پر اپنے لئے قبضہ کر لو، اور اس نے ایسا کر لیا تو جائز ہے، اس لئے کہ اس نے اس کو خریداری اور قبضہ کرنے، پھر اس کی طرف سے اپنے لئے وصول کرنے کا وکیل بنایا ہے، اور یہ صحیح ہے۔

شافعیہ نے کہا: خریداری اور پہلا قبضہ صحیح ہے، دوسرا قبضہ صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں قبضہ کرنے اور قبضہ کرانے والا ایک ہے، جبکہ پہلے قبضہ میں یہ بات نہیں۔

حنابلہ نے اس کو اس مسئلہ پر قیاس کیا ہے کہ والد نے کوئی چیز اپنی چھوٹی اولاد کے مال سے اپنی ذات کے لئے خریدی اور وہ چیز اپنی چھوٹی اولاد کو بہہ کی اور اولاد کی جانب سے اس چیز پر خود ہی قبضہ کیا۔

شافعیہ اس صورت میں قیاس کو ممنوع کہتے ہیں، ان کے نزدیک ایک شخص دونوں کی طرف سے ولی نہیں ہو سکتا کہ دونوں کی جانب سے وکالت کے طور پر ہو۔

مالکیہ بھی اس کو ممنوع کہتے ہیں، اس لئے کہ وہ اپنی ہی طرف

(۱) الشروانی علی تحتہ المحتاج ۴۲۰، ۴۲۱، المغنی ۲۲۲، کشاف القناع

۳۰۹، ۳۱۰۔

## بیع منہی عنہ ۴۹

نہیں ہوگی، امام ابو یوسف نے فرمایا: اس لئے کہ بیع فاسد قبضہ کے ذریعہ ملکیت میں آجاتی ہے، جیسا کہ قرض<sup>(۱)</sup>۔

اسی طرح فقہاء نے ماپ اور وزن والی چیز میں اس شمار کی جانے والی چیز کو بھی شامل کیا ہے جس میں باہمی فرق نہیں ہوتا، مثلاً اثروٹ اور انڈا اگر اس کو شمار سے خریدے، اور امام ابو حنیفہ سے اظہر روایت یہی ہے، انہوں نے دوبارہ شمار کرنے سے قبل بیع کو فاسد قرار دیا ہے، اس لئے کہ علت ایک ہے، اور وہ مقدار کا واجبہ طور پر معلوم ہونا اور دونوں مالوں کے باہمی اختلاط کے احتمال کا زائل ہونا ہے، کیونکہ اس میں زائد حصہ فروخت کرنے والے کا ہے، اس کے برخلاف صاحبین سے مروی ہے کہ شمار کرنے سے قبل دوسری بیع جائز ہوگی۔

متن ”کنز“ اور ”تنویر“ میں شمار والی چیز کو ماپ اور وزن والی چیز کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

فقہاء نے وزن والی چیز میں سے درام اور دنانیر کو مستثنیٰ کیا ہے، اس لئے کہ ان دونوں میں قبضہ کے بعد عقد صرف یا سلم میں وزن سے پہلے تصرف کرنا بیع تعاطی کی طرح جائز ہے، اس لئے کہ وزن والی چیزوں میں خریدار کے دوبارہ وزن کرنے کی ضرورت نہیں ہوتی، کیونکہ وزن کے بعد قبضہ کے ذریعہ وہ بیع ہوگئی۔

ملفوظ رہے کہ حنفی نے اس حکم سے (دوسروں کی طرح) انکل سے فروخت شدہ چیز کو مستثنیٰ کیا ہے اگر فروخت کرنے والے نے اس کو ماپ کر کے نہ خریدا ہو، اس لئے کہ جس کو اشارہ سے فروخت کیا گیا ہے وہ سارا خریدار کا ہے، لہذا اس میں دو ملکیتوں کا اختلاط ممکن نہیں۔

یہی حکم اس صورت میں ہے جب کپڑے کو پیمائش کر کے بیچا ہو اس لئے کہ زیادتی خریدار کی ہے، کیونکہ پیمائش کپڑے میں

(۱) رد المحتار ۳/۱۶۳۔

۴۹- حنفی نے اس مسئلہ پر خصوصیت کے ساتھ صراحت، تفصیل اور تعلیل و توجیہ کرتے ہوئے گفتگو کی ہے، چنانچہ ان میں سے مرغینانی نے کہا: جس نے کوئی ماپی جانے والی چیز ماپنے کی شرط کے ساتھ یا وزن کی جانے والی چیز وزن کرنے کی شرط کے ساتھ خریدی اور اس کو ماپ لیا یا وزن کر لیا، پھر اس کو ماپ یا وزن کے ساتھ فروخت کر دیا، تو اس سے خریدنے والے کے لئے جائز نہیں ہے کہ وہ اس کو فروخت کرے یا اس کو کھائے جب تک کہ دوبارہ ماپ یا وزن نہ کر لے<sup>(۱)</sup>۔ اس کی دلیل حضرت جابر اور حضرت عثمانؓ کی مذکورہ حدیثیں ہیں<sup>(۲)</sup>۔

نیز اس لئے کہ مقرر مقدار سے زائد ہونے کا احتمال ہے، اور یہ زائد حصہ مقدار والی اشیاء میں فروخت کرنے والے کا ہوتا ہے، اور دوسرے کے مال میں تصرف کرنا حرام ہے، لہذا اس سے بچنا واجب ہوگا۔

نیز اس لئے کہ ماپ وزن اور شمار کرنا قبضہ کا تتمہ ہیں، اور اصل قبضہ تصرف کے جائز ہونے کی شرط ہے جیسا کہ گذرا، تو اس کا تتمہ بھی شرط ہوگا<sup>(۳)</sup>۔

مذکورہ حکم کو خریداری کے ساتھ مقید کیا گیا ہے، اس لئے کہ اگر وہ اس کی ملکیت میں مبہ یا وراثت یا وصیت سے آئے تو ماپنے سے قبل اس میں تصرف کرنا جائز ہوگا۔

اسی طرح بیع اگر مطلق بولی جائے تو کامل یعنی صحیح بیع مراد ہوتی ہے، حتیٰ کہ جس کو فاسد بیع کے ذریعہ خریدا ہے اگر اس کو قبضہ کے بعد ماپ کر فروخت کرے تو دوسرے خریدار کو دوبارہ ماپنے کی ضرورت

(۱) تبیین الحقائق ۸۱/۳، الہدایہ مع الشروح ۸۱/۶۔

(۲) دیکھئے ساہۃ فقرہ ۲۲۸۔

(۳) تبیین الحقائق ۸۲/۳، الہدایہ مع الشروح ۸۳/۶، ۱۳۰، نیز دیکھئے

فقرہ ۲۲۸۔

## بیع منہی عنہ ۵۰-۵۱

وصف ہے اور وصف کے مقابلہ میں کوئی شمن نہیں ہوتا برخلاف مقدار کے (۱)۔

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کے دور میں گزروں کی تعیین کے بالمتقابل شمن نہیں ہوتا تھا، کیونکہ ان کے دور میں کپڑا اس کو کہا جاتا تھا جو ایک لباس کے لئے کافی ہو، لہذا اس میں زیادتی مضر نہیں ہوتی تھی، اور نہ ہی وہ زیادتی فروخت کرنے والے کی ملکیت سے مخلوط ہوتی تھی، ہمارے دور کے کپڑے اس کے برخلاف ہیں کہ ان میں چند گز کپڑے سلنے کے لئے کاٹے جاتے ہیں، اور ان کے مقابلہ میں شمن ہوتا ہے اور ان کو مقدار میں سے مانا جاتا ہے۔

ہر چند کہ بعض حنفیہ نے دوبارہ مانپنے سے قبل بیع کو علی الاطلاق حرام کہا ہے، تاہم شراح نے اس کی تشریح کر اہت تحریری سے کی ہے، اس لئے کہ حدیث مذکور میں ممانعت خبر آحاد کے قبیل سے ہے جس کے ذریعہ حنفیہ کے نزدیک قطعی حرمت ثابت نہیں ہوتی (۲)۔

اس کے باوجود اس کے کھانے والے کو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے حرام کھایا، چنانچہ ”الجامع الصغیر“ میں صراحت ہے کہ اگر اس کو کھالے، حالانکہ ماپے بغیر قبضہ کیا ہے تو نہیں کہا جائے گا کہ اس نے حرام کھایا، کیونکہ اس نے اپنی مملوک چیز کھائی ہے، البتہ وہ گنہگار ہوگا، اس لئے کہ اس کو مانپنے کا حکم دیا گیا تھا جس کو اس نے ترک کر دیا۔

۵۰۔ ہر چند کہ دوبارہ مانپنے سے قبل بیع کرنا مکروہ تحریمی ہے، لیکن حنفیہ نے اس کے فاسد ہونے کی صراحت کی ہے۔

”الجامع الصغیر“ میں امام محمد کی عبارت یہ ہے:

امام ابو حنیفہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا: اگر تم نے ماپ یا

وزن یا شمار والی کوئی چیز خریدی، اور تم نے ماپ والی چیز کو ماپ سے، وزن والی چیز کو وزن سے اور شمار والی چیز کو شمار سے خریدا، تو اس کو فروخت کرنے سے قبل ماپ کو وزن کر لو اور شمار کر لو، اگر ایسا کرنے سے قبل تم نے فروخت کر دیا، اور تم نے اس پر قبضہ کر لیا تھا تو ماپ اور وزن والی چیز میں بیع فاسد ہوگی (۱)۔

ابن عابدین نے اس پر حاشیہ لکھا ہے کہ دوسری بیع فاسد ہوگی جو مانپنے سے قبل خریدار کی طرف سے بیع ہے اور پہلی بیع صحیح واقع ہوگی، لیکن اس پر اس میں کوئی تصرف کرنا (یعنی کھانا یا فروخت کرنا) حرام ہے تا آنکہ اس کو ماپ لے، اور جب اس نے اس کو مانپنے سے قبل فروخت کر دیا تو دوسری بیع فاسد ہوئی، اس لئے کہ فساد کی علت مانپنے کا قبضہ کا تتمہ ہے، تو جب اس نے اس کو مانپنے سے قبل فروخت کر دیا تو کوپا اس نے اس کو قبضہ سے قبل فروخت کر دیا، اور منقولہ چیز کو قبضہ سے قبل فروخت کرنا صحیح نہیں ہے (۲)۔

۵۱۔ ماپ اور وزن والی چیز میں اس کی خریداری کے بعد تصرف کرنے میں حنفیہ کے نزدیک یہ صورتیں ممکن ہیں:

اول: ماپ کر خریدے اور ماپ کر فروخت کرے، اور اس صورت میں پہلے خریدار سے خریدنے والے کے لئے جائز نہیں کہ اس کو فروخت کرے تا آنکہ اپنے لئے اس کو دوبارہ ماپ لے، جیسا کہ حکم پہلے خریدار کے حق میں تھا، اس لئے کہ سابقہ حدیث میں اس سے ممانعت ہے، اور زیادتی کا احتمال ہے جیسا کہ گزرا (۳)۔

دوم: اکل سے خریدے اور اکل سے ہی فروخت کرے، اس صورت میں مانپنے کی ضرورت نہیں ہوگی، اس لئے کہ مقدار کی تعیین

(۱) ابن عابدین ۳۴۱، فتح القدیر ۶/۱۳۰۔

(۲) رد المحتار ۳۴۱۔

(۳) دیکھئے: فقرہ ۳۲۔

(۱) فتح القدیر ۶/۱۳۰، نیز جامعہ اہل سنت علی تبیین الخلاف ۳۴۱، ۸۲ کے ساتھ

موازنہ کریں، الدر المختار ۳۴۱۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳۴۱۔



## بیع منہی عنہ ۵۲

کی حاجت نہیں۔

فروخت کرنے والے کے سابق ماپ کا اعتبار نہیں، گوکہ اس نے اپنے لئے خریداری کی موجودگی میں اپنی خریداری کی طرف سے ماپا ہو، اس لئے کہ وہ ماپ موجودہ فروخت کرنے والے اور خریدار کا ماپ نہیں ہے، اور نص سے یہی شرط ہے۔

ب۔ خریداری کی غیر موجودگی میں دوسری بیع کے بعد اس کے ماپے کا اعتبار نہیں، اس لئے کہ ماپنا سپردگی کا حصہ ہے، کیونکہ ماپ ہی کے ذریعہ فروخت شدہ چیز کا تعین ہوتا ہے، اور سپرد کرنا خریداری کی موجودگی کے بغیر ممکن نہیں۔

ج۔ اگر اس کو خریداری کی موجودگی میں بیع کے بعد ماپایا وزن کیا تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے:

ایک قول یہ ہے کہ یہ کافی نہیں، دوبارہ ماپنا یا وزن کرنا ضروری ہے، اس کی دلیل ظاہر حدیث ہے۔

عام مشائخ کا قول ہے کہ یہ کافی ہے حتیٰ کہ خریدار کے لئے اس میں تصرف کرنا اپنے اور وزن کرنے سے قبل صحیح ہے، اگر اس نے اس پر قبضہ کر لیا ہے یہی رائے صحیح ہے، اس لئے کہ ماپ اور وزن کا مقصد فروخت شدہ چیز کا متعین ہو جانا ہے، اور یہ مقصد ایک ماپ کے ذریعہ حاصل ہو گیا، اور سپرد کرنے کا مفہوم پالیا۔

بایدتی نے اس صورت میں ایک ماپ پر اکتفاء کرنے پر بحث کی ہے، اور مقررہ مقدار پر اضافہ کے احتمال سے اصل میں حکم کی تعلیل کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہا ہے کہ اس کا تقاضا یہ ہے کہ پہلے مسئلہ میں بھی ایک ہی ماپ پر اکتفاء ہو، اور انہوں نے کہا: اور اگر ثابت ہو جائے کہ دونوں ماپ کے وجوب کا حکم عزیمت ہے اور ایک ماپ پر اکتفاء رخصت ہے یا قیاس اور استحسان ہے تو یہ ایسا جواب ہے جو ضوابط (یعنی قواعد) پر جاری ہے، لیکن مجھے ایسا نہیں ملا<sup>(۱)</sup>۔

سوم: ماپ کو خریدے اور اٹکل سے فروخت کرے، تو دوسرے خریدار کو ماپنے کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ جب اس نے اٹکل سے خرید اتو بیع میں جس چیز کی طرف اشارہ کیا گیا تھا اس سب کا وہ مالک ہو گیا، لہذا وہ اپنی ذاتی ملکیت میں تصرف کرنے والا ہے۔

چہارم: اٹکل سے خریدے اور ماپ کو فروخت کرے، تو اس کو ایک بار ماپنے کی ضرورت ہوگی یا تو خریدار ماپ لے یا اس کی موجودگی میں فروخت کرنے والا ماپ لے، اس لئے کہ ماپ سے فروخت کی گئی چیز میں ماپنا تصرف کے لئے شرط ہے، کیونکہ فروخت شدہ مقدار کی تعین کی ضرورت ہے، رہا اٹکل سے بیچنا تو اس کے لئے اس کی ضرورت نہیں۔

اس آخری صورت کی بنیاد پر اس صورت کی تخریج ہوگی جس کی تحقیق ابن غالبین نے کی ہے، اور وہ صورت یہ ہے:

زید کی ملکیت میں اناج اٹکل سے خرید فروخت کے ذریعہ یا وراثت وغیرہ سے آگیا، اور اس نے اس کو عمرو کے ہاتھ ماپ کے طور پر فروخت کیا تو یہاں فروخت کرنے والے کا صاع (ماپ) سابق ہوگا، اس لئے کہ اس کی پہلی ملکیت ماپنے پر موقوف نہیں ہے، صرف خریدار کے لئے ماپنے کی ضرورت رہے گی، لہذا اس کی بیع عمرو کے ہاتھ بلانا پے صحیح نہ ہوگی، یہاں صرف دوسری بیع فاسد ہوگی، پھر اگر عمرو اس کو بکر کے ہاتھ فروخت کر دے تو بکر کے لئے ایک بار اور ماپنے کی ضرورت ہوگی، اور اس صورت میں پہلی اور دوسری بیع فاسد ہوگی، کیونکہ فساد کی علت دونوں میں موجود ہے<sup>(۱)</sup>۔

۵۲۔ شرعاً معتبر ماپ کے متعلق حنفی کی صراحت یہ ہے:

الف۔ دوسرے خریدار کے ہاتھ فروخت کرنے سے قبل

(۱) الہدایہ فی شرح القدر مع شرح العناویہ ۶/۱۳۰، ۱۳۱، تمییز الحقائق ۳/۸۲۔

(۱) شرح العناوی علی الہدایہ ۶/۱۳۹، ۱۳۰، تصرف کے ساتھ۔

## بیع منہی عنہ ۵۳-۵۴

اس کی تشریح دین کی بیع سے بھی کی گئی ہے، جیسا کہ اس کی صراحت ایک روایت میں ہے۔

دین کفر وخت کرنے کی دو صورتیں ہیں: خود مدیون کے ہاتھ اس کفر وخت کرنا اور مدیون کے علاوہ دوسرے کے ہاتھ اس کو کفر وخت کرنا۔

فقہاء کے یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ مدیون کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ دین کفر وخت کرنا جائز ہے۔

ہاں مدیون کے ہاتھ اس کفر وخت کرنے کے بارے میں ان میں اختلاف ہے، جمہور فقہاء عام طور پر اس کو ناجائز کہتے ہیں، لہذا کچھ معین حالات اس سے مستثنیٰ ہیں، حنفیہ کا اس میں اختلاف ہے۔

ذیل میں فقہاء کی طرف سے پیش کی جانے والی اہم صورتوں اور تقسیمات اور ان کے احکام کا بیان ہے۔

۵۴- مذہب مالکیہ: مالکیہ کے نزدیک دین پر عقد کی مختلف صورتیں ہیں:

الف۔ مدیون کے ذمہ واجب کو فسخ کرنا، یعنی اس کو ایسی چیز کے عوض ساقط کرنا جس پر قبضہ فسخ کے وقت سے مؤخر ہو، خواہ فسخ کئے گئے دین کی ادائیگی کا وقت ہو چکا ہو یا نہ ہو، اگر مؤخر شدہ چیز اس کی جنس کے علاوہ سے ہو یا اسی کی جنس سے ہو، لیکن اس کے زائد کے عوض ہو، اور خواہ جس میں فسخ کیا گیا ہے معین ہو مثلاً جائیداد، یا معین ذات کے منافع ہوں مثلاً جانور کی سواری تو یہ ناجائز ہے، یہ جاہلیت کے سود میں سے ہے جو سب سے شدید حرمت والی نوع ہے، اس کی حرمت کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے۔

ب۔ دین کو مدیون کے علاوہ کے دین کے عوض کفر وخت کرنا کو

ز۔ بیع الکالی بالکالی (دین کی دین سے یا ادھار کی ادھار سے فروخت):

۵۳- لفظ ”کالی“ کالۃ الدین یکالاً (دونوں حرف پر زہد کے ساتھ) کلواء بمعنی مؤخر ہونا سے مشتق ہے، کالی (ہمزہ کے ساتھ) ام فاعل ہے، اور ہمزہ کی تخفیف بھی جائز ہے، اس صورت میں یہ لفظ تاقضی کی طرح ہو جائے گا، اصمعی اس میں ہمزہ کے قائل نہ تھے، ان کا کہنا تھا کہ وہ تاقضی کی طرح ہے اس میں ہمزہ لگانا صحیح نہیں ہے۔

بیع الکالی بالکالی: ادھار کو ادھار کے عوض کفر وخت کرنا ہے۔ ابو عبید نے کہا: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص ایک مدت تک کے لئے لانج کے واسطے درآمد سپرد کر دے، اور جب مدت آجائے تو جس کے ذمہ لانج کی ادائیگی تھی، وہ کہے: میرے پاس لانج نہیں، ہاں تم اسے میرے ہاتھ ایک مقررہ مدت تک کے لئے کفر وخت کر دو، تو یہ ادھار بیع تھی جو بدل کر پھر ادھار بیع ہو گئی، اور اگر لانج پر قبضہ کر لے پھر اس کو اس کے یا دوسرے کے ہاتھ کفر وخت کر دے، تو یہ ”کالی“ کی بیع ”کالی“ سے نہیں ہوگی (۱)۔

شرعی مفہوم لغوی مفہوم سے الگ نہیں ہے، کیونکہ شرع میں اس کا معنی دین کو دین کے عوض کفر وخت کرنا ہے (۲)۔

حضرت ابن عمرؓ کی حدیث میں اس سے ممانعت آئی ہے: ”ان النبی ﷺ نہی عن بیع الکالی بالکالی“ (نبی کریم ﷺ نے ”کالی“ کو ”کالی“ کے عوض کفر وخت کرنے سے منع فرمایا)، اور انہوں نے کہا: اس کا مطلب ”ادھار کو ادھار کے عوض کفر وخت کرنا ہے“ (۳)۔

(۱) المصباح للمیر ومثلاً راہ صحاح مادۃ ”کالاً“۔

(۲) مثلاً دیکھئے: کفایۃ الطالب ۱/۲، شرح المکمل علی المصباح ۲/۲۱۵، اشرح المکمل فی ذیل المغنی ۳/۱۶۵۔

(۳) حدیث: ”لہی عن بیع الکالی بالکالی“ کی روایت بیہقی (۵/۲۹۰)۔

= طبع دارالمعارف العثمانیہ (لے کی ہے، ابن حجر نے بلوغ المرام (۲ ص ۱۹۳) طبع عہد المجیدی (میں اس کو ضعیف کہا ہے۔

## بیع منہی عنہ ۵۵

کہ وہ فوری واجب الاداء ہو، یہ حدیث کی وجہ سے ممنوع ہے۔

لہذا اگر ایک شخص کا دین زید پر ہو، اور ایک دوسرے شخص کا دین عمرو پر ہو، پھر ان میں سے ہر ایک نے اپنے دین کو دوسرے شخص کے دین کے عوض فروخت کر دیا، تو یہ حدیث کی وجہ سے حرام ہے، اور یہ ناسد ہے۔

رہا کسی ایسی معین شئی کے عوض اس کو فروخت کرنا جس پر قبضہ مؤخر ہو مثلاً جائیداد، یا معین ذات کی منفعت کے عوض فروخت کرنا، مثلاً اگر زید کا عمرو پر دین ہو، اور زید نے اس دین کو خالد کے ہاتھ مذکورہ بالا چیز کے عوض بیچ دیا تو یہ جائز ہے، جائیداد اور معین ذات کے منافع کو حاضر کے قبیل سے مانا جائے گا، گو کہ اس کو سپرد کرنا مؤخر ہو، اس لئے کہ اس کا ضمان ذمہ میں نہیں ہوتا، کیونکہ معین چیزیں ذمہ میں ثابت نہیں ہوتیں، تو یہ دونوں اس معنی کے لحاظ سے نقد ہیں یعنی حاضر اور نقد ہوں گی، اور ذمہ میں ثابت نہ ہوں گی۔

ج۔ سلم کے راس المال (سرمایہ) کو تین دن سے زیادہ مؤخر کرنا جبکہ وہ معین چیز ہو، یہ ممنوع و ناجائز ہے، اس لئے کہ اس میں دین کو دین کے عوض کرنے کی ابتداء ہے، اس کے دین کی دین کے عوض ابتداء ہونے کی وجہ یہ کہ ان میں سے ہر ایک نے دوسرے کے ذمہ کو ایسے دین کے ساتھ مشغول کر دیا ہے جو اس کا دوسرے پر ہے<sup>(۱)</sup>۔

اگر سرمایہ عین کے علاوہ ہو تو اس کی تاخیر تین دن سے زیادہ جائز ہے بشرطیکہ شرط کے ساتھ نہ ہو۔

ان تینوں صورتوں میں سے ہر ایک کو لغت کی رو سے دین کی دین کے عوض بیع کہتے ہیں۔ لیکن فقہاء مالکیہ نے ان میں سے ہر ایک کا علاحدہ مخصوص نام رکھا ہے۔

مالکیہ کے نزدیک دین کی دین کے عوض بیع کی اقسام اور ان

(۱) جامعہ الدسوقی ۶۱، ۶۳ مع تعلیقات الشیخ علیش۔

کے احکام یہی ہیں۔

رہا دین کو نقد کے عوض فروخت کرنا تو ناجائز ہے، الا یہ کہ مدیون زندہ ہو اور شہر میں حاضر ہو، گو کہ مجلس عقد میں موجود نہ ہو اور دین کا اقرار کرے، اور ان لوگوں میں سے ہو جو احکام کے تحت آتے ہوں (یعنی مکلفین میں سے ہو) اور دین کو اس کی جنس کے علاوہ سے یا اسی کی جنس سے جو مساوی ہو نہ کم نہ زیادہ فروخت کیا گیا ہو، اور سونا بہ عوض چاندی یا اس کے برعکس نہ ہو۔ اور خریدار اور مدیون کے مابین عداوت نہ ہو۔

اور شرط یہ ہے کہ دین ایسی چیز ہو جس کی بیع قبضہ سے قبل جائز ہو، اور یہ معاوضہ کے امان سے مترکز ہے۔

دسوقی نے کہا: اگر یہ شرائط موجود ہوں تو بیع جائز ہوگی، اور اگر ایک شرط بھی مفقود ہو تو بیع ممنوع ہے<sup>(۱)</sup>۔

۵۵۔ امام شافعی کا مذہب جدید اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ ذمہ میں واجب ثمن کے عوض تبادلہ کرنا جائز ہے۔

امام شافعی کے قدیم مذہب میں یہ ممنوع ہے<sup>(۲)</sup>۔

مذہب جدید کی دلیل جو بعینہ حنابلہ کے یہاں اس روایت کی دلیل ہے: حضرت ابن عمرؓ کی حدیث ہے، انہوں نے کہا: ”کنت أبيع الإبل بالدنانير، وأخذ مكانها الدراهم، وأبيع بالدراهم، وأخذ مكانها الدنانير فأتيت رسول الله ﷺ فسمأته عن ذلك، فقال: لا بأس إذا تفرقتما وليس بينكما شيء“<sup>(۳)</sup> (میں دینار کے عوض اونٹ بیچتا، اور اس کی جگہ

(۱) حوالہ سابق۔

(۲) شرح المصلی علی الصالح ۲/۲۱۳، شرح المنہج ۳/۶۳، المغنی ۳/۲۲۰، ۲۲۱۔

(۳) حدیث ابن عمرؓ: ”کنت أبيع الإبل...“ کی روایت ابو داؤد (۶۵۱/۳) تحقیق عزت حمید دھاس نے کی ہے، بیہقی نے شعبہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ابن عمرؓ پر موقوف ہونے کی وجہ سے معلول کہا ہے (الخصیص لابن حجر ۲/۶۳ طبع شرکت المطابع الفدیہ)۔



## بیع منہی عنہ ۵۶-۵۷

”الروضہ“ میں صحیح کہا ہے، رافعی کی رائے اس کے برخلاف ہے اور وہی معتد ہے، یہ دیکھتے ہوئے کہ دین ثابت ہو چکا ہے، جیسے کہ دین کو مدیون کے ہاتھ فروخت کرنے میں ہے۔

لیکن اس میں مجلس کے اندر دونوں عوض پر قبضہ شرط ہے، اگر کسی ایک پر قبضہ سے قبل وہ دونوں جدا ہو گئے تو بیع باطل ہوگی، کوک اکثر شافعیہ کے کلام کا تقاضا اس کے برخلاف ہے، جیسا کہ مکلی نے لکھا ہے (۱)۔

اگر زید اور عمرو کے دو دین کسی ایک شخص پر ہوں، اور زید نے عمر کو اپنا دین اس کے دین کے عوض بیچ دیا تو یہ بلا اختلاف قطعاً باطل ہوگا، جنس ایک ہو یا مختلف، اس کی دلیل حضرت ابن عمر کی حدیث ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن بیع الکالی بالکالی“ (۲) (نبی کریم ﷺ نے کالی کے عوض کالی کی بیع سے منع فرمایا)۔

۵۶- حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ دین کو دین کے عوض مدیون کے ہاتھ یا اس کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا مطلقاً باطل ہے۔

انہوں نے اس کی چند صورتیں جو شافعیہ کی ذکر کردہ بعض ان صورتوں کے علاوہ ہیں جن میں حنابلہ نے شافعیہ سے اتفاق کیا ہے، ابن المنذر نے کہا: اہل علم کا اجماع ہے کہ دین کو دین کے عوض بیچنا جائز ہے، امام احمد نے فرمایا: یہ مسئلہ اجماعی ہے (۳)۔

۵۷- اب اتنی بات رہ جاتی ہے کہ حنفیہ کے اس امتیازی موقف کی طرف اشارہ کر دیا جائے جس میں دین کو مدیون کے ہاتھ بیچنے اور مدیون کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ بیچنے کے درمیان فرق کیا گیا ہے، اور یہ کہ دین میں جائز تصرف مدیون کو دین کا مالک بنانا ہے کوک

در اہم وصول کرتا، اور در اہم سے بیچتا اور اس کی جگہ دانیہ وصول کرتا تھا، خدمت نبوی میں حاضر ہو کر میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اگر تم اس حال میں جدا ہو کہ تم دونوں کے درمیان کچھ نہ رہے)۔

انہوں نے کہا: یہ قبضہ سے قبل ثمن میں تصرف ہے، اور ثمن ایک عوض ہے (۱)۔

مذہب قدیم کی دلیل یہ حدیث ہے: ”إذا اشتریت بیعاً فلا تبعہ حتی تقبضہ“ (۲) (جب تم کوئی چیز خریدو تو قبضہ کرنے سے قبل اس کو فروخت نہ کرو)۔

اگر سود کی علت میں غیر موافق سے استبدال کرے مثلاً در اہم دینار کے عوض تو مجلس میں بدل پر قبضہ کرنا شرط ہے۔

اگر سود کی علت میں موافقت نہ رکھنے والی چیز سے تبادلہ کرے مثلاً ذمہ میں واجب در اہم کے عوض کپڑا خرید لے تو وہ شرط نہ ہوگی (۳)۔

رہا دین کو مدیون کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنا تو شافعیہ کے مذہب میں اظہر یہ ہے کہ باطل ہے، یہ حنابلہ کے مذہب میں بھی باطل ہے، مثلاً کسی نے زید سے ایک کپڑا اپنے اس ایک سو کے عوض خریداجو عمرو پر واجب ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

شافعیہ کے دوسرے قول میں یہ صحیح ہے، اور اس کو اصل کتاب

(۱) المغنی ۳/۲۴۱۔

(۲) حدیث: ”إذا اشتریت بیعاً فلا تبعہ حتی تقبضہ.....“ کی روایت احمد (۳/۴۰۲ طبع المصنوع) نے کی ہے، ابن حبان نے اس کو صحیح کہا ہے جیسا کہ نصب الراية میں ہے (۳/۳۳ طبع المجلس الاعلى بالہند)۔

(۳) شرح المغنی علی المصباح ۲/۲۱۳، شرح المنہج للہامیہ، المجلد ۳/۱۶۳، ۱۶۵، تحفۃ المحتاج ۳/۴۰۶، ۴۰۷۔

(۱) شرح المغنی ۲/۲۱۵، نیز دیکھئے: کشاف القناع ۳/۲۶۵۔

(۲) حدیث: ”لہی عن بیع الکالیء بالکالیء“ کی تخریج فقہرہ ۵۳ کے تحت آچکی ہے۔

(۳) کشاف القناع ۳/۲۶۵، الشرح المکبیر فی ذیل المغنی ۳/۷۲۔

## بیع منہی عنہ ۵۸-۵۹

”بیع الکالی باکالی“ کے سلسلہ میں مزید تفصیل اور صورتوں کے لئے اصطلاحات ”ربا“، ”صرف“ اور ”دین“ دیکھی جائیں۔

ح- جانور کے عوض گوشت فروخت کرنا:

۵۸- حضرت سعید بن مسیب کی حدیث میں ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ“ (نبی کریم ﷺ نے جانور کے عوض گوشت کی بیع سے منع فرمایا ہے)، ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: ”نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيِّ بِالْمَيْتِ“<sup>(۱)</sup> (مردہ کے عوض زندہ کو فروخت کرنے سے منع فرمایا)۔

اس مسئلہ میں بحث کے حسب ذیل نقاط ہیں:

اول: کیا سارا گوشت ایک جنس ہے؟

۵۹- یہ مسئلہ فقہاء کے یہاں اختلافی ہے، اور یہی مسئلہ آئندہ آنے والے مسائل کی بنیاد ہے۔

الف- چنانچہ حنفیہ کا مذہب، شافعیہ کے یہاں اظہر کے بالمقابل، اور حنابلہ کے یہاں اصح یہ ہے کہ گوشت کے اصول کے فرق کے لحاظ سے اس کی مختلف جنسیں ہیں:

لہذا اہل سنت اپنی تمام انواع کے ساتھ (خواہ عربی، بختی، بھجیں، دو کوہان والا، ایک کوہان والا ہو) ایک جنس ہے۔ اسی طرح ان کے گوشت بھی ایک جنس ہوں گے۔  
گائے اور بھینس ایک جنس ہیں۔

(۱) حدیث: ”نَهَى عَنْ بَيْعِ اللَّحْمِ بِالْحَيَوَانِ.....“ اور دوسرے الفاظ میں ”نَهَى عَنْ بَيْعِ الْحَيِّ بِالْمَيْتِ“ کی روایت مالک (۱۵۵/۲) طبع اعلیٰ نے حضرت سعید بن مسیب سے مرسلہ کی ہے ابن حجر نے تخصیص البحر (۱۰/۲) طبع شرکت المطابع میں اس کے دوسرے طرق ذکر کئے ہیں جن سے حدیث کو تقویت ملتی ہے نیز دیکھئے فتح القدیر ۶/۶۶، ۶۸۔

بعوض ہو، غیر مدیون کو مالک بنانا جائز نہیں، جیسا کہ حاکمی نے ابن ملک کے حوالہ سے لکھا ہے۔

حنفیہ نے تین صورتوں کا استثناء کیا ہے جن میں غیر مدیون کو دین کا مالک بنانا جائز کہا ہے۔

اول: اگر قرض دینے والا دوسرے کو دین پر قبضہ کرنے کے لئے مسلط کر دے تو وہ شخص ایسا وکیل ہوگا جو مؤکل کے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا، پھر اپنے لئے قبضہ کرنے والا ہوگا۔

دوم: حوالہ، اس کے جواز کے استثناء پر اجماع ہے جیسا کہ شافعیہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

سوم: وصیت۔

یہاں عدم جواز کا معنی منعقد نہ ہونا ہے، یہی تعبیر کاسانی کی ہے، انہوں نے کہا: مدیون کے علاوہ کے ہاتھ دین کی بیع منعقد نہ ہوگی، اس لئے کہ دین یا تو ذمہ میں واجب مال حکمی کا مال ہوگا یا مال کا مالک بنانے اور اس کو سپرد کرنے کے عمل کا مالک ہوگا، اور فروخت کرنے والے کے حق میں ان چیزوں میں حواگی پر قدرت نہیں ہے، اور اگر مدیون پر سپردگی کی شرط لگائی جائے تو بھی صحیح نہیں، اس لئے کہ بیع فروخت کرنے والے کے علاوہ پر سپردگی کی شرط ہے جو شرط فاسد ہوگی اور بیع فاسد ہو جائے گی۔

دین کو مدیون کے ہاتھ فروخت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ مانع سپرد کرنے سے عاجز ہونا ہے اور یہاں سپرد کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔

اس کی نظیر غصب کردہ چیز کو فروخت کرنا ہے، کہ اس کو غاصب کے ہاتھ فروخت کرنا درست ہے اور دوسرے کے ہاتھ درست نہیں، اگر غاصب منکر ہو اور مالک کے پاس بینہ نہ ہو<sup>(۱)</sup>۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۳، ۱۶۶ بحوالہ الاشباہ، بدائع الصنائع ۵/۱۳۸، نیز دیکھئے تحت المحتاج مع حاشیہ المشرع ۳/۳۰۹۔

## بیع منہی عنہ ۶۰

پرندوں کے گوشت ایک صنف، اور مچھلیوں کے گوشت ایک صنف ہیں<sup>(۱)</sup>۔

دوم۔ گوشت کو اسی جنس کے جانور کے عوض فروخت کرنا:  
۶۰۔ جمہور فقہاء گوشت کو اسی جنس کے جانور کے عوض فروخت کرنے کو جائز قرار نہیں دیتے، مثلاً بکری کے گوشت کی زندہ بکری کے عوض بیع، اس کی وجہ یہ ہے کہ:

سابقہ حدیث میں گوشت کو جانور کے عوض فروخت کرنے کی ممانعت ہے، جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں۔

نیز اس لئے کہ یہ ربوی مال ہے جو اپنے ہم جنس کے عوض مقدار کی جہالت کے ساتھ فروخت ہوا، لہذا ناجائز ہوگا جیسا کہ عل کی بیع اس کے تیل کے عوض ناجائز ہے۔

نیز اس لئے کہ یہ معلوم شی یعنی گوشت کو مجہول شی یعنی جانور کے عوض فروخت کرنا ہے، اور یہی مزانبہ ہے جیسا کہ مالکیہ کہتے ہیں<sup>(۲)</sup>۔

یہی امام مالک کا قول ہے، اور ان کے نزدیک حدیث کا محمل یہی ہے کہ حلال جانور کو اس کی جنس کے گوشت کے عوض فروخت کیا جائے، یہی امام شافعی کا مذہب ہے، اور یہی حنابلہ کے یہاں بھی بلا اختلاف مذہب ہے۔

حنفی نے اس بیع کو جائز قرار دیا ہے لیکن:

(۱) القوائین المکھیہ، ص ۱۶۸، ۱۶۹، جامعہ الدسوقی علی الشرح المکبیر للدرریر ۵۵۳ھ۔ اسی کی تائید وثوق بن ابی اسام نے کی ہے دیکھئے فتح القدیر ۱۷۳/۶۔

(۲) دیکھئے شرح المکمل علی المصباح ۲/۳۷۵، ۱۷۵، کشاف القناع ۳/۵۵۳، المغنی ۱۳۶/۳، ۱۳۹، الشرح المکبیر فی ذیل المغنی ۱۳۶/۳، الشرح المکبیر للدرریر مع جامعہ الدسوقی ۳/۵۵۳، شرح الخرشنی ۶۸/۵، القوائین المکھیہ، ص ۱۶۹۔

بھیر اور بکری ایک جنس ہیں<sup>(۱)</sup>۔ اور احتمال ہے کہ وہ دو صنف ہوں، اس لئے کہ قرآن نے دونوں میں فرق کیا ہے جیسا کہ اونٹ اور گائے کے درمیان فرق کیا ہے۔ فرمان باری ہے: ”ثَمَانِيَةَ أَزْوَاجٍ مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ“ ((اللہ نے) آٹھ جوڑے (پیدا کئے) دو قسمیں بھیر میں سے اور دو قسمیں بکری میں سے)، ”وَمِنَ الْإِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ“<sup>(۲)</sup> (اور) اسی طرح) دو قسمیں ہیں اونٹ میں (بھی) اور دو قسمیں ہیں گائے میں (بھی)۔

وحشی (جنگلی) جانور مختلف اصناف ہیں: وحشی گائے الگ صنف، وحشی بھیر الگ صنف، وحشی ہرن الگ صنف ہیں۔ پرندے مختلف اصناف ہیں، جس کا مستقل نام اور صفت ہو، وہ الگ صنف ہے۔

ب۔ شافعیہ کے یہاں اظہر، حنابلہ میں ثرقی کا قول، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ گوشت سب ایک جنس ہیں<sup>(۳)</sup>۔

ج۔ مالکیہ کی طرف سے ایک جنس کی مثال میں گائے کے گوشت کی زندہ مینڈھے کے عوض بیع، اور غیر جنس کی مثال میں زندہ جانور کی پرندہ یا مچھلی کے گوشت کے عوض بیع، پیش کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جانوروں کے گوشت کو ایک جنس، پرندوں کے گوشت کو ایک جنس اور مچھلیوں کے گوشت کو ایک جنس مانتے ہیں۔

ابن جزی نے صراحت کی ہے کہ گوشت امام مالک کے نزدیک تین اصناف کے ہیں: چوپایوں کے گوشت ایک صنف،

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۸۹۔

(۲) سورۃ النعام ۱۳۳، ۱۳۴۔

(۳) دیکھئے شرح المکمل علی المصباح ۲/۳۷۵، ۱۷۵، المغنی ۱۳۶/۳، ۱۳۹، الشرح المکبیر فی ذیل المغنی ۱۳۶/۳، ۱۳۹۔



## بیع منہی عنہ ۶۱

میں سے ایک کو دوسرے کے عوض ادھار فروخت کرنا ناجائز ہے، تو اسی طرح کسی بیشی کے ساتھ بھی ناجائز ہوگا جیسے زیتون کے پھل کے عوض زیتون کا تیل فروخت کرنا ہے<sup>(۱)</sup>۔

سوم۔ گوشت کو خلاف جنس جانور کے عوض فروخت کرنا:

۶۱۔ مثلاً مالکیہ کے علاوہ دوسرے حضرات کے نزدیک اونٹ یا گائے کے گوشت کے عوض فروخت کرنا اور مثلاً مالکیہ کے نزدیک بکری کو پرندے کے گوشت یا مچھلی کے عوض فروخت کرنا<sup>(۲)</sup>۔

حنفیہ اور مالکیہ میں سے جمہور فقہاء نے اس صورت کو جائز قرار دیا ہے، اور یہی شافعیہ کے یہاں خلاف اظہر ہے، حنابلہ میں سے قاضی نے اسی کو اختیار کیا ہے، یہی امام احمد سے ایک روایت ہے اور ”الاقناع“ کے متن کی عبارت اسی کے مطابق ہے۔

حنفیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ دونوں دو مختلف اصول ہیں، لہذا دونوں الگ الگ جنس ہوں گے، اور ان دونوں کی بیع مطلقاً اکل سے نقد اور ادھار جائز ہوگی، اس لئے کہ وزن اور جنس معدوم ہیں جس کی وجہ سے ربا کا تحقق بالکلیہ نہیں ہو سکتا<sup>(۳)</sup>۔

ہر چند کہ مالکیہ نے کوشتوں کی جنسوں کے بارے میں اپنی اصطلاح کے مطابق گوشت کو خلاف جنس کے عوض فروخت کرنا علی الاطلاق جائز قرار دیا ہے، لیکن انہوں نے اس میں قید لگائی ہے کہ وہ نقد ہو، اور اگر ادھار ہو تو ناجائز نہیں، بشرطیکہ جانور کو پالنے کے مقصد سے نہ رکھا جاتا ہو، ورنہ اس کو خلاف جنس کے گوشت کے عوض

بعض حنفیہ نے ان دونوں کو دو مختلف جنس مانا ہے (اس لئے کہ ان میں سے ایک وزن والا اور دوسرا شمار والا ہے)، چنانچہ انہوں نے امام ابوحنیفہ اور ابو یوسف کے نزدیک اکل سے ان دونوں کے فروخت کے جواز کی بنیاد اسی پر رکھی ہے، اس لئے کہ اس نے ایک جنس کو دوسری جنس کے عوض فروخت کیا۔

بعض حنفیہ نے ان دونوں کو ایک جنس مانا ہے، اور انہوں نے ان دونوں (یعنی شیخین) کے مذہب کی بنیاد اس بات پر رکھی ہے کہ بکری وزن والی چیز نہیں ہے، اس لئے ان میں سے ایک کو دوسرے کے عوض اکل سے اور زیادتی کے ساتھ فروخت کرنا جائز ہے، اس لئے کہ ربا الفضل کا مدارد و وصف: یعنی جنس اور قدر کے اکٹھا ہونے پر ہے لیکن تعین کی شرط کے ساتھ، جیسا کہ حاکمی کی تعبیر ہے یعنی ایک دوسرے پر قبضہ پایا جائے یا ہاتھوں ہاتھ کی شرط کے ساتھ جیسا کہ کاسانی کی تعبیر ہے، اور انہوں نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اور یہی بامرتی کی بھی تعبیر ہے۔

لیکن ادھار ناجائز ہے، اس لئے کہ وہ دونوں اس صورت میں مسلم ہیں اور سلم ان دونوں میں سے کسی میں صحیح نہیں ہے، جیسا کہ ابن عابدین نے ”الہجر“ کے حوالہ سے لکھا ہے۔

لیکن امام محمد نے گوشت کو اس کی جنس کے جانور کے عوض فروخت کرنے کے جواز میں یہ شرط لگائی ہے کہ علاحدہ کیا ہوا گوشت اس گوشت سے زیادہ ہو جو بکری میں ہے تاکہ بکری کا گوشت ہم مثل گوشت کے مقابلہ میں ہو، اور باقی گوشت اسقاط (چمڑا، سر، پاؤں، اوجھ وغیرہ) کے مقابلہ میں ہو جائے، کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو ربا کا تحقق و ثبوت پایا جائے گا، جو ان کے نزدیک سابقہ حدیث پر عمل کرتے ہوئے ناجائز ہوگا۔

نیز اس لئے کہ وہ دونوں ایک جنس ہیں، اور اسی وجہ سے ان

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۸۹، دیکھئے الہدایہ مع الشرح ۶/۱۶۶، ۱۶۷، الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۸۳، نیز دیکھئے تبیین الحقائق ۳/۹۱۔

(۲) الشرح الکبیر للرد المحتار مع حاشیۃ الدر المنثور ۳/۵۵۔

(۳) دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۱۸۹، شرح المکمل علی المنہاج ۲/۵۷، المغنی ۶/۱۳۶، الشرح الکبیر ۳/۱۳۶، کشاف القناع ۳/۲۵۵۔

## بیع منہی عنہ ۶۲

اوصار بیچنا جائز ہے۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ شافعیہ نے حدیث میں گوشت کو مطلق رکھا ہے، خواہ وہ مچھلی کا گوشت ہو یا چھتی ہو یا جگریاتی ہو۔ اور انہوں نے حیوان کو مطلق رکھا ہے، چاہے وہ مچھلی ہو یا مڈی ہو، کھایا جاتا ہو مثلاً اونٹ یا نہ کھایا جاتا ہو مثلاً گدھا تو ان کے نزدیک جانور کے عوض گوشت کی بیع اظہر قول کے مطابق علی الاطلاق باطل ہے (۱)۔

چہارم۔ گوشت کو نہ کھائے جانے والے جانور کے عوض فروخت کرنا:

۶۲۔ جمہور (حنفی، مالکیہ اور حنابلہ) اس صورت کے جواز کے قائل ہیں، اور یہی شافعیہ کے یہاں ایک قول ہے۔

ابن قدامہ نے کہا: اور اگر اس کو نہ کھائے جانے والے جانور کے عوض فروخت کرے تو ہمارے اصحاب کے قول کے ظاہر میں جائز ہے، اور یہی عام فقہاء کا قول ہے (۲)۔

اسی طرح شافعیہ نے اس صورت کے جواز سے متعلق اپنے بعض فقہاء کی رائے کی توجیہ یہ کی ہے کہ ممانعت کا سبب مال ربا کو اس کی اس اصل کے ساتھ فروخت کرنا ہے جو ربا پر مشتمل ہو، اور یہ سبب یہاں موجود نہیں، لیکن شافعیہ کے نزدیک اظہر (جیسا کہ ابھی گزرا)، یہ ہے کہ حدیث کے مطلق ہونے کی وجہ سے گوشت کو جانور کے عوض فروخت کرنا حرام ہے (۳)۔

اسی طرح شافعیہ نے کہا ہے کہ جواز کا قول اس بات پر مبنی ہے کہ گوشت مختلف اجناس ہیں، اور جواز کی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ گوشت کے عوض گوشت کو فروخت کرنے پر قیاس ہے، انہوں نے کہا: یہ اس جانور کے بارے میں ہے جس کا گوشت کھایا جاتا ہے، ربا وہ جانور جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو اس میں وجہ جواز یہ ہے کہ ممانعت کا سبب ربا کے مال کو اس کی اصل کے ساتھ فروخت کرنا ہے جو ربا پر مشتمل ہے، اور وہ سبب یہاں نہیں پایا جا رہا ہے۔

حنابلہ میں جو حضرات اس کے جواز کے قائل نہیں انہوں نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ وہ مال ربا ہے جو اپنی اصل کے علاوہ کے عوض فروخت ہوا، لہذا وہ جائز ہے، جیسا کہ اگر اس کو دشمن کے عوض فروخت کیا جائے۔

اس صورت یعنی گوشت کو خلاف جنس کے جانور کے عوض فروخت کرنے کو شافعیہ نے اپنے اظہر قول، اور حنابلہ نے اپنے مذہب کے ظاہر میں ناجائز قرار دیا ہے، اور اس کے باطل ہونے کی صراحت کی ہے، اور اس کی وجہ سابقہ دونوں احادیث کا عموم ہے۔ نیز اس لئے کہ تمام گوشت ایک جنس ہیں (۱)۔

ملحوظ رہے کہ صاحب "الشرح الکبیر" حنبلی نے صراحت کی ہے کہ "گوشت کو خلاف جنس کے عوض فروخت کرنے" میں اختلاف کا سبب گوشت کے بارے میں اختلاف پر مبنی ہے، اس لئے کہ جو لوگ اس کو ایک جنس کہتے ہیں وہ بیع کو ناجائز قرار دیتے ہیں اور جو لوگ اس کو مختلف الاجناس کہتے ہیں وہ اس کو جائز قرار دیتے ہیں (۲)۔

(۱) تحفۃ المحتاج ۳/۲۹۰، شرح المکمل علی المصباح ۲/۱۷۵، ۱۷۵، شرح المنہج بحقیقۃ التعلیل ۳/۶۷، ۶۷۔

(۲) المغنی ۳/۵۰، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۶، نیز دیکھئے کشاف الفقہاء ۳/۲۵۵، نیز الدر المختار ۳/۱۸۳، اور الشرح الکبیر للرد ۳/۵۵ سے یہی ماخوذ ہے۔

(۳) شرح المکمل ۲/۱۷۵۔

(۱) کلتیۃ الطالب مع حاشیۃ العدوی ۲/۵۷، حاشیۃ الدبوتی ۳/۵۵، شرح المکمل علی المصباح ۲/۱۷۵، ۱۷۵، المغنی ۳/۱۳۹، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۶، کشاف الفقہاء ۳/۲۵۵، تحفۃ المحتاج ۳/۲۹۰۔

(۲) الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۶۔

ط- خشک کھجور کے عوض تر کھجور کو فروخت کرنا:

۶۳- تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے کی ممانعت حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی اس روایت میں آئی ہے: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ سئل عن بيع الرطب بالتمر، فقال: أينقص الرطب إذا جف؟ قالوا: نعم، قال: فلا إذا" (۱) (حضور ﷺ سے تر کھجور کو خشک کھجور کے عوض فروخت کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تر کھجور خشک ہونے پر کم ہو جائے گی؟ لوگوں نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: تب تو نہیں)۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "لا يباع رطب بيباس" (۲) (تر کھجور خشک کھجور کے عوض فروخت نہیں کی جائے گی)۔

جمہور فقہاء (مالک، شافعی، احمد اور حنفیہ میں سے صاحبین) اس بیع اور اس طرح کی بیع مثلاً انگور کی مفتی کے عوض، دودھ کی پیئر کے عوض اور تر گیہوں کی خشک گیہوں کے عوض بیع کو ناجائز قرار دیتے ہیں، اور اس کی دلیل سابق میں مذکور حدیث ہے، یہ فقہاء کہتے ہیں: اس حدیث میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ خشک ہونے کے

وقت برآمدی کا اعتبار کیا جائے گا۔ ورنہ کم ہونا اس وجہ واضح ہے کہ اس کے متعلق سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اور اس وقت یکسانیت نامعلوم ہے (۱)۔

نیز اس لئے کہ یہ ایسی جنس ہے جس میں ربا ہے، اس کے بعض کو بعض کے عوض اس طور پر فروخت کیا گیا ہے کہ ایک عوض میں کمی ہے، لہذا ناجائز ہوگا۔

خرقی کی عبارت ہے: کوئی چیز اس کی جنس کی خشک چیز کے عوض فروخت نہیں کی جائے گی سوائے عرایا کے (۲)۔

بعض مالکیہ اس کو مزائد میں سے شمار کر سکتے ہیں جو ابن جزی کی تشریح کے مطابق کسی چیز کو اس کی جنس کی خشک چیز کے عوض فروخت کرنا ہے، خواہ وہ شی ربوی ہو یا غیر ربوی، ربوی میں ممانعت تو کمی بیشی اور غرر کے اندیشہ کی وجہ سے ہے، اور غیر ربوی میں ممانعت اس وجہ سے ہے کہ حدیث میں اس کی ممانعت وارد ہے اور اس میں غرر ہے (۳)۔

۶۴- امام ابو حنیفہ جواز کے قول میں منفرد ہیں، جیسا کہ کمال بن اہمام کہتے ہیں، اور جیسا کہ حنفیہ کے متون میں ہے۔

حکم کی تصریح کی ہے کہ تر کھجور کو تر کھجور کے عوض یا خشک

کھجور کے عوض فروخت کرنا جائز ہے، جبکہ دونوں فی الحال برآمد ہوں، آئندہ کے اعتبار سے نہیں، اس میں صاحبین کا اختلاف ہے، لہذا اگر

(۱) شرح المکمل علی المصباح ۲/۷۰، تحفۃ المحتاج ۳/۲۸۱۔

(۲) المغنی ۳/۱۳۲، اور سابقہ دونوں مصادر میں المصباح کی عبارت کے ساتھ اس کا موازنہ کریں جو یہ ہے تر کھجور کو تر کھجور یا خشک کھجور کے عوض فروخت نہیں کیا جائے گا، ورنہ ہی انگور کو انگور یا مفتی کے عوض فروخت کیا جائے گا، اور الخبیج کی عبارت یہ ہے لہذا تر کھجور کی بیع نہ تر کھجور کے ساتھ ورنہ خشک کھجور کے ساتھ ہوگی، دیکھئے شرح الخبیج ص ۵۶، شرح الکلبیہ للذہبی ۲/۵۲۔

(۳) المغنی ۳/۱۳۲، القوانین الفکریہ ص ۱۶۸، ۱۶۹۔

(۱) حدیث سعد بن ابی وقاصؓ "مسئل عن بيع الرطب بالتمر فبيهي عن ذلك" کی روایت نسائی (۲/۶۹۷ طبع المکتبۃ التجاریہ) نے کی ہے ابن حجر نے بلوغ المرام (ص ۱۹۳ طبع عبد المجید خلی) میں ابن المدینی کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح نقل کی ہے۔

(۲) حدیث: "لا يباع رطب بيباس....." کی روایت بیہقی (۲/۲۹۵ طبع دائرة المعارف العلمانیہ) نے حضرت عبداللہ بن ابوسلمہ سے مرسل کی ہے۔ زیلعی نے ابن عبد البادی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے کہا یہ مرسل جید ہے اور یہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سابقہ حدیث کے لئے "شائبہ" ہے (نصب الراية ۳/۳۳ طبع مجلس اعلیٰ ہندوستان) اور بیہقی کا کلام بھی ہے۔



## بیع منہی عنہ ۶۵

اگر حدیث کو صحیح مان لیا جائے تو بھی وہ ان الفاظ کے ساتھ وارد ہے: ”نہی عن بیع الرطب بالتمر نسيئة“<sup>(۱)</sup> (آپ ﷺ نے رطب کو تمر کے عوض اور صار فرخت کرنے سے منع فرمایا)، اور حدیث کے اس اضافہ کو قبول کرنا واجب ہے<sup>(۲)</sup>۔

تمر کے عوض رطب کی بیع کی مکمل بحث اور اس سے متعلق تفصیلات و احکام کے لئے اصطلاح ”ربا“ دیکھی جائے۔

### ی۔ بیع اور قرض:

۶۵۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”لا يحل سلف و بيع، ولا شرطان في بيع، ولا ربح مالم يضمن، ولا بيع ماليس عندك“<sup>(۳)</sup> (ایک ساتھ قرض اور بیع، ایک بیع میں دو شرطیں، اور ایسی چیز کا نفع جس کا ضمان نہ ہو، اور اس چیز کی بیع جو تمہارے پاس نہیں، حال نہیں ہے)۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاصؓ کی روایت میں ہے، انہوں نے کہا: ”یا رسول اللہ! انا نسمع منك أحاديث، أفتأذن لنا بكتابتها؟“ قال: نعم، فكان أول ما كتب النبي ﷺ إلى أهل مكة: لا يجوز شرطان في بيع واحد، ولا بيع وسلف جميعاً، ولا بيع مالم يضمن.....“<sup>(۴)</sup> (اے اللہ کے رسول! ہم

(۱) حدیث: ”نہی عن بیع الرطب بالتمر نسيئة“ کی روایت ابو داؤد (ص ۶۵۸ طبع عزت عید دہاس) نے کی ہے دارقطنی اور بیہقی نے ایک راوی کی جہالت کے سبب اس کو معطل کہا ہے (نصب الراية ص ۳۳ طبع المجلس العلمی)۔

(۲) فتح القدیر ۶/۱۶۹۔

(۳) حدیث: ”لا يحل سلف و بيع، ولا شرطان في بيع.....“ کی روایت ترمذی (ص ۵۳۵ طبع المحلی) نے کی ہے اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

(۴) حدیث: ”لا يجوز شرطان في بيع واحد.....“ کی روایت نسائی نے عطا

اگل سے فروخت کرے تو بالاتفاق ناجائز ہے<sup>(۱)</sup>۔

امام ابو حنیفہ کا استدلال حضرت عبادہ بن الصامتؓ کی اس حدیث سے ہے: ”قال رسول الله ﷺ: الذهب بالذهب، والفضة بالفضة، والبر بالبر، والشعير بالشعير، والتمر بالتمر، والملح بالملح، مثلاً بمثل، سواء بسواء، يدا بيد، فإذا اختلفت هذه الأصناف، فبيعوا كيف شئتم، إذا كان يدا بيد“<sup>(۲)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سونا سونے کے بدلے، چاندی چاندی کے بدلے، گیسوں گیسوں کے بدلے، جو جو کے بدلے، کھجور کھجور کے بدلے اور نمک نمک کے بدلے، ہم مثل، برابر برابر اور نقد نقد پیچو، پھر جب یہ قسم بدل جائیں تو جس طرح چاہو پیچو، لیکن نقد ہو ضروری ہے)۔

اس حدیث سے وجہ استدلال کے بارے میں امام ابو حنیفہ کہتے ہیں:

رطب (ترکھجور): یا تو تمر (خشک کھجور) ہوگی یا تمر نہیں ہوگی۔ اگر تمر ہو تو اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ حدیث کے آغاز میں ہے: ”التمر بالتمر“ (تمر کو تمر کے عوض) اور اگر تمر نہ ہو تو اس کی بیع بھی جائز ہے، اس لئے کہ حدیث کے آخری ٹکڑے میں ہے: ”إذا اختلف النوعان فبيعوا كيف شئتم“ (پھر جب دونوں جنس بدل جائیں تو جس طرح چاہو پیچو)۔ امام ابو حنیفہ نے ممانعت والی سابقہ حدیث کو نہیں لیا، اس لئے کہ اس کا مد ار راوی زید بن عیاش پر ہے، اور زید بن عیاش کی حدیث مقبول نہیں، وہ مجہول ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) الدر المختار ۳/۱۸۵۔

(۲) حدیث عبادہ بن الصامتؓ ”الذهب بالذهب و الفضة بالفضة.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۲۱ طبع المحلی) نے کی ہے۔

(۳) فتح القدیر ۶/۱۶۸، ۱۶۹، نیز دیکھئے الہدایہ مع الشرح نفس مقام پر، تبیین الحقائق ۳/۹۲، ۹۳، بدائع الصنائع ۵/۱۸۸۔

## بیع منہی عنہ ۶۵

آپ سے احادیث سنتے ہیں، کیا آپ ہمیں ان کے لکھنے کی اجازت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، چنانچہ حضور ﷺ نے سب سے پہلی چیز اہل مکہ کے نام یہ تحریر کی: ”ایک بیع میں دو شرطیں، ایک ساتھ بیع اور قرض، اور ایسی چیز کی بیع جس کا ضمان نہ ہو ناجائز ہے۔۔۔۔۔“

امام محمد بن الحسنؒ نے ”سلف“ اور ”بیع“ کی تشریح یہ کی ہے کہ ایک شخص دوسرے سے کہے: میں اپنا یہ گھر تمہارے ہاتھ اتنے اتنے میں فروخت کر رہا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھ کو اتنا اتنا قرض دو گے۔ اس لحاظ سے یہ مسئلہ ”شرط کے ساتھ بیع“ کے موضوع کی طرف لوٹے گا اور فی الجملہ فقہاء کا شرط کے ساتھ بیع کے فساد میں اختلاف نہیں ہے۔

ابن جزئی نے صراحت کی ہے کہ خرید فروخت کرنے والوں میں سے کسی ایک کی طرف سے قرض کی شرط کے ساتھ بیع بالاجماع ناجائز ہے، اگرچہ حنابلہ کے یہاں ایک روایت اور ایک احتمال یہ ہے کہ صرف شرط باطل ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

مالکیہ نے جب معین مدتوں والی بیوع پر بحث کی (اور یہ بیوع بظاہر جائز ہیں لیکن ان کا نتیجہ ممنوع تک پہنچاتا ہے) تو انہوں نے اس بیع کو ممنوع قرار دیا جس کو لوگوں نے ممنوع رہا کے حصول کا بکثرت ذریعہ بنالیا ہو، گوکہ وہ بیع بظاہر جائز ہو، اس کی وجہ تہمت اور سد ذریعہ ہے، مالکیہ نے اس کی مثال میں ایک ساتھ بیع اور قرض یا ایسا قرض جو نفع لائے یا ایسا ضمان جو اجرت کے عوض ہو، کا ذکر کیا ہے۔

= عن عبد اللہ بن عمرو سے کی ہے جیسا کہ نصب الراية (۱۹، ۳۳)، طبع المجلس العلمی بالہند) میں ہے اور انہوں نے کہا یہ خطا ہے اور یہ عطا خراسانی ہے اس کا سماع حضرت عبد اللہ بن عمرو سے نہیں ہے۔

(۱) نصب الراية ۱۹، ۳۳، القوانین الفقہیہ ص ۱۷۲، المغنی ۲۸۶/۳، المشرح المکبیر فی ذیل المغنی ۵۳، ۵۳۔

مالکیہ نے بیع اور قرض کی تین صورتیں ذکر کی ہیں:

اول: ایسی بیع جو بظاہر جائز ہو لیکن وہ نتیجتاً بیع اور قرض تک پہنچتی ہو جیسا کہ درودیر کہتے ہیں، تو یہ تہمت کی وجہ سے ممنوع ہوگی، کیونکہ ان دونوں نے ممنوع بیع اور قرض کا قصد کیا ہے۔

اس کی نوعیت یہ ہے کہ مثلاً دو سامان دو دیناروں کے عوض ایک ماہ تک کے لئے فروخت کیا، پھر ان میں سے ایک سامان کو ایک دینار نقد کے عوض خرید لیا، تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فروخت کرنے والے نے اپنے ہاتھ سے ایک سامان اور ایک دینار نقد نکال دیا، اس لئے کہ جو سامان اس کے ہاتھ سے نکل کر دوبارہ اس کے پاس آ گیا وہ لغو ہے، جیسا کہ دسوقی کہتے ہیں<sup>(۱)</sup>، پھر اس نے ان دونوں سامانوں کے بدلہ میں مدت پوری ہونے پر دو دینار لئے، ان میں سے ایک دینار جو سامان کے بدلہ میں ہے اور یہ بیع ہے، اور دوسرا دینار اس دینار کے عوض ہے جو قرض ہے۔

یہ صورت بیع اور قرض تک پہنچاتی ہے، اور یہ بظاہر جائز ہے، لیکن مذہب میں یہ صورت بالاتفاق ممنوع ہے، ابن بشیر، ان کے قبیحین اور دوسروں نے اس کی صراحت کی ہے<sup>(۲)</sup>، چونکہ اس صورت میں بیع دوبارہ ہوئی ہے، اس لئے ان کے نزدیک بیع اور قرض کے قصد کی تہمت کے سبب یہ صورت ممنوع ہوگی۔

دوم: فروخت کرنے والے یا خریدار کی طرف سے لگائی گئی شرط کے ساتھ بیع اور قرض ممنوع اور ناجائز ہے، اس لئے کہ قرض سے نفع اٹھانا ثمن کا حصہ ہوگا، اگر قرض کی شرط فروخت کرنے والے کی طرف سے لگائی گئی ہو یا وہ سامان بیع کا حصہ ہوگا اگر قرض کی شرط خریدار کی طرف سے لگائی گئی ہو، لہذا اس میں ایسا قرض ہے جو

(۱) المشرح المکبیر للامام ردیہ ۷۱۳۔

(۲) الدسوقی علی المشرح المکبیر للامام ردیہ ۷۱۳۔

## بیع منہی عنہ ۶۶-۶۸

نفع لا رہا ہے۔

خفیہ کے نزدیک غرر وہ ہے جس کا علم انسان سے مخفی ہو۔

بعض مالکیہ کے نزدیک غرر یہ ہے کہ ایسے دو امور کے درمیان تردد پایا جائے جن میں سے ایک غرض کے مطابق، اور دوسرا اس کے خلاف ہو۔

ثنا فعیہ کے نزدیک غرر وہ ہے جس کا انجام انسان سے مخفی ہو یا جو ایسے دو امور کے درمیان تردد ہو جن میں زیادہ خطرناک امر غالب ہو۔ بعض مالکیہ کی رائے ہے کہ ”غرر“ اور ”خطر“ ایک معنی میں دو مترادف الفاظ ہیں، یعنی ایسی چیز جس کی ذات مجہول ہو۔

لیکن محققین مالکیہ کی رائے میں یہ دونوں الفاظ مختلف ہیں: خطر وہ ہے جس کا وجود غیر یقینی ہو، جیسے کوئی شخص کہے: میرے ہاتھ اپنا گھوڑا اس چیز کے عوض فروخت کر دو جو کل مجھے نفع میں ملے گی۔ غرر وہ ہے جس کا وجود یقینی ہو لیکن اس کے مکمل ہونے میں شک ہو جیسے انتفاع کے قابل ہونے سے قبل پھلوں کی بیج (۱)۔

۶۸- انعقاد بیع کی شرائط پر بحث کے وقت کچھ ایسی صورتیں گزر چکی ہیں جن پر غرر صادق آتا ہے جیسے یہ شرط کہ فروخت کی جانے والی چیز ایسا مال ہو جو موجود ہو، ملکیت میں ہو اور اس کی حواگی پر قدرت ہو، لہذا اس کے شکم میں حمل کی بیج، شکاری اپنے جال میں جو مچھلی نکالے گا اس کی بیج، نضاء میں پرندے اور بدک کر بھاگے ہوئے اینٹ کی بیج صحیح نہیں ہوگی۔

غرر کی دو قسمیں ہیں:

اول: جس کا تعلق بیع کے اصل وجود یا اس پر فروخت کرنے

(۱) دیکھئے المصباح للمیر، مختار الصحاح مادہ ”غرر“، فتح القدیر ۱۳۶/۶ شرح العنایہ علی الہدایہ ۱۳۶/۶، ۱۳۷، حاشیہ الدسوقی علی المشرع الکبیر ۵۵/۳، نیز ابن عرفہ کی ایک دوسری تعریف کے لئے دیکھئے حاشیہ العدوی علی کلتایہ الطالب ۱۳۷/۲، حاشیہ القلیوبی علی شرح المجلد ۱۶۱/۱۔

سوم: بلا شرط بیع اور قرض نہ صراحۃً ہونہ حکماً اور یہ معتد قول کے مطابق جائز ہے (۲)۔

ک- بیع اور شرط:

۶۶- حدیث میں بیع اور شرط کی ممانعت آئی ہے، چنانچہ حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی روایت میں ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن بیع و شرط“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے ایک ساتھ بیع اور شرط سے منع کیا ہے)۔ اس کی تفصیل کے لئے اصطلاح ”بیع“ اور ”شرط“ دیکھی جائے۔

غرر سے متعلق اسباب ممانعت:

۶۷- بیع سے ممانعت کے اسباب میں سے یہ دوسرا سبب ہے جس کا تعلق عقد کے لزوم سے ہے، پہلا سبب رہا تھا۔

بیوع غرر سے حضرت ابوہریرہؓ کی اس حدیث میں ممانعت آئی ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن بیع الحصة، و عن بیع الغرد“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے کنکری کی بیج اور دھوک کی بیج سے منع فرمایا)، اس کے علاوہ اور بھی احادیث ہیں جن کا ذکر آئے گا۔

غرر کا معنی لغت میں خطرہ اور دھوکہ ہے۔

فقہی اصطلاح میں اس کی کئی تعریفات ہیں:

(۱) شرح الدرر و حاشیہ الدسوقی ۶۶/۳، ۶۷، ۶۸۔

(۲) حدیث: ”لہی عن بیع و شرط.....“ کی روایت طبرانی نے لاوسط میں کی ہے زیلعی نے ابن تھان کے حوالہ سے اس کی تفصیلاً نقل کی ہے (نصب الراية ۱۸/۳ طبع مجلس اعلیٰ)۔

(۳) حدیث: ”لہی عن بیع الحصة و عن بیع الغرد.....“ کی روایت مسلم (۱۵۳/۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔



## بیع منہی عنہ ۶۹-۷۰

والے کی ملکیت یا اس کے سپرد کرنے پر اس کی قدرت سے ہو، اس کی وجہ سے بیع باطل ہو جاتی ہے، لہذا ان میں سے کسی چیز میں بالاتفاق بیع منعقد نہیں ہوگی۔

دوم: جس کا تعلق بیع کے وصف یا اس کی مقدار سے ہو یا وہ بیع میں یا ثمن میں یا مدت میں جہالت پیدا کر دے۔  
تو یہ محل اختلاف ہے، اس کی تفصیل اصطلاح ”غرر“ میں ہے۔

ذیل میں غرر کی وہ صورتیں جن کے بارے میں خاص طور پر ممانعت وارد ہے اور ان کا فقہی حکم یعنی بطلان یا فساد ذکر کیا جا رہا ہے، کیونکہ غرر سے ممانعت جیسا کہ نووی کہتے ہیں، شریعت کے اصول میں سے ایک اصل ہے جس کے تحت بہت زیادہ مسائل آتے ہیں<sup>(۱)</sup> مثلاً ”بیع الخصاۃ“، ”بیع الملامہ“ اور ”بیع المناذہ“، ان کو اپنی اپنی اصطلاحات میں دیکھا جائے۔

اور کچھ مسائل درج ذیل ہیں:

الف- شکم مادر میں موجود جنین کی بیع:

۶۹- اس کو بیع حمل کہتے ہیں، جیسا کہ بعض فقہی مراجع میں یہی تعبیر ہے<sup>(۲)</sup>۔

جنین وہ بچہ ہے جو شکم مادر میں ہو، اس کی جمع اُجنہ ہے جیسے ذیل کی جمع اولہ۔ اور جنین ہی کے مثل ملقوح اور ملقوحہ ہے، جن کی جمع مایح ہے، اور ان سے مراد رحم اور پیٹ میں موجود جنین ہیں، حنفیہ اور جمہور کی تفسیر یہی ہے، اس کے برخلاف مالکیہ کے یہاں اس کی

تشریح یہ ہے کہ مایح وہ ہے جو زکریٰ پشت میں ہو<sup>(۱)</sup>۔

حدیث میں جنین کی بیع سے ممانعت ہے جب تک وہ جنین ہو، تا آنکہ پیدا ہو جائے۔ حضرت ابوسعیدؓ سے مروی ہے: ”نہی النبی ﷺ عن شراء ما فی بطون الانعام حتی تضع“<sup>(۲)</sup> (نبی کریم ﷺ نے چوپایوں کے پیٹ میں موجود بچہ کو خریدنے سے منع فرمایا تا آنکہ وضع حمل ہو جائے)۔

اس بیع کے باطل ہونے پر اجماع کا ذکر آچکا ہے جیسا کہ ابن المنذر نے صراحت کی ہے (دیکھئے: فقرہ ۵)، اس کی ذیل حدیث میں وارد اس سے ممانعت اور غرر ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ بچہ پیدا نہ ہو، نیز اس میں اس کی صفت اور زندگی کی جہالت ہے، نیز اس لئے کہ اس کو سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے۔

یہاں اس کا ذکر محض غرر کی وجہ سے ہے، لیکن یہ غرر قسم اول کا ہے، یعنی جو غرر بذات خود بیع کے ساتھ اس کے اصل وجود کے اعتبار سے متعلق ہے، اور اسی وجہ سے یہ ممانعت تمام علماء کے نزدیک بطلان کا سبب ہے، حتیٰ کہ حنفیہ کی اصطلاح میں بھی جو بطلان اور فساد کے درمیان تفریق کرتے ہیں۔

ب- قابل انتفاع ہونے سے قبل پھل کی بیع:

۷۰- اس کو ”مخاضرة“ بھی کہتے ہیں، جیسا کہ بعض نصوص میں ہے۔

(۱) شرح الکفای علی الہدایہ ۵۰/۶، العنایہ اسی مقام پر، الدر المختار و رد المحتار ۱۰۲/۳، نیز دیکھئے: المشرع الکبیر للردیہ ۵۷/۳، شرح المجلد علی المہاج ۷۰/۳، المغنی ۲۷/۳، المشرع الکبیر فی ذیل المغنی ۲۷/۳۔

(۲) حدیث: ”نہی عن شراء ما فی بطون الانعام حتی تضع.....“ کی روایت ابن ماجہ (۳۰/۳) طبع المجلد نے کی ہے زیلعی نے عہد الحق اُمہیہ کی کاہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی اسناد قابل استدلال ہے (نصب الراية ۱۵/۳ طبع مجلس العلمی ہندوستان)۔

(۱) دیکھئے: نیل الاوطار ۵/۱۳۸۔

(۲) مثلاً دیکھئے: الہدایہ مع المشرع ۵۰/۶۔

## بیع منہی عنہ ۷۰

اس سے ممانعت بہت سی احادیث میں وارد ہے مثلاً:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَاحِبُهَا، نَهَى الْبَائِعَ وَالْمُبْتَاعَ" (۱)  
(نبی کریم ﷺ نے پھلوں کو بیچنے سے منع فرمایا، جب تک ان کا قائل انتفاع ہونا ظاہر نہ ہو جائے۔ آپ نے بیچنے والے کو اور خریدار کو منع فرمایا)۔

ایک دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: "نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهَوْ، وَعَنْ بَيْعِ السَّنْبِلِ حَتَّى يَبْيَضَ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةُ" (۲) (آپ ﷺ نے کھجور کے بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ رنگ نہ پکڑ لے اور بالی کے بیچنے سے منع فرمایا یہاں تک کہ وہ سفید ہو جائے، اور نقصان کا اندیشہ جاتا رہے)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے: "قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَارَ حَتَّى يَبْدُوَ صَاحِبُهَا" (۳) (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: پھلوں کو نہ خریدو جب تک کہ ان کا قائل انتفاع ہونا ظاہر نہ ہو جائے)۔

اس کی تشریح حضرت انسؓ کی اس روایت میں آئی ہے: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَاحِبُهَا، وَ عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى يَزْهَوْ، قِيلَ: مَا يَزْهَوْ؟ قَالَ: يَحْمَارٌ أَوْ بَصْفَارٌ" (۴) (نبی کریم ﷺ نے پھل کی بیچ سے منع فرمایا جب تک

(۱) حدیث: "نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَارِ حَتَّى يَبْدُوَ صَاحِبُهَا....." کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۷ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۱۱۶۵ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: "نَهَى عَنْ بَيْعِ النَّخْلِ حَتَّى تَزْهَوْ، وَ عَنْ بَيْعِ السَّنْبِلِ حَتَّى يَبْيَضَ وَيَأْمَنَ الْعَاهَةُ" کی روایت مسلم (۳/۱۱۶۵ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: "لَا تَبْتَاعُوا الثَّمَارَ حَتَّى يَبْدُوَ صَاحِبُهَا....." کی روایت مسلم (۳/۱۱۶۷ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۴) حدیث: "نَهَى عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَاحِبُهَا....." کی روایت

اس کا قائل انتفاع ہونا ظاہر نہ ہو جائے، اور کھجور کی بیچ سے منع فرمایا جب تک اس پر رنگ نہ آ جائے، عرض کیا گیا: رنگ آنا کیا ہے فرمایا: لال یا زرد ہو جائے) حضرت انسؓ کی بعض روایات میں ہے: "حتی تزھی، فقیل له: وما تزھی؟ قال: تحمر" (۱) (یہاں تک کہ رنگ آ جائے، عرض کیا گیا: رنگ آنا کیا ہے؟ فرمایا: لال ہو جائے)۔ اسی طرح "بدو صلاح" کی تشریح حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں آئی ہے، انہوں نے کہا: "نَهَى النَّبِيَّ ﷺ عَنْ بَيْعِ الثَّمَرَةِ حَتَّى يَبْدُوَ صَاحِبُهَا" (۲) (نبی کریم ﷺ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا جب تک بدو صلاح نہ ہو جائے) اور جب ان سے "صلاح" کا مطلب دریافت کیا جاتا تو کہتے: اس کے نقصان کا اندیشہ جاتا رہے)۔

حضرت انسؓ کی روایت میں ہے: "أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعَنْبِ حَتَّى يَسْوَدَ، وَ عَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَ" (۳) (نبی کریم ﷺ نے انگور کو فروخت کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ سیاہ نہ ہو جائے، اور دانہ کفر وخت کرنے سے منع فرمایا جب تک کہ سخت نہ ہو جائے)۔

= بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۷ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۱۱۶۵ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۱) حدیث: "حتی تزھی، فقیل له: وما تزھی؟....." کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۸ طبع استغیہ) نے کی ہے۔

(۲) حدیث: "كَانَ إِذَا مَنَلَ عَنْ صَاحِبِهَا قَالَ: حَتَّى يَلْمَسَ عَاهَتَهَا....." کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۵۱ طبع استغیہ) اور مسلم (۳/۱۱۶۶ طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: "نَهَى عَنْ بَيْعِ الْعَنْبِ حَتَّى يَسْوَدَ، وَ عَنْ بَيْعِ الْحَبِّ حَتَّى يَشْتَدَ" کی روایت ابوداؤد (۳/۶۶۸ تحقیق عزت ہید دھاس) اور حاکم (۲/۱۹۲ طبع دائرة المعارف عثمانیہ) نے کی ہے، حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

## بیج منہی عنہ ۷

شافعیہ نے پھل اور اس کے علاوہ مثلاً کھیتی میں ”بد و صلاح“ کا معنی پکنے اور مٹھاس کے آٹا کا ظاہر ہو جانا قرار دیا ہے، یہ ان چیزوں میں ہے جن میں رنگ نہیں آتا ہے، اور جن میں رنگ آتا ہے ان میں ”بد و صلاح“ یہ ہے کہ سرخی یا سیاهی یا زردی کا آغاز ہو جائے۔ شافعیہ نے آٹھ علامتیں ذکر کی ہیں جن سے ”بد و صلاح“ کو جانا جاسکتا ہے۔

اول: رنگ، ہر ایسے پھل میں جو کھلایا جاتا ہو اور رنگ پکڑنے والا ہو، اگر اس میں سرخی یا سیاهی یا زردی شروع ہو جائے، مثلاً کچی کھجور، عنب (پیر کی شکل کا ایک معروف پھل)، خوبانی، آلو بخارا۔

دوم: ہمزہ، مثلاً گنے کی مٹھاس اور انار کی ترشی۔

سوم: پکنا اور نرم ہونا، مثلاً انجیر اور تربوز۔

چہارم: مضبوط ہونا اور سخت ہونا، مثلاً گیہوں اور جو۔

پنجم: لمبا ہونا اور بھر جانا، مثلاً چارہ اور بنریاں۔

ششم: بڑا ہونا، مثلاً کلڑی کھانے کے قابل ہو جائے۔

ہفتم: اس کے غلاف کا پھٹنا، مثلاً روٹی اور خروٹ۔

ہشتم: کھل جانا، مثلاً گلاب کا پھول۔

اور جن کا غلاف نہیں ہوتا مثلاً یا سمین، تو ان کا ظاہر ہونا ہی بد و صلاح کی علامت ہے، اور اس کو آخری علامت میں شامل کیا جاسکتا ہے۔ قلیوبی نے اس کے لئے ایک ضابطہ مقرر کیا ہے اور وہ یہ کہ کوئی چیز ایسی حالت کو پہنچ جائے جس میں عموماً اسے طلب کیا جاتا ہو<sup>(۱)</sup>۔

حنا بلہ نے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ جس پھل کا رنگ اس کے صلاح کے وقت بدل جاتا ہو مثلاً کھجور، کالا انگور، اور آلو بخارا، تو اس کا بد و صلاح اس کے رنگ بدل جانے سے ہوگا، اور اگر انگور سفید ہو تو

(۱) شرح المجلد علی المصباح ۲/۲۳۵، حامیہ الجمل علی شرح المنہج ۳/۲۰۳۔

صحیح روایت میں ایک تیسرے لفظ کی تعبیر بھی آئی ہے اور وہ ”تشقیح“ ہے اور یہ حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت میں ہے، انہوں نے کہا: ”نہی النبی ﷺ أن تباع الثمرة حتى تشقیح فقیل: ما تشقیح قال: تحمار و تصفار، ویوکل منها“<sup>(۱)</sup> (نبی کریم ﷺ نے پھل بیچنے سے منع فرمایا جب تک کہ وہ تشقیح نہ ہو جائے، عرض کیا گیا: تشقیح ہونا کیا ہے؟ فرمایا: سرخ یا زرد ہو جائے، اور کھانے کے لائق بن جائے)۔

”بد و صلاح“ کا معنی:

۷- فقہاء نے ”بد و صلاح“ کے کئی معانی بیان کئے ہیں:

حنفیہ نے اس کی تشریح میں کہا ہے کہ نقصان اور خرابی کا اندیشہ جاتا رہے، اور بعض حنفیہ جیسے کر لانی نے کہا ہے کہ وہ پھل انسانوں کے استعمال اور جانوروں کے چارہ کے قابل ہو جائے<sup>(۲)</sup>۔

مالکیہ نے مختلف اشیاء کے اعتبار سے مختلف تشریح کی ہے: کھجور میں اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سرخ یا زرد ہو جائے اور رنگ پکڑ لے، انگور میں وہ یہ ہے کہ سیاہ ہو جائے اور اس میں مٹھاس آجائے، اور ان کے علاوہ پھلوں میں ”بد و صلاح“ مٹھاس آنا ہے، ”خس“ اور ”کسم“ میں ان دونوں کا قابل انتفاع ہونا ہے، بقیہ بنریوں میں ان کا کھانے کے لائق ہونا اور کھیتی اور دانہ میں خشک اور سخت ہونا ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) حدیث: ”نہی أن تباع الثمرة حتى تشقیح.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۳ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۲) رد المحتار ۳/۳۸۸، نیز دیکھئے حامیہ العلی علی تبیین الحقائق ۳/۱۲، فتح القدیر ۳/۸۹۵، شرح الکفای علی الہدایہ ۵/۳۸۸۔

(۳) دیکھئے شرح الدرر مع حامیہ الدرر ۱/۷۶، التواین الفقہیہ ۱/۷۲، ۷۳۔



## بیج منہی عنہ ۷۲

ابتداءً انہوں نے عقد کے کسی شرط کے ساتھ مقید ہونے یا مطلق ہونے کے لحاظ سے اس میں تفصیل کی ہے، اور پھل کی بیج درج ذیل احوال سے خالی نہیں:

پہلی حالت یہ ہے کہ ظاہر ہونے اور نکلنے سے قبل اس کی بیج کی جائے، یعنی اس سے پھول کے جھڑنے اور اس کے پھل بننے سے قبل ہو تو یہ بیج بالاتفاق صحیح نہیں ہے۔

دوسری حالت یہ ہے کہ بدو صلاح سے قبل ظاہر ہونے کے بعد پھل کی بیج اس شرط کے ساتھ کی جائے کہ پکنے تک درخت ہی پر چھوڑے رکھا جائے گا تو ایسی بیج بالا جماع درست نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد متقاضی نہیں، اور وہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول رکھنا ہے، یا وہ عقد کے اندر ایک دوسرے عقد ہے، یا وہ بیج کے ساتھ اعارہ یا اجارہ ہے۔

ابن قدامہ نے اس کی وجہ مذکورہ حدیث میں وارد ممانعت بتائی ہے اور ممانعت فساد کی متقاضی ہے۔

فقہاء نے کہا: بدو صلاح سے قبل چھوڑنے کی شرط پر پھل کی بیج ہی طرح سخت ہونے سے قبل ہیبت کی بیج ہے (۱)۔

تیسری حالت یہ ہے کہ بدو صلاح سے قبل ظاہر ہونے کے بعد فوراً توڑنے کی شرط پر بیج کی جائے تو یہ بیج بالا جماع صحیح ہے، اس کے جواز میں کوئی اختلاف نہیں (۲)۔ حنابلہ نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ بدو صلاح سے قبل بیج سے ممانعت صرف اس لئے ہے کہ اس کے حصول سے قبل اس کے تلف ہو جانے اور اس پر آفت آ جانے کا اندیشہ ہے۔ اس کی دلیل حضرت انسؓ کی مذکورہ حدیث ہے اور اس

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۳۸۸، نیز دیکھئے: فتح القدیر ۵/۳۸۸، ۳۹۰، تبیین الحقائق ۳/۱۲، المشرع المکیر بحیث الدسوقی ۳/۷۷، اور دیکھئے شرح المجلد علی المصباح ۳/۲۳۳، المغنی ۳/۲۰۲ اور اس کے بعد کے صفحات۔

(۲) فتح القدیر ۵/۳۸۸، المغنی ۳/۲۰۲، کشاف القناع ۲/۲۸۱۔

اس کا بدو صلاح اس کا "تمؤد" ہے یعنی اس میں بیٹھاپا فی ظاہر ہو اور وہ نرم ہو جائے اور اس کا رنگ زرد ہو جائے، اور اگر پھل ایسا ہو جس میں رنگ نہیں آتا، مثلاً سیب وغیرہ، تو اس میں بدو صلاح بیٹھا اور عمدہ ہونا ہے، اور اگر تربوزہ وغیرہ ہو تو اس میں بدو صلاح پکنا ہے، اور جس پھل کا رنگ نہیں بدلتا اور عمدہ ہونے پر چھوٹی بڑی ہر شکل میں کھایا جاتا ہے مثلاً گکڑی اور کھیر، تو اس میں بدو صلاح عادتاً کھانے کے قابل ہوتا ہے (۱)۔

بدو صلاح سے قبل پھل کی بیج سے ممانعت میں حکمت یہ ہے کہ پھل کے حصول سے قبل اس کے ضائع ہونے اور اس پر آفت آنے کا اندیشہ ہے (۲)۔

حضرت انسؓ کی حدیث میں آیا ہے: "أرأيت إذا منع الله الثمرة، ثم يأخذ أحدكم مال أخيه؟" (۳) (تمہارا کیا خیال ہے اگر اللہ تعالیٰ پھل نہ دے، تو تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے لے گا)۔

بدو صلاح سے قبل پھل کفر وخت کرنے کا حکم:

۷۲۔ جمہور فقہاء عام طور پر بدو صلاح سے قبل پھل فروخت کرنے کو ناجائز اور غیر صحیح کہتے ہیں۔

ابن المندرنے کہا: اہل علم کا بالجملہ اس حدیث کو اختیار کرنے پر اتفاق ہے (۴)۔

(۱) المغنی ۳/۲۰۷۔

(۲) المغنی ۳/۲۰۲، حاشیہ انقلابی علی شرح المجلد ۳/۲۳۳۔

(۳) حدیث: "أرأيت إذا منع الله الثمرة ثم يأخذ أحدكم مال أخيه؟" کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۳۹۸ طبع المستوفی) اور مسلم (۳/۱۱۹۰ طبع المجلد) نے کی ہے۔

(۴) المغنی ۳/۲۰۲۔

## بیع منہی عنہ ۷۳

ہیں، ذیل میں اس کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

پہلی شرط: پھل قابل انتفاع ہو:

الف۔ حنفیہ اپنے اصح قول میں اور اسی طرح مالکیہ اس سے مطلقاً انتفاع کے قائل ہیں، حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ انتفاع فی الحال ہو یا دوسرے زمانہ میں ہو، دونوں کو شامل ہے، اور اسی کو مال یا ثانی الحال کہتے ہیں جیسا کہ حنفیہ کی تعبیر ہے۔

مثلاً تسمیل (ایک قسم کی گھاس جس کو جانور کھاتے ہیں) اور حصرم (کچا سبز انگور، کچا پھل) کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ وہ جانور اور انسان کے لئے قابل انتفاع ہے<sup>(۱)</sup>۔

ب۔ شافعیہ اور حنابلہ نے جواز کو فی الحال انتفاع کے ساتھ مقید کیا ہے اور شافعیہ نے منفعت کی قید میں یہ اضافہ کیا ہے کہ وہ منفعت غرض صحیح کے لئے مقصود ہو، اگرچہ اس طریقہ پر نہ ہو جس طریقہ سے اس سے انتفاع کا ارادہ ہوتا ہے، جیسا کہ حصرم میں برخلاف ماسپاتی کے، اس لئے کہ اس کو فی الحال توڑ دینا مال ضائع کرنا ہے (جیسا کہ مالکیہ نے اس کی علت بتائی ہے) اور برخلاف خرٹ کے پھل کے اور ترمس (ایک قسم کا غلہ) کی کھیتی کے، کہ اس کی بیع مذکورہ بالا شرط پر صحیح نہیں، اس لئے کہ سامان بیع میں نفع نہیں پایا جا رہا ہے جیسا کہ حنابلہ نے اس کی علت بیان کی ہے<sup>(۲)</sup>۔

دوسری شرط: متعاقدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو اس کی ضرورت ہو۔

تیسری شرط: لوگوں میں بکثرت ایسا نہ ہو، اور لوگ اس

میں یہ ارشاد نبوی ہے: ”أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَّ اللَّهُ الثَّمَرَةَ، بِمِ يَأْخُذُ أَحَدُكُمْ مَالِ أَخِيهِ؟“<sup>(۱)</sup> (بتاؤ! اگر اللہ تعالیٰ پھل نہ دے تو تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا مال کس چیز کے بدلے لے گا)، اور توڑ لینے کی صورت میں یہ اندیشہ نہیں پایا جاتا ہے، لہذا اس کی بیع صحیح ہوگی جیسا کہ اگر بدو صلاح کے بعد ہو۔

انہوں نے کہا: اس صورت میں بیع کی صحت پر اجماع سے اس عمومی ممانعت کی تخصیص ہوتی ہے جو سابقہ حدیث کے مفہوم میں پائی جاتی ہے، اور اس کے ذریعہ بدو صلاح کے بعد والی حالت علاحدہ ہو جاتی ہے، اس لئے کہ اس میں اکثر و بیشتر نقصان کا اندیشہ جاتا رہتا ہے برخلاف اس صورت کے جو بدو صلاح سے قبل پائی جاتی ہے، اور اس فرق کا اشارہ اس حدیث سے ملتا ہے جو آفات کی منہائی کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے<sup>(۲)</sup>، یعنی: ”لَوْ بَعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمْرًا، فَاصَابَتْهُ جَانِحَةٌ (أَيِ آفَةٍ أَهْلَكَ الثَّمَرَةَ) فَلَا يَحِلُّ لَكَ أَنْ تَأْخُذَ مِنْهُ شَيْئًا، بِمِ تَأْخُذَ مَالِ أَخِيكَ بَغِيرِ حَقِّ“<sup>(۳)</sup> (اگر تم اپنے بھائی کے ہاتھ پھل بیچو، پھر اس پر آفت آجائے جس سے پھل تلف ہو جائے تو اب تمہارے لئے حلال نہیں کہ تم اس سے کچھ لو، تم کس چیز کے بدلے اپنے بھائی کا مال ناحق لو گے)۔

۷۳- تاہم فقہاء نے اس حکم یعنی بدو صلاح سے قبل نورا توڑنے کی شرط پر پھل کی بیع کے جواز کو کچھ قیود سے مقید کیا ہے جن میں سے بعض متفق علیہ ہیں، اور بعض قیودات چند دوسرے فقہاء کے یہاں

(۱) حدیث: ”أَرَأَيْتَ إِذَا مَنَّ اللَّهُ الثَّمَرَةَ.....“ کی تخریج فقرہ ۱۷۷ کے حاشیہ میں آچکی ہے۔

(۲) المغنی ۲/۲۰۲، کشاف القناع ۳/۲۸۱، ۲۸۲، شرح المکمل علی المنہاج مع حاشیہ اقلیو بی ۲/۲۳۳۔

(۳) حدیث: ”لَوْ بَعْتَ مِنْ أَخِيكَ ثَمْرًا.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۹۰ طبع المجلد) نے کی ہے۔

(۱) فتح القدیر ۵/۳۸۸، المشرح الکبیر للدرر بحاشیہ الدسوقی ۳/۱۷۶، القوانين الفقہیہ ۱/۱۷۳۔

(۲) شرح المکمل علی المنہاج ۲/۲۳۳، شرح المنہاج مع حاشیہ الجرجانی ۳/۲۰۱، ۲۰۲، کشاف القناع ۳/۲۸۲، المشرح الکبیر بحاشیہ الدسوقی ۳/۱۷۶۔

## بیع منہی عنہ ۷۴-۷۵

میں ایک دوسرے کا تعاون نہ کریں۔

ان دونوں شرطوں کی مالکیہ نے صراحت کی ہے، اگر ان میں سے کوئی ایک شرط مفقود ہو تو بیع ممنوع ہوگی<sup>(۱)</sup>، اسی طرح باقی رکھنے کی سابقہ شرط یا اطلاق کی صورت میں ممنوع ہے، جیسا کہ آئے گا۔ چوتھی شرط: حنا بلہ نے جس کی صراحت کی ہے، اور وہ یہ ہے کہ بد وصلاح سے قبل فروخت کی گئی چیز غیر مبین نہ ہو، مثلاً یہ کہ کوئی شخص بد وصلاح سے قبل آدھا پھل غیر متعین صورت میں توڑنے کی شرط کے ساتھ خریدے، اس لئے کہ اس کے لئے اپنے مملوک پھل کو توڑنا غیر مملوک پھل کو توڑے بغیر ممکن نہیں، اور ایسا کرنا اس کے لئے جائز نہیں<sup>(۲)</sup>۔

۷۴- فقہاء نے اس جائز صورت یعنی بد وصلاح سے قبل فی الحال توڑنے کی شرط پر بیع کے علاوہ درج ذیل صورتوں کو بھی جائز قرار دیا ہے:

(۱) یہ کہ بد وصلاح سے قبل پھل کی بیع درخت کے ساتھ یا ہری بھیتی کی بیع زمین کے ساتھ کی جائے، اس میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ اس صورت میں پھل اور بھیتی درخت اور زمین کے تابع ہیں جن کو کوئی نقصان لاحق نہیں ہوتا، جیسا کہ ثنائیہ کا قول ہے۔

(۲) یہ کہ پھل کی بیع اصل یعنی درخت کے مالک کے ہاتھ یا بھیتی کی بیع زمین کے مالک کے ہاتھ کی جائے، اس لئے کہ جب وہ اصل کے ساتھ فروخت ہوگا تو تابع ہو کر بیع میں داخل ہوگا، لہذا اس میں غرر کا احتمال مضر نہیں، جیسا کہ بکری کے ساتھ تھن میں موجود دودھ کی بیع میں جہالت کا احتمال ہوتا ہے۔

اس صورت کی صراحت حنا بلہ نے کی ہے، جیسا کہ پہلی صورت

کی صراحت سب نے کی ہے، اور مالکیہ نے درج ذیل صورت کا اضافہ کیا ہے:

(۳) یہ کہ اصل یعنی درخت یا زمین کو فروخت کیا جائے، اور پھر کچھ وقفہ کے بعد خواہ وہ تھوڑا ہو یا لمبا، اور ان دونوں کے خریدار کے ہاتھ سے نکلنے سے قبل پھل یا بھیتی کو اس اصل کے ساتھ شامل کر دیا جائے جو اس سے قبل فروخت کی جا چکی ہے<sup>(۱)</sup>۔

۷۵- پھل کی بیع کی چوتھی حالت یہ ہے کہ بد وصلاح کے بعد اس کی بیع کی جائے (بد وصلاح کی تفصیل میں اختلاف ہے کہ وہ جمہور کے نزدیک پک جانے، مٹھاس آنے اور تموہ وغیرہ کا ظاہر ہونا ہے، اور حنفیہ کے نزدیک آفت اور فساد سے مامون ہونا ہے)، اس حالت میں بیع کے جواز کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ ابن ابہام کی صراحت ہے، اور حدیث کا مفہوم بھی ان لوگوں کے نزدیک جو مفہوم کے قائل ہیں، یہی ہے۔

اور پھل کے بڑھنے اور مکمل ہونے یا اس کے مکمل نہ ہونے کی صورت کے سلسلے میں مذاہب کی بعض تفصیلات عنقریب آ رہی ہیں۔ لیکن مالکیہ نے اس حالت میں جواز کو (اپنی تشریح کے مطابق بد وصلاح کے ساتھ ساتھ) اس قید کے ساتھ مقید کیا ہے کہ وہ اپنے غلافوں میں چھپا ہوا نہ ہو مثلاً کچی کھجور، انجیر، انگور، مولیٰ، کرات (ایک بدبودار قسم کی سبزی)، گاجر اور پیاز، اس نوع کی بیع اکل سے جائز ہے، اور وزن سے بدرجہ اولیٰ۔

اور جو اپنے غلافوں میں چھپا ہوتا ہے مثلاً گیہوں بالی میں، تو تنہا اس کی بیع اکل سے جائز نہیں ہے، اور پ سے جائز ہے، اور اگر اس

(۱) دیکھئے رد المحتار ۳/۳۸۸، تمہین الحقائق ۲/۱۲۳، اشرح الکبیر مع حاشیہ الدسوقی ۷۶۳، شرح الخرشبی ۵/۱۸۵، تحفۃ المحتاج ۳/۶۳، ۴/۶۳، ۵/۶۳، کشاف القناع ۳/۲۸۲، تحفۃ المحتاج ۳/۶۳۔

(۱) اشرح الکبیر للردیہ بحاشیہ الدسوقی ۷۶۳۔

(۲) کشاف القناع ۳/۲۸۲۔



## بیع منہی عنہ ۷۶-۷۷

کے چھلکے (یعنی بھوسہ) کے ساتھ فروخت کیا جائے تو اُگل سے جائز ہے، اور ماپ سے بدرجہ اولیٰ۔

اور جو اپنے پتوں میں چھپا ہوا مثلاً لوبیا، تو اس کی بیع اُگل سے نہ تنہا جائز ہے اور نہ اس کے پتے کے ساتھ، ہاں ماپ سے جائز ہے<sup>(۱)</sup>۔

۷۶- پانچویں حالت: پھل کی بیع بدو صلاح سے قبل مطلقاً ہو یعنی نہ توڑنے کی شرط ہو نہ باقی رکھنے کی، یہ صورت فقہاء کے مابین اختلافی ہے:

الف۔ شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک اور مالکیہ کے یہاں قول معتمد (کو کہ ابن جزی کی صراحت کے مطابق اس میں دو قول ہیں) یہ ہے کہ یہ بیع بھی باطل ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ بدو صلاح سے قبل پھل کی بیع کے بارے میں مذکورہ حدیث میں ممانعت مطلق ہے، نیز اس لئے کہ اس صورت میں اس پر نقصان جلد آجائے گا، کیونکہ وہ کمزور ہے، اور اس کے ضائع ہونے سے ثمن ضائع ہو جائے گا، جس کا کوئی عوض نہیں ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

ب۔ حنفیہ نے اس مسئلہ میں تفصیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

اگر پھل اس حالت میں ہو کہ وہ کھانے یا جانوروں کے چارہ کسی کے لئے فائدہ مند نہیں تو اس کے بارے میں مشائخ کے درمیان اختلاف ہے:

ایک قول میں ما جائز ہے، قاضی خان نے اس کو عام مشائخ حنفیہ سے منسوب کیا ہے، اس کی وجہ ممانعت ہے، اور اس لئے کہ بیع ایسے مال کے ساتھ خاص ہے جس کی قیمت ہو، اور بدو صلاح سے قبل پھل اس نوعیت کا نہیں ہوتا۔

صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے، اس لئے کہ مستقبل میں یہ قابل انتفاع مال ہے کو کہ فی الحال قابل انتفاع نہ ہو۔

اگر پھل اس طرح کا ہے کہ اس سے انتفاع ہو سکتا ہے، کو کہ جانوروں کے چارہ کے طور پر تو با اتفاق اہل مذہب بیع جائز ہے اگر اس کو توڑنے کی شرط پر یا مطلقاً فروخت کیا ہو<sup>(۱)</sup>۔

مالکیہ نے سابقہ تینوں مسائل میں بدو صلاح سے قبل بیع کے جواز کی صراحت کی ہے۔

بعض فقہاء مثلاً حنفیہ اور حنابلہ نے یہ صورت بھی لکھی ہے۔

۷۷- چھٹی حالت: ایسا پھل خرید جس کی مانعیت اور پکنا ظاہر ہو چکا تھا لیکن اس کا بڑھنا مکمل نہیں ہوا تھا، اور اس کے بڑھنے کے مکمل ہونے تک باقی رکھنے اور چھوڑنے کی شرط لگائی تو:

الف۔ جمہور کا مذہب جیسا کہ ابن قدامہ کی صراحت ہے، یہ ہے کہ اس صورت میں بیع جائز ہے، بلکہ علی الاطلاق جائز ہے، اس لئے کہ:

حدیث میں بدو صلاح سے قبل پھل کی بیع سے ممانعت ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ بدو صلاح کے بعد اس کی بیع مباح ہو۔ ان کے نزدیک بدو صلاح سے قبل ممانعت چھوڑنے کی شرط کے ساتھ بیع کرنے کی ہے، لہذا بدو صلاح کے بعد اس کا جائز ہونا واجب ہوگا، ورنہ بدو صلاح (ممانعت کی) غایت نہیں قرار پائے گی، اور نہ ہی اس کے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ ہوگا۔

نیز اس لئے کہ حدیث ہے: ”نہی عن بیع الثمرة حتی یمدو صلاحها، وتضمن العاہة“ (نبی کریم ﷺ نے پھل کی بیع سے منع فرمایا تا آنکہ بدو صلاح ہو جائے، اور آفت سے مامون

(۱) فتح القدیر ۵/۳۸۸، الشرح الکبیر مع حاشیہ الدسوقی ۳/۷۶۔

(۲) الشرح الکبیر للدرر مع حاشیہ الدسوقی ۳/۷۷، شرح الخرشنی ۵/۱۸۵، التوابعین المصنوع ۳/۷۳، شرح الخرشنی علی المسہاج ۲/۲۳۳، المغنی ۳/۲۰۲، تحفۃ المحتاج ۳/۲۶۱۔

(۱) فتح القدیر ۵/۳۸۹، رد المحتار ۳/۳۸، الختار بشرح الہدایہ للبارہوتی ۵/۳۸۹، ۳۸۸۔

## بیع منہی عنہ ۷۸

کرتے ہوئے امر ثلاثہ کی طرح کہا کہ عقد فاسد نہیں ہوگا، اس لئے کہ اس کا عرف ہے، برخلاف اس صورت کے جبکہ بڑھنا مکمل نہ ہوا ہو کہ یہ جزو معدوم میں شرط ہے۔

ہر چند کہ شراح ”الہدایہ“ میں سے باہر ترقی اور کرلائی نے چھوڑنے کی شرط لگانے میں تعامل کو تسلیم نہیں کیا ہے، بلکہ ان دونوں نے کہا ہے کہ عادت و رواج بلا شرط چھوڑنا ہے، اور عقد میں بلا شرط اس کے چھوڑنے کی اجازت ہے، چھوڑنے کی شرط لگانے کی نہیں، تاہم کرلائی نے ”لاسرار“ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ فتویٰ امام محمد کے قول پر ہے، اور اسی کو طحاوی نے اختیار کیا ہے، کیونکہ عموم بلوی ہے (۱)۔

۷۸ - اگر پھل مطلقاً خریدے، چھوڑنے یا توڑنے کی شرط نہ لگائے، اور اس کا بڑھنا مکمل ہو پھر اس کو چھوڑ دے تو اگر چھوڑنا محض فروخت کرنے والے کی اجازت سے ہو تو یہ اضافہ ہے اور اس کا کھانا اس کے لئے حلال و طیب ہے، اور اگر چھوڑنا اجارہ کے ضمن میں اجازت سے ہو مثلاً درختوں کو پکنے کے وقت تک کے لئے اجارہ پر لے لیا ہو تو بھی اضافہ حلال ہوگا، اس لئے کہ اجارہ باطل ہے، کیونکہ لوگوں میں درختوں کے اجرت پر لینے کا عرف نہیں، نیز خریدار کو درختوں کے اجرت پر لینے کی حاجت نہیں، اس لئے کہ پھلوں کو ان کے اصل کے ساتھ خریدنا اس کے لئے ممکن ہے، اور قیاس میں اصل یہ ہے کہ اجارہ باطل ہے، شرعاً حاجت کی وجہ سے اس چیز میں اجازت دے دی گئی جس کا تعامل ہے، اور محض درختوں کو اجارہ پر دینے کا تعامل نہیں، لہذا اجازت باقی رہی۔

لیکن اگر اس کو بلا اجازت چھوڑ دے تو اس پھل کی ذات میں جو اضافہ ہوا ہے اس کو صدقہ کر دے، اس لئے کہ اس کا حصول ممنوع

ہو جائے، اور آفت سے مامون ہونے کی علت بیان کرنا باقی رکھنے پر دلالت کرتا ہے، اس لئے کہ جس کو نواری طور پر توڑ لیا جائے گا اس پر آفت آنے کا اندیشہ نہیں، اور جب بد و صلاح ہو گیا تو آفت سے مامون ہو گیا، لہذا واجب ہے کہ باقی رکھتے ہوئے جائز ہو، کیونکہ ممانعت کی علت زائل ہو گئی۔

نیز اس لئے کہ فروخت شدہ چیز میں نقل و تحویل عرف کے تقاضے سے واجب ہے، اور جب اس نے اس کی شرط لگائی تو جائز ہے جیسا کہ امام کفر وخت کرنے والے کی ملکیت سے منتقل کرنے کی شرط لگائے (۱)۔

حنفی نے اس مسئلہ میں تفصیل کرتے ہوئے کہا:

اگر چھوڑنے کی شرط لگائے اور پکنا، بڑھنا مکمل نہ ہوا ہو، تو اس نے اس میں جزو معدوم کی شرط لگائی یعنی وہ حصہ جو زمین اور درخت کی وجہ سے بڑھے گا، اور یہ زیادتی فروخت کرنے والے کی ملکیت سے بیع کے بعد پیدا ہوگی، تو کو یا اس نے معدوم کو موجود کے ساتھ ملا دیا، اور ان دونوں کو خرید، لہذا عقد فاسد ہوگا (۲)۔

اگر اس نے چھوڑنے کی شرط لگائی جبکہ اس کا بڑھنا مکمل ہو چکا ہو، تو بھی امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک یہی حکم ہے، یعنی عقد فاسد ہو جائے گا، اور یہی قیاس ہے، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس کا عقد متقاضی نہیں، اور وہ دوسرے کی ملکیت کو مشغول رکھنا ہے اور اس میں متعاقبین میں سے ایک کے لئے نفع ہے، اور اس طرح کی چیز عقد کو فاسد کر دیتی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس سے فروخت شدہ چیز میں مزید بہتری اور تازگی آتی ہے اور اس میں خریدار کا فائدہ ہے۔

جبکہ امام محمد بن الحسن نے اس صورت میں استحسان کو اختیار

(۱) المغنی ۳/۲۰۵۔

(۲) الہدایہ مع الکفایہ للکرلائی ۵/۳۸۹۔

(۱) الہدایہ مع الشروح ۵/۳۸۹، تبیین الحقائق ۳/۲۴۳، الدر المنثور و رد المحتار ۳/۳۹۳۔

## بیج منہی عنہ ۷۹

طریقہ سے ہوا ہے، یعنی غصب کردہ زمین کی قوت سے اس کا حصول ہوا ہے، لہذا پکنے سے قبل اور اس کے بعد دونوں حالتوں میں اس کی قیمت لگائی جائے، اور دونوں کے درمیان اضافہ کو صدقہ کر دیا جائے۔

اگر پھل کو اس کی بڑھوتری کے مکمل ہونے کے بعد خرید اور اس کو چھوڑ دیا تو اس کے ذمہ کچھ صدقہ کرنا لازم نہیں، اس لئے کہ یہ حالت کی تبدیلی ہے، زیادتی کا ثبوت نہیں<sup>(۱)</sup>۔

کیا پھل کی بیج کی صحت کے لئے پورے پھل میں بدو صلاح شرط ہے؟

۷۹۔ عمومی طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ بیج کی صحت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ اگر بعض پھلوں میں بدو صلاح ہو جائے، خواہ وہ تھوڑا ہو تو پورے کی بیج درست ہوگی، بشرطیکہ عقد، جنس، باغ اور نقل و حمل یکساں ہو، یہ بعض فقہاء جیسے شافعیہ کے نزدیک ہے، یا جنس ایک ہو، یہ بعض فقہاء جیسے مالکیہ کے نزدیک ہے، گوکہ ان میں سے بعض فقہاء نے دوسروں کے برخلاف پورے پھل میں صلاح کی شرط لگائی ہے، لہذا ان کے نزدیک صرف ان پھلوں کی بیج جائز ہوگی جن میں بدو صلاح ہو چکا ہے<sup>(۲)</sup>۔ اس مسئلہ میں تفصیل ہے جس کو ہم ذیل میں ذکر کر رہے ہیں:

اول: اگر ایک درخت ہو، اور اس کے بعض پھلوں میں بدو صلاح ہو چکا ہو تو اس کی وجہ سے پورے پھل کی بیج جائز ہوگی،

(۱) الہدایہ مع الشرح ۳۸۹/۵، ۳۹۰، تبيين الحقائق ۱۲/۳، بدائع الصنائع ۱۶۶/۵۔

(۲) شرح المکلی علی المہاج مع حاشیہ اقلیو بی ۲/۲۳۶، نیز دیکھئے تحت المحتاج شرح المہاج مع حاشیہ الشروانی ۳۶۷، شرح الکبیر للدرر بی حاشیہ الدسوقی ۳۷۷، المغنی مع الشرح الکبیر ۲۰۵، الدر المختار ۳۹۷۔

ابن قدامہ نے کہا: میرے علم میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔  
دوم: اگر ایک درخت میں بدو صلاح ہوا ہو تو کیا باغ کے اس نوع کے سارے درختوں کے پھلوں کی بیج جائز ہے؟  
اس میں دو اقوال ہیں:

اول: جمہور یعنی مالک، شافعی، محمد بن الحسن کا مذہب، اور حنابلہ کے مذہب میں اظہر یہ ہے کہ اس نوع کے تمام پھلوں کی بیج جائز ہے، اور اس کی وجوہات یہ ہیں:

جس باغ میں وہ ہے اس میں اسی نوع کے پھل میں بدو صلاح ہو چکا ہے، لہذا پورے کی بیج جائز ہوگی جیسا کہ ایک درخت میں ہے۔

تمام پھلوں میں بدو صلاح کا اعتبار کرنا مشکل ہے، اور اس کے نتیجے میں شرکت اور مختلف ہاتھوں (قبضوں) کا ثبوت ہوگا، لہذا واجب ہے کہ جس میں بدو صلاح نہ ہوا وہ ان پھلوں کے تابع ہو جائے جن میں بدو صلاح ہوا ہے۔

مالکیہ نے اس صورت میں شرط لگائی ہے کہ کھجور کا درخت ”باکورہ“ نہ ہو اور باکورہ وہ ہے جس پر طویل عرصہ گزر چکا ہو اس طور پر کہ جلدی جلدی پھل تیار نہ ہوتے ہوں، لہذا اگر وہ باکورہ ہو تو اس کے عمدہ ہونے سے باغ کے اور پھلوں کی بیج جائز نہیں ہوگی، ہاں تنہا اس کی بیج جائز ہے<sup>(۱)</sup>۔

دوم: امام احمد سے ایک روایت (اور یہی حنفیہ کے کلام سے متبادر مفہوم، اور شافعیہ کے یہاں معتمد ہے) یہ ہے کہ جن میں بدو صلاح ہو چکا ہے صرف ان کی بیج جائز ہے، اس لئے کہ جس میں

(۱) المغنی ۲۰۵، ۲۰۶، نیز دیکھئے کشاف القناع ۲۸۷/۳، شرح المکلی علی المہاج ۲/۲۳۶، القوانین المکھیہ ۷۳، شرح الخرشبی ۱۸۵/۵، کفایۃ الطالب مع حاشیہ الصووی ۲/۱۵۳، ۱۵۵۔



## بیع منہی عنہ ۸۰-۸۱

تیسری رائے: بعض اصحاب امام شافعی اور حنابلہ میں سے ابو الخطاب کی ہے، وہ یہ ہے کہ بائع میں موجود اس جنس کی بیع جائز ہے، انہوں نے اس کو زکاة میں نصاب کو مکمل کرنے پر قیاس کیا ہے، کیونکہ جنس واحد کو نصاب کی تکمیل میں ایک دوسرے سے ملایا جاتا ہے، لہذا اجواز میں وہ اس کے تابع ہوگی، اور وہ ایک نوع کی طرح ہو جائے گی<sup>(۱)</sup>۔

۸۱- چہارم: اگر دو قریب قریب کے باغات میں سے ایک میں بد و صلاح ہو جائے دوسرے میں نہیں، اور ان دونوں باغات کو ایک عقد میں فروخت کرے، اور پھل ایک نوع کا ہو تو اس کے بارے میں دو رائیں ہیں:

اول: امام مالک کا مذہب، شافعیہ کا ایک قول، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ کھیت کے ایک درخت میں بد و صلاح، اس کھیت کے لئے اور اس کے قرب و جوار کے کھیت کے لئے بد و صلاح ہے، لہذا وہ سب اس کے تابع ہونگے، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں صلاح میں قریب قریب ہیں، لہذا یہ ایک کھیت کے مشابہ ہو گئے، نیز اس لئے کہ مقصود آفت سے مامون ہونا ہے اور وہ پایا گیا، نیز اس لئے کہ وہ دونوں ایک عقد میں جمع ہیں۔

مالکیہ نے یہاں ”قرب و جوار“ کی تشریح: عادتاً پے بہ پے

= حالانکہ خفیہ کی جو کتابیں میرے سامنے ہیں ان میں یہ رائے مجھے نہیں ملی، البتہ گزر چکا ہے کہ امام محمد عقد کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں اگر کچھ پھل نکل سکے ہوں اور کچھ نہ نکلے ہوں، اور اگر خریدار اس کے چھوڑنے کی شرط لگائے جبکہ وہ مکمل ہو چکا ہو، تو عرف کی وجہ سے استیلا جائز ہے یہی امر علامہ شاکا قول ہے انہوں نے کہ عموم بلوئی کی وجہ سے اسی پر فتویٰ ہے (دیکھئے الدر المختار ورد المختار ۳۹۳/۳)۔

(۱) المغنی ۲۰۶/۳، نیز دیکھئے: حاشیہ الشروانی علی تہذیب المحتاج (۳۵۷/۳)، (۳۵۸) کہ انہوں نے تابع ہونے میں اتحاد مجلس کی شرط لگانے پر یہ حاشیہ لکھا ہے ”ای لا نوع“۔

بد و صلاح نہیں، وہ ممانعت کے عموم کے تحت داخل ہے، نیز اس لئے کہ اس میں بد و صلاح نہیں ہوا، لہذا اس کی بیع توڑنے کی شرط کے بغیر ناجائز ہے، اور یہ دوسری جنس کے مشابہ ہو گیا، اور اس جنس کے مشابہ ہو گیا جو دوسرے بائع میں ہے<sup>(۱)</sup>، جیسا کہ آئے گا۔

۸۰- سوم: اگر ایک درخت میں یا کسی ایک نوع کے چند درختوں میں بد و صلاح ہو جائے تو بائع میں موجود اسی جنس کی دوسری نوع کے پھلوں کی بیع کیا جائز ہوگی؟

اس صورت کے بارے میں چند آراء ہیں:

پہلی رائے: بعض اصحاب امام شافعی کی ہے، اور یہی حنابلہ میں تقاضی کا قول ہے کہ وہ اس کے تابع نہ ہوگا، اور ابن قدامہ نے کہا ہے کہ یہی اولیٰ ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ:

دو انواع کا پکنا بسا اوقات بہت فرق اور زمانہ کے ساتھ ہوتا ہے، لہذا بد و صلاح میں ایک نوع دوسری کے تابع نہ ہوگی جیسا کہ دو جنسوں میں ہوتا ہے۔

اور اس لئے کہ یہاں علت ایک دوسرے کا قریب قریب پکنا نیز شرکت اور اس پر مختلف قبضے کے آنے کی وجہ سے پیدا ہونے والے ضرر کو دور کرنا ہے۔ اور یہ چیز دو انواع میں حاصل نہیں ہو سکتی، اس لئے وہ دونوں اس سلسلہ میں دو اجناس کی طرح ہو گئیں۔

دوسری رائے: امام محمد بن الحسن کی ہے، وہ یہ ہے کہ جن کا پکنا ایک دوسرے سے قریب قریب ہو تو ان میں بعض کے اندر بد و صلاح کی وجہ سے سب کو فروخت کرنا جائز ہوگا، اور اگر ایک دوسرے کے مقابلہ میں بہت دیر سے پکے تو پکے ہوئے پھل میں بیع جائز ہے، اور باقی میں ناجائز ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) المغنی ۲۰۵/۳، ۲۰۶/۳، شرح المکلی علی المسہاج مع حاشیہ اقلیو بی ۲۳۶/۲، رد المختار ۳۹۳/۳۔

(۲) المغنی ۲۰۶/۳، امام محمد بن الحسن کی اس رائے کا ذکر ابن قدامہ نے کیا ہے

## بیج منہی عنہ ۸۲-۸۳

۸۲- پنجم: اگر پھل کی ایک جنس میں بد وصلاح ہو جائے تو یہ دوسری جنس کے پھل جس میں بد وصلاح نہیں ہوا، کی بیج کے حامل ہونے کے لئے کافی نہیں، لہذا کچی کھجور میں بد وصلاح، مثلاً انگور کی بیج کی صحت کے لئے کافی نہیں ہوگا، اگر باغ میں انگور اور انار ہوں اور انگور میں بد وصلاح ہو جائے تو انار کی بیج جائز نہیں ہوگی تا آنکہ اس میں بد وصلاح ہو جائے۔ مالکیہ نے اس کی صراحت کی ہے، اور یہ متفق علیہ ہے۔ اگر اس حالت میں فروخت کر دے تو دوسری جنس کے پھل کو توڑنے کی شرط واجب ہوگی۔

۸۳- فقہاء نے بعض کے بد وصلاح کی بنیاد پر تمام کی بیج کے جواز کے حکم میں گکڑی کے کھیت کو پھل کے ساتھ ملحق کیا ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ بڑی اور کھانے کے قابل ہو جائے۔ مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ یہ حکم ان ہی دونوں کے ساتھ خاص ہے۔ رعنی بھیتی تو بعض کا خشک ہونا سب کی بیج کے جواز کے لئے کافی نہیں، بلکہ تمام دانوں کا خشک ہونا ضروری ہوگا، اس کی وجہ یہ ہے:

کہ ”تفکک“ کے طور پر تر پھلوں کو کھانے کی لوگوں کو زیادہ ضرورت ہے۔

اور اس لئے کہ اگر بعض پھل میں بد وصلاح ہو جائے تو عموماً تیزی کے ساتھ بقیہ میں ایسا ہو جاتا ہے، اور گکڑی وغیرہ اسی کے مثل ہے، برخلاف بھیتی کے۔ اور دانوں (خلوں) کی نوعیت ایسی نہیں ہے، کیونکہ وہ غذا کے لئے ہوتے ہیں، تفکک کے لئے نہیں<sup>(۱)</sup>۔

شافعیہ اور حنابلہ اصل پر قائم ہیں یعنی دانے کے بارے میں بعض میں بد وصلاح کافی ہے کہ کوکھوڑا ہو، بلکہ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ بعض دانوں کا پختہ ہونا خواہ ایک ہی باہی ہو کافی ہے، اس کی

= ۲۸۸، حاشیہ الصدوق علی شرح کفایہ لہالب ۲/ ۱۵۳، القوانین الفقہیہ ۱۷۳/ ۱۷۳، شرح المجلد علی المہاج ۲۳۶/ ۲۳۶۔

(۱) شرح الخرشی ۱۸۵/ ۱۸۵، حاشیہ الصدوق علی المشرک المکیر ۱۷۳/ ۱۷۳۔

طیب و عمدہ ہونے یا اہل تجربہ کے قول سے کی ہے۔

مالکیہ میں سے ابن کنانہ نے باغات میں حکم کو عام رکھا ہے، کو کہ ان میں عمدگی کے بعد دیگرے نہ ہو۔

ابن قنار نے اس حکم کو اس پاس کے باغات کے علاوہ میں بھی عام رکھا ہے جس کے تحت پورا شہر آ جائے گا۔

اور باغات کے متصل ہونے کی شرط لگانے کے بارے میں مالکیہ کے دو اقوال ہیں، لیکن انہوں نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے کہ قرب وجوار کے باغات، اس باغ والے کی ملکیت میں ہوں جس کے اندر وہ باکورہ درخت ہے جس میں بد وصلاح ہو چکا ہے، البتہ انہوں نے اس حکم کو پھلوں میں محدود رکھا ہے، اور پھلوں کے مثل گکڑی کا کھیت ہے۔ رعنی کھیتیاں تو ان میں تمام دانوں کا خشک ہونا ضروری ہے<sup>(۱)</sup>۔

دوم: ایک باغ دوسرے کے تابع نہ ہوگا، یہی شافعیہ کے نزدیک اصح اور معتد، اور حنابلہ کے یہاں مذہب ہے۔ کو کہ وہ دونوں قریب قریب ہوں، اس کی وجہ یہ ہے کہ:

مقامات کے مختلف ہونے کی وجہ سے تاہیر (گابھادینے) کا وقت مختلف ہو جاتا ہے جیسا کہ شافعیہ کہتے ہیں، لہذا دوسرے باغ میں توڑنے کی شرط ضروری ہے۔

اور یہ کہ جن میں بد وصلاح نہیں ہوا، ان کو بد وصلاح والے کے ساتھ ملحق کرنا شرکت اور مختلف قبضوں کے ضرر کو دفع کرنے کے لئے ہے، اور یہ ضرر دوسرے باغ میں موجود نہیں ہے، لہذا تابع نہ بنانا واجب ہوگا، جیسا کہ دوردور کے دو باغات میں ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۱) المغنی ۲۰۶/ ۲۰۶، نیز دیکھئے: القوانین الفقہیہ ۱۷۳/ ۱۷۳، شرح المجلد علی المہاج ۲۳۶/ ۲۳۶، المشرک المکیر للردی مع حاشیہ الصدوق ۱۷۳/ ۱۷۳، شرح الخرشی علی مختصر سیدی فطیل مع حاشیہ الصدوق ۱۸۵/ ۱۸۵۔

(۲) تحفۃ المحتاج ۳۵۷/ ۳۵۷، شرح المجلد علی المہاج ۲۳۶/ ۲۳۶، المغنی ۲۰۶/ ۲۰۶۔

## بیع منہی عنہ ۸۴-۸۵

اس کی بیع بھی جائز ہے، اس لئے کہ مستقبل کے لحاظ سے وہ قابل انتفاع ہے، اگرچہ فی الحال قابل انتفاع نہ ہو، اس حیثیت سے کہ وہ مال ہے<sup>(۱)</sup>۔

اسی وجہ سے حنفیہ نے پورے یا بعض پھلوں میں بد وصلاح کی شرط پر بحث نہیں کی (اسی طرح نلہ میں بھی)، اور ان کے متون کی عبارتیں اس سلسلہ میں صریح ہیں، اصل عبارت یہ ہے:

جس نے ایسا پھل بیچا جس میں بد وصلاح نہیں ہو یا بد وصلاح ہو گیا تو بیع جائز ہوگی، اور خریدار پر اس کو فی الحال توڑ لیا واجب ہے، اور اگر کھجور کے درخت پر اس کو چھوڑے رکھنے کی شرط لگا دے تو بیع فاسد ہے، اور ایک قول ہے کہ فاسد نہیں اگر وہ پھل مکمل ہو چکا ہو، اور اسی پر فتویٰ ہے<sup>(۲)</sup>۔

پے در پے پیدا ہونے والے پھلوں وغیرہ کی بیع:

۸۵- بد وصلاح سے قبل پھل فروخت کرنے کے مسئلہ سے متعلق (سابقہ اختلاف کے ساتھ) یہ مسئلہ بھی ہے کہ کسی نے ایسا پھل فروخت کیا جس کا بد وصلاح ہو چکا ہو، اور وہ یکے بعد دیگرے پھل دیتا ہو، اور عموماً اس کے پھل آگے پیچھے آتے ہوں، اور نیا پھل موجودہ پھل سے مل جاتا ہو مثلاً انجیر، ککڑی اور ربوزہ، اسی طرح کھیتی میں برسیم (ایک گھاس)، اور اسی طرح گلاب کا پھول وغیرہ، یہ مسئلہ مسئله الشمر المتلاحق (یکے بعد دیگرے آنے والے پھل کے مسئلہ) سے معروف ہے، اور اس میں کچھ اختلاف ہے۔

الف- چنانچہ جمہور فقہاء (شافعیہ، حنابلہ) کا مذہب، حنفیہ کے

وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے پھلوں کا عمدہ ہونا بتدریج رکھا ہے تاکہ اس سے تھکے کا زمانہ دراز رہے۔ اور اگر تمام کے عمدہ ہونے کی شرط ہو تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کچھ بھی فروخت نہ کیا جاسکے گا، اس لئے کہ جو پہلے عمدہ ہو گیا وہ تلف ہو جائے گا یا ایک ایک دانہ کر کے فروخت کرنا پڑے گا، اور دونوں میں شدید حرج ہے<sup>(۱)</sup>۔

۸۴- حنفیہ کے سامنے یہ مسئلہ یعنی بیع کی صحت کے لئے سارے پھلوں میں بد وصلاح کی شرط لگانا اور اس کے تحت آنے والی تفصیلات نہیں ہیں، اس لئے کہ بنیادی مسئلہ یعنی بد وصلاح سے قبل پھل کی بیع (اور اسی طرح دانہ وغیرہ کے بارے میں) حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ قابل انتفاع ہو، خواہ جانوروں کا چارہ ہی ہو تو بیع باتفاق اہل مذہب جائز ہے، جبکہ اس کو توڑنے کی شرط پر یا علی الاطلاق فروخت کرے، اور فی الحال خریدار پر اس کا توڑنا واجب ہے۔

سارے پھل میں صلاح اور سارے دانہ میں صلاح کی شرط لگانے کے بارے میں ائمہ ثلاثہ کا تمام سابقہ اختلاف، حنفیہ کے نزدیک محض قابل انتفاع ہونے کی حالت میں ہے، اور ان سب کی بیع حنفیہ کے نزدیک جائز ہے۔

حنفیہ کے یہاں اختلاف اس صورت میں ہے جبکہ بد وصلاح سے قبل کھانے یا چارے کسی کے قابل نہ ہو:

چنانچہ سرخسی اور شیخ الاسلام (خواہر زاوہ) اس جزئیہ میں ممانعت اور بے قیمت ہونے کی وجہ سے عدم جواز کے قائل ہیں۔ مذہب میں صحیح قول (اور مرغینانی کے نزدیک اصح) یہ ہے کہ

(۱) تحفۃ المحتاج ۴/۶۳، حاشیہ الجمل علی شرح المنہج ۳/۲۰۳، نیز توجیہ کے سلسلہ میں دیکھئے: حاشیہ عمیرہ علی شرح المکلی ۴/۲۳۶، کشاف القناع ۲/۲۸۷۔

(۱) الہدایۃ فی الشروح ۵/۲۸۸، ۲۸۹، تبیین الحقائق ۳/۱۲۔  
(۲) شروح الہدایۃ ۵/۲۸۸، ۲۸۹، متن تنویر الابصار مع الدر المختار و رد المحتار ۳/۹۲۳۔



## بیع منہی عنہ ۸۶

یہاں ظاہر الروایہ اور یہی ان کے یہاں قیاساً صحیح ہے، یہ ہے کہ بیع صحیح نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے:

اس میں علاحدہ کرنے کے محال ہونے کی وجہ سے سپرد کرنے کی قدرت نہیں ہے، لہذا یہ سپرد کرنے سے قبل بلاک ہونے کے مشابہ ہو گیا، جیسا کہ حنفیہ میں سے مرغینانی اور کمال بن الہمام کہتے ہیں، جبکہ شافعیہ میں سے قاضی زکریا انصاری نے توجیہ کے صرف ابتدائی حصہ کو ذکر کیا ہے۔ اور سرخسی نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ یہ عقد میں موجود معدوم دونوں کو جمع کرنا ہے، اور معدوم عقد کو قبول نہیں کرتا، اور موجود حصہ غیر معلوم ہے<sup>(۱)</sup>۔

حنا بلہ کی توجیہ ہے کہ یہ ایسا پھل ہے جو پیدا نہیں ہوا، لہذا اس کی بیع ناجائز ہے، جیسا کہ اگر کسی پھل کے ظاہر ہونے سے قبل فروخت کر دے۔ اور اس لئے کہ اس کی اصل کی بیع کے ذریعہ حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

کھجور کا جو پھل ابھی پیدا نہیں ہوا اس کی بیع پیدا شدہ پھل کے تابع ہو کر جائز نہیں ہے، اور اگر اس میں بد وصلاح نہ ہوا ہو تو بد وصلاح والے پھل کے ساتھ تابع ہو کر اس کی بیع جائز ہے، اس لئے کہ جس میں بد وصلاح نہیں ہوا، بعض حالات میں انفرادی طور پر اس کی بیع جائز ہے جیسا کہ گزرا۔ لیکن جو پھل ابھی پیدا نہ ہوا ہو اس کا یہ حکم نہیں ہے<sup>(۲)</sup>۔

۸۶- امام مالک کا مذہب جواز کا ہے۔ بعض حنفیہ مثلاً حلوانی، ابو بکر محمد بن فضل بخاری اور دوسرے فقہاء نے بھی استحساناً یہی فتویٰ دیا ہے، اور اس کی صورت یہ ہے کہ موجودہ پھل کو عقد میں اصل قرار دے دیا

(۱) شرح المکلی علی المسماح ۲/ ۲۳، المغنی ۲/ ۲۰۷، کشاف القناع ۳/ ۲۱۲، الدر المختار ۳/ ۳۸، الہدایہ فی فتح القدیر ۵/ ۳۸۹، ۴/ ۳۹۲، شرح المنہج بحامیہ الجمل ۳/ ۲۰۶۔

(۲) المغنی ۲/ ۲۰۷۔

جائے، اور اس کے بعد پیدا ہونے والے اس کے تابع ہوں، اور اس میں یہ قید نہ ہو کہ عقد کے وقت موجود پھل زیادہ ہو، ابن عابدین نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اس کی دلیل ذکر کی ہے۔

استحسان کی وجہ لوگوں کا تعامل ہے، کیونکہ لوگوں میں اس طریقہ پر انگور کے پھلوں کی بیع کا رواج ہے، اور اس سلسلے میں لوگوں کا عرف و رواج واضح ہے، اور لوگوں کو ان کی عادتوں سے ہٹانے میں حرج ہے۔

امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے درختوں پر موجود گلاب کے پھول کی بیع کو جائز کہا ہے، جبکہ یہ معلوم ہے کہ سارے پھول ایک ساتھ نہیں کھلتے، بلکہ آگے پیچھے کھلتے ہیں<sup>(۱)</sup>۔

اس سے واضح ہے کہ آگے پیچھے پیدا ہونے والے پھلوں کی بیع کا جواز حنفیہ میں سے جواز کا فتویٰ دینے والوں کے نزدیک ”استحسان ضرورت“ کے قبیل سے ہے۔

لیکن جن لوگوں نے اس بیع کے عدم جواز کے بارے میں جمہور کے مسلک کو اختیار کیا، انہوں نے نصوص کو لیا ہے اور یہاں ضرورت کے وجود کی نفی کی ہے:

اس لئے کہ فروخت کرنے والے کے لئے اصل کفر وخت کرنا جائز ہے۔

یا خریدار موجودہ پھل کو بعض ثمن کے عوض لے لے، اور بقیہ میں عقد کو اس کے وجود کے وقت تک مؤخر کر دے۔

یا موجودہ پھل کو تمام ثمن کے عوض خرید لے، اور فروخت کرنے والا خریدار کے لئے بعد میں پیدا ہونے والے پھلوں سے انتفاع کو

(۱) القوانين الفہم ۲/ ۷۳، الشرح الکبیر للدرر ۲/ ۱۸۷، نیز الدر المختار و رد المحتار ۳/ ۳۸، ۳۹ کے ساتھ موازنہ کریں، تبیین الحقائق ۳/ ۱۲، شرح الکفای علی الہدایہ ۵/ ۳۸۹، فتح القدیر ۵/ ۳۹۲۔

## بیج منہی عنہ ۸۷

۸۷- مالکیہ نے جو جواز کے قائل ہیں ان کے بعد دیگرے آنے والے پھلوں کی جن میں کئی کھیپ پیداوار ہوتی ہے دو قسمیں کی ہیں: جس کی فصلیں ایک دوسرے سے علاحدہ ہوں۔ جس کی فصلیں ایک دوسرے سے ملی ہوئی ہوں۔

جن کی کھیپ ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوں ان کی بھی دو قسمیں ہیں: ایک وہ جس کی انتہا ہو اور دوسری وہ جس کی کوئی انتہا نہ ہو۔

ذیل میں اس کے احکام درج ہیں:

اول: جس کی فصلیں ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوں، یہ وہ ہیں جو علاحدہ علاحدہ ہوں، مسلسل نہ ہوں۔ اور ایسا اس درخت میں ہوتا ہے جو سال میں دو علاحدہ علاحدہ فصل میں پھل دیتا ہے، تو اس میں دوسری فصل کو اس کے وجود کے بعد لیکن اس کے بدو صلاح سے قبل پہلی فصل کے بدو صلاح کی بنیاد پر فروخت کرنا جائز نہیں ہے اگرچہ پہلی فصل کے ختم ہونے سے قبل دوسری فصل میں مافیت ظاہر ہو جاتی ہو، یہی ان کے نزدیک مشہور ہے۔

ابن رشد نے جواز کا ایک قول اس بنیاد پر نقل کیا ہے کہ دوسری فصل لائق انتفاع ہونے میں پہلی فصل کے تابع ہے، لیکن ابن جزی نے اس صورت میں عدم جواز کو متفق علیہ قرار دیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

دوم: جو فصل در فصل پھل دیتا ہو، اور وہ آپس میں ممتاز نہ ہوں، اور اس کی ایک انتہا ہو جہاں وہ ختم ہو جائے مثلاً گلاب کا پھول، انجیر، اور مثلاً کھیرا، کلڑی، تربوزہ، کولر، اور بیگن وغیرہ کے کھیت، تو اس صورت میں پہلی فصل کے بدو صلاح کے بعد بقیہ ساری فصلوں کی بیج جائز ہوگی۔ ابن جزی نے کہا: ان کا یعنی امر ثلاثہ کا

مباح کر دے، اور اسی وجہ سے ان فقہاء نے کہا ہے کہ معدوم میں عقد کو جائز قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے جبکہ وہ اس نص سے متعارض ہے جس میں انسان کے پاس غیر موجود چیز کو فروخت کرنے سے منع کیا گیا ہے<sup>(۲)</sup>۔

اسی سلسلے میں ابن عابدین کہتے ہیں:

ہمارے زمانے میں ضرورت کا پایا جانا مخفی نہیں، اور خاص طور پر دمشق شام جیسے علاقہ میں جہاں درختوں اور پھلوں کی کثرت ہے، کیونکہ لوگوں میں جہالت کے غلبہ کی وجہ سے مذکورہ کسی طریقہ کو اختیار کر کے اس سے بچنے پر ان کو مجبور کرنا ناممکن ہے۔ اگر بعض افراد کے لحاظ سے ایسا ممکن ہو بھی تو عام لوگوں کے لحاظ سے ناممکن ہے، اور لوگوں کو ان کی عادت سے ہٹانے میں حرج ہے (جیسا کہ آپ کو معلوم ہو چکا ہے)، اور لازم آئے گا کہ ان شہروں میں پھل کھانا حرام قرار دے دیا جائے، اس لئے کہ ان کی بیج اسی طرح ہوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے سلم کی رخصت محض ضرورت کی بنا پر دی ہے، حالانکہ وہ معدوم کی بیج ہے، لہذا چونکہ یہاں بھی ضرورت و مجبوری پائی جا رہی ہے، اس لئے یہ طریق دلالت اس کو ”سلم“ کے حکم میں شامل کرنا ممکن ہے، لہذا یہ نص سے متصادم نہیں، اور اسی وجہ سے انہوں نے اس کو استحسان کے قبیل سے قرار دیا ہے، اس لئے کہ قیاس عدم جواز کا ہے۔ اور ”فتح القدیر“ کے کلام کا ظاہر جواز کی طرف میلان ہے، اسی وجہ سے انہوں نے اس کے لئے امام محمد کی روایت ذکر کی ہے، بلکہ اس کو حلوئی نے ہمارے اصحاب سے نقل کیا ہے، اور جس معاملہ میں تنگی ہو جاتی ہے اس میں گنجائش نکل آتی ہے، اور مخفی نہیں کہ ظاہر روایت سے عدول کرنے کے لئے اتنا کافی ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) المشرح الکبیر للدرر مع جامعہ الدسوقی ۳/ ۱۷۷، ۱۷۸، شرح الحرثی ۵/ ۱۸۵، ۱۸۶، التوائین الفقہیہ ۱/ ۱۷۳۔

(۱) تبیین الحقائق ۲/ ۱۲۳، نیز دیکھئے رد المحتار ۳/ ۳۹۵۔

(۲) دیکھئے فتح القدیر ۵/ ۳۹۲، رد المحتار ۳/ ۳۹۵۔

## بیع منہی عنہ ۸۸-۸۹

کرنے سے منع فرمایا ہے)۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کھجور کا درخت آئندہ دو سال یا تین سال یا اس سے زیادہ تک جو پھل دے فروخت کرنے والا اس کو فروخت کرے۔ اس سے ممانعت کی وجہ اس میں غرر ہے۔ اور یہ بدو صلاح سے قبل پھلوں کی بیع کی ممانعت کے مقابلہ میں بدرجہ اولیٰ ممنوع ہے<sup>(۱)</sup>۔

### و- پانی میں مچھلی کی بیع:

۸۹- غرر کی وجہ سے جن بیوع کی ممانعت ہے ان میں پانی میں مچھلی کی بیع بھی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: لَا تَشْتَرُوا السَّمَكَ فِي الْمَاءِ، فَإِنَّهُ غَرَرٌ“<sup>(۲)</sup> (نبی کریم ﷺ نے فرمایا: پانی میں موجود مچھلی کو نہ خریدو، اس لئے کہ اس میں دھوکہ ہے)۔

جمہور فقہاء متفق ہیں کہ شکار کرنے سے قبل اس کی بیع صحیح نہیں ہے، اسی طرح اگر اس کو شکار کر کے پانی میں ڈال دیا گیا کہ بلا مشقت اس کو پکڑنا ناممکن ہو، تو بھی اس کی بیع صحیح نہیں ہے، اور یہ بیع فاسد ہوگی، اس لئے کہ یہ غیر مملوک کی بیع ہے۔ اور اس میں بہت زیادہ غرر ہے جو بالا جماع ناقابل معافی ہے، نیز اس لئے کہ اس کو شکار کرنے کے بعد ہی اسے سپرد کرنے پر وہ قادر ہے، لہذا وہ فضا میں پرندے کی طرح ہوگی۔ اسی طرح وہ مجہول ہے، لہذا اس کی بیع صحیح نہ ہوگی، جیسا کہ تھن میں دودھ اور کھجور میں گٹھلی<sup>(۳)</sup>۔

اختلاف ہے، لہذا جس نے ان مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز خریدی، تو اس کے لئے ساری فصلوں کا فیصلہ ہوگا، کوک اس نے اس کی شرط عقد میں نہ لگائی ہو۔

اس سلسلہ میں ایک ماہ وغیرہ کا وقت مقرر کرنا جائز نہیں ہے، اس لئے کہ قلت و کثرت کے لحاظ سے اس کا پھل مختلف ہوتا ہے<sup>(۱)</sup>۔

سوم: جو یکے بعد دیگرے پھل دے، اور اس کی فصل آپس میں ایک دوسرے سے ممتاز نہ ہوں اور اس میں مسلسل پھل آتے ہوں یعنی اس کی انتہاء نہ ہو بلکہ اس کا پھل دینا ہمہ جاری ہو۔ جب بھی اس کا پھل توڑ لیا جائے اس کی جگہ پر دوسرا پھل آجائے، اور اس طرح اس کی کوئی انتہاء نہ ہو، بلکہ وہ پورے سال جاری رہتا ہو، مثلاً کیلا، بعض ملکوں میں تو اس نوع کی بیع ایک طرح کی متعین مدت مقرر کئے بغیر ناجائز ہے، اور وہ زیادہ سے زیادہ امکانی آخری مدت ہوگی، اگرچہ مدت زیادہ (طویل) ہو یہ مشہور قول کے مطابق ہے، اس میں ابن مافع کا اختلاف ہے کہ انہوں نے جواز کو ایک سال میں محدود کیا ہے، اور اس میں ان لوگوں کا بھی اختلاف ہے جو دو سال سے زیادہ کی نفی کرتے ہیں۔

جواز کے بارے میں مدت مقرر کرنے کی طرح ہی متعین فصل کا استثناء کرنا بھی ہے<sup>(۲)</sup>۔

### ج- کئی سال کے لئے بیع:

۸۸- حضرت جابرؓ کی روایت میں ہے: ”أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ نَهَى عَنْ بَيْعِ السَّنِينَ“<sup>(۳)</sup> (نبی کریم ﷺ نے کئی سالوں کے لئے بیع

- (۱) التواہین الفقہیہ ۱/ ۷۳، اشراح الکبیر للردیہ ۳/ ۷۸، اشراح الخرشی ۵/ ۸۶۔
- (۲) سابقہ مراجع۔
- (۳) حدیث: ”لَبَّيْ عَنْ بَيْعِ السَّنِينَ“ کی روایت مسلم (۳/ ۷۸، طبع مجلس) نے کی ہے۔

(۱) فیض القدیر للمناوی ۶/ ۳۰۷۔

(۲) حدیث: ”لَا تَشْتَرُوا السَّمَكَ فِي الْمَاءِ.....“ کی روایت احمد (۱/ ۳۸۸، طبع المہدیہ) نے کی ہے دارقطنی اور ضعیف نے اس کے متوقف ہونے کو درست قرار دیا ہے (تخصیص الحیر لابن حجر ۳/ ۷، طبع شرکت الطباعة الفوریہ)۔

(۳) تبیین الحقائق ۳/ ۵۵، اشراح الکبیر للردیہ ۳/ ۷۸، نیز شرح الخرشی ۵/ ۸۶، ۷۹، ۸۰ میں اس کی نظیر کی طرف اشارہ کے لئے دیکھئے: المغنی ۴/ ۷۲۔



## بیع منہی عنہ ۹۰-۹۲

نہی عن شراء العبد وهو آبق“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے غلام کو خریدنے سے منع کیا جبکہ وہ بھاگا ہوا ہو)۔ لہذا جمہور کے نزدیک اس کی بیع فی الجملہ حرام ہے۔

حنفیہ نے اس کی بیع اس شخص کے ہاتھ جائز قرار دی ہے جس کے پاس وہ غلام ہے یا جو اس کو پکڑنے پر قادر ہے۔

شافعیہ نے اس کی بیع کے جواز کے لئے یہ قید لگائی ہے کہ اس کی بیع ایسے شخص کے ہاتھ ہو جو اس کو عادتاً ناقابل برداشت مشقت کے بغیر اور اس پر قابل لحاظ صرفہ کے بغیر لوٹا لینے پر قادر ہو۔

حنابلہ نے علی الاطلاق ناجائز کہا ہے، کو کہ اس کی جگہ کا اس کو علم ہو یا اس کے حاصل کرنے پر قادر ہو۔ ہاں اگر کسی انسان کے ہاتھ آجائے تو جائز ہے، اس لئے کہ اس کو سپرد کرنا ممکن ہے۔

اسی پر ان دو چیزوں کو قیاس کیا گیا ہے: بدکا ہوا اونٹ، بدکا ہوا گھوڑا اور گرم شدہ جانور الا یہ کہ ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جائے جو اس کو بہ آسانی واپس لے سکتا ہو، اور غصب کردہ چیز الا یہ کہ شافعیہ کے نزدیک ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جائے جو اس کو چھین لینے پر قادر ہو، اور اس کی بیع غاصب کے ہاتھ یقیناً درست ہوگی (۲)۔

اس مسئلہ میں بہت سی فروعات ہیں جن کو اصطلاح ”بیع“ اور ”غرز“ میں دیکھا جائے۔

### و- تھن میں دو دھ کی بیع:

۹۲- اس کی ممانعت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی حدیث

(۱) حدیث ”نہی عن شراء العبد وهو آبق“ کی روایت ابن ماجہ (۲/۴۳۰ طبع مجلس) نے کی ہے نہی عنی نے عبد الحق شیبلی کا یہ قول نقل کیا ہے اس کی اسناد ناقابل استدلال ہے (نصب الراية ۵۳۳ طبع مجلس العظمیٰ بالبندک)

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۱۲، بدائع الصنائع ۵/۱۳۸، شرح مکمل ۳/۵۸، کشاف القناع ۳/۶۳، المغنی ۳/۲۷۱۔

حنفیہ کے یہاں یہ بیع ان کی اپنی اصطلاح کے لحاظ سے باطل ہے، اور بعض حنفیہ اس کو فاسد کہتے ہیں اگر اس کو سامان کے عوض فروخت کیا گیا ہو، اس لئے کہ اس صورت میں مچھلی ثمن ہوگی اور سامان بیع ہوگا۔ اور اگر جہالت ثمن میں ہو تو بیع فاسد ہوتی ہے، باطل نہیں ہوتی۔ اور اگر دراہم و دنانیر کے عوض فروخت کی گئی ہو تو بیع باطل ہوگی، اس لئے کہ بیع میں ملکیت نہیں ہے، کیونکہ اس صورت میں مچھلی کا بیع ہونا اور دراہم یا دنانیر کا ثمن ہونا متعین ہے۔

اس کے بارے میں خاص شرائط و احکام کے ساتھ جواز کی کچھ صورتیں ہیں (۱)۔ جن کی تفصیل اصطلاح ”غرز“ میں ان کے اپنے مقام پر دیکھی جائے۔

۹۰- پانی میں مچھلی کی بیع کے مثل فضاء میں پرندے کی بیع ہے۔ اس کے فاسد ہونے میں فقہاء کا اختلاف نہیں۔

شافعیہ اور حنابلہ کے برخلاف حنفیہ کے یہاں تفصیل ہے کہ اگر وہ چھوڑنے کے بعد لوٹ آئے تو بیع صحیح ہوگی، اور اگر چھوڑنے کے بعد نہ لوٹے تو صحیح نہیں ہوگی (۲)۔

لیکن شکار کرنے سے قبل اس کی بیع ان کے نزدیک باطل ہے، جیسا کہ اجماع ہے، اس کے بعض احکام، اس کی تفصیلات اور جواز اور عدم جواز کی توجیہ اصطلاح ”غرز“ اور ”بیع“ میں دیکھی جائے۔

### ھ- بھگوڑے غلام کی بیع:

۹۱- حضرت ابوسعیدؓ کی روایت میں ہے: ”أن رسول الله ﷺ

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۰۶، حاشیہ اقلیو بی علی شرح مکمل ۳/۱۵۸، المغنی ۳/۲۷۲۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳/۱۰۷، تبیین الحقائق ۳/۵۳، ۶۶، شرح الخرش ۵/۶۹، شرح مکمل و حاشیہ اقلیو بی ۳/۱۵۸، کشاف القناع ۳/۱۶۲۔

## بیع منہی عنہ ۹۳-۹۴

وارد ہے۔ انہوں نے کہا: ”نہی النبی ﷺ أن یباع ثمر حتی یطعم، أو صوف علی ظہر، أو لبن فی ضرع، أو سمن فی لبن“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ بھل بچا جائے تا آنکہ کھانے کے قابل ہو جائے، یا پشت پر موجود اون یا تھن میں دودھ یا دودھ میں گھی)۔

شوکانی نے صراحت کی ہے کہ اس حدیث کی وجہ سے اس کی بیع کے فاسد ہونے پر فقہاء کا اجماع ہے۔ فقہاء نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ اس کی صفت اور مقدار مجہول ہے، لہذا وہ حمل کے مشابہ ہو گیا۔ حنفیہ اس بات میں متردد ہیں کہ دو ملکیتوں کے اختلاط کی وجہ سے یہ بیع فاسد ہوگی یا اس کے وجود میں شک کی وجہ سے باطل ہوگی۔ حنفیہ میں سے ابن الہمام نے اس کے لئے، اور اس جیسے دوسرے مسائل کے لئے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ جو چیز اپنے غلاف میں پیچی جائے وہ ناجائز ہوگی، البتہ غلہ کی بیع اپنے چھلکے میں مستثنیٰ ہے (۲)۔ اس کے احکام کی تفصیل اصطلاح ”بیع“ اور ”غرر“ میں ہے۔

ز۔ پشت پر رہتے ہوئے اون کی بیع:

۹۳۔ اس کے متعلق ابھی اوپر فقرہ ۹۲ میں گذری ہوئی حدیث وارد ہے۔

اس کے فاسد ہونے کی صراحت کرنے والوں میں حنفیہ ہیں،

(۱) حدیث: ”لہی أن یباع ثمر حتی یطعم.....“ کی روایت دارقطنی (۱۳/۳) طبع دارالحسن (اور بیعتی (۳۳۰/۵) طبع دائرة المعارف العثمانیہ) نے کی ہے بیعتی نے کہا اس کو مرفوع نقل کرنے میں عمرو بن فروخ کا تفرد ہے اور وہ قوی نہیں ہے دوسروں نے اس کی روایت موقوفہ کی ہے اسی طرح دارقطنی نے حضرت ابن عباس پر اس کے موقوف ہونے کو درست قرار دیا ہے۔

(۲) نیل الاوطار ۵/۳۹، لشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳۸/۲، المغنی ۲۶/۲، کشاف القناع ۱۶۶/۳، الانصاف ۳۰۱/۳، الدر المختار و رد المحتار ۱۰۸/۱، نیز دیکھئے الہدایہ مع الشروح ۵۰/۶، تبیین الحقائق ۶۳/۶، بیع القدر ۵۱/۶۔

اور یہی حنابلہ کے یہاں مذہب ہے۔

امام ابو یوسف اس کے جواز کے قائل ہیں، امام احمد سے بھی ایک روایت یہی ہے بشرطیکہ فی الحال اس کو کاٹ لیا جائے، مرداوی نے کہا: یہ رائے قوی ہے (۱)۔

مالکیہ کا مذہب اس کو کھوڑے دنوں مثلاً نصف ماہ میں کاٹ لینے کی شرط کے ساتھ جواز کا ہے۔ قائلین فساد کی دلیل اس سلسلے میں وارد ممانعت ہے، اور یہ کہ یہ جانور کے اوصاف میں سے ہے، جس کی الگ سے بیع نہیں ہو سکتی۔ اور بیع کا غیر بیع سے اختلاط ہے، اس لئے کہ وہ نیچے سے اگتا ہے یا اس کا جانور سے متصل ہوتا ہے، لہذا اس کے اعضاء کی طرح اس کو الگ سے فروخت کرنا ناجائز ہے، یا کاٹنے کی جگہ کے بارے میں نزاع اور جہالت ہے۔

امام ابو یوسف اس کو قسویل (مصنوعہ یا برسم) پر قیاس کرتے ہیں، اور قسویل کی تشریح میں کہا ہے کہ قسویل ایسا جو ہے جو جانوروں کے چارہ کے لئے سبز حالت میں کاٹ لیا جائے (۲)۔ اس میں تفصیلات اور صورتیں ہیں جن کو اصطلاح ”بیع“، ”غرر“ اور ”جہالت“ میں دیکھا جائے۔

ح۔ دودھ میں گھی کی بیع:

۹۴۔ حضرت ابن عباسؓ کی سابقہ حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے: ”.....أو سمن فی لبن“ (.....یا دودھ میں گھی) (۳)، اور یہ بیع صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ اس میں بیع کا غیر بیع کے ساتھ اس طرح

(۱) الانصاف ۳۰۱/۳، جوہر لا طیل ۱۶۶/۲، الدسوقی ۳/۳۰۳۔

(۲) الہدایہ مع الشروح ۵۰/۶، ۵۱، تبیین الحقائق ۶۳/۶، بدائع الصنائع ۱۳۸/۵، کشاف القناع ۱۶۶/۳، المغنی ۲۶/۲، نیل الاوطار ۵۰/۶، المصباح للمیر مادۃ ”قصیل“۔

(۳) حدیث کی تحریر فقرہ ۹۲ میں آچکی ہے۔

شافعیہ نے بھی اس قاعدہ کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی طرح حنابلہ نے بھی اور صاحب ”اشرح الکبیر“ نے اس کا نام ”ضابطہ“ رکھتے ہوئے کہا کہ اس باب کا ضابطہ یہ ہے کہ جس چیز کی الگ سے بیج صحیح نہیں ہے، اس کا استثناء کرنا بھی صحیح نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

۹۶- اس کی بعض عملی مثالیں درج ذیل ہیں:

الف۔ ایک غیر متعین بکری کے استثناء کے ساتھ اگر ”اس متعین ریوڑ“ کو فروخت کیا تو اکثر اہل علم کے قول کے مطابق صحیح نہیں ہے، اس کی دلیل غیر معلوم استثناء کی بیج سے ممانعت کے بارے میں مذکورہ حدیث ہے، نیز اس لئے کہ یہ معلوم بیج ہے، اس لئے صحیح نہیں ہے اور یہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ اگر کہنے میں نے تمہیں ایک بکری فروخت کی جس کو تم اس ریوڑ میں سے منتخب کرو گے۔ یہی حکم اس باغ کو فروخت کرنے کا ہے جس میں ایک غیر متعین درخت کا استثناء کر دیا جائے<sup>(۲)</sup>۔

امام مالک نے اس کو جائز قرار دیا ہے، لہذا ان کے نزدیک فروخت کرنے والے کے لئے جائز ہے کہ باغ فروخت کرے اور اس کے پانچ درختوں کو مستثنیٰ کر دے، اس لئے کہ فروخت کرنے والا عام حالات میں اپنے باغ کے عمدہ اور خراب درختوں سے واقف ہوتا ہے، لہذا اس کے بارے میں یہ وہم نہیں ہو سکتا کہ وہ ایک درخت منتخب کرنے کے بعد دوسرے پر جائے گا، برخلاف خریدار کے جس کے بارے میں یہ وہم ہے کہ ایک درخت سے دوسرے درخت کی طرف منتقل ہو جائے گا اور اس کے نتیجے میں دونوں غلوں کے درمیان اگر وہ دونوں یا کوئی ایک ربوی ہو کی بیشی پیش آ جائے گی، اس لئے کہ جس کی طرف منتقل ہوا ہے احتمال ہے کہ وہ چھوڑے ہوئے

مخلوط ہوا ہے کہ وہ ممتاز نہ ہو سکے اور اس میں جہالت اور غرر ہے، پھر یہ ان چیزوں میں سے ہے جو اپنے غلافوں میں ہوتی ہیں، اور ان کو حاصل کرنا اور سپرد کرنا فطری شکل کو بگاڑے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ حنفیہ میں سے ابن اہمام کہتے ہیں، غلوں کو اس سے مستثنیٰ کیا گیا ہے، لہذا اس کی بیج صحیح نہیں ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

ط۔ بیج میں مجہول شی کا استثناء کرنا:

۹۵- اس کے متعلق حضرت جابرؓ کی یہ حدیث وارد ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن المحاقلة، والمزابنة، والثنیاء، إلا أن تعلم“<sup>(۲)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ اور استثناء سے منع فرمایا ہے الا یہ کہ استثناء معلوم ہو)۔

”ثنیاء“ کا معنی استثناء ہے، بیج میں استثناء یہ ہے کہ کوئی چیز فروخت کرے اور اس کے بعض حصہ کو مستثنیٰ کر دے، اگر استثناء کردہ حصہ متعین ہو مثلاً فروخت شدہ درختوں میں سے متعین درخت تو بیج صحیح ہوگی، اور اگر مجہول ہو مثلاً بعض درخت تو صحیح نہیں ہوگی<sup>(۳)</sup>۔

فقہاء نے اس کے لئے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے کہ تنہا جس چیز کا عقد کرنا جائز ہے بیج میں سے اس چیز کا استثناء کرنا بھی صحیح ہے۔ ابن عابدین نے اس پر یہ حاشیہ لکھا ہے کہ یہ قاعدہ عام معتبر کتابوں میں مذکور ہے، اس پر کچھ مسائل کی تفریع ہوتی ہے<sup>(۴)</sup>۔

(۱) دیکھئے تبیین الحقائق وحاشیۃ العلمی ۳۶، نیل الاوطار ۵۰/۱۵۰، فتح القدیر ۵۱/۶۔

(۲) حدیث: ”نہی عن المحاقلة و المزابنة.....“ کی روایت بخاری (الفتح ۵۰/۵ طبع استغفر) اور مسلم (۵/۳ طبع الحلبي) نے ”الذبا إلا أن تعلم“ کے بغیر کی ہے البتہ اس مذکورہ حصہ کی روایت ترمذی (۵۸۵ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۳) نیل الاوطار ۵۰/۱۵۰۔

(۴) دیکھئے الدر المختار ۳۰/۳۰، نیز دیکھئے تبیین الحقائق ۳۰/۳۰۔

(۱) دیکھئے شرح لمبلی علی اسمعاج ۱۸۱/۲، اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۲۹۳۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۳۱/۳، اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۲۹۳، ۳۰۔



## بیج منہی عنہ ۹۷

کثیر سے استثناء ہوگا، جیسا کہ اگر ایک رطل کا استثناء کرے۔ اسی طرح حنفیہ کے نزدیک صحیح ہے اگر درخت پر موجود پھلوں میں سے چند معلوم رطل کا استثناء ہو، ظاہر الروایہ یہی ہے<sup>(۱)</sup>۔

امام احمد کے نزدیک (اور یہی امام ابوحنیفہ سے ایک روایت ہے اور یہ روایت ان کے مذہب کے قریب قریب ہے) یہ ہے کہ یہاں جائز نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں اگر دونوں عقد کرنے والے رطل کی مقدار سے ما واقف ہوں، اس لئے کہ اس کی جہالت کے نتیجے میں استثناء کے بعد باقی ماندہ میں جہالت پیدا ہوگی<sup>(۲)</sup>۔

ھ۔ اگر غیر معین بلکہ کسی عمومی حصہ کا استثناء کیا مثلاً چوتھائی اور تہائی تو یہ بالاتفاق صحیح ہے، اس لئے کہ اس کے اجزاء میں بیج کا علم ہے، اور اس لئے بھی کہ ان پر عقد کرنا صحیح ہے<sup>(۳)</sup>۔

و۔ اگر ایک گز کے استثناء کے ساتھ زمین یا گھریا کپڑا فروخت کرے تو:

ثنا فیہ اور حنا بلکہ کا مذہب اور حنفیہ میں سے صاحبین کا ایک قول یہ ہے کہ اگر متعاقدین زمین یا گھریا کپڑے کے گز کی تعداد جانتے ہوں کہ مثلاً دس گز ہے تو بیج صحیح ہے اور مذکورہ گز اس میں مشترک ہوگا، کو یا کہ اس نے دس کی بیج کی ہے، اور اگر وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک ما واقف ہو تو بیج صحیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ بیج نہ معین ہے اور نہ مشترک ہے، لہذا وہ مجہول ہوگی<sup>(۴)</sup>۔

۹۷- قاعدہ: ”جس چیز پر علاحدہ عقد کرنا درست ہے اس کا عقد سے استثناء بھی درست ہے“ کی تطبیق حنفیہ کی ذکر کردہ اس صورت پر

درخت سے کم یا زیادہ یا مساوی ہو، اور یکسانیت میں شک حقیقی کمی بیشی کی طرح ہے۔ اور اس کے نتیجے میں قبضہ سے قبل غلہ کی بیج لازم آئے گی، اگر وہ دونوں یا ان میں سے ایک ما پ والی ہو<sup>(۱)</sup>۔

ب۔ اگر ایک قفیز یا ایک رطل کے استثناء کے ساتھ گیہوں وغیرہ کے اس متعین ڈھیر کی بیج کی تو:

حنفیہ، امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت میں جائز ہے، اس لئے کہ یہاں استثناء معلوم ہے، لہذا اوہ ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ اگر اس سے جز وغیر معین کا استثناء کرے جیسا کہ آئے گا۔

امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ ناجائز ہے، اس لئے کہ کمی ہوتی چیز کا علم محض مشاہدہ سے ہوا ہے، مقدار سے نہیں، اور استثناء مشاہدہ کے حکم کو بدل دیتا ہے، اس لئے کہ مشاہدہ کے حکم میں کتنا باقی ہے نامعلوم ہے، لہذا ناجائز ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

ج۔ اگر ایک معین بکری کے استثناء کے ساتھ اس ریوڑ کو فروخت کیا یا ایک معین درخت کے استثناء کے ساتھ اس باغ کو فروخت کیا تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ استثناء کردہ حصہ متعین ہے اور اس کے نتیجے میں جہالت پیدا نہ ہوگی، اور فروخت شدہ چیز مشاہدہ سے معلوم ہے، اس لئے کہ استثناء کردہ حصہ معلوم ہے، لہذا سبب فساد ختم ہو گیا<sup>(۳)</sup>۔

د۔ چند معین رطل کے استثناء کے ساتھ کسی ڈھیر کی بیج ہو تو:

حنفیہ کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ اس پر عقد کرنا صحیح ہے اگر معلوم ہو کہ مستثنیٰ کئے گئے حصہ سے زیادہ باقی رہے گا اور یہ قلیل کا

(۱) رد المحتار ۳/۳۱۲۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۶۹، نیز دیکھئے المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۰۔

(۳) دیکھئے رد المحتار ۳/۱۳، کشاف القناع ۳/۱۶۸۔

(۴) الدر المختار و رد المحتار ۳/۳۲، شرح المجلد علی المہاج ۲/۱۶۱، کشاف القناع

۳/۱۷۰، ۱۷۱۔

(۱) شرح الخرش ۵/۷۳، ۷۴۔

(۲) الدر المختار ۳/۳۱، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۰، اور اس کو امام مالک

وغیرہ سے منسوب کیا ہے۔

(۳) الدر المختار ۳/۳۱، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۰، کشاف القناع ۳/۱۶۸۔

ممکن ہے یعنی یہ کہ اگر کوئی شخص سوگزن والی زمین یا گھر میں سے خواہ وہ تقابل تقسیم ہو یا نہ ہو دس گزن زمین فروخت کر دے:

تو امام ابو حنیفہ اس عقد کو جگہ کی جہالت کی وجہ سے ناجائز کہتے ہیں، اس لئے کہ بیع زمین کی معین مقدار پر ہوئی ہے، عام حصہ پر نہیں، اور گھر کی جہتوں اور اس کے اجزاء میں تفاوت ہوتا ہے، اور یہ جہالت نزاع کی باعث ہے، اور جب اس پر عقد کرنا صحیح نہیں ہے تو عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی صحیح نہیں ہوگا، برخلاف ”ڈھیر“ والے مسئلہ کے، کیونکہ اس کے اجزاء میں تفاوت نہیں ہوتا۔

اور صاحبین کہتے ہیں: اگر مجموعی ذرائع کو متعین کر دے تو صحیح ہوگا، ورنہ جہالت کی بنا پر عقد صحیح نہیں ہوگا جیسا کہ گذرا۔

صاحبین کے مذہب میں صحیح یہ ہے کہ عقد جائز ہے، اگرچہ متعاقبین گزن کے اعتبار سے زمین کی مجموعی پیمائش نہ بیان کریں، اس لئے کہ یہ ایسی جہالت ہے جس کا زائل کرنا ان دونوں کے ہاتھ میں ہے، لہذا اس کی پیمائش کی جائے گی، اور اس میں سے دس فروخت شدہ کے تناسب کو معلوم کر لیا جائے گا، اور بیع پوری زمین میں عام ہوگی (۱)۔

جب دس پر عقد کرنا صحیح ہے تو عقد سے دس کا استثناء کرنا بھی صحیح ہوگا۔

۹۸- اگر ایک بکری فروخت کی اور اس کے ”حمل“ کو مستثنیٰ کر دیا تو بالاتفاق بیع صحیح نہیں ہوگی، اسی طرح اگر اس کے بعض اعضاء کا استثناء کر دے، اس لئے کہ مذکورہ چیز کا علاحدہ عقد کرنا صحیح نہیں، لہذا عقد سے اس کا استثناء کرنا بھی صحیح نہ ہوگا، اور وہ شرط فاسد ہوگئی جیسا کہ ابن عابدین کہتے ہیں، اور اس میں فروخت کرنے والے کا نفع ہے،

(۱) دیکھئے الدر المختار و رد المحتار ۳/۳۱، ۳۲، بدائع الصنائع ۵/۶۲، ۶۳۔

لہذا بیع فاسد ہوگی (۱)۔

حنابلہ نے حلال جانور کے سر، کھال، پھیکے جانے والے اجزاء اور سلب (۲) اور اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ کے استثناء کو جائز قرار دیا ہے، اس لئے کہ ”جب حضور ﷺ مکہ سے مدینہ ہجرت کے لئے نکلے، اور آپ کے ساتھ حضرت ابو بکر اور عامر بن نبیرہ رضی اللہ عنہما تھے، تو ان کا گزر ایک چرواہے کے پاس سے ہوا، ان دونوں نے اس سے ایک بکری خریدی اور اس سے اس کے ”سلب“ کی شرط لگائی“ (۳)، اور حنابلہ کے نزدیک حضر کا حکم سفر کے حکم کی طرح ہے، جیسا کہ انہوں نے اس کی صراحت کی ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ سے سفر میں ان مذکورہ چیزوں کے استثناء کا صحیح ہونا منقول ہے حضر میں نہیں، اس لئے کہ کھال اور اس کے ردی اجزاء سے مسافر کے لئے فائدہ اٹھانا ممکن نہیں، لہذا اس کے لئے ان کو چھوڑ کر صرف گوشت کے خریدنے کو جائز قرار دیا گیا (۴)۔

ممانعت کے وہ اسباب جو عقد سے متعلق نہیں ہیں:

۹۹- ان سے مراد وہ اسباب ہیں جن کا تعلق محل عقد یا عقد کے وصف لازم سے نہ ہو اس طور پر کہ وہ اس سے جدا نہ ہوتا ہو، بلکہ ان کا تعلق اس کے علاوہ کسی خارجی امر سے ہو، پس وہ نہ تو رکن ہو اور نہ شرط ہو (۵)۔

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۳/۳۰، ۳۱، ۳۲، تنبیہ الحقائق ۳/۵۸، القوانین الفصیہ ۱/۶۹، شرح المکمل علی المہاج، ۱۸۱/۲، تحفۃ المحتاج بشرح المہاج بحقیۃ الشروانی والعبادی ۳/۳۰، شرح النجاشی بحقیۃ الحمل ۳/۸۳، کشاف القناع ۳/۷۲، المشرع الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۱، ۳۲۔

(۲) ذبیحہ سلبہ اس کی کھال، پاپے اور شکم ہے (القاسوس)۔

(۳) دیکھئے کشاف القناع ۳/۷۱، المغنی ۳/۲۱۳، المشرع الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۳۲۔

(۴) دیکھئے کشاف القناع ۳/۷۱، المغنی ۳/۲۱۳، الدسوقی ۳/۱۸۔

(۵) حاقیۃ الحمل علی شرح النجاشی (۳/۸۵)، بحوالہ قلیوبی، کے ساتھ موازنہ کریں۔

(جس نے ماں اور اس کے بچہ کے درمیان تفریق کی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے درمیان اور اس کے محبوب لوگوں کے درمیان تفریق کر دے گا)۔

اس تفریق کے حکم کے بارے میں فقہاء کے مذاہب:

۱۰۲- یہ تفریق عام فقہاء کے نزدیک عمومی طور پر اور اپنی آنے والی مختلف تفصیلات کے مطابق ناجائز ہے۔

جمہور یعنی امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ بیج کے ذریعہ تفریق حرام ہے۔

امام مالک کے نزدیک اس کو فسخ کرنا واجب ہے، اگرچہ ان دونوں کو ایک شخص کی ملکیت میں جمع کرنا ممکن نہ ہو، البتہ عقود معاوضات وغیر معاوضات میں تفصیل ہے جو درج ذیل ہے:

ان دونوں (امام شافعی اور امام احمد) کے نزدیک بیج باطل ہے۔

شافعیہ کا ایک قول ہے کہ تفریق کرنے سے روکا جائے گا۔

امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا مذہب یہ ہے کہ بیج جائز ہے، اور فی نفسہ حکم کا فائدہ دینے والی ہے، البتہ مکروہ ہے، اور بائع تفریق کرنے کی وجہ سے گنہگار ہوگا۔

امام ابو یوسف کا مذہب یہ ہے کہ ولدین اور اولاد میں بیج فاسد ہے، اور بقیہ قرہ بنی رشتہ داروں میں جائز ہے۔

اور ان سے ایک روایت یہ ہے کہ بیج سب میں فاسد ہے۔

ان آراء کے دلائل کی تفصیل اصطلاح ”رق“ میں دیکھی جائے۔

۱۰۳- علاوہ ازیں حنفیہ اور حنابلہ کا مذہب ہے کہ حرمت عام ہے جو ہر ذی رحم محرم کے درمیان ہر قسم کی تفریق کو شامل ہے۔

ان اسباب کو درج ذیل دو انواع میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

نوع اول: جس کے نتیجے میں تنگی یا ایذا رسانی یا ضرر خواہ مادی ہو یا معنوی، خاص ہو یا عام لازم آئے، جیسے غبن، ایک مسلمان کا اپنے بھائی کی بیج پر بیج کرنا، اور اہل حرب کے ہاتھ ہتھیار فروخت کرنا۔

نوع دوم: جس کے نتیجے میں خالص دینی مخالفت یا خالص عباداتی خلاف ورزی لازم آئے، جیسے اذان جمعہ کے وقت بیج، اور کافر کے ہاتھ قرآن کریم کی بیج۔

نوع اول: وہ اسباب جن کے نتیجے میں ضرر مطلق لازم آئے:

۱۰۰- اس نوع کے تحت آنے والی اہم بیوع حسب ذیل ہیں:

الف- غلام کی بیج میں ماں اور اس کے بچہ کے درمیان تفریق کرنا:

۱۰۱- فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بیع ممنوع ہے، اس لئے کہ حدیث میں اس کی ممانعت ثابت ہے، مثلاً حضرت عمران بن حصینؓ کی حدیث میں ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ملعون من فرق بین والدہ وولدہا“ (۱) (ملعون ہے وہ شخص جس نے ماں اور اس کے بچہ کے درمیان تفریق کی)۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی حدیث ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ”من فرق بین والدہ وولدہا، فرق اللہ بینہ و بین أحبہ یوم القیامۃ“ (۲)

(۱) حدیث ”ملعون من فرق بین والدہ وولدہا.....“ کی روایت دارقطنی (۳۷۷ طبع دارالحسن) نے کی ہے ابن تھان نے کہا حدیث صحیح نہیں ہے نصب الرایہ (۳۷۷ طبع مجلس العلمی ہندوستان)۔

(۲) حدیث ”من فرق بین والدہ وولدہا.....“ کی روایت ترمذی (۵۱۱/۳)

= (طبع النہج) نے کی ہے مورحاکم نے اس کو صحیح کہا ہے (۵۵/۱ طبع دائرة المعارف العشمانیہ)۔



مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ صرف حقیقی ماں اور اس کے اس چھوٹے بچے کے درمیان جس کے دانت دوبارہ نہ نکلے ہوں، بیع کے ذریعہ تفریق حرام ہے۔

شافعیہ نے اس کو قریب ولادت میں منحصر کیا ہے، گو کہ بچے کی ہو، بشرطیکہ چھوٹا ہو یہاں تک کہ وہ باشعور اور اپنے کھانے پینے کے سلسلہ میں خود کفیل ہو جائے، اگرچہ سات سال کی عمر کو نہ پہنچا ہو<sup>(۱)</sup>۔  
دلائل کی تفصیل اصطلاح ”رق“ میں ہے۔

چھوٹے جانور اور اس کی ماں کے درمیان تفریق کا حکم:

۱۰۴- مالکیہ کے یہاں رائج یہ ہے کہ چوپایہ جانور اور اس کی ماں کے درمیان تفریق جائز ہے۔ اور جو تفریق ممنوع ہے وہ عاقل کے ساتھ خاص ہے، اور مالکیہ میں سے ابن القاسم سے مروی ہے کہ جانوروں کے بچوں اور ان کی ماں کے درمیان بھی تفریق منع ہے، اور ظاہر حدیث یہی ہے۔ یہاں تک کہ وہ بچہ اپنی ماں کے بغیر چرنے لگے۔

لہذا اگر ان دونوں کے درمیان بیع کے ذریعہ تفریق کر دی جائے تو بیع نہ ہوگی، اور متعاقبین کو ایک ملکیت میں دونوں کو جمع کرنے پر مجبور کیا جائے گا، اور یہ عاقل کی تفریق کرنے کی طرح نہیں ہے<sup>(۲)</sup>۔

۱۰۵- یہ جس کو ابن القاسم نے ممنوع کہا ہے یہی شافعیہ کا بھی مذہب ہے جن کی صراحت ہے کہ چوپایہ جانور اور اس کے بچہ کے درمیان تفریق کرنا حرام ہے۔

پھر انہوں نے مسئلہ میں تفصیل کرتے ہوئے کہا:

(۱) بدائع الصنائع ۵/۲۳۲، تبیین الحقائق ۳/۶۸، الہدایہ مع الشرح ۶/۱۰۸، المغنی ۳/۳۰۷، کفایۃ الطالب ۲/۱۳۷، شرح المنہج بحامیہ ۳/۷۲، ۷۳، تحفۃ المحتاج شرح المنہج بحامیہ ۳/۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، کفایۃ الطالب وحامیہ الصدوق ۲/۱۳۷، الشرح المکبیر للحدردیر وحامیہ الصدوق ۳/۶۳، نیز دیکھئے شرح الخرش وحامیہ الصدوق ۵/۹۷۔

ایسی ماں کو ذبح کرنا جس کا بچہ اس کے دودھ سے بے نیاز ہو گیا ہو، مکروہ ہے، اور اگر وہ اس کے دودھ سے بے نیاز نہ ہوا ہو تو ماں کو ذبح کرنا حرام ہے۔ بیع اور تصرف صحیح نہیں ہوگا اگرچہ جانور ماکول اللحم نہ ہو، اور چھوٹے بچہ کو جو ماکول اللحم ہو ذبح کرنا قطعاً حلال ہے، اور اس کی بیع ایسے شخص کے ہاتھ جس کے بارے میں خیال ہے کہ وہ اس کے بے نیاز ہونے سے قبل اس کو ذبح کرے گا، اسی طرح اس کے بے نیاز ہونے سے پہلے اس کی ماں کو ذبح کرنا باطل ہے، اگرچہ ابن حجر اس کی حلت کے قائل ہیں، اس لئے کہ ہو سکتا ہے کہ ذبح فوری نہ ہو یا سرے سے ذبح ہی نہ ہو تو ممنوع چیز کا وجود ہوگا، اور خریدار پر ذبح کی شرط لگانا صحیح نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

ہاں اگر خریدار کو معلوم ہو کہ فروخت کرنے والے نے اس کے ذبح کی نذر مانی ہے اور فروخت کرنے والے نے خریدار پر ذبح کی شرط لگادی تو بیع صحیح ہے، اور یہ فند یہ لیما ہوگا، اور خریدار پر اس کا ذبح کرنا واجب ہے، اور اگر وہ ذبح نہ کرے تو قاضی اس کو ذبح کر دے گا، اور ذبح کرنے والا اس کو فقراء میں تقسیم کر دے گا، اور ذبح کے علاوہ کسی اور غرض سے اس بچہ کو فروخت کرنا جو اپنی ماں سے بے نیاز ہو مکروہ ہے، اور ان دونوں کو ذبح کرنا حرام نہیں ہے<sup>(۲)</sup>۔

اس مسئلہ میں ہمیں حنفیہ اور حنابلہ کا کلام نہیں ملا۔

ب- شراب بنانے والے کے ہاتھ عصیر (رس) کی بیع:

۱۰۶- عصیر سے مراد: عصیر عنب ہے یعنی انگور کا وہ رس جو اس سے نچوڑ کر نکالا جائے۔

(۱) حامیہ اقلیہ بی علی شرح مکمل ۲/۱۸۵۔  
(۲) تحفۃ المحتاج بشرح المنہج مع حامیہ الشروانی والعبادی ۳/۳۲۱، حامیہ اقلیہ بی علی شرح مکمل ۲/۱۸۵، حامیہ المکمل علی شرح المنہج ۳/۷۲، ۷۳۔

## بیع منہی عنہ ۱۰۶

اس جزئیہ کے شرعی حکم کے سلسلہ میں فقہاء کے مختلف مذاہب ہیں۔

چنانچہ مالکیہ اور حنابلہ کے مذاہب میں یہ بیع حرام ہے، اور شافعیہ کے یہاں صحیح اور معتد بھی یہی ہے، اگر اس کو علم یا غالب گمان ہو کہ اس کی شراب بنے گی، اور اگر شک ہو تو مکروہ ہے۔ اور اسی کے مثل صاحبین کا ایک قول ہے (ہسکمی نے اس کی تضعیف کی طرف اشارہ کیا ہے) کہ وہ مکروہ ہے، اور حنفیہ کے نزدیک اگر کراہت مطلق بولی جائے تو حرمت کے لئے ہوتی ہے (۱)۔

مالکیہ کی عبارت ہے: مکلف پر حرام ہے کہ وہ انگور کی بیج ایسے شخص کے ہاتھ کرے جس کے بارے میں علم ہو کہ وہ اس سے شراب کشید کرے گا، ان کا استدلال اس فرمان باری سے ہے: "وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ" (۲) (اور مدد نہ کرو گناہ پر اور ظلم پر) ابن قدامہ نے کہا: یہ مانعت حرمت کی متقاضی ہے۔

اسی طرح ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: "لعنت الخمر علی عشرة أوجه: بعینها، وعاصرها، ومعتصرها، وبائعها، ومبتاعها، وحاملها، والمحمولة إلیه، وآكل ثمنها، وشاربها، وساقیها" (۳) (دس طریقہ سے شراب پر لعنت کی گئی ہے: بذات خود شراب پر، اس کا رس نچوڑنے والے پر، اس کو شراب بنانے والے پر، اس کو فروخت کرنے والے پر، اس کو خریدنے والے پر، اس کو اٹھانے والے پر، جس کے پاس اٹھا کر لائی

(۱) الدر المختار و رد المحتار ۲/۵۵۰، الہدایہ مع الشرح ۸/۳۹۳، الشرح الکبیر للرد المحتار مع حاشیہ الدسوقی ۳/۷۳، شرح الخرشنی ۵/۱۱، نیز دیکھئے: شرح کلمی علی المہاج و حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۸۳، المغنی ۳/۲۸۳، الانصاف ۳/۳۲۷۔

(۲) سورہ مائدہ ۲۔  
(۳) حدیث: "لعنت الخمر....." کی روایت ابن ماجہ (۲/۱۱۲۲ طبع الجلی) نے حضرت ابن عمرؓ سے کی ہے ابن اسکن نے اس کو صحیح قرار دیا ہے (تخصیص الکبیر لابن حجر ۳/۲۷ طبع شرکت المطابع العربیہ)۔

جائے اس پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اس کو پینے والے پر، اور اس کو پلانے والے پر)۔

وجہ استدلال جیسا کہ عمیرہؓ لہی کہتے ہیں، یہ ہے کہ اس حدیث سے حرام کا سبب بننے کی حرمت معلوم ہوتی ہے (۱)۔

اور اس کی دلیل ابن میرین سے مروی وہ روایت بھی ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا ان کی زمین میں ان کا ایک نگران تھا، اس نے حضرت سعد کو انگور کے بارے میں بتایا کہ وہ مفتی نہیں بن سکتا، اور اس قائل نہیں کہ شراب کشید کرنے والے کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ فروخت کیا جائے، تو حضرت سعد نے اس کو اکھاڑ پھینکنے کا حکم دیا اور کہا: "اگر میں شراب پیوں تو بدترین بوڑھا ہوں گا"۔ نیز اس لئے کہ وہ ایسے شخص کے لئے نچوڑنے پر عقد بیع کر رہا ہے جس کے بارے میں معلوم ہے کہ وہ اس کو معصیت کے قصد سے لے رہا ہے، لہذا ایسا ایسے ہی ہو گیا جیسا کہ ایک شخص اپنی باندی کسی ایسے شخص کے ہاتھ اجرت پر دے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس کو زنا کاری کے لئے اجرت پر لے رہا ہے (۲)۔

شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے، اور بیع دونوں احوال کے مطابق صحیح ہے۔

امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ یہ بیع جائز ہے، ابن المنذر نے اس کو حسن، عطاء اور ثوری سے نقل کیا ہے، اور اس کے بارے میں ان کا یہ قول نقل کیا گیا ہے: "بع الحلال ممن شئت" (۳) (حلال چیز جس کے ہاتھ چاہو فروخت کرو)، ان کا استدلال اس فرمان باری

(۱) دیکھئے: حاشیہ عمیرہؓ علی شرح کلمی فی ذیل حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۸۳، حاشیہ الجمل علی شرح المصنوع ۳/۹۳۔

(۲) المغنی ۳/۲۸۳۔

(۳) الدر المختار و رد المحتار ۲/۵۵۰، المغنی ۳/۲۸۳۔

## بیع منہی عنہ ۱۰۷-۱۰۹

سے ہے: ”وَ اَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ“<sup>(۱)</sup> (اور اللہ نے بیع کو حلال کیا) اور بیع اپنے ارکان و شرائط کے ساتھ مکمل ہوگئی۔

نیز اس لئے کہ معصیت کا تعلق بعینہ اس سے نہیں بلکہ اس کے تغیر کے بعد اس کے پینے سے ہے۔ اور یہ اختیار رکھنے والے شخص کا فعل ہے، اور پیا اٹھا کر لے جانے کے لوازمات میں سے نہیں، اس لئے کہ پیا بسا اوقات اٹھا کر لے جانے کے بغیر پایا جاتا ہے، اور اٹھا کر لے جانا پینے کے لوازمات میں سے نہیں، اس لئے کہ اٹھا کر لے جانا بسا اوقات بھانے کے لئے اور سرکہ میں ڈال کر سرکہ بنانے کے لئے ہوتا ہے، لہذا معصیت اٹھا کر لے جانے کے لوازمات میں سے نہیں، اور یہ انگور نچوڑنے کے لئے اجرت پر لینے کے مثل ہوگیا، یہ قول قیاس پر مبنی ہے۔ اور صاحبین کا قول استحسان پر مبنی ہے، جیسا کہ کر لانی نے کہا، لیکن اس کے باوجود بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ مذہب یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور خلاف اولیٰ ہے، کیونکہ صاحب ”الہدایہ“ نے کہا: اس کی بیع ایسے شخص کے ہاتھ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ اس سے شراب کشید کرے گا<sup>(۲)</sup>۔ اور عربی میں لفظ ”لابأس“ (کوئی حرج نہیں) کراہت تنزیہی کے لئے ہے۔ لہذا اس کو چھوڑنا اولیٰ ہے۔

امام ابوحنیفہ کا یہ قول ہی حنفیہ کے یہاں مذہب ہے اور اسی کے مطابق ”متون“ کی عبارت ہے۔

رس کو شراب بنانے کے خریدار کے قصد کا بائع کو علم ہونے کی شرط:

۱۰۷- جمہور نے اس بیع سے ممانعت کے لئے شرط لگائی ہے کہ اس

(۱) سورہ بقرہ/۲۷۵۔

(۲) الہدایہ مع الشرح ۸/۳۳، قیاس و استحسان کی تعلیل و تفصیل کے سلسلے میں خاص طور پر دیکھئے شرح الکفایہ مذکورہ مقام پر۔

سے شراب بنانے کے خریدار کے ارادہ کا بائع کو علم ہو، لہذا اگر اس کو یہ علم نہ ہو تو بلا اختلاف مکروہ نہیں ہے، جیسا کہ حنفیہ میں سے ہستانی نے لکھا ہے اور مرغینانی کے مذکورہ کلام میں اسی کی صراحت ہے۔

اسی طرح ابن قدامہ نے کہا: بیع اسی صورت میں حرام ہے جبکہ فروخت کرنے والے کو خریدار کے اس ارادہ کا علم ہو، خواہ اس کے کہنے سے یا ایسے قرائن سے جو اس قصد پر دلالت کرتے ہوں۔

رہے شافعیہ تو ان کے یہاں یہی کافی ہے کہ فروخت کرنے والے کو ظن غالب ہو کہ خریدار اس سے شراب یا کوئی نشہ آور چیز بنائے گا۔ ابن تیمیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

۱۰۸- اگر فروخت کرنے والے کو خریدار کے حال کا علم نہ ہو، یا خریدار ان لوگوں میں سے ہو جو اس سے سرکہ اور شراب دونوں بناتے ہوں یا فروخت کرنے والے کو خریدار کے بارے میں شک یا وہم ہو، جمہور کا مذہب جواز ہے، جیسا کہ حنفیہ اور حنابلہ کی صراحت ہے۔

شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ شک یا وہم کی حالت میں بیع مکروہ ہے<sup>(۲)</sup>۔

شراب بنانے والے ذمی کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع کا حکم: ۱۰۹- شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع سے ممانعت میں اطلاق و عموم، اور شروحات میں مذکورہ تعلیلات کا تقاضا (جیسا کہ ابن عابدین کہتے ہیں) یہ ہے کہ مسلمان اور کافر کے ہاتھ انگور کا رس فروخت کرنے کے بارے میں کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ کہ جو فقہاء

(۱) رد المحتار ۵/۲۵۰، المغنی ۳/۲۸۳، تجلید المحتاج ۳/۱۶۳، شرح المکلی مع حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۸۳، الانصاف ۳/۳۲۷، مردوی نے کہا: یہی درست ہے۔

(۲) الدر المختار و رد المحتار ۵/۲۵۰، المغنی ۳/۲۸۳، شرح المکلی علی المسماح و حاشیہ اقلیو بی ۲/۱۸۳، ۱۸۵، تجلید المحتاج ۳/۱۶۳، شرح المسماح بحاشیہ المکمل ۳/۹۳۔



کفار کفر و عات شریعت کا مخاطب مانتے ہیں ان کے نزدیک کافر کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع جائز ہے۔ اور اصح یہ ہے کہ وہ مخاطب ہیں، اور کوئی فرق نہیں ہے، حنا بلہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے۔  
شافعیہ نے بھی اس کی صراحت کی ہے اور کہا: کشید کرنے والے کے ہاتھ کو کہ وہ کافر ہو، بیع حرام ہے، اس لئے کہ وہ اس کے لئے بھی حرام ہے، اگرچہ ہم ان سے باز پرس اس شرط کی وجہ سے نہیں کرتے کہ وہ اس کا اظہار نہیں کر رہے ہیں<sup>(۱)</sup>۔

حنفیہ اس مسئلہ میں متردد ہیں:  
ان میں صاحب محیط کے نزدیک انگور اور انگور کی بیل کی بیع اس سے شراب بنانے والے کے ہاتھ مکروہ نہیں ہے۔  
تہستانی نے نقل کیا ہے کہ انگور کی بیع بھی امام ابو حنیفہ اور صاحبین کے درمیان مختلف فیہ ہے۔  
امام صاحب کے نزدیک اس میں کوئی حرج نہیں، یہ مکروہ تنزیہی ہے، صاحبین کے نزدیک ممنوع ہے، اور مکروہ تحریمی ہے<sup>(۲)</sup>۔

انگور کے رس کی بیع کا حکم اور دوسرے رسوں پر اس حکم کی شمولیت:

۱۱۰- فقہاء نے شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کے رس کے فروخت کے حکم کو عام رکھا ہے، اس حکم کو انگور کے رس پر منحصر نہیں کیا بلکہ بذات خود انگور، ترکھور، اور مٹھی میں بھی اس حکم کو عام رکھا ہے، لہذا یہ چیزیں حرمت میں انگور کے رس کی طرح ہیں بشرطیکہ اس کا مقصد شراب یا نشہ آور چیز بنانا ہو۔

شافعیہ نے کہا: ترکھور کے مثل کی بیع کا حکم اس شخص کے ہاتھ جو اس سے نشہ آور چیز بنائے انگور کی طرح ہے۔

حنا بلہ نے کہا: جس چیز سے حرام مقصود ہو اس کفر و خست کرنا صحیح نہیں ہے، مثلاً انگور اور انگور کا رس شراب کشید کرنے والے کے ہاتھ اسی طرح مٹھی وغیرہ فروخت کرنا<sup>(۳)</sup>۔

مالکیہ نے کہا: اسی طرح ہر اس چیز کی بیع ممنوع ہوگی جس کے بارے میں معلوم ہو کہ خریدار اس کے ذریعہ ناجائز چیز کا قصد رکھتا ہے۔

شراب بنانے والے کے ہاتھ انگور کے رس کی بیع کے صحیح اور باطل ہونے کا حکم:

۱۱۱- حنفیہ، شافعیہ کا مذہب اور حنا بلہ کے یہاں ایک رائے یہ ہے کہ بیع صحیح ہے۔ شافعیہ نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ ممانعت (جو شراب کشید کرنے والے پر لعنت والی حدیث سے مستفاد ہے)<sup>(۴)</sup> اگرچہ کراہت یا حرمت کی متقاضی ہے، اس لئے کہ بیع حقیقی یا وہمی معصیت کا سبب ہے، تاہم وہ یہاں بطلان کی متقاضی نہیں ہے، اس لئے کہ اس کا تعلق ممنوع چیز کی ذات اور اس کے لازم سے خارج علت سے ہے۔ ہاں وہ اس سے وابستہ ہے، جیسے اذان جمعہ کے بعد بیع کا مسئلہ ہے، اس لئے کہ یہ ممانعت اس بیع کی ذات یا اس کے لازم کے سبب نہیں ہے بلکہ جمعہ کے فوت ہونے کے اندیشہ سے ہے۔

مالکیہ کی رائے ہے کہ بیع فسخ کئے بغیر خریدار کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کو اپنی ملکیت سے نکال دے<sup>(۵)</sup>۔

(۱) الشرح الکبیر للرد رہ بحمید الدسوقی ۳/۷، رد المحتار ۵/۲۵۰۔

(۲) شراب کشید کرنے والے پر لعنت والی حدیث فقرہ ۱۰۶ کے تحت آچکی ہے۔

(۳) تحفۃ المحتاج ۳/۳۰۸، ۳۰۹، شرح بیع بحمید الجمل ۳/۸۵، ۹۳، شرح

الحمل علی المہاج ۲/۱۸۳، ۱۸۵، شرح الدرریر و حامیہ الدسوقی ۳/۷، شرح

الخرش بحمید العدوی ۵/۱۱۔

(۱) رد المحتار ۵/۲۵۰، کشاف القناع ۳/۱۸۱، حامیہ الشروانی و ابن کاسم

العبادی علی تحفۃ المحتاج ۳/۱۶۳، حامیہ الجمل علی شرح بیع ۳/۹۳۔

(۲) بیع مع الشرح بحمید الجمل ۳/۹۲، ۹۳، حامیہ الشروانی علی تحفۃ المحتاج

۳/۱۶۳، کشاف القناع ۳/۱۸۱۔

## بیع منہی عنہ ۱۱۲-۱۱۵

”المتبصرہ“ میں، اور ابن جزری نے ”القول النہی“ میں ابن القاسم سے منسوب کیا ہے۔

”المعیار“ ہی میں شاطبی کے حوالہ سے ہے: ان کے ہاتھ بیع کی بیع ممنوع ہے، اگر وہ اس سے مسلمانوں کی ایذا رسانی میں مدد لیتے ہوں۔ اور اگر ان کی عیدوں کے لئے ہو تو مکروہ ہے<sup>(۱)</sup>۔

۱۱۴- شافعیہ کے یہاں اس کی مثالوں میں نشہ آورشی کی بیع اس شخص کے ہاتھ جس کے بارے میں ظن غالب ہو کہ وہ اس کو حرام طریقہ پر استعمال کرے گا، لکڑی کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس سے سامان لبو بنائے گا، اور ریشمی کپڑے کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس کو بغیر کسی مجبوری وغیرہ کے پہنے گا اور اسی طرح باغی اور ڈاکو وغیرہ کے ہاتھ ہتھیار کی بیع، مرغے کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس کو لڑائے گا، مینڈھے کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس کو سینگ بازی میں استعمال کرے گا، اور جانور کی بیع اس شخص کے ہاتھ جو اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لا دے گا۔

اسی طرح شروانی اور ابن قاسم العبادی نے صراحت کی ہے کہ مسلمان کے لئے کافر کے ہاتھ کھانا فروخت کرنا ممنوع ہے، جس کے بارے میں ظن یا ظن غالب ہو کہ وہ رمضان کے دن میں اس کو کھائے گا۔ رطبی نے یہی فتویٰ دیا ہے، انہوں نے کہا: اس لئے کہ یہ معصیت پر تعاون ہے، یہ اس بات پر مبنی ہے کہ کفار فروغ شریعت کے مخاطب ہیں<sup>(۲)</sup>۔

۱۱۵- حنابلہ کے نزدیک اس کی مثالوں میں حریوں کے ہاتھ یا ڈاکوؤں کے ہاتھ یا فتنہ و ہنگامہ میں، ہتھیار فروخت کرنا یا شراب

حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ اگر حرمت ثابت ہو یعنی انگور کی خریداری سے خریدار کا قصد شراب ہو، اس کا علم بائع کو خواہ جس طریقہ سے بھی حاصل ہو تو بیع باطل ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اللہ کی معصیت کے لئے ایک چیز پر عقد کیا ہے، لہذا صحیح نہیں ہے، نیز اس لئے کہ یہاں حرمت اللہ تعالیٰ کے حق کے لئے ہے جو عقد کو فاسد کر دے گی جیسے ایک درہم کی دو درہم سے بیع<sup>(۱)</sup>۔

### حرام مقصد والی چیز کی بیع:

۱۱۲- جمہور کا مذہب ہے کہ ہر وہ چیز جس کا مقصد حرام ہو اور ہر وہ تصرف جس کے نتیجے میں معصیت ہو وہ حرام ہے، لہذا ہر اس چیز کی بیع ممنوع ہوگی جس کے بارے میں معلوم ہو کہ خریدار کا اس سے مقصد ناجائز ہے<sup>(۲)</sup>۔

۱۱۳- مالکیہ کے یہاں اس کی مثالوں میں برے لوگوں کے ہاتھ باندی کی بیع، کنیسہ یا شراب خانہ بنانے کے لئے زمین کی بیع، صلیب بنانے والے کے ہاتھ لکڑی کی بیع اور ناقوس بنانے والے کے ہاتھ تانبے کی بیع ہیں۔

دسوقی نے کہا: اسی طرح ممنوع ہے کہ حریوں کے ہاتھ آلہ جنگ مثلاً ہتھیار یا گھوڑے یا زین فروخت کی جائے، اسی طرح ہر ایسی چیز جس سے ان کو جنگ میں تقویت ملے مثلاً تانبا، خیمہ اور خانگی سامان۔ رہبان کے ہاتھ اناج فروخت کرنا تو ابن یونس نے ابن حبیب کے حوالہ سے کہا ہے کہ صلح کی حالت میں جائز اور غیر صلح کی حالت میں جائز نہیں ہے۔ اور ”المعیار“ میں شاطبی کے حوالہ سے ہے: مذہب یہ ہے کہ مطلقاً ممنوع ہے، اسی کو ابن فرحون نے

(۱) الدسوقی ص ۷۷۔

(۲) تحفۃ المحتاج و جامعۃ الشروانی ص ۳۱۷، جامعۃ اہلبی علی شرح المحلی ص ۱۸۳/۲، جامعۃ الجمل علی شرح المنہج ص ۹۳۔

(۱) المغنی ص ۲۸۳، کشاف القناع ص ۱۸۱/۳۔

(۲) المغنی ص ۲۸۳، تحفۃ المحتاج ص ۳۱۷، شرح الدرر بیہ جامعۃ الدسوقی ص ۷۷۔

فروشی یا کنیسہ بنانے یا آتش خانہ وغیرہ بنانے کے لئے گھر کرایہ پر دینا ہیں، کیونکہ یہ حرام ہیں۔

ابن عقیل نے کہا: امام احمد نے کچھ ایسے مسائل کی صراحت کی ہے جن میں اس پر تنبیہ ہے۔ انہوں نے قصاب، اور نانہائی کے بارے میں کہا ہے: اگر اس کو معلوم ہو کہ اس سے خریدنے والا نشہ خور کی دعوت کرے گا تو اس کے ہاتھ فروخت نہ کرے۔ پیالے بنانے والا پیالوں کو اس شخص کے ہاتھ فروخت نہ کرے جو اس میں شراب پئے گا۔ اور انہوں نے مردوں کے ہاتھ ریشم فروخت کرنے سے منع کیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

۱۱۶- امام ابو حنیفہ کی رائے ہے کہ ایسی چیز کی بیع مکروہ نہیں جو اپنی ذات میں معصیت نہ ہو، مثلاً سینگ مارنے والے مینڈھے، اڑنے والے کبوتر اور گانے کے سامان بنانے والے کے ہاتھ لکڑی کی بیع۔ اس کے برخلاف اہل فتنہ کے ہاتھ ہتھیار کی فروخت جائز نہیں ہے، کیونکہ معصیت اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ لہذا یہ گناہ اور سرکشی پر تعاون ہوگا جو ممنوع ہے۔ برخلاف اس چیز کی بیع کے جس سے ہتھیار بنایا جاتا ہے مثلاً لوہا، اس لئے کہ وہ جنگ کے لئے تیار شدہ نہیں ہے، اس لئے اس میں تعاون کا مفہوم ثابت نہیں ہوگا۔

حنفیہ میں سے صاحبین کی رائے ہے کہ مسلمان کے لئے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے کہ یہ معصیت پر تعاون ہے، لہذا وہ ان دونوں کے نزدیک مکروہ ہے۔ امام ابو حنیفہ کا اس میں اختلاف ہے اور یہ حرام نہیں، جمہور کی رائے اس کے خلاف ہے<sup>(۲)</sup>۔

حنفیہ نے اس مسئلہ کی نظیر پر ”اجارہ“ کے باب میں بحث کی ہے، جیسا کہ حنابلہ کے یہاں گزرا، مثلاً ایک شخص نے خود کو مزدوری پر

دیا تاکہ کنیسہ کی تعمیر میں کام کرے یا کسی ذمی کے لئے خود اپنے اوپر اٹھا کر یا اپنے جانور پر لا کر شراب لے جائے یا ذمی کا سور چرائے، یا آگ گھریا کنیسہ یا یہودی کا عبادت خانہ بنانے کے لئے یا اس میں شراب فروشی کے لئے گھر کرایہ پر دے تو یہ اس کے لئے امام صاحب کے نزدیک جائز ہے، اس لئے کہ عین عمل میں معصیت نہیں ہے، معصیت تو محض اجرت لینے والے کے فعل سے ہے، اور یہ قائل مختار کا فعل ہے، جیسا کہ اس کی شراب نوشی اور شراب فروشی ہے، اور اسی سلسلے میں مرینیانی کہتے ہیں: اجارہ گھر وغیرہ کی منفعت پر وارد ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے محض سپرد کرنے سے اجرت واجب ہو جاتی ہے، اس میں کوئی معصیت نہیں، معصیت تو اجرت لینے والے کے فعل سے ہے اور وہ اس میں باختیار ہے، لہذا اس کے اجرت پر دینے والے کا تعلق اس سے ختم ہو گیا<sup>(۱)</sup>۔

صاحبین اس کو مکروہ سمجھتے ہیں، کیونکہ اس میں معصیت پر اعانت ہے۔

بعض حنفیہ نے یہ ضابطہ پیش کیا ہے کہ جس کی ذات سے معصیت کا تعلق ہو اس کی بیع مکروہ تحریمی ہے مثلاً اہل فتنہ کے ہاتھ ہتھیار کی بیع، اور جو اپنی ذات میں معصیت نہ ہو اس کی بیع مکروہ تنزیہی ہے۔

حرام مقصد والی چیز کی بیع کے صحیح اور باطل ہونے کا حکم:

۱۱۷- جمہور (حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ) کا مذہب اور حنابلہ کے یہاں بھی ایک احتمال یہ ہے کہ بیع صحیح ہے، اس لئے کہ اس میں کوئی رکن یا شرط مفقود نہیں ہے۔

ابن مالکیہ نے اس کے ساتھ ہتھیار فروخت کرنے کے مسئلہ

(۱) المغنی ص ۲۸۳، کشاف الفتاویٰ ص ۱۸۱، ۱۸۲، الانصاف ص ۳۲۷، ۳۲۸۔

(۲) رد المحتار ۵/۲۵۰، ۲۵۱، الہدایہ مع الشروح ۸/۳۹۳، بدائع الصنائع



## بیع منہی عنہ ۱۱۸

میں صراحت کی ہے کہ خریدار کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کو اپنی ملکیت سے بیع کو فسخ کئے بغیر بیع یا ہبہ وغیرہ کے ذریعہ نکال دے۔

دوسری کہتے ہیں: حریوں کے ہاتھ سامان جنگ، ہتھیار یا گھوڑے یا زین کی بیع ممنوع ہے، اسی طرح ہر وہ چیز جس سے ان کو جنگ میں تقویت ملے مثلاً تانبا یا خیمہ یا خانگی ضروریات کی چیز۔ اور ان کو لوٹانے پر مجبور کیا جائے گا۔

اسی طرح شافعیہ میں سے قلیوبی نے صراحت کی ہے کہ جس شخص نے باندی ایسے شخص کے ہاتھ بیچی جو اس کو زنا پر مجبور کرے گایا جانور ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جو اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لا دے گا تو حاکم کے لئے جائز ہے کہ ان دونوں کو مالک کی رضامندی کے بغیر زبردستی فروخت کر دے۔

حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ بیع باطل ہے، اس لئے کہ یہ ایسی چیز پر عقد ہے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی معصیت ہوگی، لہذا صحیح نہیں (۱)۔

ج۔ کسی دوسرے کی بیع پر بیع کرنا:

۱۱۸۔ اس کی صورتوں میں سے یہ ہے کہ فریقین سامان کے ثمن پر راضی ہو جائیں، پھر ایک دوسرا شخص آئے اور کہے میں تمہیں اسی جیسا سامان اس سے کم ثمن میں فروخت کرتا ہوں، یا کہے میں تمہیں اس سے بہتر سامان اسی ثمن میں یا اس سے کم ثمن میں فروخت کرتا ہوں، یا خریدار کو ایسا سامان دکھائے کہ خریدار اس میں راغب ہو، پھر اس بیع کو فسخ کر کے اس سامان کو خرید لے (۲)۔

- (۱) حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر للردیہ ۲/۷، حاشیہ اہلبی علی شرح المکلی ۲/۱۸۳، المعنی ۲/۲۸۳، الاضاف ۲/۳۷۷، کشاف القناع ۳/۱۸۱۔  
(۲) فتح القدیر ۶/۱۰۷، رد المحتار ۳/۱۳۲، شرح المنہج بحاشیہ الشرح ۳/۹۱، المغنی ۳/۷۸، تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۳، کشاف القناع ۳/۱۸۳۔

حضرت ابن عمرؓ کی صحیح حدیث میں اس سے ممانعت ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا بیع بعضکم علی بیع بعض" (۱) (تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے)، اور دوسری حدیث میں ہے: "لا بیع الرجل علی بیع أخیه، ولا یخطب علی خطبۃ أخیه، إلا أن یأذن لہ" (۲) (آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، اور نہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح دے، الا یہ کہ وہ اس کی اجازت دے)۔

ایک اور روایت کے الفاظ ہیں: "لا بیع بعضکم علی بیع بعض، حتی یبتاع أو یملو" (۳) (تم میں سے کوئی کسی کی بیع پر بیع نہ کرے تا آنکہ وہ خرید لے یا چھوڑ دے)۔

ایک روایت میں ہے: "لا بیع الرجل علی بیع أخیه، ولا یخطب علی خطبۃ أخیه، إلا أن یأذن لہ" (۴) (آدمی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے، اور اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح نہ دے، الا یہ کہ وہ اس کو اجازت دے دے)۔

ایک اور روایت میں ہے: "لا بیع بعضکم علی بیع أخیه" (۵) (تم میں سے کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے)۔

- (۱) حدیث: "لا بیع بعضکم علی بیع بعض....." کی روایت بخاری (الفتح ۳/۷۳۳ طبع المستوفی) اور مسلم (۳/۱۰۳۲ طبع المکلی) نے کی ہے۔  
(۲) حدیث: "لا بیع الرجل علی بیع أخیه....." کی روایت مسلم (۳/۱۱۵۳ طبع المکلی) نے کی ہے۔  
(۳) حدیث: "لا بیع بعضکم علی بیع بعض....." کی روایت نسائی (۷/۲۵۸ طبع المکتبۃ التجاریہ) نے کی ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے۔  
(۴) اس کی تخریج کذا رکھی ہے۔  
(۵) حدیث: "لا بیع بعضکم علی بیع أخیه....." کی روایت بخاری (الفتح ۳/۷۳۳ طبع المستوفی) نے کی ہے۔

اس کا حکم:

۱۱۹- شافعیہ کا مذہب اور حنابلہ کے یہاں ایک احتمالی رائے یہ ہے کہ یہ بیع حرام ہے، لیکن یہ بیع باطل نہیں بلکہ صحیح ہے، اس لئے کہ ممانعت کا تعلق ذات یا اس کے لازم سے خارج علت سے ہے، کیونکہ اس میں کوئی رکن یا شرط مفقود نہیں، ہاں ممانعت ایک متصل معنی کی وجہ سے ہے جو خارج ہے، لازم نہیں ہے، اور وہ معنی یہاں ایذا رسائی ہے۔ یہ شافعیہ کی توجیہ ہے۔

حنابلہ کی توجیہ یہ ہے کہ حرام یہ ہے کہ سامان خریدار کے سامنے پیش کرے یا اس سے ایسی بات کہے جس کی وجہ سے وہ بیع کو فسخ کر دے، اور یہ بیع سے مقدم ہے۔ نیز اس لئے کہ جب فسخ جس کی وجہ سے ضرر ہوا ہے صحیح ہے تو بیع جو مصلحت کو بروئے کار لانے والی ہے بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی، نیز اس لئے کہ ممانعت آدمی کے حق کی وجہ سے ہے، لہذا یہ بیع ”نجس“ کے مشابہ ہو گیا۔

حنفیہ کا مذہب ہے کہ یہ اور اس جیسی بیوع مکروہ تحریمی ہیں۔ ابن الہمام نے کہا: یہ تمام کراہتیں تحریمی ہیں، گناہ ہونے میں ہمارے علم میں کوئی اختلاف نہیں، اس کی وجہ مذکورہ احادیث ہیں، نیز یہ کہ اس میں وحشت انگیزی اور ایذا رسائی ہے<sup>(۱)</sup>۔

حنابلہ کے یہاں مذہب یہ ہے کہ بیع ناجائز اور حرام ہے، یہ بیع صحیح نہیں ہے بلکہ باطل ہے، کیونکہ یہ ممنوع ہے کہ اس میں مسلمان کی ایذا رسائی اور اس کو بگاڑنا ہے، اور ممانعت کا تقاضا بگاڑ ہے<sup>(۲)</sup>۔

۱۲۰- شافعیہ اور حنابلہ نے بیع مہبی عنہ میں حسب ذیل قیدیں لگائی ہیں:

(۱) بیع پر بیع لزوم بیع سے قبل ہو، اس لئے کہ خیار مجلس یا

خیار شرط باقی رہتا ہے۔ اسی طرح لزوم کے بعد خیار عیب کے زمانہ میں ہو اگر خریدار کسی عیب پر مطلع ہو جائے۔ ان کے نزدیک معتمد یہی ہے۔ اور حنابلہ کے اس قول کا مفہوم یہی ہے کہ بیع دونوں خیاروں کے زمانہ میں ہو، لہذا اگر خیار کے زمانہ کے گزرنے اور لزوم بیع کے بعد ہو تو حرام نہیں ہوگا، کیونکہ اب خریدار اس کو فسخ نہیں کر سکتا، اور نہ ہی اس کی کوئی وجہ ہے۔

(۲) یہ کہ بیع پر بیع اس کی اجازت کے بغیر ہو، جیسا کہ تقاضی

زکریا نے کہا ہے۔ (یعنی پہلے فروخت کرنے والے نے اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنے والے کو اس کی اجازت نہ دی ہو)۔

حنفیہ نے دوسرے کی بیع پر بیع کی ممانعت میں یہ قید لگائی ہے کہ خریدار فروخت کرنے والے بیع پر راضی ہو چکے ہوں<sup>(۱)</sup>۔

۱۲۱- شافعیہ نے اس جزئیہ میں بعض فروعات و احکام ذکر کرتے ہوئے کہا ہے:

کہ حرمت ثابت ہے کہ خریدار اپنے سودے میں دھوکہ کھانے والا ہو، اس لئے کہ واجبی خیر خواہی بیع کے بغیر تعارف کرا دینے سے حاصل ہو جاتی ہے۔ اور قلیوبی نے حرمت میں یہ قید لگائی ہے کہ باطنی رضا کا علم نہ ہو۔

بیع پر بیع کے مثل یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار کے ہاتھ زمانہ خیار میں اسی جیسا مسلمان فروخت کرے جس کو اس نے خریدا ہے۔ اور ممانعت کی وجہ یہ اندیشہ ہے کہ خریدار خیال کی وجہ سے پہلے مسلمان کو واپس کر دے جیسا کہ امام شافعی نے اس کی صراحت کی ہے۔

(۱) تحفۃ المحتاج ص ۳۱۳، شرح المکلی علی المہاج مع حاشیہ القلیوبی ۲/۱۸۳،

۱۸۳، کشاف القناع ص ۱۸۳، حاشیہ المشروانی علی تحفۃ المحتاج ص ۳۱۳،

شرح المسیح بحاشیہ الحرمین ص ۹۱، ابن عابدین ۲/۱۳۲۔

(۱) فتح القدیر ۶/۱۰۶، ۱۰۷، تحفۃ المحتاج ص ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۳، شرح المکلی

وحاشیہ القلیوبی ۲/۱۸۲، ۱۸۳، المغنی ۲/۲۷۹، ۲۸۰۔

(۲) المغنی ص ۲۷۸، کشاف القناع ص ۱۸۳، الانصاف ص ۳۳۱۔

## بیع منہی عنہ ۱۲۲-۱۲۳

ثمن میں اس کو خرید لے۔ وہ صاحب وجاہت ہو اور اسی وجاہت کے سبب فروخت کرنے والا اس کے ہاتھ فروخت کر دے۔  
۱۲۳- خریداری پر خریداری کی صورتوں میں سے یہ ہے کہ ایک شخص فروخت کرنے والے کو عقد فسخ کرنے کا حکم دے، تاکہ وہ اس کو اس سے زیادہ میں خرید لے، یا ایک شخص فروخت کرنے والے کے پاس لزوم عقد سے پہلے آئے اور اس کی ہوئی چیز کا اس سے زیادہ ثمن دے جس میں اس کی خریداری ہو چکی ہے، تاکہ وہ عقد فسخ کر کے اس کے ساتھ عقد کر لے<sup>(۱)</sup>۔

حفیہ نے اس خریداری یا مول بھاؤ کی ممانعت میں یہ قید لگائی ہے کہ خرید فروخت کرنے والے ثمن پر متفق یا راضی ہو چکے ہوں، یا فروخت کرنے والا خریداری کی طرف سے مقرر کردہ ثمن میں فروخت کرنے کی طرف مائل ہو گیا ہو۔ لیکن اگر اس کی طرف مائل یا اس سے راضی نہ ہوا ہو تو دوسرے کے لئے اس سے زیادہ ثمن میں خریدنے میں کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ یہ نیلای والی بیع ہے۔ اور اس میں کوئی کراہت نہیں<sup>(۲)</sup>۔ جیسا کہ آئے گا۔

شافعیہ نے ممانعت میں یہ قید لگائی ہے کہ خریداری لزوم سے پہلے ہو یعنی زمانہ خیار میں (جیسا کہ تاضی کی تعبیر ہے)<sup>(۳)</sup> یا لزوم کے بعد ہو اور اس کو کسی عیب کی اطلاع مل گئی ہو (جیسا کہ دوسرے کی بیع پر بیع کی بحث میں گزرا)۔

حنابلہ کے یہاں بھاؤ پر بھاؤ کرنے کی چند صورتیں ہیں:

- (۱) بدائع الصنائع ۵/۳۳۲، فتح القدیر ۶/۱۰۷، تحفۃ المحتاج و جامعہ الشروانی ۳/۳۱۳، شرح المنہج بحامیہ الجمل ۳/۹۱، المغنی ۳/۲۷۸، کشاف القناع ۳/۱۸۳، ۱۸۴۔
- (۲) الدر المختار ۲/۳۳۲، الہدایہ مع الشروح ۶/۱۰۷، تبیین الحقائق ۳/۶۷، بدائع الصنائع ۵/۳۳۲۔
- (۳) شرح المنہج بحامیہ الجمل ۳/۹۱۔

دوسرے کی بیع پر بیع اس وقت تک ممنوع ہوگی جب تک انجام واضح نہ ہو جائے، یعنی بیع لازم ہو جائے یا خریدار خریدنے سے رک جائے۔ اگر وہ اعراض کر لے تو ممانعت کی مدت ختم ہو جائے گی، اور دوسرے کے لئے فروخت کرنا جائز ہو جائے گا۔

بیع پر بیع حرام ہونے ہی کے مثل بیع کے علاوہ دوسرے عقود ہیں مثلاً اجارہ، عاریت پر لینا، قرض لینا<sup>(۱)</sup>، بیہ لینا، مساقات، مزارعت، اور جعالہ ہے۔ حنابلہ نے کہا: یہ چیزیں حرام اور غیر صحیح ہیں، اگر پہلے کسی دوسرے کے لئے ہو چکی ہوں، یہ بیع پر قیاس کرتے ہوئے ہے، اس لئے کہ اس میں ایذا اور ساقی ہے۔

بلکہ شافعیہ سے میں بر ماوی نے بھی صراحت کی ہے کہ جس کو کوئی کتاب (عاریتاً) احسان کے طور پر مطالعہ کے لئے دی گئی، تو دوسرے کے لئے حرام ہے کہ اس کے بارے میں کتاب والے سے درخواست کرے، یعنی کتاب والے سے کتاب مانگے کہ وہ بھی اس کا مطالعہ کرے گا۔ اس کی وجہ اس میں ایذا اور ساقی ہے۔ اور انہوں نے اسی پر عاریت کے مکمل ہونے کے بعد پھر عاریت طلب کرنے کی علی الاطلاق بنیاد رکھی ہے<sup>(۲)</sup>۔

و- دوسرے کی خریداری پر مول تول کرنا اور خریدنا:

۱۲۲- جہاں تک بھاؤ پر بھاؤ کرنے کا تعلق ہے تو اس کی چند صورتیں یہ ہیں:

- دو شخص مول بھاؤ کریں، فروخت کرنے اپنے سامان کا ثمن مانگے اور خریدار اس ثمن پر راضی ہو جائے، پھر دوسرا خریدار آجائے اور وہ پہلے بھاؤ میں دخل اندازی کر کے اور کچھ اضافہ کے ساتھ یا اسی
- (۱) تحفۃ المحتاج مع حامیہ الشروانی ۳/۳۱۳، حامیہ القلیوبی علی شرح المنہج ۲/۱۸۳۔
- (۲) کشاف القناع ۳/۱۸۳، حامیہ الشروانی علی تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۳۔



اس کا حکم:

۱۲۴- یہ خریداری یا مول تول ان صورتوں اور قیود کے ساتھ ممنوع اور سب کے نزدیک ناجائز ہے، لیکن جمہور کے نزدیک صحیح ہے۔ اور حنابلہ کے نزدیک باطل ہے البتہ حنابلہ کے یہاں ایک احتمالی رائے صحیح ہونے کی ہے، جیسا کہ جمہور کی رائے ہے۔ حنفیہ عدم جواز سے کراہت تحریمی مراد لیتے ہیں، حرام ہونا نہیں۔

الف۔ خریداری کی صحت کے ساتھ حرمت پر شافعیہ کے مذہب اور حنابلہ کے یہاں احتمالی رائے کی دلیل یہ سابقہ حدیث ہے: ”لا بیع بعضکم علی بیع بعض“<sup>(۱)</sup> (تم میں سے کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے)۔ محلی نے کہا: اسی کے معنی میں خریداری پر خریداری ہے۔

بہوتی نے اشارہ کیا ہے کہ حرمت بیع پر قیاس کی وجہ سے ہے، نیز اس لئے کہ خریداری کو ”بیع“ کہا جاتا ہے۔ نیز اس میں ایذا ہے۔ محلی نے کہا: اس کی حرمت کی وجہ اس سے ممانعت سے واقف کو ایذا دینا ہے۔

نیز اس لئے کہ جب فسخ جس کی وجہ سے ضرر وجود میں آیا صحیح ہے تو بیع جو مصلحت کو حاصل کرانے والی ہے بدرجہ اولیٰ صحیح ہوگی، نیز اس لئے کہ ممانعت آدمی کے حق کی وجہ سے ہے، لہذا بیع نجش کے مشابہ ہو گیا<sup>(۲)</sup>۔

ب۔ خریداری کی صحت کے ساتھ کراہت پر حنفیہ کی دلیل حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث ہے: ”آن رسول اللہ ﷺ نہی أن يتلقى الركبان، ولا يبيع حاضر لباد، وأن تسأل المرأة

اول: فروخت کرنے والے کی طرف سے فروخت کرنے پر رضامندی کی صراحت پائی جائے، تو اس صورت میں خریدار کے علاوہ بھاء کرنا حرام ہے۔

دوم: اس کی طرف سے کوئی ایسی چیز پائی جائے جس سے عدم رضامندی معلوم ہو تو بھاء کرنا حرام نہیں۔

سوم: اس کی رضامندی اور عدم رضا کی کوئی دلیل نہ پائی جائے تو بھی دوسرے کے لئے بھاء کرنا ناجائز ہوگا۔

چہارم: صراحت کے بغیر اس کی رضامندی کی کوئی دلیل پائی جائے تو ”قاضی“ نے کہا: بھاء کرنا حرام نہیں ہے، اور ابن قدامہ نے کہا: حرام ہے<sup>(۱)</sup>۔

اسی طرح شافعیہ نے یہ بھی قید لگائی ہے کہ وہ خریدار کی طرف سے اجازت کے بغیر ہو، لہذا اگر ان میں سے کسی ایک کی طرف سے اجازت ہو جائے تو حرام نہیں ہوگا، اس لئے کہ حق دونوں کا ہے اور دونوں نے اس کو ساتھ کر دیا، نیز اس سابقہ حدیث کا مفہوم بھی یہی ہے: ”حتی یبتاع أو یبذر“<sup>(۲)</sup> (تا آنکہ خریدے یا چھوڑ دے)۔

شافعیہ نے کہا ہے کہ معتبر مالک کی اجازت ہے۔ ولی، وصی یا وکیل کی نہیں اگر مالک کا اس میں ضرر ہو اور یہ کہ اجازت کے ساتھ جواز کی صورت یہ ہے کہ باطنی رضامندی پر دلالت حال پائی جائے۔ لیکن اگر اس کی عدم رضامندی اور اس بات پر دلالت ہو کہ اس نے تنگ آ کر اور غصہ میں اجازت دی ہے تو جائز نہیں ہوگا، جیسا کہ ان میں سے افریقی نے کہا ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) المغنی ۲/۳۶۸ طبع الریاض۔

(۲) حدیث فقرہ ۱۱۸ کے تحت آجکی ہے نیز دیکھئے: حاشیہ الشروانی علی تہذیب

المحاج ۳/۳۱۵۔

(۳) حاشیہ المحمل علی شرح المسیح ۳/۹۱، ۹۲۔

(۱) حدیث فقرہ ۱۱۸ میں آجکی ہے۔

(۲) شرح المحمل علی المسیح ۲/۱۸۲، کشاف القناع ۳/۱۸۲،

المغنی ۲/۲۷۹۔

## بیع منہی عنہ ۱۲۵

کرنے سے متعلق بعض فروعات اور تفصیلات ہیں:

الف۔ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ دوسروں کے مول بھاؤ پر مول کرنا مکروہ ہے، اگرچہ جس پر مول بھاؤ کیا جا رہا ہے وہ ذمی یا مستامن ہو، انہوں نے کہا: ”بھائی“ کا ذکر حدیث میں بطور قید نہیں، بلکہ مزید نفرت دلانے کے لئے ہے، اس لئے کہ مول پر مول کرنا وحشت انگیزی اور ایذا رسانی کا سبب ہے۔ اور یہ بھائی کے حق میں اور سخت منع ہے۔ اور یہ ایسے ہی ہے جیسا کہ غیبت کے بارے میں یہ فرمان نبوی ہے: ”ذکرک اخاک بما یکرہ“<sup>(۱)</sup> (اپنے بھائی کا ذکر اس طرح پر کہ اس کو ناگوار ہو)، اس لئے کہ ظاہر ہے کہ ذمی کی بھی غیبت ممنوع ہے<sup>(۲)</sup>۔

شافعیہ نے کہا ہے کہ آدمی کا ذکر غالب استعمال کے طور پر ہے، جیسا کہ ”بھائی“ کی تخصیص اس کے ساتھ نرمی و مہربانی اور فوری آمادگی کے جذبہ کو ابھارنے کے لئے ہے، لہذا ان دونوں کے علاوہ کا حکم بھی وہی ہوگا۔ اور ذمی، معاہدہ اور مستامن مسلمان کی طرح ہوں گے، البتہ حربی اور مرتد اس سے خارج ہوں گے، لہذا ان پر حرام نہیں ہوگا<sup>(۳)</sup>۔

ب۔ مول پر مول کرنے کی ممانعت میں حنفیہ نے اجارہ کو بیع کے حکم میں رکھا ہے، کیونکہ اجارہ منافع کی بیع ہے<sup>(۴)</sup>۔

جیسا کہ حنابلہ نے بہت سے عقود مثلاً قرض، ہبہ وغیرہ کو بیع پر قیاس کرتے ہوئے اسی حکم میں شامل کیا ہے۔ اور یہ سب حرام اور غیر صحیح ہیں، اس لئے کہ ان میں ایذا رسانی ہے<sup>(۵)</sup>۔

(۱) حدیث: ”یہی ان یطلق الوکان.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۵۱۳ طبع المجلد) نے کی ہے۔

(۲) الدر المختار رد المحتار ۳/۱۳۲۔

(۳) شرح المنہج وجامعہ المجلد ۳/۹۰۔

(۴) رد المحتار ۳/۱۳۲۔

(۵) کشاف القناع ۳/۱۸۳۔

طلاق اختہا، و عن النجش والتصریۃ، وأن یستام الرجل علی سوم آخیه“<sup>(۱)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے منع فرمایا کہ سواروں سے (جو نسل لے آتے ہیں) جا کر ملا جائے۔ اور شہری باہر والے کا مال بیچے، اور یہ کہ ایک عورت اپنی بہن (کسی اور عورت) کی طلاق کا مطالبہ کرے۔ اور قیمت بڑھا کر دھوکہ میں ڈالنے سے، تھن میں دودھ روکنے سے اور آدمی کے اپنے بھائی کے مول بھاؤ پر مول بھاؤ کرنے سے)۔

حنفیہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث مول بھاؤ کرنے سے ممانعت میں صریح ہے، لہذا حدیث: ”لا یبع أحدکم علی بیع آخیه“ (کوئی اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے) میں لفظ بیع کو مجازاً بیع و شراء کو شامل قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں (جیسا کہ ابن الہمام نے وضاحت کی)۔ اس کی ضرورت اس وقت ہوتی جبکہ مول تول کرنے کی حدیث نہ آتی، نیز اس لئے کہ اس میں وحشت انگیزی اور ایذا رسانی ہے، لہذا مکروہ ہوگا۔

کاسانی نے کہا: ممانعت ایسی علت کی وجہ سے ہے جو بیع کے علاوہ میں ہے۔ اور وہ ایذا رسانی ہے، لہذا نفس بیع مشروع ہوگی اور اس کا خریدنا جائز ہوگا البتہ مکروہ ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

ج۔ تحریم و باطل ہونے پر حنابلہ کی دلیل یہ ہے کہ یہ ممنوع ہے، اور ممانعت کا تقاضا فساد ہے<sup>(۳)</sup>۔

۱۲۵۔ ذیل میں مول بھاؤ اور دوسروں کی خریداری پر خریداری

(۱) حدیث: ”یہی ان یطلق الوکان.....“ کی روایت بخاری (فتح ۳/۵۱۳ طبع المجلد) اور مسلم (۳/۱۱۵ طبع المجلد) نے کی ہے الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۲) فتح القدیر ۶/۱۰۸، تبیین الحقائق ۶/۶۷، بدائع الصنائع ۵/۲۳۲۔

(۳) المغنی ۳/۴۷۸، نیز اس میں تفصیل، وجوہات اور چاروں صورتیں دیکھی جائیں۔

ج۔ شافعیہ میں سے ماوردی نے خریداری پر خریداری کے حکم میں اس صورت کو بھی رکھا ہے کہ عقد کے لازم ہونے سے پہلے (فروخت کرنے والے کی موجودگی میں) خریدار سے سامان کو زیادہ قیمت میں مانگنا حرام ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں عقد فسخ ہوگا یا ندامت ہوگی۔

و۔ اسی طرح شافعیہ نے حرمت کے بارے میں ماوردی کے کلام پر اس صورت کو قیاس کیا ہے کہ ایک شخص فروخت کرنے والے سے زمانہ خیال میں فروخت شدہ سامان کی جنس کی کوئی چیز اس شمن سے زیادہ میں طلب کرے جس پر بیع ہوئی ہے، خاص طور پر اگر اس سے اتنی مقدار کا مطالبہ کرے جو فروخت شدہ چیز کے ملے بغیر پوری نہ ہو۔  
ھ۔ انہوں نے یہ بھی صراحت کی ہے کہ مذکورہ صورت حرام ہے، خواہ کبھی ہوئی چیز اپنی قیمت کو پہنچے یا نہ پہنچے۔ ان کے نزدیک معتد بہی ہے۔

و۔ نیز انہوں نے خریداری میں دھوکہ کھانے والے کو اس کے غبن سے آگاہ کرنے کے مسئلہ پر بحث کی، چنانچہ ابن حجر نے صراحت کی ہے کہ اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے، کیونکہ یہ واجب خیر خواہی ہے، لیکن انہوں نے کہا: ظاہر یہ ہے کہ اس کا عمل ایسا غبن ہے جو فروخت کرنے والے کے دھوکہ دینے وغیرہ سے پیدا ہوا، لہذا وہ اس کی ضرر رسائی کی پرواہ نہ کرے گا، اس لئے کہ وہ گنہ گار ہے، برخلاف اس صورت کے جبکہ فروخت کرنے والے کی کوتاہی کے بغیر پیدا ہوا، اس لئے کہ فسخ میں اس کا ضرر ہے اور ضرر کا ازالہ ضرر سے نہیں ہوتا۔

شروانی نے صراحت کی ہے کہ اگر دوسرے خریدار کو کبھی ہوئی چیز میں کسی عیب کا علم ہو جائے تو اس کے خریدار کو اس کی خبر دینا واجب ہے، اور یہ اس صورت میں صادق آتا ہے جبکہ فروخت کرنے والا عیب

سے ماوقف ہو، حالانکہ اس صورت میں اس کی کوئی کوتاہی نہیں ہے۔ اور اس میں اور غبن میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لئے کہ لحاظ ضرر ہونے کا ہے۔ اور انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ یہ غور کا مقام ہے۔ اور ان کی رائے ہے کہ خیر خواہی کے وجوب کا تقاضا ہے کہ دھوکہ کھانے والے کو بتا دیا جائے اگرچہ دھوکہ اس کی کوتاہی سے پیدا ہوا ہو، لیکن نصیحت فروخت کے بغیر صرف بتا دینے سے حاصل ہو سکتی ہے<sup>(۱)</sup>۔

۱۲۶- فقہاء نے اس سے بولی بول کر نیلامی کی بیع کو مستثنیٰ کیا ہے، اس کو بیع ولالت کہا جاتا ہے<sup>(۲)</sup>۔ اور ”مزایدہ“ بھی کہا جاتا ہے۔ فقہاء نے اس کو خرید پر خرید اور مول پر مول سے مستثنیٰ کیا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ سامان کی نیلامی کی جائے اور لوگ ایک دوسرے سے بڑھا کر بولی بولیں، تا آنکہ آخری زائد حد پر رک جائے اور اسی میں اس کو ملے۔

یہ بیع باتفاق امت مسلمہ جائز ہے جیسا کہ حنابلہ نے صراحت کی ہے۔ انہوں نے اس کو صحیح قرار دیا ہے، مگر وہ نہیں کہا ہے۔ شافعیہ نے اس میں دو قیدیں لگائی ہیں: یہ کہ اس میں کسی کو ضرر پہنچانے کا قصد نہ ہو، اور خریدنے کے ارادہ سے ہو، ورنہ دام بڑھانا حرام ہوگا، اس لئے یہ ”نجش“ (قیمت بڑھا کر دھوکہ میں ڈالنا) ہے<sup>(۳)</sup>۔  
۱۲۷- نیلامی کی بیع کے جواز کی دلیل:

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں ہے کہ ایک انصاری سوال کرنے آئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا: ”ما فی بیتک شیء؟“ قال: بلی! حلس یلبس بعضہ، ویبسط

(۱) تحفۃ المحتاج و جامعہ الشروانی ۳/۳۱۳، ۳۱۵۔

(۲) الدر المختار ۳/۳۳۳۔

(۳) القوانين الخفیہ ۱/۵۷، الدر المختار ۳/۳۳۳، تحفۃ المحتاج ۳/۳۱۳، المغنی ۳/۲۷۹، کشاف القناع ۳/۱۸۳، جامعہ الحرمین علی شروح الفتح ۳/۹۱۔



## بیع منہی عنہ ۱۲

بعضہ، وقعب يشرب فيه الماء، قال: انتني بهما، فاتاه بهما، فأخذهما رسول الله ﷺ وقال: من يشتري هذين؟ فقال رجل: أنا أخذتهما بدرهم، قال: من يزيد علي درهم؟ مرتين أو ثلاثا، فقال رجل: أنا أخذتهما بدرهمين، فأعطاهما إياه، وأخذ الدرهمين، فأعطاهما الأنصاري، وقال: اشتر بأحدكما طعاما فانبذه إلي أهلک، واشتر بالآخر قلوبا، فانتني به فاتاه به، فشده رسول الله ﷺ عودا ببده، ثم قال له: اذهب فاحتطب وبع، ولا أرينک خمسة عشر يوما، فذهب الرجل يحتطب ويبيع، فجاء وقد أصاب عشرة دراهم، فاشترى ببعضها ثوبا، وببعضها طعاما، فقال له رسول الله ﷺ: هذا خير لك من أن تجيء المسألة نكتة في وجهک يوم القيامة. إن المسألة لا تصلح إلا لثلاثة: لذي فقر مدقع، أو لذي غرم مفظع، أو لذي دم موجع“ (۱)

(تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں، ایک ٹاٹ ہے جس کا کچھ حصہ ہم اپنے بدن پر ڈالتے ہیں اور کچھ حصہ بچھا لیتے ہیں، اور ایک قعب ہے جس میں پانی پیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو میرے پاس لاؤ، وہ لے کر آئے، آپ ﷺ نے ان دونوں کو لے کر فرمایا: انہیں کون خریدے گا؟ ایک آدمی نے کہا: میں ان کو ایک درہم میں خریدوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ایک درہم سے کوئی بڑھائے گا؟ دو یا تین بار آپ ﷺ نے یہی فرمایا۔ تو ایک شخص نے کہا: میں ان کو دو درہم میں لوں گا۔ آپ

نے وہ دونوں اس کو دے دیئے اور دو درہم لے لئے۔ اور درہم انصاری کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا: ایک درہم کا غلہ خرید کر اپنے گھر والوں کو دے آؤ۔ اور دوسرے درہم کا گلہ خرید کر میرے پاس لاؤ، وہ لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے اس میں لکڑی (درہم) لگایا، اور پھر ان سے فرمایا: جاؤ لکڑیاں اکٹھا کرو اور بیچو، اور میں تمہیں پندرہ روز تک نہ دیکھوں۔ وہ گئے اور لکڑی جمع کرتے اور فروخت کرتے رہے۔ آئے تو ان کے پاس دس درہم تھے۔ کچھ سے کچھ خرید، کچھ سے غلہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تمہارے لئے اس سے بہتر ہے کہ یہ مالگنا قیامت کے دن تمہارے چہرہ پر دان بن کر آئے۔ سوال کرنا صرف تین اشخاص کے لئے درست ہے: سخت فقر والے یا خوف ناک قرض میں مبتلا شخص کے لئے یا تکلیف دہ خون والے کے لئے (یعنی خون بہا کے لئے)۔

کاسانی نے اس حدیث کے تحت لکھا ہے: رسول اللہ ﷺ مکروہ بیع کری نہیں سکتے تھے (۱)۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مسلمان بازاروں میں نیلامی کی بیع کرتے رہے ہیں (۲)۔  
یہ فقراء کی بیع ہے جیسا کہ کاسانی نے کہا اور اس کی ضرورت ہے (۳)۔

نیز اس لئے کہ ممانعت محض بیع کی حالت میں مول کرنے سے وارد ہے، اور نیلامی کی حالت بیع سے خارج ہے (۴)۔ ”مزاید“ کے احکام کی تفصیل اس کی اپنی اصطلاح میں ہے۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۲۳۲۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۸۳۔

(۳) الہدایہ مع الشروح ۶/۱۰۸، تمیز الحقائق ۳/۶۷، ۶۸۔

(۴) کشاف القناع ۳/۱۸۳۔

(۱) حدیث: ”إن المسألة لا تصلح...“ کی روایت احمد (۳/۱۱۳ طبع المیسر) نے کی ہے، ابن حجر نے کہا: ابوکرختی کی حالت مجہول ہونے کی وجہ سے ابن تظان نے اس کو معلول کہا ہے اور بخاری کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اس کی حدیث صحیح نہیں، (تخصیر المیر ۳/۱۵ طبع شرکت المطابع النعیمیہ)۔

## بیع منہی عنہ ۱۲۸

ھ۔ نجش:

۱۲۸۔ نجش جیم کے سکون کے ساتھ مصدر، اور جیم کے فتح کے ساتھ ام مصدر ہے<sup>(۱)</sup>۔ اور اس کے لغوی معانی میں سے بھڑکانا ہے۔ کہا جاتا ہے: جب کوئی شخص پرندہ کو اس کی جگہ سے بھڑکائے۔ فیوئی نے کہا: نجش الرجل ینجش نجشاً: سامان کی قیمت کو بڑھا، حالانکہ خریداری کا ارادہ نہ ہو، محض دوسروں کو دھوکہ دینا اور اس میں پھنسانا ہو، اسی طرح نکاح وغیرہ میں ہوتا ہے۔

نجش کی اصل استتار (چھپنا) ہے، اس لئے کہ نجش کرنے والا اپنے ارادہ کو چھپاتا ہے۔ اور اسی سے شکاری کو "ناجش" کہا جاتا ہے، اس لئے کہ وہ چھپتا ہے<sup>(۲)</sup>۔

فقہاء نے اس کی تعریف یہ کی ہے کہ ایک شخص قیمت بڑھائے جبکہ خریدنے کا ارادہ نہ ہو، محض دوسروں کو ترغیب دینے کے لئے ہو، یا بکی ہوئی چیز کی بلاوجہ تعریف کرے، تاکہ اس کی شہرت ہو<sup>(۳)</sup>۔

حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث میں اس سے ممانعت وارد ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لا تلقوا الركبان، ولا بیع بعضکم علی بیع بعض، ولا تناجشوا، ولا بیع حاضر لباد، ولا تصروا الغنم"<sup>(۴)</sup> (سواروں سے ملاقات نہ

(۱) الدر المختار ۳/۱۳۲، تبیین الحقائق ۳/۶۷، فتح القدیر ۶/۱۰۷، شرح الدرر ۳/۶۷، حاشیہ الشروانی علی تحفہ المحتاج ۳/۳۱۵، حاشیہ الجمل علی شرح الصحیح ۳/۹۲۔

(۲) المصباح لمیر مادہ "نجش"۔

(۳) الہدایہ مع الشروح ۶/۱۰۶، بدائع الصنائع ۵/۲۳۳، ابن ماجہ ۳/۱۳۲، الشرح المکبیر للدرر ۳/۶۸، شرح الخرش ۵/۸۲، تحفہ المحتاج ۳/۳۱۵، شرح المجل علی المنہاج ۳/۱۸۳، المغنی ۳/۲۷۸۔

(۴) حدیث: "لا تلقوا الركبان ولا بیع بعضکم علی بعض....." کی روایت بخاری (الفتح ۳/۳۶۱ طبع استغنیہ) اور مسلم (۳/۱۱۵ طبع المجل) نے کی ہے اور الفاظ بخاری کے ہیں۔

کرو) (جو غلہ لاتے ہیں)، کوئی دوسرے کی بیع پر بیع نہ کرے، ایک دوسرے کو نجش (دھوکہ) نہ دو، شہری باہر والے کے لئے بیع نہ کرے۔ اور بکری کے تھن میں دودھ جمع نہ کرو)۔

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے: "أن رسول الله ﷺ نهى عن النجش"<sup>(۱)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے نجش (قیمت بڑھا کر دھوکہ میں ڈالنے سے) منع فرمایا ہے)۔

الف۔ جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ یہ حرام ہے، اس لئے کہ اس کی ممانعت ثابت ہے جیسا کہ گزرا، نیز اس میں مسلمان کو دھوکہ دینا ہے جو حرام ہے۔

ب۔ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ مکروہ تحریمی ہے اگر سامان اپنی قیمت کے مطابق ہو، ہاں اگر اپنی قیمت کے مطابق نہ ہو تو مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ خداع (دھوکہ) نہیں ہوا<sup>(۲)</sup>۔

یہ اس کا شرعی حکم ہے۔ اور اس کا قانونی حکم یہ ہے:

الف۔ جمہور فقہاء یعنی حنفیہ، شافعیہ نیز حنابلہ کے یہاں صحیح مذہب یہ ہے کہ بیع صحیح ہے، اس لئے کہ نجش ناجش کا فعل ہے، عقد کرنے والے کا نہیں، لہذا وہ بیع میں اثر انداز نہ ہوگا۔ اور ممانعت آدمی کے حق کے لئے ہے، لہذا وہ عقد کو نافذ نہ کرے گا جیسے سواروں سے ملاقات کرنا، اور عیب دار اور عیب چھپائے ہوئے سامان کی بیع۔ برخلاف اس صورت کے، جبکہ اللہ کا حق ہو، اس لئے کہ بندہ کے حق کی تلافی اختیار یا ثمن میں اضافہ کے ذریعہ ہو جاتی ہے۔

ب۔ امام مالک کا مذہب اور امام احمد سے ایک روایت ہے کہ بیع نجش صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ یہ ممنوع ہے، اور ممانعت کا

(۱) حدیث: "نهى عن النجش....." کی روایت مسلم (۳/۱۱۵ طبع المجل) نے کی ہے۔

(۲) المغنی ۳/۲۷۸، القوانين المفیدہ ۵/۷۵، تحفہ المحتاج ۳/۳۰۸، ۳/۳۱۵، الدر المختار ۳/۱۳۲، الہدایہ مع فتح القدیر والعتابہ ۶/۱۰۶۔

تقاضا فساد ہے۔ خلیل نے کہا: جیسے ”تلفی سلع“ یا صاحب سلع سے تلفی۔ اور مالکیہ

میں ابن جزئی کی تعبیر ”تلفی السلعة“ ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ کی تعبیر ”تلفی رکبان“ ہے۔

تلفی: اس شہر سے باہر جانا ہے جہاں خوراک<sup>(۱)</sup> وغیرہ لائی جاتی ہے۔

جلب (جیم اور لام پر فتح کے ساتھ) جالب کے معنی میں ہے، یا مجلوب کے معنی میں، لہذا اودہ ”فعل“ بمعنی مفعول ہوا<sup>(۲)</sup>۔ اور مجلوب وہ ہے جس کو ایک شہر سے دوسرے شہر میں لایا جائے۔ مالکیہ کی تعبیر میں ”تلفی سلع“ سے یہی مراد ہے۔

اسی طرح لفظ ”رکبان“ (شافعیہ اور حنابلہ کی تعبیر میں) راکب کی جمع ہے۔ اور اس لفظ کے ذریعہ تعبیر غالب استعمال کے مطابق ہے۔ مراد آنے والا ہے کو کہ تنہا ہوا یا پیدل ہو<sup>(۳)</sup>۔

### تلفی کا شرعی حکم:

۱۳۰ - جمہور فقہاء کے نزدیک بیع تلفی حرام ہے، اس لئے کہ اس فرمان نبوی میں اس کی ممانعت وارد ہے: ”لَا تَلْقُوا الْجَلْب، فَمَنْ تَلْقَاهُ فَاشْتَرِ مِنْهُ، فَإِذَا أَتَى سَيْلَهُ (أي صاحبه) السُّوقُ فَهُوَ بِالْخِيَارِ“<sup>(۴)</sup> آگے جا کر باہر سے مال لانے والوں سے نہ ملو۔ اگر کوئی آگے جا کر ملے اور مال خرید لے پھر مال کا مالک بازار میں آئے تو اس کو اختیار ہوگا۔

تاہم فقہاء نے اس بیع میں فسخ کرنے کا اختیار ملنے کی صراحت کی ہے:

چنانچہ مالکیہ نے کہا: اگر فروخت کرنے والے کو بخش کرنے والے کا علم ہو اور وہ خاموش رہے، تو خریدار کو یہی ہوئی چیز رد کرنے کا اختیار ہوگا اگر وہ چیز باقی ہو، اور وہ اس کو روک بھی سکتا ہے، لیکن اگر یہی ہوئی چیز فوت ہو چکی ہو تو واجب قبضہ کے دن کی قیمت ہے، اگر وہ چاہے، اور اگر چاہے تو بخش کا ثمن ادا کر دے۔

اور اگر بائع کو بخش کرنے والے کا علم نہ ہو تو خریدار کو کچھ کہنے کا حق نہیں ہے، اور بیع فاسد نہ ہوگی، اور گناہ ایسا کرنے والے پر ہوگا، یہ شافعیہ کے نزدیک ایک قول ہے، کیونکہ انہوں نے ساز باز کرنے پر خریدار کے لئے اختیار ثابت کیا ہے۔

جبکہ شافعیہ کے یہاں اصح یہ ہے کہ خریدار کے لئے اختیار نہیں ہے، اس لئے کہ اس کی کوتاہی ہے۔

حنابلہ کہتے ہیں: بیع صحیح ہے، خواہ بخش بائع کی جانب سے ساز باز سے ہو یا نہ ہو، لیکن اگر بیع میں ایسا غبن ہے جو عادتاً نہیں چلتا، تو خریدار کو فسخ کرنے اور نافذ کرنے کا اختیار ہے جیسا کہ ”تلفی رکبان“ میں، اور اگر اس جیسا غبن چلتا ہو تو اس کے لئے اختیار نہیں ہوگا<sup>(۱)</sup>۔

اس سلسلہ میں تفصیلی احکام ہیں، جن کو اصطلاح ”بخش“ میں دیکھا جائے۔

### و۔ ”تلفی جلب“ یا ”رکبان“ یا ”سلع“:

۱۲۹ - حنفیہ کی تعبیر ”تلفی جلب“ اور مالکیہ کی تعبیر ”تلفی سلع“ ہے۔

(۱) المغنی ۲/۷۸، شرح الکبیر للردی وحامیۃ الدسوقی ۶۸/۳، شرح الحرثی ۸۲/۵، ۸۳، شرح المحلی علی المہاج ۱۸۲/۲، تحفۃ المحتاج ۳۱۶/۲۔

(۱) دیکھئے: شرح الکبیر للردی ۷۰/۳۔

(۲) المصباح للمیر مادہ ”جلب“، الدر المختار و رد المحتار ۱۳۲/۳۔

(۳) تحفۃ المحتاج ۳/۱۱۳، فتح القدیر ۶/۱۰۷، بدائع الصنائع ۵/۳۳۲، رد المحتار ۱۳۲/۳، حاشیۃ اعلیٰ علی تبیین الحقائق ۶۸/۳۔

(۴) حدیث: ”لَا تَلْقُوا الْجَلْب“ کی روایت مسلم (۱۱۵۷/۳ طبع المعجمی) نے کی ہے۔



سے نہیں ہے، بلکہ اس کا تعلق ایک طرح کے دھوکے سے ہے، جس کی تلافی خیار ثابت کر کے ممکن ہے، لہذا یہ بیع مضراۃ کے مشابہ ہے، اور بیع الحاضر للبادی (شہری کا دیہاتی کے لئے بیچنے) سے الگ ہے، اس لئے کہ اس کی تلافی خیار کے ذریعہ ممکن نہیں ہوتی ہے، اس لئے کہ ضرر اس کا نہیں بلکہ مسلمانوں کا ہے۔

امام احمد سے ایک دوسری روایت یہ ہے کہ تلغی فاسد ہوگی، اس کی وجہ ظاہر ممانعت ہے۔ ابن قدامہ نے کہا: پہلا قول زیادہ صحیح ہے<sup>(۱)</sup>۔

### ز- شہری کی دیہاتی سے فروخت:

۱۳۲- متعدد احادیث میں اس سے ممانعت وارد ہے، مثلاً حضرت جابرؓ کی مرفوع روایت ہے: ”لا یبیع حاضر لباد، دعوا الناس یوزق اللہ بعضهم من بعض“<sup>(۲)</sup> (شہری باہر والے کے لئے نہ بیچے، لوگوں کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے روزی دیتا ہے)۔

”بیع الحاضر للبادی“ سے مراد کیا ہے؟ اس کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے، جمہور کے نزدیک اس سے مراد یہ ہے کہ شہری باہر والے کا دلال ہو، اس سے ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ اس کے نتیجے میں سرخ اوپر اٹھنے کی وجہ سے اہل شہر کو نقصان پہنچے گا۔ اس کی اور بھی تشریح کی گئی ہے۔ اور ممانعت کے لئے جواز اور عدم جواز اور صحت یا باطل ہونے کے لحاظ سے کچھ شرائط اور تفصیلات ہیں۔

اس کو اصطلاح ”بیع الحاضر للبادی“ میں دیکھا جائے۔

حنفی کی رائے ہے کہ تلغی مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں ضرر یا غرر ہے، یا جیسا کہ کاسانی نے کہا: اس لئے کہ بیع اپنی ذات میں مشروع ہے، اور ممانعت دوسری چیز میں ہے۔ یعنی پہلی تفسیر کے مطابق (جس کو ہم نے ان کے نزدیک ذکر کیا ہے) عام لوگوں کو نقصان پہنچانا، اور دوسری تشریح کے مطابق سامان کے مالکین کو دھوکہ دینا ہے، لہذا اگر ضرر یا غرر نہ ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اور نہ ہی مکروہ ہے، جیسا کہ مرغینانی، کرلانی، کاسانی، زیلعی اور حصکھی نے اس کی صراحت کی ہے، اس لئے کہ اس میں ضرر نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

لہذا ابن قدامہ کا قول کہ امام ابو حنیفہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اور رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنا زیادہ واجب ہے<sup>(۲)</sup>، علی الاطلاق نہیں ہے۔ اور مکروہ بیوع کا فسخ کرنا ان دونوں میں سے ہر ایک پر واجب ہے، تاکہ گناہ کا خاتمہ ہو، اور کراہت ان کے نزدیک مطلق ہونے کے وقت حرمت کے لئے ہے، جیسا کہ یہاں ہے اور جیسا کہ ہر مکروہ بیع میں ہے۔

### تلغی کا قانونی حکم:

۱۳۱- جمہور فقہاء کے نزدیک بیع تلغی صحیح ہے، اور اس کی وجہ سے عقد فسخ نہ ہوگا۔ ابن قدامہ نے ابن عبدالبر سے نقل کیا ہے کہ ہر ایک کے قول کے مطابق بیع صحیح ہے۔ اور صحت کی توجیہ یہی ہے کہ: حضرت ابو ہریرہ کی سابقہ حدیث میں ”خیار“ کا اثبات ہے۔ اور خیار صرف عقد صحیح میں ہی ہو سکتا ہے۔

اور اس لئے کہ ممانعت فروخت شدہ چیز میں موجود علت کی وجہ

(۱) بدائع الصنائع ۵/۲۳۲، الہدایہ وشرح النہایہ ۶/۱۰۷، تبیین الحقائق

۴۸۴، الدر المختار ۴/۱۳۲۔

(۲) المغنی ۴/۲۸۱، الدر المختار ۴/۱۳۲۔

(۱) المغنی ۴/۲۸۱، ۲۸۲۔

(۲) حدیث: ”لا یبیع حاضر لباد“ کی روایت مسلم (۳/۵۷۷ طبع المجلد) نے کی ہے۔

نوع دوم: وہ اسباب جن کے نتیجے میں دینی یا خالص عباداتی مخالفت لازم آئے:

الف- اذان جمعہ کے وقت بیع:

۱۳۳۳ مقرر آن کا حکم ہے کہ جمعہ کے دن نداء (اذان) کے وقت بیع ترک کر دی جائے۔ فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ، ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ“ (۱) (اے ایمان والو! جب جمعہ کے دن اذان کہی جائے نماز کے لئے تو چل پڑا کرو اللہ کی یاد کی طرف اور خرید و فروخت چھوڑ دیا کرو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو)۔

بیع ترک کرنے کا حکم اس کی ممانعت ہے۔

اس نص کی وجہ سے بیع کے حرام ہونے میں فقہاء کا اختلاف نہیں ہے۔

البتہ جمعہ کی دو اذانیں ہیں، ان میں سے کس اذان کے وقت کو بیع سے ممانعت کا محل مانا جائے گا؟

الف۔ اس سلسلے میں جمہور فقہاء کی رائے جن میں سے بعض حنفیہ مثلاً طحاوی بھی ہیں، یہ ہے کہ یہ وہ اذان ہے جس کا تعامل جاری ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں صرف یہی اذان تھی یعنی جمعہ کی وہ اذان جو منبر کے سامنے اس وقت ہوتی ہے جب امام منبر پر موجود ہوتا ہے، لہذا ”نداء“ سے یہی اذان مراد ہوگی۔ اور اسی وجہ سے مالکیہ اور حنابلہ نے اس کو اذان ثانی کے ساتھ مقید کیا ہے (۲)۔

(۱) سورہ جمعہ ۹۔

(۲) الہدایہ مع الشرح ۳۸/۲، شرح المنہج للبخاری ۵۳/۲، شرح الخرشنی ۹۰/۲، القوانین الفقہیہ ۵۷/۲، ۵۸/۲، ۵۹/۲، ۶۰/۲، ۶۱/۲، ۶۲/۲، ۶۳/۲، ۶۴/۲، ۶۵/۲، ۶۶/۲، ۶۷/۲، ۶۸/۲، ۶۹/۲، ۷۰/۲، ۷۱/۲، ۷۲/۲، ۷۳/۲، ۷۴/۲، ۷۵/۲، ۷۶/۲، ۷۷/۲، ۷۸/۲، ۷۹/۲، ۸۰/۲، ۸۱/۲، ۸۲/۲، ۸۳/۲، ۸۴/۲، ۸۵/۲، ۸۶/۲، ۸۷/۲، ۸۸/۲، ۸۹/۲، ۹۰/۲، ۹۱/۲، ۹۲/۲، ۹۳/۲، ۹۴/۲، ۹۵/۲، ۹۶/۲، ۹۷/۲، ۹۸/۲، ۹۹/۲، ۱۰۰/۲۔

ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: ”کان النداء يوم الجمعة أوله إذا جلس الإمام على المنبر، على عهد رسول الله ﷺ و أبي بكر وعمر رضي الله عنهما، فلما كان عثمان رضي الله عنه وكثير الناس، زاد النداء الثالث على الزوراء“ (حضور ﷺ کے زمانہ میں، اور حضرت ابو بکر و عمر کے زمانہ میں جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوا کرتی تھی جب امام (خطبہ کے لئے) منبر پر بیٹھتا تھا، حضرت عثمان کے زمانہ میں جب لوگ بہت ہو گئے تو انہوں نے ”زوراء“ پر تیسری اذان کا اضافہ کیا)۔

ایک روایت میں الفاظ ہیں: ”زاد الثاني“ (دوسری اذان کا اضافہ کیا)۔

ایک اور روایت میں ہے: ”على دار في السوق، يقال لها: الزوراء“ (۱) (بازار میں ایک مکان پر جس کو ”زوراء“ کہا جاتا ہے)۔ اور ہمارے زمانہ میں پہلی اذان کو تیسری اذان کہنا اس لئے ہے کہ اقامت کو (جیسا کہ ابن البہام کہتے ہیں) اذان کہا جاتا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ”بین کل أذانین صلاة“ (۲) (ہر دو اذانوں کے درمیان نماز ہے)۔

نیز اس لئے کہ اس اذان کے وقت خرید و فروخت نماز سے

(۱) حدیث: ”السائب بن یزید...“ کی روایت بخاری (الفتح ۳۵۳/۲ طبع المستقیم) نے کی ہے دوسری روایت بخاری (۳۹۶/۲) نے کی ہے، اور تیسری روایت ابن ماجہ (۲۵۹/۱ طبع المحلی) نے کی ہے نیز دیکھئے: فتح القدیر شرح الہدایہ ۳۸/۲۔

(۲) حدیث: ”بین کل أذانین صلاة...“ کی روایت بخاری (الفتح ۱۱۰/۲ طبع المستقیم) اور مسلم (۵۷۳/۱ طبع المحلی) نے کی ہے نیز دیکھئے: فتح القدیر ۳۸/۲۔

## بیع منہی عنہ ۱۳۴-۱۳۵

پہلے بھی وقت ہے<sup>(۱)</sup>، کیونکہ امام احمد کے نزدیک جمعہ کا وقت ایک نیزہ سورج کے بلند ہونے سے ظہر کے آخری وقت تک ہے۔

### اس کا شرعی حکم:

۱۳۴- جمہور فقہاء کے نزدیک اذان کے وقت خرید و فروخت سے ممانعت تحریمی ہے، مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

جبکہ حنفیہ نے لکھا ہے کہ ممانعت کا کم از کم درجہ کراہت ہے، اور یہ کہ ترک بیع واجب ہے، لہذا وہ مذہب کے مطابق طریقین یعنی فروخت کرنے والے اور خریدار کی طرف سے مکروہ تحریمی ہے۔ اس پر حرام کا اطلاق صحیح ہے جیسا کہ مرغینانی کی تعبیر ہے، اور اس کو ترک کرنا فرض ہے جیسا کہ شربلالی کی تعبیر ہے<sup>(۲)</sup>۔

### اس بیع کی حرمت کی قیود:

۱۳۵- تحریم یا کراہت کی متقاضی یہ ممانعت چند قیود کے ساتھ مقید ہے:

الف- بیع میں مصروف شخص ان لوگوں میں سے ہو جن پر جمعہ لازم ہے، لہذا عورت، بچہ، اور مریض پر بیع حرام نہیں ہے بلکہ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ اس ممانعت سے وہ لوگ مستثنیٰ ہیں جن پر جمعہ واجب نہیں ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) المغنی ۲/۱۳۵۔

(۲) دیکھئے: القوانین الفقہیہ ص ۵۷، شرح المسیح بحامیہ الجمل ۲/۵۳، کشاف القناع ۳/۱۸۰، حامیہ العلیٰ تبیین الحقائق ۳/۶۸، حامیہ الخطاوی علی مرآی الفلاح ۲/۲۸۲، نیز دیکھئے: الدر المختار ۲/۱۳۱، انہوں نے کراہت تحریمی سے تعبیر کیا ہے، الہدایہ مع الشروح ۲/۳۸۔

(۳) حامیہ الخطاوی علی مرآی الفلاح ۲/۲۸۲، شرح المسیح بحامیہ الجمل ۲/۵۳، المغنی ۲/۱۳۶، الدر المختار رد المحتار ۲/۱۳۲۔

ہٹا دے گی، اور پوری یا بعض نماز کے فوت ہونے کا ذریعہ بنے گی<sup>(۱)</sup>۔

ب- حنفیہ کے نزدیک قول اصح اور مختار اور اسی کو شمس الامم نے اختیار کیا ہے، یہ ہے کہ ممنوع پہلی اذان کے وقت بیع ہے جو منارہ پر ہوتی ہے، اور اسی اذان کے وقت جمعہ کے لئے سعی کرنا واجب ہوتا ہے۔ اور اسی کو حسن نے امام ابو حنیفہ سے روایت کیا ہے، اگر وہ اذان زوال کے بعد ہو۔

اس کی توجیہ انہوں نے یہ کی ہے کہ اطلاع اور خبر دینا اسی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے، نیز اگر وہ منبر کے پاس اذان کا انتظار کرے تو سنت کی ادائیگی اور خطبہ کا سننا رہ جائے گا۔ بسا اوقات جمعہ بھی چھوٹ سکتا ہے اگر اس کا گھر جامع مسجد سے دور ہو۔

بلکہ خطاوی نے طحاوی کی رائے کے متعلق صاحب ”البحر“ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ وہ ضعیف ہے<sup>(۲)</sup>۔

ج- امام احمد سے ایک روایت ہے جس کو ”تقاضی“ نے نقل کیا ہے کہ بیع زوال شمس سے حرام ہو جاتی ہے کو کہ امام منبر پر نہ بیٹھا ہو۔ یہ روایت حنفیہ کے مذہب سے قریب ہے، لیکن ابن قدامہ کا فیصلہ ہے کہ یہ چند وجوہ سے صحیح نہیں جو یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت کی ممانعت کو اذان پر معلق کیا ہے، وقت پر نہیں اور اس لئے کہ اس کا مقصد جمعہ کو پانا ہے۔ اس کا حصول منبر پر امام کے بیٹھنے کے فوراً بعد والی اذان سے ہوگا، نہ کہ اس سے جس کا ذکر ”تقاضی“ نے کیا ہے، یعنی زوال آفتاب سے، اگرچہ امام منبر پر نہ بیٹھا ہو، نیز اس لئے کہ اگر خرید و فروخت کی حرمت وقت پر معلق ہوتی تو زوال کے ساتھ خاص نہ ہوتی، اس لئے کہ اس سے

(۱) کشاف القناع ۳/۱۸۰۔

(۲) الہدایہ والحنایہ ۲/۳۸، تبیین الحقائق ۳/۶۸، مرآی الفلاح بحامیہ الخطاوی ۲/۲۸۲، الدر المختار ۲/۱۳۲۔



### بیع منہی عنہ ۱۳۶-۱۳۷

دوسرے عقود کو شامل ہے بلکہ حنفیہ نے ہر اس چیز کے ترک کی صراحت کی ہے جس کے نتیجے میں جمعہ کے لئے سعی سے رکاوٹ پیش آئے یا اس میں خلل پڑے۔

مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ بیع، اجارہ، تولیہ، شرکت، اتالیق اور شفعہ کو فسخ کر دیا جائے گا، نکاح، صدقہ، بیہ، کتابت اور خلع کو نہیں۔

شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ عقود اور صنعتوں وغیرہ میں مصروف ہونا حرام ہے، جن کی وجہ سے جمعہ سے رکاوٹ ہو<sup>(۱)</sup>۔

حنابلہ کے یہاں ایک قول ہے کہ بیع کے علاوہ دوسرے عقود مثلاً اجارہ، صلح اور نکاح حرام ہیں، اس لئے کہ یہ عقود معاوضہ ہیں، لہذا بیع کے مشابہ ہو گئے۔

حنابلہ کا مذہب یہ ہے کہ اذان ثانی کے شروع ہونے کے بعد خاص طور پر صرف خرید و فروخت حرام اور غیر صحیح ہیں، لہذا ان کے نزدیک دوسرے عقود مثلاً نکاح، اجارہ اور صلح وغیرہ جیسے قرض، رہن، ضمان (کفالہ) صحیح ہیں، اس لئے کہ ممانعت صرف بیع کے بارے میں وارد ہے، اور دوسرے عقود اس کے برابر نہیں ہیں کہ وہ کم پیش آتے ہیں، لہذا ان کی اباحت جمعہ فوت ہونے کا ذریعہ نہ ہوگی۔ اور ان کو بیع پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

انہوں نے صراحت کی ہے کہ جس بیع میں خیار ہے اس کو مانع کرنا یا فسخ کرنا صحیح ہے۔ اور ”خیار“ میں محض مانع کرنا اور فسخ کرنا بیع نہیں مانا جائے گا<sup>(۲)</sup>۔

نماز ختم ہونے تک بیع کی حرمت کا برقرار رہنا:

۱۳۷- تقریباً فقہاء کا اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اذان کے وقت

(۱) مراتی الفلاح و جامعہ الطحاوی ۲/۲۸۲، القوانین الفقہیہ ص ۷۵، شرح النجاشی

بیہیہ الجمل ۲/۵۳، جوہر لا کلیل لآبی ۱/۹۹ طبع دار المعرفہ بیروت۔

(۲) کشاف القناع ۳/۱۸۱، نیز دیکھئے المغنی ۲/۱۳۶۔

تاہم حنابلہ میں سے ابن ابی موسیٰ نے غیر مخاطب لوگوں کے بارے میں دو روایتیں ذکر کی ہیں۔ اور ان کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ حرمت جمعہ کے مخاطب لوگوں کے ساتھ خاص ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بیع سے صرف ان لوگوں کو منع کیا ہے جن کو سعی کا حکم دیا ہے، لہذا جو سعی کے مخاطب نہیں ان کو ممانعت شامل نہ ہوگی، نیز اس لئے کہ خرید و فروخت کی حرمت کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ اس کی وجہ سے جمعہ سے رکاوٹ پیش آتی ہے، جو ان غیر مخاطب لوگوں کے حق میں معدوم ہے۔

ب- بیع میں مصروف شخص ممانعت سے واقف ہو، جیسا کہ شافعیہ نے اس کی صراحت کی ہے۔

ج- بیع کی مجبوری نہ ہو مثلاً مضطر اپنے کھانے کے لئے بیع کرے اور اس میت کے لئے کفن کی بیع جس میں تاخیر سے تغیر کا اندیشہ ہو، ورنہ کوئی حرمت نہیں ہوگی، کو کہ جمعہ فوت ہو جائے جیسا کہ شافعیہ میں سے ”الجمل“ کہتے ہیں۔

د- بیع اذان خطبہ کے شروع ہونے کے بعد ہو جیسا کہ جمہور کی تعبیر ہے<sup>(۱)</sup>، یا اذان خطبہ کے وقت ہو جیسا کہ مالکیہ کی بھی تعبیر ہے۔

ه- اذان زوال کے بعد ہو، اس کے علاوہ حنفیہ نے کسی قید کو نہیں ذکر کیا ہے<sup>(۲)</sup>۔

حرمت میں بیع کے علاوہ دوسرے عقود کو بیع پر قیاس کرنا:

۱۳۶- جمہور کے نزدیک خرید و فروخت کی ممانعت نکاح اور

(۱) المغنی ۲/۱۳۶، جامعہ الجمل علی شرح النجاشی ۲/۵۳، کشاف القناع ۳/۱۸۰،

۱۸۱، اس میں کچھ اور مثالیں مذکور ہیں۔

(۲) شرح الحرثی و جامعہ الصدوق ۲/۹۰، الہدایہ و شرح الغنایہ ۲/۳۸، ۳۹، مراتی

الفلاح ۲/۲۸۲۔

## بیع منہی عنہ ۱۳۸-۱۳۹

بیع کی ممانعت نماز سے فراغت تک برقرار رہتی ہے، اس سلسلے میں ان کی تصریحات یہ ہیں:

بیع، نکاح اور دوسرے عقود خطیب کے بیٹھنے کے وقت سے نماز کے اختتام تک حرام ہیں<sup>(۱)</sup>۔

حرمت جمعہ سے فراغت تک برقرار رہتی ہے<sup>(۲)</sup>۔

بیع اور صنعتوں کی حرمت اذان ثانی کے شروع ہونے یا اس وقت سے کہ اگر وہ اس میں دو گھر سے سعی کرے تو جمعہ کو پالے گا، نماز کے ختم ہونے تک برقرار رہتی ہے<sup>(۳)</sup>۔

اذان کے وقت بیع کے عمومی احکام:

اول: جس پر جمعہ لازم ہے اس کی طرف سے ایسے شخص کے ہاتھ بیع کا حکم جس پر جمعہ لازم نہیں:

۱۳۸ - فقہاء کا فیصلہ ہے کہ جس پر جمعہ واجب نہیں وہ اذان کے وقت بیع کی حرمت حکم سے مستثنیٰ ہے، بشرطیکہ ان دونوں پر جمعہ واجب نہ ہو<sup>(۴)</sup>، لہذا اگر ایسے دو اشخاص آپس میں بیع کریں جن پر جمعہ لازم نہیں تو نہ حرام ہے نہ مکروہ (جیسا کہ شافعیہ نے صراحت کی ہے)<sup>(۵)</sup>۔

اگر ایک پر جمعہ واجب ہو دوسرے پر نہ ہو:

تو جمہور حنفیہ اور شافعیہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ دونوں ہی گنہگار ہوں گے، اس لئے کہ پہلا شخص جس پر جمعہ واجب ہے اس نے ممانعت کا ارتکاب کیا، اور دوسرے شخص نے جس پر جمعہ واجب نہیں

(۱) القوانين الفہمہ ۱/ ۵۷، دیکھئے شرح الخرشی ۲/ ۹۰، اور عمومی طور پر دیکھئے:

مرآۃ الفلاح ۲/ ۲۸۳۔

(۲) جامعۃ الجمل علی شرح المصحح ۲/ ۵۳۔

(۳) کشاف القناع ۳/ ۱۸۱۔

(۴) جامعۃ الطحاوی علی مرآۃ الفلاح ۲/ ۲۸۲، بحوالہ ہفتانی۔

(۵) شرح المصحح الجمل ۲/ ۵۳۔

اس کو اس پر تعاون دیا۔

شافعیہ کے یہاں ایک قول جس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے، یہ ہے کہ دوسرے کے لئے بھی جس پر جمعہ واجب نہیں مکروہ ہے، لیکن وہ گنہگار نہ ہوگا<sup>(۱)</sup>۔

مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ اس حالت میں بیع وغیرہ کو فسخ کر دیا جائے گا جبکہ ایسے شخص کی طرف سے ہو جس پر جمعہ واجب ہے، کو کہ ایسے شخص کے ہاتھ ہو جس پر جمعہ واجب نہیں ہے<sup>(۲)</sup>۔

حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ جس پر جمعہ لازم ہے اس کے تعلق سے بیع صحیح نہیں ہے۔ اور دوسرے شخص کے لئے جس پر جمعہ لازم نہیں خرید و فروخت مکروہ ہے، اس لئے کہ اس میں گناہ پر تعاون کرنا ہے<sup>(۳)</sup>۔

دوم: اذان سن کر جامع مسجد جاتے ہوئے بیع کا حکم:

۱۳۹ - چونکہ جامع مسجد جانے والا ممنوع کے ارتکاب میں ملوث ہوتے ہوئے بھی ممانعت سے مطلوب امر کی تکمیل کر رہا ہے اس لئے فقہاء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے۔

الف - حنفیہ کے مذہب میں رائج شافعیہ کا مذہب، اور مالکیہ کا ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ دونوں چلتے چلتے بیع کریں تو حرام نہیں ہے، حنفیہ میں سے ابن نجیم نے ”اسراج“ کے حوالہ سے کہا ہے کہ مکروہ نہیں ہے اگر وہ جمعہ سے رکاوٹ نہ بنے۔ اور حاکمی نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے<sup>(۴)</sup>۔

(۱) جامعۃ الطحاوی علی مرآۃ الفلاح ۲/ ۲۸۲، شرح المصحح ۲/ ۵۳۔

(۲) جامعۃ الصدوی علی شرح الخرشی ۲/ ۹۰۔

(۳) کشاف القناع ۳/ ۱۸۰۔

(۴) رد المحتار ۱/ ۵۵۲، الدر المختار ۲/ ۱۳۲، شرح المصحح ۲/ ۵۳، جامعۃ الصدوی

۲/ ۵۳، جامعۃ الصدوی علی شرح کفاۃ الطالب ۱/ ۳۲۸۔

## بیع منہی عنہ ۱۴۰

اس نقطہ نظر کی صرف وہی تعلیل ہے جس کو حنفیہ میں سے شریعہ الی نے پیش کیا ہے کہ یہ سعی میں خلل انداز ہے، لہذا امر کے مطلق ہونے کی وجہ سے اس کا ترک کرنا واجب ہوگا۔ اسی طرح بعض مالکیہ کی رائے کے مطابق یہ سد ذریعہ کے لئے ہے (۱)۔

سوم: سعی کے بعد مسجد میں بیع کا حکم:

۱۴۰۔ فقہاء اس کی کراہت پر متفق ہیں:

الف۔ حنفیہ نے صراحت کی ہے کہ مسجد کے دروازہ پر یا مسجد میں اذان اول کے وقت جو زوال کے بعد ہو، بیع کرنے کا گناہ جمعہ کے لئے چلتے ہوئے بیع سے بڑھا ہوا ہے۔

ب۔ شافعیہ کی صراحت ہے کہ بیع وغیرہ سے ممانعت اس شخص کے حق میں ہے جو اس کے لئے مسجد کے علاوہ میں بیٹھا ہو، لیکن اگر اذان سننے کے بعد جامع مسجد یا اس سے قریب کسی جگہ بیٹھ گیا اور بیع کی تو حرام نہیں ہے، لیکن مسجد میں بیع کرنا مکروہ ہے، ابن حجر وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ ان کا قول حرمت کے زیادہ قریب ہے (۲)۔

ج۔ حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ اذان کے بعد نقد ثمن یا ذمہ میں واجب ثمن کے عوض پانی پینا مکروہ ہے، (جیسا کہ حرثین میں ہوتا ہے) بلکہ انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ اذان شروع ہونے کے بعد خرید و فروخت کی عدم صحت کا تقاضا حرمت ہی ہے۔ خاص طور پر جبکہ یہ مسجد میں ہو، الا یہ کہ کہا جائے کہ یہ حقیقت میں بیع نہیں ہے بلکہ لباحت ہے، پھر اس کی طرف سے نیابت ہوتی ہے (۳)۔

لیکن بیع کی ممانعت مطلقاً وارد ہے، لہذا ”اجتہاد“ کے ذریعہ اس کو بعض صورتوں کے ساتھ خاص کرنا حنفیہ کے قاعدہ کے مطابق نسخ ہے، لہذا اجتہاد کے ذریعہ تخصیص جائز نہیں ہوگی (۱)۔ عدم کراہت کی تعلیل یہ کی گئی ہے کہ اذان کے وقت بیع کی ممانعت کی وجہ سعی میں خلل کا پیش آنا ہے۔ اور جب سعی میں خلل نہیں ہے تو ممانعت بھی نہیں ہوگی۔

نیز یہ کہ اس نص قرآنی سے ان لوگوں کو خاص کر لیا گیا ہے جن پر جمعہ واجب نہیں ہے، اور عام میں جب تخصیص آجائے تو وہ ظنی ہو جاتا ہے۔ اور بعد میں اس کی تخصیص ”رائے“ یعنی اجتہاد کے ذریعہ بھی جائز ہو جاتی ہے (۲)۔

مالکیہ نے جواز کی توجیہ یہ کی ہے کہ بیع اس حالت میں ان دونوں کے لئے سعی سے رکاوٹ نہیں بنے گی، مالکیہ نے اس کو حضرت ابن عمرؓ سے نقل کیا ہے (۳)۔

ب۔ بعض حنفیہ مثلاً صاحب ”الہبر“، زیلعی، حاکمی کا قول باب جمعہ کے شروع میں، اور شریعہ الی کی رائے ہے کہ بیع کو چھوڑ دینا واجب ہے کہ سعی کے ساتھ ہو۔ صاحب ”الہبر“ نے صراحت کی ہے کہ اسی پر اعتقاد کرنا چاہئے (۴)۔

بعینہ یہی مالکیہ کا دوسرا قول بھی ہے، اور یہی حنابلہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے (۵)، کہ کوک انہوں نے بذات خود اس مسئلہ کو ذکر نہیں کیا ہے۔

(۱) تبیین الحقائق ص ۶۸، نیز دیکھئے: حاشیہ الطحاوی علی مرآۃ الفلاح ص ۲۸۲۔

(۲) الدر المختار رد المحتار ص ۱۳۲، نیز دیکھئے: ابن عابدین کے بارے میں ان کا مناقبہ اور تخصیص کے بجائے تعلیل پر ان کی ترکیز۔

(۳) حاشیہ الصدوق علی شرح کفایۃ الطالب ص ۳۲۸۔

(۴) رد المحتار ص ۵۵۲، تبیین الحقائق ص ۶۸، مرآۃ الفلاح بحاشیہ الطحاوی ص ۲۸۲۔

(۵) حاشیہ الصدوق علی شرح الخرشنی ص ۹۰، نیز دیکھئے: مشکاۃ کشاف القناع ص ۱۸۰۔

(۱) مرآۃ الفلاح ص ۲۸۲، حاشیہ الصدوق علی شرح کفایۃ الطالب ص ۳۲۸۔

(۲) شرح المنہج وحاشیہ الجمل ص ۵۳، رد المحتار ص ۵۵۲، مرآۃ الفلاح ص ۲۸۲۔

(۳) کشاف القناع ص ۱۸۱۔



## بیع منہی عنہ ۱۴۱-۱۴۴

بلکہ آیت پر عمل کرتے ہوئے جامع مسجد کی طرف پیش قدمی واجب ہوگی (۱)۔

ششم: اذان میں اعتبار ابتداء کا ہے یا مکمل ہونے کا؟  
۱۴۳- مالکیہ نے صراحت کی ہے کہ اذان میں اعتبار اس کے آغاز کا ہے، مکمل ہونے کا نہیں، لہذا اگر مؤذن اللہ اکبر کہہ دے تو بیع حرام ہو جائے گی، اس لئے کہ حرمت کا تعلق اذان سے ہے (۲)۔

### اس کا قانونی حکم:

۱۴۴- جمہور فقہاء حنفیہ، شافعیہ اور بعض مالکیہ کی رائے ہے کہ عقد بیع صحیح ہوگا، اس لئے کہ اس سے ممانعت بیع کے علاوہ میں اور اس سے خارج ہے، اور وہ ترک کرنا ہے، لہذا بیع اصل کے لحاظ سے مشروع اور جائز ہوگی، لیکن مکروہ تحریمی ہوگی، اس لئے کہ اس کے ساتھ ایک غیر مشروع چیز متصل ہوگئی ہے اور وہ سعی ترک کرنا ہے (۳)۔

صحت بیع پر حسب ذیل امور متفرع ہوتے ہیں:

الف۔ اس کا بیع واجب نہیں ہوگا، حنفیہ کے یہاں ایک قول اور مالکیہ کے یہاں بھی ایک قول یہی ہے، چنانچہ شیخ عدوی نے کہا: اس مسئلہ میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ بیع منہی نہیں ہوگی بلکہ نافذ رہے گی اور وہ اللہ سے استغفار کرے گا۔  
ب۔ ثمن واجب ہوگا، قیمت نہیں۔

(۱) مرقاۃ المفاتیح و جامعہ المصنفات ۲/۲۸۲، شرح کفاۃ الطالب علی رسالۃ ابن ابی زید بحامیہ الصدوق ۱/۳۲۸، کشاف القناع ۳/۱۸۱، جامعہ الجمل علی شرح المنہج ۲/۵۳۔

(۲) جامعہ الصدوق علی شرح کفاۃ الطالب ۱/۳۲۸۔

(۳) الدر المختار ۳/۱۳۱، جامعہ المصنفات ۲/۲۸۲، شرح المنہج بحامیہ الجمل ۲/۵۳، القوانين الفہیہ ۱/۵۷، بدائع الصنائع ۵/۲۳۲۔

چہارم: زوال کے بعد دوسری اذان سے قبل بیع:

۱۴۱- وجوب سعی اور ترک بیع کے بارے میں حنفیہ کے یہاں معتبر وقت کا داخل ہونا ہے، اور اسی وجہ سے انہوں نے اذان کو ماسبق میں اس کے ساتھ مقید کیا ہے، لہذا مناسب ہے کہ زوال کے بعد بیع کی کراہت ثابت ہو، اور اس سے قبل نہ ہو (۱)۔

شافعیہ نے اسی طرح صراحت کی ہے کہ بیع وغیرہ اذان ثانی اور خطبہ کے لئے بیٹھنے سے قبل جبکہ وہ زوال کے بعد ہوں مکروہ ہیں، اس لئے کہ وجوب کا وقت داخل ہو چکا ہے، البتہ زوال سے قبل عقد مکروہ نہیں ہے۔

ان کے نزدیک یہ دونوں احکام اس صورت کے ساتھ مقید ہیں کہ عقد کرنے والے پر اس وقت سعی لازم نہ ہوتی ہو، ورنہ اگر ایسا ہو کہ اس وقت چلے بغیر جمعہ نہیں مل سکتا تو وہ عقد اس پر حرام ہوگا (۲)۔

پنجم: ممانعت کا جمعہ سے غافل کرنے والی تمام چیزوں کو شامل ہونا:

۱۴۲- فقہاء متفق ہیں کہ عدا کے بعد ہر ایسی چیز حرام یا مکروہ (اس میں فقہاء کے اختلاف کے ساتھ) ہے جو جمعہ کے لئے جانے سے غافل کرنے والی ہو، اور جمعہ کے لئے جانے سے غافل کرنے والی ہر چیز کو ترک کرنا واجب ہے مثلاً اذان کے وقت سفر کا آغاز کرنا، کھانا، سلائی، تمام صنعتیں مثلاً بھاؤ ناؤ، آواز لگانا، اور کتابت، اسی طرح عبادت میں مصروفیت، اہل و عیال وغیرہ کے ساتھ اپنے گھر میں ٹھہرے رہنا، کو کہ گھر مسجد کے دروازے پر یا اس سے قریب ہو

(۱) الدر المختار ۲/۵۵۲ سے ماخوذ مرقاۃ المفاتیح و جامعہ المصنفات ۲/۲۸۲۔

(۲) شرح المنہج و جامعہ الجمل ۲/۵۳، تصرف کے ساتھ۔

## بیع منہی عنہ ۱۴۵

ان کے نزدیک ”بدلہ کا بہہ“ (یعنی وہ بہہ جو مکافات کی شرط پر ہو جیسا کہ مالکیہ کی تعبیر ہے یا عوض کی شرط پر جیسا کہ حنفیہ وغیرہ کی تعبیر ہے) بیع کی طرح ہے۔

خلع کے بارے میں مناسب یہ ہے کہ وہ نافذ ہو جائے، فنخ نہ ہو، سابقہ علت کا تقاضا یہی ہے، اور وہ علت یہ ہے کہ خلع بالکلیہ باطل ہو جائے گا اگر فنخ کر دیا جائے (۱)۔

جبکہ حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ بیع تھوڑی ہو یا زیادہ صحیح نہیں ہوگی، اور سابقہ نص قرآنی جو حکم حرمت میں ظاہر ہے، کی وجہ سے منعقد ہی نہ ہوگی (۲)۔

### ب۔ کافر کے ہاتھ مصحف کی بیع:

۱۴۵ - باتفاق فقہاء، یہ بیع ممنوع ہے، جمہور فقہاء نے حرمت کی صراحت کی ہے، اور حنفیہ کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ کراہت ثابت ہے، اور ”کراہت“ ان کے قواعد و تعلیلات کے مطابق حرمت کے لئے ہے۔

مالکیہ کہتے ہیں: مالک کے لئے حرام ہے کہ کافر کے ہاتھ مصحف یا اس کا جز و فروخت کرے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لئے کہ مصحف کی ملکیت کی وجہ سے اس میں اسلام کی بے حرمتی ہے۔

فرمان باری ہے: ”وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا“ (۳) (اور اللہ کافروں کا ہرگز مومنوں پر غلبہ نہ

ج۔ قبضہ سے قبل فروخت شدہ چیز پر ملکیت ثابت ہوگی (۱)۔  
لیکن مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ یہ بیع بیع فاسد کی طرح فنخ کر دی جائے گی، اور خریدار کے ہاتھ سے واپس کر لی جائے گی، اگر فوت نہ ہوئی ہو۔ ہاں اگر (بازار کے بدلے سے) فوت ہو چکی ہو تو عقد نافذ ہو جائے گا، اور خریدار پر قبضہ کے وقت کی قیمت لازم ہوگی، مشہور یہی قول ہے، ایک قول ہے کہ بیع کے وقت کی قیمت لازم ہوگی (۲)۔

جن مالکیہ نے وجوب فنخ کی صراحت کی ہے، انہوں نے اس کے ساتھ بیع کے مثل اجارہ، شرکت، اتقالہ اور شفعہ کو لاحق کیا ہے، اگر ان کے ذریعہ لیا گیا ہو، لیکن اگر ترک کر دیا گیا ہو تو نہیں، تاہم انہوں نے نکاح، بہہ، صدقہ، اور آزادی جیسے امور کو مستثنیٰ کیا ہے، لہذا ان میں کسی کو فنخ نہیں کیا جائے گا، کو کہ حرام ہو۔

ان مذکورہ چیزوں اور بیع وغیرہ کے درمیان ان کے نزدیک فرق یہ ہے کہ بیع وغیرہ جس میں عوض ہے، ان میں فنخ کی وجہ سے ہر ایک کو اپنا عوض مل جاتا ہے، لہذا اس میں کوئی بڑا ضرر نہیں ہے، برخلاف ان چیزوں کے جن میں عوض نہیں ہے، کہ وہ بالکلیہ باطل ہو جاتی ہیں اگر فنخ ہو جائیں (۳)۔

عدوی نے نکاح کے بارے میں ایک دوسری علت لکھی ہے، وہ یہ ہے کہ اس کے فنخ سے ضرر ہوگا، کیونکہ بسا اوقات زوجین میں سے ایک دوسرے سے مانوس ہو جاتے ہیں۔

(۱) حاشیہ الطحاوی علی سرائی الفلاح ج ۲، ۲۸۲، نیز دیکھئے رد المحتار ج ۳، ۱۳۱، حاشیہ العدوی علی شرح الخرشنی ج ۲، ۹۰، اور دیکھئے القوانین الفقہیہ ج ۵، ۵۷ میں فنخ کے سلسلہ میں اختلاف کی طرف اشارہ۔

(۲) شرح الخرشنی ج ۲، ۹۰۔

(۳) شرح الخرشنی بحاشیہ العدوی ج ۲، ۹۰، نیز دیکھئے حاشیہ العدوی علی شرح رسالۃ ابن ابی زید ج ۱، ۳۲۸۔

(۱) شرح الخرشنی حوالہ سابق۔

(۲) کشاف القناع ج ۳، ۱۸۰، نیز دیکھئے المغنی ج ۲، ۱۳۶۔

(۳) شرح الخرشنی ج ۵، ۱۰، نیز اس کے مثلہ شرح المسیح بحاشیہ الخرج ج ۳، ۱۹، ۲۰ میں دیکھئے۔

ہونے دے گا۔

اس تعلیل کی اصل کا تعلق حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی اس روایت سے ہے: ”أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ نَهَى أَنْ يَسَافِرَ بِالْقُرْآنِ إِلَى أَرْضِ الْعَدُوِّ“ (۱) (رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو سفر میں دشمن کے ملک میں لے جانے سے منع فرمایا)۔

تاہم اس بیع کی صحت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

الف۔ شافعیہ کے یہاں اظہر، حنابلہ کا مذہب اور مالکیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ کافر کے ہاتھ مصحف فروخت کرنا صحیح نہیں ہے، اس لئے کہ فرمان باری ہے: ”وَلَا تَعَاوُنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ“ (۲) (اور گناہ اور زیادتی میں ایک دوسرے کی مدد نہ کرو)، نیز اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے قرآن کو سفر میں دشمن کے ملک میں لے جانے سے منع فرمایا، کیونکہ ان کے ہاتھ میں آجانے کا اندیشہ ہے، لہذا ان کو اس پر قدرت نہیں دی جائے گی، نیز اس لئے کہ جب کافر قرآن پر ملکیت برقرار رکھنے سے روکا جاتا ہے، تو ملکیت کا آغاز کرنے سے بھی روکا جائے گا، جیسا کہ بقیۃما جائز بیع والی چیزیں ہیں، نیز مصحف وغیرہ پر کافر کی ملکیت میں توہین ہے (۳)۔

مالکیہ نے اس پر بیع کے فسخ کو متفرغ کیا ہے، بشرطیکہ فروخت شدہ چیز موجود ہو۔ اس رائے کو حنوں نے اکثر اصحاب مالک سے منسوب کیا ہے (۴)۔ مالکیہ نے بیع میں (جیسا کہ ابن جزری کہتے

ہیں) اسلام کی شرط صرف مسلمان غلام کی خریداری اور مصحف کی خریداری میں لگائی ہے (۱)۔

ب۔ حنفیہ کا مذہب اور مالکیہ کا مشہور مذہب اور شافعیہ کے یہاں ایک قول یہ ہے کہ کافر کے ہاتھ مصحف کی بیع صحیح ہے، البتہ اس کو مجبور کیا جائے گا کہ اس کو اپنی ملکیت سے نکالے، تاکہ کتاب اللہ کو اہانت سے بچایا جائے (جیسا کہ ابن عابدین نے طحاوی کے حوالے سے نقل کیا ہے)، نیز اس لئے کہ اس میں قرآن پر ملکیت کی وجہ سے اسلام کی بے حرمتی ہے، (جیسا کہ خرشی کہتے ہیں) اور حرمت کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، جیسا کہ نمبر ۵ نے کہا (۲)۔

اس بیع سے ملحق امور:

۱۴۶ھ۔ جس طرح کفار کے ہاتھ مصحف کی بیع ممنوع ہے اسی طرح قرآن کو ان پر صدقہ کرنا اور ان کو ہبہ کرنا (جیسا کہ مالکیہ نے اس کی صراحت کی ہے) ممنوع ہے، اور اسی طرح قرآن کو ان کے پاس رہن میں دینا (جیسا کہ حنابلہ نے صراحت کی ہے) ممنوع ہے۔ اول الذکر علماء کفار کو مجبور کرتے ہیں کہ وہ اس کو اپنی ملکیت سے نکالیں، جیسا کہ بیع میں ہے، دسوقی نے اس کی صراحت کی ہے (۳)۔ اس میں دوسروں کا اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔

اس بیع سے مستثنیٰ امور:

۱۴۷ھ۔ شافعیہ نے مصحف کی بیع کے حکم سے چند چیزوں کو مستثنیٰ

(۱) القوائین الفقہیہ ۱/۶۳، نیز اس شرط کے بارے میں دیکھئے شرح المنہی وجامیہ الجمل ۳/۱۹، ۲۰۔

(۲) رد المحتار ۳/۱۳۲، شرح الخرشی بحامیہ العدوی ۵/۱۰، نیز شافعیہ کا دوسرا قول دیکھئے شرح المنہی علی المنہاج وحاشر عمیرہ ۲/۵۶، اور جامیہ الدسوقی علی المشرع الکبیر ۳/۷۔

(۳) کشاف القناع ۳/۱۳۲، جامیہ الدسوقی علی المشرع الکبیر ۳/۷۔

(۱) حدیث: ”لَیْسَ أَنْ یَسَافِرَ بِالْقُرْآنِ.....“ کی روایت بخاری (التصحیح ۶/۱۳۳ طبع استنبیہ) اور مسلم (۳/۱۳۹۰ طبع المجلد) نے کی ہے۔

(۲) سورہ مائدہ ۲۔

(۳) المشرع الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۳۲، کشاف القناع ۳/۱۳۲، شرح المنہی بحامیہ الجمل ۳/۲۰، نیز دیکھئے شرح المنہی علی المنہاج ۲/۵۶، تحت المحتاج ۳/۲۳۰۔

(۴) جامیہ الدسوقی علی المشرع الکبیر ردہ ۳/۷۔



## بیع منہی عنہ ۱۴۸

کیا ہے:

ایسے دراہم و دنانیر جن پر قرآن کی کوئی آیت نقش ہو، اس لئے کہ اس کی حاجت ہے۔

اہل ذمہ کا ایسے مکانات خریدنا جن کی دیواروں یا چھتوں میں قرآن لکھا ہوا ہو، اس لئے کہ عموم بلوی ہے۔ اور وہ عام حالات میں گنجائش کی وجہ سے معاف ہوگا، اس لئے کہ اس نقش سے مقصود قرآنیت نہیں ہوتی۔

بعض حضرات (مثلاً ابن عبدالحق) نے، اس کافر کے لئے تعویذ کو مستثنیٰ کیا ہے جس کے اسلام کی امید ہو، اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی اقتداء میں مکتوب مستثنیٰ ہے۔

اسی طرح انہوں نے اس کپڑے کو مستثنیٰ کیا ہے جس پر کچھ قرآن تحریر ہو، اس لئے کہ اس تحریر کا مقصد قرآنیت نہیں ہوتی، الا یہ کہ کہا جائے کہ عموماً کپڑے پر تحریر کا مقصد تبرک حاصل کرنا ہوتا ہے، اس کو پہننا نہیں، لہذا یہ تعویذوں کے مشابہ ہو گیا، تاہم کافر کے بدن کے ساتھ اس کے لگنے میں اس کی توہین ہے، برخلاف ان آیات کے جو چھتوں پر لکھی جائیں۔

مصحف پر کافر کی ملکیت کو زائل کرنے کا حکم دینے والا حاکم ہوگا، عام لوگ نہیں، اس لئے کہ اس میں فتنہ ہے، جیسا کہ شافعیہ نے اسی جیسے مسئلہ میں اس کی صراحت کی ہے<sup>(۱)</sup>۔

مسلمانوں کی طرف سے مصحف کی بیع اور اس کی خریداری کا حکم:

۱۴۸- الف۔ شافعیہ نے صراحت کی ہے کہ مسلمان کی طرف سے

مصحف کی فروخت اور اس کی خریداری مکروہ ہے۔ اور مصحف سے مراد خالص قرآن ہے۔ اور کراہت کی وجہ جیسا کہ (شیخ عمیرہ لکھتے ہیں) قرآن کریم کو خرید و فروخت کے سبب حقیر سامانوں کے معنی میں ہونے سے بچانا ہے۔ اور یہ امام احمد سے بھی ایک روایت ہے، نیز اس لئے کہ اس سے مقصود کلام اللہ ہے، لہذا اس کو حقیر ہونے سے بچانا ضروری ہے۔ اور اس خریداری کے جواز میں اس کا سبب بننا، اور اس کی مدد کرنا ہے۔

ب۔ شافعیہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ بلا حاجت فروخت مکروہ ہے، نہ کہ خریداری۔ قلیوبی اور الجمل نے صراحت کی ہے کہ یہی ان کے نزدیک معتد ہے۔ الجمل نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ خریداری میں اس کو حاصل کرنا ہے، برخلاف بیع کے<sup>(۱)</sup>، کہ اس میں فوت کرنا، حقیر بنانا اور رغبت کا ختم ہونا ہے۔

شافعیہ کے یہاں یہ معتد قول ہے، یہی امام احمد سے ایک روایت ہے، مرداوی نے خریداری اور اس کے جواز کے مسئلہ میں کہا ہے کہ یہی مذہب ہے۔ اور انہوں نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ خریداری میں مصحف کو بچانا ہے، لہذا یہ جائز ہوگا، جیسا کہ مکہ کے مکانات کو خریدنا اور اس کے گھروں کو اجرت پر لینا، حالانکہ اس کی بیع یا اس کی اجرت لینا جائز نہیں ہے۔ اسی طرح حجام کی اجرت دینا مکروہ نہیں ہے، حالانکہ اس کی کمائی مکروہ ہے، بلکہ بہوتی نے اس کو قیدی کے خریدنے کی طرح قرار دیا ہے<sup>(۲)</sup>۔

ج۔ امام احمد سے ایک روایت ہے کہ مصحف کی فروخت ناجائز ہے اور صحیح نہیں ہے، مرداوی نے کہا: یہی مذہب ہے، جیسا کہ ان

(۱) حاشیہ عمیرہ علی شرح لکھلی ۲/۱۵۷، لشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۲، حاشیہ الجمل علی شرح الجمل ۳/۲۲۔

(۲) الانصاف ۳/۲۷۹، کشاف القناع ۳/۱۵۵، لشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۱۲۔

(۱) حاشیہ الجمل علی شرح الجمل ۳/۱۹، ورحامیہ اقلیوبی علی شرح لکھلی علی المنہاج ۱۵۶/۲ کے ساتھ موازنہ کریں۔

## بیع منہی عنہ ۱۴۹

کہ ابن قدامہ اور بہوتی کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے) یہ ہے کہ بیع حرام اور غیر صحیح ہے۔ اس کی وجہ یہ بھی بتائی گئی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے کہا: میری خواندہ ہے کہ ان کی بیع میں ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے، نیز اس لئے کہ اس کی تعظیم واجب ہے، اور فروخت کرنے میں ترک تعظیم اور قرآن کی تحقیر ہے۔ اور خریداری مکروہ نہیں ہے، اس لئے کہ یہ بچانا ہے۔ اور نہ ہی دوسرے مصحف سے بدلنا مکروہ ہے، اس لئے کہ اس سے قرآن سے بے رشتہی ظاہر نہیں ہوتی ہے<sup>(۱)</sup>۔

### ممنوع بیع کے نتائج:

۱۴۹- ممانعت میں اصل جمہور کے نزدیک باطل ہوتا ہے، لہذا اس کو اصل پر جاری رکھا جائے گا الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو، اور ضرورت صرف اس صورت میں ہے جبکہ کوئی دلیل ہو کہ ممانعت ایسی علت کی وجہ سے ہے جو صرف ممنوع کے ساتھ متصل ہے، لیکن اگر دلیل سے معلوم ہو کہ ممانعت وصف لازم میں کسی علت کی وجہ سے ہے تو اصل سے نکلنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور نہ اس بات کی کہ ممانعت اپنی اصل (بطلان) کے خلاف جاری ہو، اس لئے کہ وصف لازم کا بطلان اصل کے بطلان کا سبب ہے، برخلاف ”مجاور“ کے، کیونکہ وہ لازم نہیں ہے۔

حنفیہ کے نزدیک ممنوع تصرف میں اصل یہ ہے کہ وہ شرعاً موجود اور صحیح ہو، لہذا ممانعت اس اصل پر جاری رہے گی الا یہ کہ کوئی ضرورت ہو، اور حنفیہ کے نزدیک ”ضرورت“ اس صورت میں منحصر ہے کہ دلیل سے معلوم ہو جائے کہ ممانعت صرف ممنوع کی ذات یا اس کے جزو میں موجود علت کی وجہ سے ہے، لیکن اگر دلیل بتائے کہ ممانعت وصف لازم میں موجود علت کی وجہ سے ہے تو اصل سے

سے مروی ہے کہ خریداری حرام ہے۔ اگرچہ بعض نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے۔ اور عدم جواز کی توجیہ یہ کی ہے کہ:

امام احمد نے کہا: مصاحف کفر و خست کرنے کی رخصت کا مجھے علم نہیں ہے۔

یہی صحابہ سے مروی ہے، اور ان کے دور میں ان کا کوئی مخالف معلوم نہیں ہے۔

اس لئے کہ اس میں کتاب اللہ ہے، لہذا اس کفر و خست کرنے اور تحقیر ہونے سے بچانا واجب ہے<sup>(۱)</sup>۔

و۔ اور یہاں امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ مصحف کی بیع بلا کراہت جائز ہے۔ مروی ہے کہ: اس روایت کو ابو الخطاب نے ذکر کیا ہے۔ حنابلہ نے بیع مصحف کے جواز اور اس کی رخصت دینے کو حسن، مکرمہ، شافعی اور اصحاب رائے کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور انہوں نے اس کی توجیہ یہ کی ہے کہ بیع کا غدا اور چمڑے کی ہوگی، اور ان کی بیع مباح ہے۔

مصحف کے تبادلہ کی کراہت کے بارے میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں، امام احمد کے یہاں مختار یہ ہے کہ مصحف کو مصحف سے بدلنا جائز ہے، اس لئے کہ اس سے مصحف سے بے رشتہی کا پتہ نہیں چلتا، اور نہ دنیوی عوض میں تبادلہ کرنا معلوم ہوتا ہے، برخلاف اس کا ثمن لینے کے<sup>(۲)</sup>۔

اس تفصیل سے واضح ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر بیع مصحف کے بارے میں امام احمد سے تین روایات ہیں:

حرمت، کراہت، اور جواز۔ اور خریداری کے بارے میں بھی یہی روایتیں ہیں۔ تبادلہ کے بارے میں دو اقوال ہیں۔ اور مذہب (جیسا

(۱) الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ص ۱۴۔

(۲) الانصاف ص ۷۹، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ص ۱۴۔

(۱) کشاف القناع ص ۱۴۔

خروج کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور نہ اس کی ضرورت ہے کہ ممانعت کو اس کی اصل پر جاری نہ کیا جائے، اور وہ اصل صحیح ہونا ہے، اس لئے کہ اس کے اجزاء اور شروط کی صحت اس چیز کی صحت کے لئے کافی ہے۔ اجزاء کی صحت کی وجہ سے صحت کو ترجیح دینا وصف خارجی کی وجہ سے باطل ہونے کو ترجیح دینے سے اولیٰ ہے۔ اور جب ضرورت نہ ہو تو ممانعت اپنی اصل پر جاری رہے گی، اور وہ یہ ہے کہ ممنوع شرعاً موجود یعنی صحیح ہوگا (۱)۔

فساد، بطلان اور صحت کی اصطلاحات کے درمیان فرق:  
۱۵۰- گذشتہ تفصیل سے ظاہر ہو گیا کہ جمہور فساد اور بطلان کے درمیان فرق نہیں کرتے ہیں، حنفیہ کا اختلاف ہے۔

لہذا ایہا عقود بشمول بیع میں تقاضا یہ ہے کہ عقد اپنے مطلوبہ شرعی نتائج کے مرتب ہونے کا سبب ہو، مثلاً بیع میں ملکیت کے تعلق سے نتائج۔

بطلان کا معنی یہ ہے کہ عقود کے ساتھ احکام نہ پائے جائیں، اور عقود کا ایسا سبب نہ بن سکیں جو احکام کے لئے مفید ہوتے ہیں۔ فساد جمہور کے نزدیک بطلان کے مرادف ہے۔

حنفیہ کے نزدیک فساد ایک تیسری قسم ہے جو صحیح کے خلاف ہے، اور وہ یہ ہے کہ اصل کے لحاظ سے مشروع ہو، وصف کے لحاظ سے غیر مشروع ہو، برخلاف باطل کے، اس لئے کہ باطل وہ ہے جو اپنی اصل یا وصف کسی اعتبار سے مشروع نہ ہو (۲)۔

لہذا جمہور کے نزدیک بطلان میں ملائح اور مضامین کی بیع اور جنین و مردار کی بیع برادر ہے، جیسے بد و صلاح سے قبل پھل کی بیع، قبضہ سے قبل اناج کی بیع، بیع عینہ، ربا پر مشتمل بیع، اور بیع بالشرط، ان تمام

بیوع پر ان کا کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔

جبکہ حنفیہ تفصیل کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ مضامین، ملائح، جنین اور مردار کی بیع باطل ہے، اس لئے کہ محلیت اور رکنیت مفقود ہے، جیسا کہ جمہور کی رائے ہے۔ اور یہی حنفیہ کی تعبیر کے مطابق اصل کا مشروع نہ ہونا ہے، لہذا اس پر کوئی اثر مرتب نہ ہوگا۔

بقیہ بیوع کے حنفیہ فساد کے قائل ہیں، بطلان کے نہیں۔  
الف۔ چنانچہ مثال کے طور پر بیع بالشرط میں ممانعت کا تعلق شرط سے ہے، لہذا اصل عقد صحیح باقی رہے گا، اور ملکیت کا فائدہ دے گا، لیکن فساد اور حرمت کی صفت کے ساتھ، لہذا یہ شرط بیع سے ایک زائد امر ہے جو اس کے لئے لازم ہے، کیونکہ وہ نفس عقد میں مشروط ہے، اس جگہ پر وصف سے مراد یہی ہے (۱)۔

ب۔ ربا پر مشتمل بیع کے بارے میں حنفیہ کہتے ہیں کہ رکن بیع یعنی اہل کی طرف سے محل میں ہونے والا مالی تبادلہ موجود ہے، لہذا وہ مشروع ہوگا، لیکن مکمل تبادلہ موجود نہیں ہے، لہذا اصل تبادلہ موجود ہے، اس کا وصف یعنی مکمل ہونا موجود نہیں ہے (۲)۔

یہ مردار اور جنین کی بیع کے خلاف ہے اس لئے کہ وہ مال نہیں ہیں، اور نہ ہی ان کی قیمت ہے، لہذا وہ اصلاً غیر مشروع ہیں۔  
ذیل میں بیع باطل کے احکام (حنفیہ کے نقطہ نظر سے جو اس کے قائل ہیں) پھر بیع فاسد کے احکام پھر بیع مکروہ کے احکام ذکر کئے جا رہے ہیں۔

اول: حنفیہ کے نزدیک بیع باطل کے احکام:

۱۵۱- بیع باطل بالکلیہ غیر منعقد ہے۔ اس کا شرعاً کوئی معتبر وجود

(۱) اہل بیت ج ۱/۲۱۸۔

(۲) مرآۃ الاصول ج ۱/۳۳۰، نیز دیکھئے: الخوض والخروج ج ۱/۲۲۰، ۲۲۱۔

(۱) الخوض والخروج ج ۱/۲۱۸۔

(۲) کشف الاسرار ج ۱/۲۵۸۔



## بیع منہی عنہ ۱۵۲-۱۵۳

غصب کے مشابہ ہے۔ ”الدر“ میں ہے: کہا گیا ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے (۱)۔

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”بیع باطل“۔

دوم: بیع فاسد کے احکام:

۱۵۲- بیع فاسد پر چند اثرات مرتب ہوتے ہیں جو یہ ہیں: قبضہ کے ذریعہ ملکیت کا منتقل ہونا، حق شرع کی وجہ سے فسخ کا وجوب اور استحقاق، فروخت شدہ چیز سے پیدا ہونے والے نفع کا حائل نہ ہونا، اس کا قائل تصحیح ہونا، ہلاکت کی وجہ سے بیع کا ضمان دینا اور اس میں خیار کا ثبوت۔ ان اثرات اور ان کے متعلقات کی تفصیل اصطلاح ”بیع فاسد“ میں دیکھی جائے۔

یہ حنفیہ کے نزدیک ہے۔

بیع فاسد کے احکام جمہور کے نزدیک بیع باطل ہی کے احکام ہیں، کیونکہ وہ ان دونوں میں فرق نہیں کرتے ہیں، دیکھئے: اصطلاح ”بیع باطل“۔

سوم: بیع مکروہ کے احکام:

۱۵۳- بیع مکروہ کا حکم یہ ہے کہ یہ شرعاً ممنوع ہے، اس کے نتیجے میں گناہ ہوگا، تاہم وہ صحیح ہوگی، اس لئے کہ ممانعت ایک ایسی علت کی وجہ سے ہے جو بیع سے متصل ہے، ذات بیع اور اس کی صحت کی شرائط میں نہیں ہے، اور اس طرح کی ممانعت فساد کی متقاضی نہیں ہوتی ہے، بلکہ کراہت کا سبب ہوتی ہے۔

لہذا اذان جمعہ کے وقت بیع، بیع نجس، اپنے بھائی کی بیع پر بیع، اپنے بھائی کے مول پر مول وغیرہ ممنوع ہیں۔ اور یہ بیوع (جیسا کہ

نہیں ہے، اگر خرید اور فروخت شدہ چیز پر قبضہ کر لے تو وہ اس کی ملکیت میں نہیں آتی ہے۔

کاسانی نے کہا: اس بیع کا بالکل یہ کوئی حکم نہیں ہے، اس لئے کہ حکم موجود کے لئے ہوتا ہے، اور اس بیع کا بجز صورت کے کوئی وجود نہیں ہے، کیونکہ شرعی تصرف کا کوئی وجود شرعاً اہلیت و تخلیت کے بغیر نہیں ہوتا ہے، اس لئے کہ تصرف حقیقی کا کوئی وجود حقیقتاً اسی وقت ہوتا ہے جب وہ اہل کی طرف سے اور محل میں پایا جائے۔ اس کی مثال مردار، خون، گندگی اور پیٹاب کی بیع اور ملائح، مضامین اور ہر غیر مال کی بیع ہے۔

اگر فروخت شدہ چیز خریدار کے پاس ہلاک ہو جائے تو اس کے ضمان کے بارے میں حنفیہ کے یہاں اختلاف ہے:

الف۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا ضمان نہیں ہوگا، اس لئے کہ فروخت شدہ چیز اس کے ہاتھ میں امانت ہے، کیونکہ جب عقد باطل ہو گیا تو محض فروخت کرنے والے کی اجازت سے قبضہ رہ گیا، اور وہ زیادتی کے بغیر قائل ضمان نہیں ہوگا، جیسا کہ ابن عابدین نے ”الدر“ سے نقل کیا ہے۔

کہا گیا ہے کہ یہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے (۱)۔

ب۔ ایک قول یہ ہے کہ اس کا ضمان ہوگا، اس لئے کہ وہ خریداری کے مول بھاؤ کے طور پر قبضہ شدہ کی طرح ہو جائے گا۔ سرحدی وغیرہ کے نزدیک مختار یہ ہے کہ مثل یا قیمت کے ذریعہ ضمان دیا جائے، اس لئے کہ وہ خریداری کے لئے مول بھاؤ کے طور پر قبضہ میں لی گئی چیز سے کم درجہ کا نہیں ہے۔

اور ایک قول یہ ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے، ”الھنیہ“ میں ہے: یہی صحیح ہے، اس لئے کہ اس نے اس پر اپنے لئے قبضہ کیا ہے جو

(۱) رد المحتار علی الدر المختار ۳/۱۰۵۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۳۰۵، رد المحتار ۳/۱۰۵۔

## بیع منہی عنہ ۱۵۴

ایسے ممنوع امر سے متعلق ہو جو بیوع کے باب سے خارج ہو، مثلاً غصب کردہ جگہ میں خرید و فروخت تو اس کو فسخ نہیں کیا جائے گا، خواہ وہ فوت ہو چکی ہو یا فوت نہ ہوئی ہو۔

اگر بیع سے ممانعت ہو اور صحت بیع کی کسی شرط میں خلل نہ ہو مثلاً جمعہ کے وقت بیع، شہری کا دیہاتی کے لئے بیچنا اور تافلوں سے ملنا تو اس میں اختلاف ہے، ایک قول ہے کہ اس کو فسخ کر دیا جائے گا۔ دوسرے قول ہے کہ فسخ نہیں کیا جائے گا۔ تیسرے قول ہے کہ اگر سامان باقی ہو تو فسخ کر دیا جائے گا<sup>(۱)</sup>۔

دھمکی کہتے ہیں) مکروہ تحریمی ہیں، تاہم صحیح ہیں، باطل نہیں ہیں، گو کہ جمہور کے نزدیک ان سے ممانعت ہے، البتہ امام احمد سے روایات اس سے الگ ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ممانعت کا تعلق ممنوع کی ذات یا شرائط صحت سے نہیں ہے، بلکہ اس سے متصل علت کی وجہ سے ہے<sup>(۱)</sup>۔

۱۵۴- بیع مکروہ کے چند اہم احکام یہ ہیں:

یہ بیع صحیح ہے جیسا کہ جمہور کا مذہب ہے۔

قبضہ سے قبل اس میں فروخت شدہ چیز پر ملکیت حاصل ہو جاتی

ہے۔

اس میں شمن واجب ہے، قیمت نہیں ہے۔

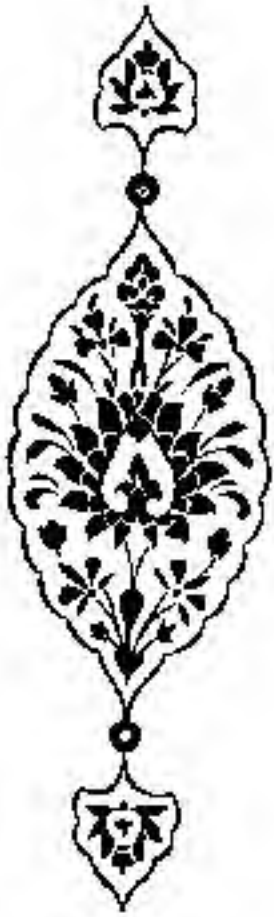
اس کو فسخ کرنا واجب نہیں۔

ایک قول یہ ہے کہ ان دونوں پر اس کو فسخ کرنا واجب ہے، تاکہ

ان کو ممنوع چیز سے بچایا جاسکے، نیز اس لئے کہ معصیت کو ختم کرنا امکانی حد تک واجب ہے۔

ابن عابدین نے ان دونوں اقوال میں یوں تطبیق دی ہے کہ ان دونوں پر دیا بیع واجب ہے، برخلاف بیع فاسد کے کہ اگر وہ دونوں اس کو جاری رکھنے پر مصر ہوں، تو قاضی بالجبر فسخ کر دے گا، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں بیع صحیح ہے، لہذا قاضی کو اس کے فسخ کا اختیار نہیں ہوگا، اس لئے کہ ملکیت صحیح حاصل ہے<sup>(۲)</sup>۔

لیکن مالکیہ میں سے ابن جزی نے لکھا ہے کہ اگر بیع کی ممانعت



(۱) رد المحتار ۳/ ۱۳۱، شرح المسماح للمکلی بجمہیۃ القلیوبی ۲/ ۱۸۱ اور اس کے بعد کے صفحات، نیز دیکھئے: الہدایۃ مع الشروح ۶/ ۱۰۸، الانصاف ۳/ ۳۳۱ اور اس کے بعد کے صفحات، ۳/ ۳۲۳، ۳/ ۳۲۲، مرداوی کا فیصلہ ہے کہ مذہب اور صحیح قول جس پر جمہور اصحاب ہیں یہ ہے کہ اذان کے وقت بیع صحیح نہیں ہے۔

(۲) رد المحتار ۳/ ۱۳۱، ۱۳۲ بحوالہ الدرر۔

## بیع موقوف ۱-۲

اس کے بالمقابل بیع نافذ ہے، اور بیع نافذ وہ بیع صحیح ہے، جس کے ساتھ دوسرے کا حق متعلق نہ ہو، اور وہ فی الحال حکم کا فائدہ دے، لہذا ”نافذ“ موقوف کی ضد ہے، اور جب بیع نافذ کہا جائے تو مراد یہ ہے کہ وہ غیر موقوف بیع ہے<sup>(۱)</sup>۔

## بیع موقوف

### بیع موقوف کی مشروعیت:

۲- حنفیہ اور مالکیہ کی رائے، حنابلہ کے یہاں ایک روایت، اور امام شافعی کا مذہب قدیم میں قول (اور مذہب جدید میں بھی یہ منقول ہے) یہ ہے کہ بیع موقوف مشروع ہے، اور وہ بیع صحیح کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، اس کی دلیل بیع کے عمومی نصوص ہیں، مثلاً فرمان باری ہے: ”وَ أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ“<sup>(۲)</sup> (حالانکہ اللہ نے بیع کو حلال کیا ہے)، اور فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ“<sup>(۳)</sup> (اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، ہاں البتہ کوئی تجارت باہمی رضامندی سے ہو)۔

ان آیات سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خرید و فروخت اور تجارت کو شروع قرار دیا اور کوئی تفصیل نہیں کی گئی ہے کہ مالک کی طرف سے اصالت ہو یا وکیل کی طرف سے ابتداء ہو، یا مالک کی طرف سے انتہا میں اجازت پائی جائے یا عقد کے وقت یا اس کے بعد تجارت کی رضامندی پائی جائے، لہذا اس کے عموم پر عمل واجب ہے، الا یہ کہ کسی دلیل کی وجہ سے تخصیص ہو۔

نیز روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے حضرت عروہ باریؓ کو

تعریف:

۱- بیع: مال کا مال سے تبادلہ ہے<sup>(۱)</sup>۔

موقوف ”وقف“ سے ماخوذ ہے۔ کہا جاتا ہے: ”وقفْتُ الدابة وقوفاً“ یعنی جانور ٹھہر گیا۔ اور ”وقفْتُهَا أَنَا وَقَفًا“ میں نے اس کو روک دیا، ”وقفْتُ الدار وقفاً“ یعنی میں نے اللہ کی راہ میں گھر کو وقف کر دیا، ”وقفْتُ الأمر على حضور زيد“ میں نے معاملہ کو زید کی آمد پر معلق کر دیا، ”وقفْتُ قسمة الميراث إلى الوضع“ میں نے میراث کی تقسیم کو وضع حمل تک مؤخر کر دیا<sup>(۲)</sup>۔ اس لفظ کا فقہی استعمال اس کے لغوی معانی سے خارج نہیں ہے۔

بیع موقوف: اس کے جواز کے قائل فقہاء نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ یہ ایسی بیع ہے جو اصل اور وصف کے لحاظ سے مشروع ہو، لیکن توقف کے طور پر ملکیت کا فائدہ دے، اور تمام ملکیت کا فائدہ نہ دے، کیونکہ اس کے ساتھ دوسرے کا حق متعلق ہو، اور یہ بیع صحیح ہے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) القاموس المحیط لسان العرب مادة ”بيع“، مجلۃ الاحکام دفعۃ (۱۰۵)، البحر الرائق ۵/۲۷۷۔

(۲) المصباح لمیر مادة ”وقف“۔

(۳) مجمع لا مبر شرح منہجی الا بہر ۴/۷۳، درر احکام مہر شرح جملۃ الاحکام ۱/۹۳،

حاشیہ ابن ماجہ بن ۳/۱۰۰ طبع بلاق۔

(۱) درر احکام ۱/۹۵، ۳۳۰۔

(۲) سورۃ بقرہ ۲/۷۵۔

(۳) سورۃ نساء ۴/۲۹۔



بیج موقوف ۳

کہ اس کی تعریف اور اس کا حکم اس پر صادق آتا ہے، اور اس بیع کا اجازت پر موقوف ہو کر منعقد ہونا اس کے صحیح ہونے کے منافی نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

۳- شافعیہ کے یہاں مشہور مذہب، حنابلہ کے یہاں ایک روایت اور ابو ثور ابن المنذر کا قول یہ ہے کہ عقد موقوف باطل ہے۔ ان کا استدلال حضرت حکیم بن حزامؒ کی اس روایت سے ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا: ایک شخص میرے پاس آ کر ایسی چیز فروخت کرنے کا مطالبہ کرتا ہے جو میرے پاس موجود نہیں ہے، کیا میں بازار سے اس کو اس کے لئے خرید لوں، پھر اس کے ہاتھ اس کو فروخت کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”لا تبع مالیس عندک“<sup>(۲)</sup> (جو چیز تمہارے پاس نہیں، اس کو فروخت نہ کرو)۔

اسی طرح ان کا استدلال اس فرمان نبوی سے ہے: ”لا بیع ولا طلاق ولا عتاق فیما لا یملک ابن آدم“ (۳) (جس چیز کا آدمی مالک نہیں، اس میں بیع یا طلاق یا آزادی نہیں)، نیز اس

ایک دینار دیا اور حکم فرمایا کہ قربانی کا جانور خریدیں، انہوں نے دو بکریاں خریدیں، پھر ایک بکری کو ایک دینار میں فروخت کر دیا، اور ایک دینار اور ایک بکری لے کر خدمت نبوی میں حاضر ہوئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے برکت کی دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا: ”بارک اللہ فی صفقۃ یمینک“،<sup>(۱)</sup> (اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ کے سودے میں برکت دے)، یہ معلوم ہے کہ ان کو بکری فروخت کرنے کا حکم نہیں دیا گیا تھا، اگر بیع موقوف منعقد نہ ہوتی تو وہ فروخت نہ کرتے، اور رسول اللہ ﷺ ان کے عمل میں خیر و برکت کی دعا فرماتے، بلکہ ان پر نکیر کرتے، اس لئے کہ باطل پر نکیر کی جاتی ہے۔

نیز بیع موقوف اپنے اہل کی طرف سے محل میں صادر ہے، لہذا لغو نہ ہوگی، جیسا کہ اگر مالک کی طرف سے ہوتی، اور جیسے مدیون کی طرف سے مال کی وصیت اور غیر مدیون کی طرف سے تہائی سے زائد کی وصیت۔

تصرف اگر اپنے اہل کی طرف سے اپنے محل میں ہو تو اس کا وجود متحقق ہے، پھر بسا اوقات اس کا شرعاً نفاذ کسی مانع کی وجہ سے رک جاتا ہے۔ اور وہ تصرف اس مانع کے زوال پر موقوف ہو جاتا ہے، اور اجازت کی وجہ سے مانع زائل ہو جاتا ہے۔ وہ مانع مالک کی عدم رضامندی ہے۔

نیز اس لئے کہ بیع موقوف قبضہ کے بغیر مکمل ملکیت کا فائدہ دیتی ہے، جیسا کہ بیع صحیح کا حکم ہے، لہذا بیع موقوف بیع صحیح ہے، اس لئے

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۳۸، ۹/۱۳ طبع الجوال، الموسوطة للسرخسی ۱۳/۱۵۳، مجمع  
الاشهر ۲/۷۷، در الحکام ۱/۹۳، ۵/۵۵، شائع کرده مکتبه المهدیه، حاشیه ابن  
عابد بن ۳/۱۰۰ طبع بولاق، القوانين المکتوبه لابن جریر ص ۱۶۲ طبع  
دارالقلم، حاشیه الدسوقي ۳/۱۰۱، شائع کرده دارالفکر موابب الجلیل  
۳/۳۶ طبع مکتبه انجوا لیبا، معنی المحتاج ۲/۵۱۵ شائع کرده داراحیاء  
التراث العربی، المجموع ۹/۲۵ طبع مطبعة انصامن الاغوی مصر، المعنی مع  
اشرح الکبیر ۳/۲۷۳، الانصاف ۲/۲۶۷، ۳/۲۸۳ طبع داراحیاء التراث  
العربی۔

(۲) حدیث: ”لا بیع ما لیس عندک.....“ کی روایت ابو داؤد (۷۶۸/۳) طبع عزت حمید دھاس) اور ترمذی (۵۲۵۵/۳) طبع المجلس نے کی ہے ترمذی نے کتبہ حدیث حسن ہے۔

(۳) حدیث: " لا بیع ولا طلاق ولا عساق....." کی روایت ابو داؤد (۲۳۰/۲ طبع عزت ہیدد ماس) اور ترمذی (۳۷۷/۳ طبع المجلدی) نے کی ہے ترمذی نے کہا: حدیث حسن ہے الفاظ ابو داؤد کے ہیں۔

(۱) حدیث: ”بارک اللہ فی صفحہ یحبک.....“ کی روایت ترمذی (۵۵۰ طبع النعلی) نے کی ہے اس کے ایک رووی کی جہالت کی وجہ سے ابن حجر نے اس کو مغلوط کہا ہے (تخصیص الجہیر ۵۳۷ طبع شرکت المطابع النوریہ)۔

## بیع موقوف ۴

موقوفہ فروخت کرنے والے کی طرف سے خریدار کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ قبضہ کے بعد فروخت شدہ چیز کی بیع پہلے خریدار کی اجازت پر موقوف ہے۔  
- مرید کی بیع امام ابوحنیفہ کے نزدیک ارتداد سے اس کی توبہ پر موقوف ہے۔

- کسی چیز کی اس کے نمبر کے ذریعہ بیع، ثمن کے واضح ہونے پر موقوف ہے۔

- جتنے میں فلاں نے فروخت کیا اس کے عوض بیع، حالاں کہ خریدار کو اس کا علم نہیں، مجلس میں علم پر موقوف ہے۔

- جتنے میں لوگ فروخت کرتے ہیں اس کے مثل میں بیع، ثمن کی وضاحت پر موقوف ہے۔

- جتنے میں فلاں نے لیا ہے اس کے مثل میں بیع، ثمن کی وضاحت پر موقوف ہے۔

- مالک کی طرف سے غصب شدہ چیز کی بیع غصب کرنے والے کے اقرار پر یا اس کے انکار کے بعد ثبوت پیش کرنے پر موقوف ہے۔

- دوسرے کے مال کی بیع اس کی اجازت پر موقوف ہے (اور یہ بیع فضولی ہے)۔

- اختیاری طور پر خلط کرنے یا مالکوں کے فعل کے بغیر اختلاط کی وجہ سے مشترک چیز میں سے شریک کا اپنے حصہ کو فروخت کرنا، دوسرے شریک کی اجازت پر موقوف ہے۔

- مرض الموت میں گرفتار شخص کا اپنے مال میں سے کسی معین چیز کو اپنے کسی وارث کے ہاتھ فروخت کرنا باقی ورثاء کی اجازت پر موقوف ہے، کوکہ قیمت کے مثل میں ہو، یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے۔

- وارث کی طرف سے قرض پر حاوی ترکہ کی بیع قرض خواہوں

لئے کہ سبب کا مکمل وجود اس کے اثرات کے بغیر اس کے فساد پر دلالت کرتا ہے۔  
وہ حضرات بیع موقوف کو طلاق اور عتاق پر قیاس کرتے ہیں<sup>(۱)</sup>۔

## بیع موقوف کی انواع:

۴- عقد بیع موقوف ہوتا ہے اگر اس کے ساتھ دوسرے کا حق متعلق ہو اور اس کی صورت یہ ہے کہ وہ دوسرے کی ملکیت ہو یا غیر مالک کا فروخت شدہ چیز میں حق ہو<sup>(۲)</sup>۔

صاحب ”الخلاصہ“ نے بیع موقوف کی انواع پندرہ بتائی ہیں، اور صاحب ”النبہ“ نے اس کو اڑتیس انواع تک پہنچایا ہے۔ اور ابن نجیم نے ”البحر الرائق“ میں بیع موقوف کی انتیس صورتیں ذکر کی ہیں، جن میں سے اہم یہ ہیں:

- تصرف سے روک دئے گئے بچہ کی بیع باپ یا وصی کی اجازت پر موقوف ہے۔

- بے سوجھ بوجھ والے شخص کی بیع قاضی کی اجازت پر موقوف ہے۔

- رہن کے سامان کی بیع مرہن کی اجازت پر موقوف ہے۔

- اجرت پر لی گئی چیز کی بیع اجرت پر لینے والے کی اجازت پر موقوف ہے۔

- دوسرے کے ساتھ مزارعت میں موجود چیز کی بیع مزارعت کرنے والے کی اجازت پر موقوف ہے۔

(۱) تہذیب الفروق والقواعد لیسیدہ ۳۳۱ دارالمعرفۃ المجموع ۵۵۸، ۵۵۹ طبع مطبعۃ انصاف من اللہ، المغنی مع الشرح الکبیر ۳۳/۲، الانصاف ۳۳/۲۸۳، ۲۶۷ طبع دار احیاء التراث العربی۔

(۲) البحر الرائق ۵/۷۶۔

## بیع موقوف ۵-۶

کی اجازت پر موقوف ہے۔  
 - دو دو کیلوں یا دو دو وحشی یا دو گرانوں میں سے ایک کا دوسرے کی موجودگی میں فروخت کرنا دوسرے کی اجازت پر موقوف ہے (اگر دونوں کے اکٹھا تصرف کرنے کی شرط لگائی گئی ہو)۔  
 - معتودہ (کم عقل) کی بیع موقوف ہے (۱)۔

### بیع موقوف کا حکم:

۵- بیع موقوف کا حکم یہ ہے کہ حسب ذیل شرائط کے ساتھ وہ اجازت کو قبول کرتی ہے:

الف۔ فروخت کرنے والے کا باحیات ہونا، اس لئے کہ اجازت کی وجہ سے اس پر عقد کے حقوق لازم ہوں گے، اور حقوق زندہ ہی پر لازم ہوتے ہیں۔

ب۔ خریدار کا باحیات ہونا، تاکہ اس پر ثمن لازم ہو، اور موت کے بعد اس پر لازم نہ ہوگا جب تک کہ اہلیت کی حالت میں اس پر لازم نہ رہا ہو۔

ج۔ فروخت شدہ چیز کا وجود، اس لئے کہ اس میں ملکیت منتقل نہیں ہوئی، ملکیت تو اجازت کے بعد ہی منتقل ہوگی۔ اور بلاکت کے بعد منتقل ہونا ممکن نہیں ہے۔

فروخت شدہ چیز کے قائم ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس میں کوئی ایسی تبدیلی نہ ہوئی ہو جس کی وجہ سے وہ دوسری چیز شمار ہونے

لگے، لہذا اگر دوسرے کا کپڑا اس کے حکم کے بغیر فروخت کر دیا، اور خریدار نے اس کو رنگ دیا اور مالک نے بیع کی اجازت دے دی تو جائز ہے، اور اگر اس نے اس کو کاٹ کر سل دیا، پھر بیع کی اجازت دی تو ناجائز ہے، اس لئے کہ اب وہ دوسری چیز بن گئی۔

د۔ فروخت کرنے والے کے ہاتھ میں ثمن کا وجود، اگر وہ کوئی ”عین“ ہو، مثلاً سامان تجارت۔ اور اگر ثمن دین ہو، مثلاً وراثت و دمانیر اور پیسے تو ثمن کا فروخت کرنے والے کے قبضہ میں موجود ہونا شرط نہیں ہے۔

ھ۔ مالک کا موجود ہونا، اس لئے کہ اجازت اسی کی طرف سے ہوگی، حتیٰ کہ اگر مالک بیع کی اجازت دینے سے قبل مر جائے تو اس کے ورثاء کی اجازت سے بیع جائز نہ ہوگی، جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں۔ مالکیہ کی رائے ہے کہ بیع موقوف کی اجازت کا حق وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (۱)۔

اس کے علاوہ جن چیزوں میں اجازت کا ثبوت ہے، اور ان سے متعلقہ بقیہ مسائل کی تفصیل کے لئے دیکھئے ”اجازت“۔ اگر بیع موقوف کی اجازت دے دی جائے تو اس کے اثرات عقد کے وقت سے جاری ہوتے ہیں جیسا کہ آئے گا۔

### بیع موقوف کا اثر:

۶- ”بیع مانذ“ فی الحال حکم کا فائدہ دیتی ہے، یعنی ثمن پر فروخت کرنے والے کی ملکیت اور فروخت شدہ چیز پر خریدار کی ملکیت اور فروخت کرنے والے اور خریدار میں سے ہر ایک کا اپنے قبضہ والی چیز میں کسی اور چیز کی ضرورت کے بغیر تصرف ثابت ہوتا ہے، خواہ عقد

(۱) دررالحکام فی شرح غرر الا حکام ۲/۱۷۷ طبع مطبعہ احمد کابل، نیز دیکھئے بیع القدیر ۶/۱۹۱، طبع دار احیاء التراث العربی، بدائع الصنائع ۵/۱۵۱، ۵۲، الخرش ۵/۱۷۷۔

(۱) البحر الرائق ۳/۵۵، ۶۶، نیز دیکھئے حاشیہ ابن ماجہ ۳/۱۳۹ طبع بولاق، حاشیہ الطحاوی علی الدرر ۳/۶۳، حاشیہ ابو سعید علی شرح الکفر الزمنا مسکن ۲/۵۶۵، دررالحکام فی شرح غرر الا حکام ۲/۱۷۶، ۱۷۷ طبع مطبعہ احمد کابل ۱۳۳۰ھ، الفتاویٰ الحنفیہ بہامش البندیہ ۲/۱۷۲ اور اس کے بعد کے صفحات، حاشیہ الدسوقی ۳/۱۱، ۱۲ طبع الخلیف، الخرش ۵/۱۷۷، ۱۸، لا شاہد الاظهار للسیوطی ۵/۲۸۵، ۲۸۶ طبع درالکتب العلمیہ۔



## بیع موقوف ۷

تفصیل کے لئے دیکھئے: ”رہمن“۔

اس بات کی طرف اشارہ کر دینا مناسب ہے کہ بیع موقوف کا نفاذ اور اس کے اثر کا ظہور ہمیشہ عقد کرنے والا کے علاوہ شخص پر موقوف نہیں ہوتا ہے، ہاں اغلب یہی ہے، لیکن بسا اوقات اس کا نفاذ کسی شخص کی اجازت پر موقوف نہیں ہوتا ہے، بلکہ کسی ایسی حالت کے زوال پر موقوف ہوتا ہے جو عدم نفاذ کا سبب ہے، مثلاً اسلام سے مرتد ہونے والے کی بیع، اس کا نفاذ امام ابوحنیفہ کے نزدیک اسلام کی طرف لوٹ آنے پر موقوف ہوتی ہے<sup>(۱)</sup>۔

توقف کے دوران معقود علیہ میں ہونے والے تصرفات: ۷۔ بیع موقوف میں توقف کے دوران معقود علیہ میں ہونے والے تصرفات میں سے بعض کا اثر، انشاء (آغاز) عقد کے وقت سے جاری ہوتا ہے، جبکہ بعض کا اثر اجازت کے وقت سے شروع ہوتا ہے، لہذا اجازت بسا اوقات انشاء ہوتی ہے، اور بسا اوقات اظہار۔ ذیل میں ان دو انواع کے تصرفات کی مثالیں ہیں:

اول: وہ تصرفات جن کا اثر انشاء عقد کے وقت سے جاری ہوتا ہے:

الف۔ اگر فضولی کی طرف سے ہونے والی دوسرے کے مال کی بیع کی اجازت دے دی جائے، تو اس کا حکم عقد کے آغاز کے وقت سے نافذ مانا جاتا ہے، لہذا فروخت شدہ چیز خریدار کی ملکیت ہو جاتی ہے، اور ثمن مالک کی ملکیت ہو جاتی ہے جو فضولی کے ہاتھ میں امانت ہے۔ اس لئے کہ بعد میں ملنے والی اجازت سابق وکالت کے درجہ میں ہے۔ اگر ثمن فضولی کے ہاتھ میں اجازت سے قبل ہلاک

(۱) الفتاویٰ الخانیہ بہامش الہندیہ ۱۸۵/۲۔

میں ذکر ہو کہ فروخت کرنے والا ثمن کا اور خریدار فروخت شدہ چیز کا مالک ہو جائے گا یا ذکر نہ ہو، اس لئے کہ موجب (سبب) کے وجود کے بعد تقاضہ اور نتیجہ کی صراحت کرنا شرط نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

بیع کے نفاذ کے لئے شرط ہے کہ فروخت کرنے والا فروخت شدہ چیز کا مالک ہو یا اس چیز کے مالک کا وکیل ہو یا اس چیز کے وصی کا وکیل ہو، اور یہ کہ فروخت شدہ چیز میں دوسرے کا حق نہ ہو۔ اگر ان میں کوئی شرط مفقود ہوگی تو بیع موقوف ہوگی، اور صاحب معاملہ کی اجازت کے وقت ہی حکم کا فائدہ دے گی، اگر وہ اجازت دے تو نافذ ہوگی ورنہ باطل ہوگی<sup>(۲)</sup>۔

لہذا مالک کی طرف سے اجازت کے صادر ہونے سے قبل بیع موقوف کا اثر ظاہر نہ ہوگا، بلکہ اس کے اثر کا ظہور اجازت پر موقوف ہوگا، مثلاً بیع فضولی ابتداء نافذ نہیں ہوگی، اس لئے کہ ملکیت اور ولایت نہیں ہے، ہاں مالک کی اجازت پر موقوف ہو کر منعقد ہوتی ہے۔ اگر وہ اجازت دے تو نافذ ہوگی ورنہ باطل ہوگی<sup>(۳)</sup>۔ (دیکھئے: ”بیع فضولی“)

اسی طرح اگر رہمن دینے والا مرتہن کی اجازت کے بغیر رہن کو فروخت کر دے تو حنفیہ کے یہاں اصح روایت میں بیع موقوف ہوگی، کیونکہ اس سے مرتہن کا حق متعلق ہے، لہذا اس کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر مرتہن اجازت دے یا رہمن دینے والا اس کا دین ادا کر دے تو نافذ ہوگی، اور اگر مرتہن کی اجازت سے بیع نافذ ہو جائے تو اس کا حق اس کے بدل کی طرف منتقل ہو جاتا ہے<sup>(۴)</sup>۔

(۱) فتح القدیر ۱۹۱/۶ طبع دار احیاء التراث العربی، جامع المصنوعین ۲۳۱/۱ طبع بلاق ۱۳۰۰ھ۔

(۲) الفتاویٰ الہندیہ ۱۱۲/۳۔

(۳) الجوی فی التجرید ۱۹۶/۱۵ طبع المطبعۃ الخیریہ ۱۳۲۲ھ۔

(۴) الکفایۃ شرح الہدایہ ۱۹۱/۶ طبع دار احیاء التراث العربی۔

## بیع موقوف ۷

ہوگی، جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں<sup>(۱)</sup>، اس لئے کہ فضولی سے خریدنے والا اجازت کے بعد ہی اپنی خریدی ہوئی چیز کا مالک ہوگا، لہذا اس کی بیع اپنی غیر مملوک چیز پر ہوئی۔  
ب۔ اگر فضولی دوسرے کی مملوک چیز فروخت کر دے تو اس فروخت شدہ چیز میں شفعہ کا مطالبہ اجازت کے وقت ہوگا<sup>(۲)</sup>۔



ہو جائے، پھر عقد کی اجازت دے دی جائے تو وہ ضامن نہ ہوگا جیسا کہ وکیل کے لئے ہے۔ اسی طرح اگر فروخت کرنے والا فضولی شمن میں کمی کر دے، پھر مالک بیع کی اجازت دے دے تو بیع اور کمی دونوں ثابت ہوں گی، خواہ فروخت کرنے والے کو کم کرنے کا علم ہو یا نہ ہو، البتہ اگر اس کو کم کرنے کا علم اجازت کے بعد ہوا ہو تو اس کے لئے اختیار ثابت ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ فضولی اجازت کی وجہ سے وکیل کی طرح ہو جاتا ہے۔ اگر وکیل شمن میں کمی کر دے تو موکل خریدار سے اس کا مطالبہ نہیں کر سکتا، تو یہاں بھی یہی ہوگا<sup>(۱)</sup>۔

ب۔ اگر مالک بیع موقوف کی اجازت دے دے تو فروخت شدہ چیز پر ملکیت خریدار کے لئے خریداری کے وقت سے ثابت ہوگی، اور نتیجتاً اس کے لئے ہر اس افزائش یا زیادتی میں حق ثابت ہوگا جو فروخت شدہ چیز میں اجازت سے قبل پیدا ہو، مثلاً آمدنی، اولاد اور تاوان وغیرہ<sup>(۲)</sup>۔

دوم: وہ تصرفات جن کا حکم اجازت ملنے کے وقت کے ساتھ محدود ہوتا ہے:

الف۔ فضولی سے خریدنے والے کے لئے اجازت ملنے سے قبل فروخت شدہ چیز میں تصرف کرنا جائز نہیں ہے، خواہ اس نے اس پر قبضہ کر لیا ہو یا نہ کیا ہو<sup>(۳)</sup>، اگر فضولی سے خریدنے والے نے فروخت شدہ چیز دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دی، پھر مالک نے بیع فضولی کی اجازت دے دی تو فضولی سے خریدنے والے کی بیع مانڈ نہ

(۱) درالہکام مشرح مجلہ ۱/ ۳۳۳، ۳۳۰۔

(۲) درالہکام مشرح مجلہ ۱/ ۳۲۸، ۳۳۱، محقق الحلق بمائش البحر المراقب ۲۸۱/۵۔

(۳) بدائع الصنائع ۵/ ۱۳۸، الخرش ۵/ ۱۸۔

(۱) درالہکام فی شرح غرر الاحکام ۲/ ۲۵۶، الفتاویٰ الحنفیہ بمائش البندیہ ۱۷۷/۲۔

(۲) جامعہ الطحاوی علی الدرر ۲/ ۲۸۶، حاشیہ ابن ماجہ ۳/ ۳۰۰۔

## بیع و شرط

حدیث ہے: ”مقاطع الحقوق عند الشروط“<sup>(۱)</sup> (حق کا پورا کرنا اسی وقت ہوگا جب شرط پوری کی جائے)۔ اور حدیث ہے: ”ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ، فہو باطل“<sup>(۲)</sup> (جو شرط اللہ کی کتاب میں نہیں وہ لغو ہے)۔ یعنی ایسی شرط جو اللہ تعالیٰ نے اپنی جو شریعت جاری کی ہے اور اس میں جو فرض واجب کیا ہے، اس میں یہ نہ ہو۔ اور حضرت عمرو بن شعیب کی حدیث اپنے والد اور اپنے دادا کے واسطے سے نبی ﷺ سے مروی ہے: ”نہی عن بیع و شرط“<sup>(۳)</sup> (نبی کریم ﷺ نے ایک ساتھ بیع اور شرط سے منع فرمایا)۔

یہ نصوص (مجموعی حیثیت سے) اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ متعاقبین کے لئے کچھ مباح شرائط ہیں جن کو وہ حسب منشا اپنے عقود میں پابندی کرنے کے لئے اختیار کر سکتے ہیں، اور کچھ شرائط ممنوع ہیں، جن کو متعاقبین میں سے کوئی بھی مشروط نہیں کر سکتا، کیونکہ وہ مقصود کے برعکس یا شریعت کے عام قواعد کے خلاف یا مقصد شریعت سے متصادم ہیں۔

= طبع عیسٰی الحلی نے کی ہے یہ حدیث اپنے طرق کے ساتھ صحیح ہے (تفصیل انجیر لابن حجر ۳۳۳ طبع شرکت الطباعة النعیمی)۔

(۱) حدیث: ”مقاطع الحقوق عند الشروط“..... یہ حضرت عمر کا قول ہے بخاری نے اس کو تعلیقاً ذکر کیا ہے (فتح الباری ۲/۱۷۷ طبع المستقیم) اور سعید بن منصور نے اس کو اپنی سنن (۳/۶۶۲) میں موصولاً روایت کیا ہے اور اس کی اسناد صحیح ہے (تعلیق التعلیق لابن حجر ۳/۱۹۳ طبع المکتب الاسلامی)۔

(۲) حدیث: ”ماکان من شرط لیس فی کتاب اللہ فہو باطل“..... کی روایت بخاری (فتح الباری ۳/۲۶۵ طبع المستقیم) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”نہی عن بیع و شرط“..... کی روایت طبرانی نے لا وسط میں کی ہے زبانی نے ابن تھان کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے (نصب الراية ۳/۱۸۳ طبع مجلس العلمی)، نیز دیکھئے العنایہ ۶/۷۸، بدائع الصنائع ۵/۷۵، فتح القدیر ۶/۶۶، شرح المکی علی الصہاج ۲/۷۷۔

## بیع و شرط

اس کی ماہیت و شریعت:

۱- اسلامی شریعت میں بہت سے شرعی نصوص وارد ہیں جو عقود کے اثرات کو متعین کرتے ہیں، اور اس کے بارے میں کچھ اور نصوص وارد ہیں، جن میں سے بعض عام ہیں اور بعض خاص ہیں جن کا تعلق اس بات سے ہے کہ عقود کے نتائج میں اضافہ یا کمی کے ذریعہ تبدیلی پیدا کرنے کے سلسلے میں فریقین کا حق کہاں تک ہے، اور یہ تبدیلی ان شروط کے ذریعہ ہوتی ہے جو فریقین اپنے عقد میں لگاتے ہیں۔

قرآن کریم میں فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوفُوا بِالْعُقُودِ“<sup>(۱)</sup> (اے ایمان والو! اپنے عہدوں کو پورا کرو)، نیز فرمایا: ”لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ“<sup>(۲)</sup> (ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ، ہاں البتہ کوئی تجارت باہمی رضا مندی سے ہو)۔

سنت نبوی میں یہ حدیث وارد ہے: ”... المسلمون على شروطهم، إلا شرطاً حرم حلالاً“ (مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں، مگر ایسی شرط جو حلال کو حرام کرے)۔ ایک روایت میں ہے: ”عند شروطهم“<sup>(۳)</sup> (اپنی شرطوں کے پاس ہیں)۔ اور ایک

(۱) سورہ مائدہ ۱۔

(۲) سورہ نساء ۲۹۔

(۳) حدیث: ”المسلمون على شروطهم، إلا شرطاً حرم حلالاً“.....

اور ایک روایت میں ”عند شروطهم“ ہے کی روایت ترمذی (۳/۶۲۵)



## بیع و شرط ۲-۵

ذیل میں بیع مع شرط کے بارے میں فقہاء کے مذاہب کی تفصیل ہے، ہر مذہب کو علاحدہ علاحدہ بیان کیا جائے گا، کیونکہ اس سلسلے میں ان میں سخت اختلاف ہے:

### اول: مذہب حنفیہ:

۲- حنفیہ نے ممنوع شرط کے لئے جو عقد کو فاسد کر دیتی ہے یہ ضابطہ مقرر کیا ہے ہر ایسی شرط جس کا عقد متقاضی نہیں اور نہ ہی وہ عقد کے مناسب ہے، اور اس میں متعاقدين میں سے کسی ایک کے لئے یا جنسی کے لئے یا فر وخت شدہ چیز کے لئے جو اہل اتحقات میں سے ہو، نفع ہو اور اس کا عرف و رواج نہ ہو، اور شریعت میں اس کا جواز و ارد نہ ہو<sup>(۱)</sup>۔

۳- اگر شرط ایسی ہو جس کا عقد متقاضی ہے، یعنی وہ عقد کی وجہ سے بلا شرط واجب ہوتی ہے تو وہ شرط صحیح ہوگی، وہ فساد بیع کا سبب نہیں ہوگی<sup>(۲)</sup>۔ مثلاً اس شرط پر خرید اک وہ فر وخت شدہ چیز کا مالک ہو جائے گا، یا اس شرط پر بیچا کہ وہ ثمن کا مالک ہو جائے گا، یا اس شرط پر بیچا کہ ثمن مکمل وصول کرنے کے لئے فر وخت شدہ چیز کو روک لے گا یا اس شرط پر خرید اک فر وخت شدہ چیز اس کے سپرد کر دے گا، یا اس شرط پر جانور خرید اک اس پر سوار ہوگا، یا کپڑا پہنے کی شرط پر خرید اک، یا بالی میں موجود گیہوں کو اس شرط پر خرید اک فر وخت کرنے والا اس کو کاٹے گا، اور اس طرح کی دوسری شرطیں تو بیع جائز ہے، اس لئے کہ بیع مذکورہ چیزوں کی شرط کے بغیر متقاضی ہے، لہذا ان کو شرط کے طور پر ذکر کرنا عقد کے تقاضے کی توثیق کے لئے ہے، ان کی وجہ سے عقد فاسد نہیں ہوگا<sup>(۳)</sup>۔

۴- اسی طرح اگر شرط، عقد کے مناسب ہو، مثلاً اس کے تقاضے کی توثیق کرے تو عقد کو فاسد نہ کرے گی، کو کہ عقد اس کا متقاضی نہ ہو، اس لئے کہ وہ معنوی حیثیت سے اس کے حکم کو ثابت اور پختہ کرتی ہے، لہذا یہ اس شرط کے ساتھ لاحق ہو جائے گی جو عقد کے تقاضوں میں سے ہے، مثلاً اشارہ یا تسمیہ (نام لینے) کے ذریعہ معلوم رہن کی شرط، کفالت سے قبل حاضر کفیل کی شرط یا کفیل غائب تھا پھر آ گیا اور علاحدگی سے قبل اس کو قبول کر لیا<sup>(۱)</sup>۔

حوالہ کی شرط لگانا کفالت کی طرح ہے، لہذا اگر اس شرط پر فروخت کیا کہ خرید اک فر وخت کرنے والے کو ثمن کے حصول کے لئے دوسرے پر محمول کرے گا، تو انہوں نے کہا کہ قیاساً فاسد ہے، اور احتساباً جائز ہے<sup>(۲)</sup>۔

لیکن کاسانی نے حوالہ کی شرط کو مفید قرار دیا ہے، اس لئے کہ اس کا عقد متقاضی نہیں، اور نہ ہی وہ اس کے موجب کو ثابت کرتی ہے، کیونکہ حوالہ ثمن سے بری کرنا اور اس کو ساقط کرنا ہے، لہذا وہ عقد کے مناسب نہیں ہے، برخلاف کفالت اور رہن کے<sup>(۳)</sup>۔

۵- ان کے نزدیک ”نفع“ کی شرط کے تحت حسب ذیل چیزیں آتی ہیں:

الف۔ متعاقدين میں سے کسی ایک کے لئے منفعت کی شرط ہو، مثلاً اگر اس شرط پر گھر بیچے کہ فر وخت کرنے والا اس میں ایک ماہ رہے گا، پھر اسے اس کو سپرد کرے گا یا زمین اس شرط پر بیچے کہ فر وخت کرنے والا اس میں ایک سال بھیتی کرے گا یا جانور ایک ماہ سواری کی شرط پر یا کپڑا ایک ہفتہ استعمال کرنے کی شرط پر، یا اس شرط پر کہ

- (۱) رد المحتار ۳/۱۲۱، نیز دیکھئے بدائع الصنائع ۵/۱۶۹، الہدایہ مع الشروح ۶/۷۷، تمبین الحقائق ۳/۵۷۔  
(۲) رد المحتار ۳/۲۱، بحوالہ البحر الرائق، نیز دیکھئے الہدایہ مع الشروح ۶/۷۷۔  
(۳) بدائع الصنائع ۵/۱۷۱، نیز ان میں سے بعض مثالوں کے لئے دیکھئے الہدایہ مع الشروح ۶/۷۷، تمبین الحقائق ۳/۵۷، الدر المختار ۳/۱۲۲۔

## بیع و شرط ۶

ظاہر الروایہ یہی ہے۔ اسی طرح اگر خریدار پر شرط لگائے کہ اس کو فروخت نہیں کرے گا یا اس کو بیہ نہیں کرے گا، کیونکہ مملوک کے لئے مختلف ہاتھوں میں نہ جانا اچھا لگتا ہے<sup>(۱)</sup>۔ اور حسن نے امام ابوحنیفہ سے خریدار پر آزاد کرنے کی شرط لگانے کا جواز نقل کیا ہے۔

جس شرط میں کسی کا نفع نہ ہو وہ شرط مذکور کے تحت نہیں آتی، اور وہ سبب فساد نہیں ہے، مثلاً کپڑا اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کو فروخت نہ کرے یا اس کو بیہ نہ کرے یا جانور اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کو فروخت نہ کرے یا کھانا اس شرط پر فروخت کیا کہ اس کو کھائے گا فروخت نہیں کرے گا تو اس شرط میں کسی کا نفع نہیں ہے، لہذا یہ ”صحیح“ قول میں سبب فساد نہیں ہے، کیونکہ اس طرح کی شروط میں فساد (جیسا کہ کاسانی کہتے ہیں) کا سبب ان میں شروط منفعت کی زیادتی کی وجہ سے جس کا کوئی عوض نہیں ہے رہا ہوتا ہے، اور یہ چیز اس شرط میں نہیں پائی گئی، اس لئے کہ اس میں کسی کے لئے منفعت نہیں ہے، اور نہ ہی اس شرط کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہے، لہذا اس کے نتیجے میں رہا یا نزع نہ ہوگا، اس لئے عقد جائز ہے اور شرط باطل ہے<sup>(۲)</sup>۔

۶۔ جس شرط میں عاقدین میں سے کسی کا ضرر ہو مثلاً کپڑا اس شرط پر فروخت کرے کہ خریدار اس کو پھاڑ دے گا یا گھر اس شرط پر فروخت کرے کہ خریدار اس کو ویران کر دے گا، تو بیع جائز اور شرط باطل ہے، اس لئے کہ ضرر کی شرط بیع میں اثر انداز نہیں ہوتی ہے، اور

(۱) بدائع الصنائع ۵/۷۰، نیز اس میں امام ابوحنیفہ سے حسن کی مذکورہ روایت کی توجیہ دیکھی جائے۔

(۲) بدائع الصنائع ۵/۷۰، العنایہ شرح الہدایہ ۸/۷۸، رد المحتار (۳/۱۲۲) میں مذکور ابن عابدین کی اس عبارت کے ساتھ موازنہ کر یہ اس طرح کی شرط (عدم بیع و بیہ) کے ساتھ بیع میں ان دونوں میں سے ایک کا ضرر ہے اور طرفین کے نزدیک اس طرح کی شرط کے ساتھ بیع جائز ہے اس میں امام ابو یوسف کا اختلاف ہے۔

خریدار اس کو قرض دے گا یا اس کو کوئی بیہ کرے گا یا اپنی بیٹی سے اس کی شادی کر دے گا یا اس کے ہاتھ فلاں سامان فروخت کرے گا وغیرہ یا کپڑا فروخت کیا اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو قمیص سلے گا یا گیہوں اس کو پیسنے کی شرط پر یا پھل اس کو توڑنے کی شرط پر یا ایسی چیز فروخت کی جس میں بار برداری اور خرچہ ہے، اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو خریدار کے گھر تک اٹھا کر لے جائے گا وغیرہ وغیرہ۔

ان تمام صورتوں میں بیع فاسد ہے، اس لئے کہ بیع میں شروط منفعت کا اضافہ سود ہوگا، کیونکہ یہ ایسا اضافہ ہے جس کے بالمقابل عقد بیع میں کوئی عوض نہیں ہے، اور سود کی تشریح یہی ہے۔ اور وہ بیع جس میں سود ہو وہ فاسد ہے یا اس میں سود کا شبہ ہو تو وہ حقیقت سود کی طرح بیع کو فاسد کرنے والا ہے<sup>(۱)</sup>۔

ب۔ اس میں یہ بھی شامل ہے کہ منفعت اجنبی کے لئے ہو، جیسے خالی زمین اس شرط پر فروخت کی کہ اس میں مسجد تعمیر کرے گا یا کھانا اس شرط پر کہ اس کو صدقہ کر دے گا تو یہ فاسد ہے، کو کہ مذہب حنفیہ میں اجنبی کے لئے قرض وغیرہ کی منفعت کی شرط لگانے کے بارے میں وقول ہیں<sup>(۲)</sup>۔

ج۔ یہ اس کو بھی شامل ہے کہ معقود علیہ کے لئے منفعت ہو، جیسے باندی اس شرط پر فروخت کی کہ خریدار اس کو آزاد کرنے کی وصیت کرے گا تو بیع فاسد ہے، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جس میں فروخت شدہ چیز کے لئے منفعت ہے۔ اور یہ مفسد ہے۔ اور یہی حکم اس صورت میں ہے جب باندی کو آزاد کرنے کی شرط لگائے،

(۱) بدائع الصنائع ۵/۱۶۹، ۷۰، نیز دیکھئے الہدایہ مع الشرح ۸/۷۸ اور اس کے بعد کے صفحات، الدر المختار ۳/۱۲۱، ۱۲۲۔

(۲) الدر المختار رد المحتار ۳/۱۲۲۔

## بیع و شرط ۷-۱۰

ابن عابدین نے نقل کیا ہے کہ یہی امام محمد کا مذہب ہے جبکہ امام ابو یوسف کا مذہب بیع کا فاسد ہونا ہے<sup>(۱)</sup>۔

جس شرط میں کسی کا ضرر یا نفع نہ ہو وہ جائز ہے، مثلاً کھانے کی شرط پر کھانا خریدے یا پہننے کی شرط پر کپڑا خریدے۔

۷- حنفیہ نے منفعت کی ایسی شرط جو عقد کو فاسد کر دے اس سے اس شرط کو مستثنیٰ کیا ہے جس کا عرف و رواج ہو، اور لوگوں میں بلا تکثیر اس کا تعامل ہو، حنفیہ نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ جو اس شرط پر خریدے کہ فروخت کرنے والا اس میں نعل (یا ایری) لگائے گا یا کھڑاؤں اس شرط پر خریدی کہ فروخت کرنے والا اس میں تسمہ لگائے گا یا بنا ہوا اون خرید اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کی ٹوپی (یا گلوبند اور کوٹ) بنائے گا یا ٹوپی اس شرط پر خریدی کہ فروخت کرنے والا اس میں اپنے پاس سے استر لگائے گا یا خف یا پاپا کپڑا اس شرط پر خریدی کہ فروخت کرنے والا اس میں پونڈ لگائے گا یا اس کو رنو کرے گا۔

یہ اور اس طرح کی شرائط حنفیہ کے نزدیک جائز شرطوں میں سے ہیں، لہذا ان کے ساتھ بیع صحیح ہے، اور استحساناً شرط لازم ہوگی، کیونکہ لوگوں میں ان کا تعامل اور رواج ہے۔

قیاس یہ ہے کہ فاسد ہو (جیسا کہ امام زفر کہتے ہیں)، اس لئے کہ عقد ان شروط کا متقاضی نہیں ہے، اور ان میں متعاقدين میں سے ایک کا نفع ہے۔ اور وہ یہاں خریدار ہے، لیکن لوگوں میں اس کا تعامل ہے، اور اس جیسی چیز سے قیاس ترک کر دیا جاتا ہے<sup>(۲)</sup>۔

۸- ابن عابدین رحمہ اللہ نے صراحت کی ہے کہ نئے عرف کا اعتبار ہے، لہذا اگر رنو کی شرط پر کپڑے کی بیع اور جو بنا نے کی شرط پر چپل کی بیع میں مذکورہ شرط کے علاوہ کوئی اور عرف پیدا ہو جائے تو وہ معتبر

ہوگا، اگر اس کے نتیجے میں نزاع پیدا نہ ہو۔

ابن عابدین نے ”المخ“ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ اس حالت میں عرف کا اعتبار کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اس حدیث کی خلاف ورزی ہے جس کے الفاظ ہیں: ”نہی النبی ﷺ عن بیع و شرط“ (نبی کریم ﷺ نے ایک ساتھ بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے)، کیونکہ حدیث کی توجیہ یہ کی گئی ہے کہ ایسی نزاع ہو جو عقد کو اپنے مقصود یعنی قطع نزاع سے نکال دے، عرف اس نزاع کو ختم کرتا ہے، لہذا وہ حدیث کے معنی کے موافق ہے۔ اس لئے قیاس کے علاوہ کوئی اور مانع باقی نہ رہا، اور عرف قیاس پر غالب ہے<sup>(۱)</sup>۔

۹- عقد کے تشاخص کی مخالفت کی شرط سے وہ شرط بھی مستثنیٰ ہے جو شریعت میں وارد ہو، مثلاً شمن کی ادائیگی میں ”مدت“ کی شرط، کیونکہ لوگوں کو اس کی ضرورت ہوتی ہے، ہاں یہ شرط ہوگی کہ وہ مدت معلوم ہو، تاکہ جھگڑے کا سبب نہ ہو<sup>(۲)</sup>۔ اسی طرح بیع میں خیاری کی شرط، کہ اس کا ثبوت حضرت حبان بن منقذ کی اس معروف حدیث میں ہے: ”إذا بايعت فقل لا خلاصة“<sup>(۳)</sup> (جب تم بیع کرو تو کہو: فروخت کا کام نہیں)، پھر تم کو ہر خریدے ہوئے سامان میں تین دنوں تک اختیار ہے، اگر پسند ہو تو روک لو اور اگر ناپسند ہو تو واپس کر دو۔

حنفیہ نے بتیس ایسے مقامات شمار کرائے ہیں جن میں شرط کی وجہ سے بیع فاسد نہیں ہوتی ہے<sup>(۴)</sup>۔

۱۰- کیا شرط فاسد کا عقد کے ساتھ متصل ہونا شرط ہے؟ عقد کے بعد

(۱) رد المحتار ۳/۱۳۳۔

(۲) الدر المختار ۳/۲۲۲۔

(۳) حدیث: ”إذا بايعت فقل لا خلاصة.....“ کی روایت ان الفاظ کے ساتھ

تبعی (۵/۲۷۳ طبع دائرة المعارف اہمانيہ حیدرآباد) نے کی ہے اس کی

اصل بخاری (بیع الباری ۳/۳۳۷ طبع المستقیم) میں ہے۔

(۴) تبیین الحقائق ۳/۵۷۷، الدر المختار ۳/۱۲۱، رد المحتار ۳/۶۲۔

(۱) بدائع الصنائع ۵/۷۰، رد المحتار ۳/۱۲۲ بحوالہ الجوهري۔

(۲) سابقہ مراجع۔



## بیع و شرط ۱۱

شرط کی صراحت کا حکم کیا ہے؟ اور اس پر عقد کے معنی ہونے کا حکم کیا ہے؟

الف۔ رہا مجلس سے علاحدگی کے بعد عقد کے ساتھ شرط کا متصل ہونا تو اس کے بارے میں مذہب میں دو تصحیح شدہ روایتیں ہیں: ایک امام ابوحنیفہ سے ہے کہ وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوگی، دوسری صاحبین سے ہے کہ وہ اصل عقد کے ساتھ لاحق نہیں ہوگی، اور یہی اصح ہے۔

اس روایت کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر مطلقاً فروخت کرے، پھر ثمن کو ادھار رکھے تو ادھار رکھنا صحیح ہے، اس لئے کہ یہ شرط فاسد کے حکم میں ہے۔ اور اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ اگر ان دونوں نے بلا شرط بیع کی، پھر دونوں نے وعدہ کے طور پر شرط کا ذکر کیا تو بیع جائز ہے۔ اور وعدہ کو پورا کرنا لازم ہے، اس لئے کہ وعدے بسا اوقات لازم ہوتے ہیں، لہذا اس کو لوگوں کی حاجت کی وجہ سے لازم کر دیا جائے گا، اور اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ اگر وہ دونوں شرط و فاء کے تذکرہ کے بغیر بیع کریں، پھر اس کی شرط لگائیں تو یہ ”بیع الوفاء“ کے قبیل سے ہوگی۔ اس لئے کہ بعد میں آنے والی شرط اصل عقد کے ساتھ مل جاتی ہے، یہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ہے، صاحبین کے نزدیک نہیں، اور صحیح یہ ہے کہ اس کے لاحق ہونے کے لئے مجلس عقد کی شرط نہیں ہے۔

ب۔ رہا عقد کا شرط فاسد پر معنی ہونا، مثلاً ان دونوں نے عقد سے قبل شرط فاسد لگائی، پھر عقد کیا تو ابن عابدین نے ”جامع الفصولین“ کے حوالہ سے عقد کا فاسد نہ ہونا نقل کیا ہے، تاہم ابن عابدین کی تحقیق یہ ہے کہ فساد مرتب ہوگا اگر وہ دونوں عقد کی بنا اس شرط فاسد پر رکھنے سے اتفاق کر لیں۔ اس کی وجہ مذاق کی جانے والی بیع کے بارے میں ان کی تصریحات کا تقاضا یہی ہے۔

نیز (کتب مذہب کے حوالہ سے) ربی کے اس فتوے پر قیاس ہے کہ اگر دو شخص عقد سے قبل ”بیع الوفاء“ پر اتفاق کر لیں، پھر شرط سے خالی عقد کریں تو یہ بیع ان کے اتفاق کے موافق ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

دوم: مذہب مالکیہ:

۱۱۔ مالکیہ نے بیع کے وقت متصور شرط کی تفصیل کرتے ہوئے کہا: یا تو عقد اس شرط کا متقاضی نہ ہوگا، اور وہ مقصود عقد کے منافی ہوگی یا وہ شرط ثمن میں خلل انداز ہوگی۔

اور یا تو عقد اس کا متقاضی ہوگا یا عقد اس کا متقاضی نہ ہوگا اور نہ وہ عقد کے منافی ہوگی۔

پس جو شرط عقد کو ضرر پہنچائے اور اس کو باطل کر دے، وہ ایسی شرط ہے جس میں بیع کے مقصود سے تضاد یا ثمن میں خلل اندازی ہو، مالکیہ کے نزدیک یہی شرط اس حدیث کا محمل ہے جس میں یہ آیا ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیع و شرط“ (نبی کریم ﷺ نے ایک ساتھ بیع اور شرط سے منع فرمایا ہے)، نہ کہ اخیر کی دو قسمیں<sup>(۲)</sup>۔

اول کی مثال یعنی جس کا عقد متقاضی نہیں ہے، اور وہ مقصود عقد کے منافی ہے، اور جس کے بارے میں ابن جزی نے کہا: ایسی شرط جو خریدار پر پابندی کی متقاضی ہے، یہ ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار پر یہ شرط لگائے کہ وہ سامان کسی کو بھی فروخت نہیں کرے گا یا صرف چند افراد کے ہاتھ فروخت کرے گا یا اس کو جہ نہیں کرے گا یا اس پر سوار نہ ہوگا یا اس کو نہیں پہنے گا یا اس میں رہائش اختیار نہیں کرے گا یا اس کو اجرت پر نہیں دے گا یا اس شرط پر کہ اگر اس کو کسی کے ہاتھ بھی

(۱) رد المحتار ج ۳ ص ۲۱۱ تصرف کے ساتھ۔

(۲) حاشیہ الدسوقی علی شرح الکبیر ج ۳ ص ۶۵، شرح الخرش ج ۵ ص ۸۰۔

## بیع و شرط ۱۲-۱۳

فروخت کیا تو وہی ثمن کا زیادہ حق دار ہوگا یا لمبی مدت تک خیار کی شرط لگائے۔

ان تمام حالات میں شرط اور بیع دونوں باطل ہیں<sup>(۱)</sup>۔

۱۲- مالکیہ نے مقتضائے عقد کے منافی شرط سے بعض صورتوں کو مستثنیٰ کیا ہے:

اول: فروخت کرنے والے نے خریدار سے اقالہ (رد) کرنے کا مطالبہ کیا تو خریدار نے اس سے کہا: اس شرط پر کہ اگر تم اس کو میرے علاوہ کسی دوسرے کے ہاتھ فروخت کرو گے تو میں ثمن کے عوض اس کا زیادہ حق دار ہوں گا تو یہ صورت کسی کے ہاتھ فروخت نہ کرنے سے مستثنیٰ ہے، اور ان کے نزدیک اس کے باوجود وہ جائز ہے، اس لئے کہ اقالہ میں ایسی چیزوں کو درگزر کر دیا جاتا ہے جو اقالہ کے علاوہ میں قائل معافی نہیں ہیں<sup>(۲)</sup>۔

دوم: فروخت کرنے والا خریدار پر شرط لگائے کہ وہ فروخت شدہ چیز کو وقف کرے گا یا اس کو بیہ کرے گا یا اس کو فقراء پر صدقہ کرے گا تو یہ سب جائز ہیں، اس لئے کہ یہ احسان کی انواع ہیں جس کی شریعت دعوت دیتی ہے۔

سوم: باندی کو فوری طور پر آزاد کرنے کی شرط پر فروخت کرے تو یہ جائز ہے، کو کہ یہ شرط عقد کے تقاضے کے منافی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ شارع نے آزادی کو پسند کیا ہے۔ برخلاف ”مدبر“، ”مکاتب“ اور باندی کو ام ولد بنانے کی شرط کے، کہ یہ ناجائز ہے، کیونکہ اس میں خریدار پر تنگی کرنا ہے۔

۱۳- دوسری شرط یعنی ثمن میں خلل انداز ہونا تو اس کی دو صورتیں ممکن ہیں:

(۱) القوائین الفقہیہ / ۱۷۱، المشرع المکبیر وجامیۃ الدرر / ۶۶/۳، شرح الخرش

۸۰/۵

(۲) المشرع المکبیر / ۶۶/۳

اول: ثمن میں جہالت، اس کی مثال سلف یعنی ان میں سے ایک کی طرف سے دوسرے کے لئے قرض کی شرط کے ساتھ بیع ہے۔

اگر قرض کی شرط خریدار کی طرف سے صادر ہو تو یہ ثمن میں خلل انداز ہوگی، کیونکہ اس کے نتیجے میں ثمن زیادتی کی وجہ سے مجہول ہو جائے گا، اس لئے کہ قرض سے اس کا فائدہ اٹھانا منجملہ ثمن کے ہوگا، اور یہ مجہول ہے۔ اور اگر قرض کی شرط فروخت کرنے والے کی طرف سے صادر ہو تو ثمن میں خلل انداز ہوگی، اس لئے اس کے نتیجے میں کمی کے سبب ثمن میں جہالت آئے گی، اس لئے کہ قرض سے اس کا فائدہ اٹھانا منجملہ فروخت شدہ چیز کے ہوگا۔ اور یہ مجہول ہے<sup>(۱)</sup>۔

دوم: شبہ ربا، اس لئے کہ قرض کی شرط پر بیع کو نفع لانے والا قرض مانا جاتا ہے:

چنانچہ اگر خریدار قرض لینے والا ہو تو اس کو قرض دینے والا فروخت کرنے والا ہوگا، اور فروخت کرنے والا ثمن کی زیادتی سے فائدہ اٹھائے گا۔

اگر فروخت کرنے والا قرض لینے والا ہو تو اس کو قرض دینے والا خریدار ہوگا، اور خریدار ثمن میں کمی سے فائدہ اٹھائے گا<sup>(۲)</sup>۔

اس سلسلے میں ابن جزئی نے صراحت کی ہے کہ خریدار فروخت کرنے والوں میں سے ایک کی طرف سے قرض کی شرط لگانا بالاجماع ناجائز ہے<sup>(۳)</sup>۔

۱۴- دوسری شرط یعنی عقد جس کا متقاضی ہے، تو یہ فروخت شدہ چیز خریدار کے سپرد کرنے اور عیب کی تلافی اور بیع ٹوٹنے کے وقت

(۱) المشرع المکبیر وجامیۃ الدرر / ۶۶/۳، تصرف کے ساتھ، نیز دیکھئے

شرح الخرش / ۸۱/۵

(۲) المشرع المکبیر وجامیۃ الدرر / ۶۶/۳

(۳) القوائین الفقہیہ / ۱۷۲

## بیع و شرط ۱۵-۱۷

عوض کو لوٹانے کی شرط کی طرح ہے۔ یہ امور بلا شرط لازم ہیں، کیونکہ عقد ان کا متقاضی ہے، لہذا ان کی شرط لگانا تاکید ہے، جیسا کہ دسوقی کہتے ہیں<sup>(۱)</sup>۔

۱۵- رعی چوتھی شرط تو وہ معین مدت، رہن، خیار اور جمیل (یعنی کفیل) کی شرط کی طرح ہے۔ تو یہ شرط عقد کے منافی نہیں ہیں، اور عقد ان کا متقاضی بھی نہیں ہے، بلکہ یہ عقد کی مصلحت پوری کرتے ہیں۔ اگر ان کی شرط لگائی گئی تو ان پر عمل ہوگا ورنہ نہیں۔

مالکیہ نے رہن کو کہ وہ غائب ہی کیوں نہ ہو کی شرط لگانے کو صحیح قرار دیا، اور رہن غائب پر قبضہ تک سامان کو موقوف رکھا جائے گا۔ رہا کفیل غائب کی شرط لگانا تو جائز ہے، اگر اس کی غیبت بہت قریبی ہو، اور ناجائز ہے اگر اس کی غیبت بہت بعید ہو، اس لئے کہ بسا اوقات وہ راضی ہوگا، اور ہو سکتا ہے انکار کرے، لہذا اس میں قرب کی شرط لگائی گئی۔

۱۶- ابن جزی نے شرط کی کچھ اور صورتوں کو ذکر کیا ہے جن کو استثناء یا خاص حکم والی مانا جاتا ہے مثلاً یہ صورت کہ فروخت کرنے والا اپنے لئے منفعت کی شرط لگائے مثلاً معلوم مدت تک جانور پر سواری یا گھر میں رہائش، تو یہ بیع جائز اور شرط صحیح ہے<sup>(۲)</sup>۔

ظاہر یہ ہوتا ہے کہ یہ سابقہ چاروں تقسیم سے استثناء کی طرح ہے<sup>(۳)</sup>۔ اس کی دلیل حضرت جابرؓ کی معروف حدیث ہے: ”انہ کان یسیر علی جمل لہ، قد اعیاء فأراد ان یسیر، قال: ولحقنی النبی ﷺ فدعا لی، وضربہ، فصار سیرا لم یسر مثله، فقال: بعینہ، فقلت: لا ثم قال: بعینہ، فبعته، واستثنیت حملانہ الی اہلی“ (وہ اپنے ایک اونٹ پر جا رہا ہے

(۱) حاشیہ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۶۵/۳۔

(۲) الشرح الکبیر ۶۵/۳، حاشیہ الدسوقی ۶۵/۳، القوانین الفقیہ ۱۷۲۔

(۳) دیکھئے اسی بحث کا فقرہ ۱۱۔

تھے جو تھک گیا تھا، انہوں نے اس کو آزاد کر دینا چاہا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ مجھ سے آکر ملے، میرے لئے دعاء کی، اور اونٹ کو مارا، پھر وہ ایسا چلا کہ اس طرح سے کبھی نہیں چلا تھا، آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو میرے ہاتھ بیچ دو۔ میں نے کہا: نہیں، پھر آپ ﷺ نے کہا: میرے ہاتھ اس کو بیچ دو۔ میں نے اس کو بیچ دیا، اور اپنے گھر تک سواری کا استثناء کر لیا۔ ایک روایت میں ہے: ”وشرطت ظہرہ الی المدینۃ“<sup>(۱)</sup> (میں نے مدینہ تک اس کی سواری کی شرط لگالی)۔

بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط بہت سے حضرات کے نزدیک جائز ہے، کیونکہ شوکانی نے اس حدیث پر لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سواری کے استثناء کرنے کے ساتھ بیع جائز ہے۔ یہی جمہور کا قول ہے۔ امام مالک نے اس کو جائز قرار دیا ہے بشرطیکہ سفر کی مسافت قریبی ہو، اور اس کی تحدید انہوں نے تین دن سے کی ہے۔ امام شافعی، امام ابوحنیفہ اور دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ یہ ناجائز ہے، مسافت مختصر ہو یا طویل<sup>(۲)</sup>۔

یہ حدیث کو کہ فروخت شدہ چیز سے اگر وہ قائل سواری جانور ہو معمولی انتفاع کے بارے میں ہے، لیکن مالکیہ نے اس پر ہر فروخت شدہ چیز سے اس کی بیع کے بعد معمولی انتفاع کو مستقل طور پر آسانی پیدا کرنے کے لئے قیاس کیا ہے جو فروخت کرنے والوں کی ضرورت کے پیش نظر ہے۔

۱۷- مالکیہ کے یہاں قائل ذکر یہ ہے کہ اگر وہ عقد میں خلل انداز شرط کو ساقط کر دے، خواہ یہ شرط مقصود بیع کے منافی ہو مثلاً

(۱) حدیث جابرہ ”لھی افسراطہ الحمل علی الجمل.....“ کی روایت

بخاری (فتح الباری ۵/۱۳۱۳) اور مسلم (۲۲۱/۳ طبع عیسیٰ الحلبي) نے

کی ہے۔

(۲) نیل الاوطار ۵/۱۷۸، ۱۷۹۔



## بیع و شرط ۱۸-۱۹

طرح عدوی کے کلام سے بھی ظاہر ہوتا ہے<sup>(۱)</sup>۔

یہاں دو سوال سامنے آتے ہیں:

۱۹- پہلا سوال: کیا لازم آئے گا اگر بیع قرض کی شرط کے ساتھ ہو جو ثمن میں نخل شرط ہے، اور سامان خریدار کے پاس بیع فاسد کو فوت کرنے والی چیز کے سبب فوت ہو جائے (مثلاً اگر بلاک ہو جائے)، خواہ شرط لگانے والے نے اپنی شرط کو ساقط کر دیا ہو یا ساقط نہ کیا ہو؟ اس کے جواب میں چند اقوال ہیں:

اول: یہی ”المدونہ“ میں ہے۔ یا تو قرض دینے والا خریدار ہوگا یا فروخت کرنے والا:

الف۔ اگر خریدار نے بیع فروخت کرنے والے کو قرض دیا ہو تو خریدار پر جس ثمن میں بیع ہوئی ہے، اور قبضہ کے دن اس کی قیمت دونوں میں سے جو زائد ہو لازم ہوگا، لہذا اگر اس نے اس کو بیس میں خرید اور ”قیمت“ میں ہو تو بیس لازم ہوں گے۔

ب۔ اگر فروخت کرنے والے نے خریدار کو قرض دیا ہو تو خریدار پر فروخت کرنے والے کے لئے ثمن اور قیمت دونوں میں سے جو کم ہو لازم ہوگا، چنانچہ مذکورہ مثال میں اس پر بیس لازم ہوں گے، اس لئے کہ اس نے اضافہ کے لئے قرض دیا، تو اس کے ساتھ اس کے قصد کے برعکس معاملہ کیا جائے گا۔

دوم: ”المدونہ“ کے قول کے بالمقابل علی الاطلاق قیمت کا لازم ہونا ہے، خواہ قرض دینے والا فروخت کرنے والا ہو یا خریدار۔

سوم: خریدار کو کم تر کی ادائیگی کا ذمہ دار بنانا، جبکہ اس نے فروخت کرنے والے سے قرض لیا ہو: اس کا محل یہ ہے کہ وہ قرض کے ساتھ غائب نہ رہا ہو ورنہ اس پر قیمت لازم ہے، خواہ جتنی ہو<sup>(۲)</sup>۔

(۱) المشرح الکبیر وجامعہ الدسوتی ۶۷/۳ قدرے متصرف کے ساتھ، جامعہ العدوی علی شرح الخرشنی ۸۲/۵۔

(۲) المشرح الکبیر وجامعہ الدسوتی ۶۷/۳۔

فروخت شدہ چیز کے فروخت نہ کرنے کی شرط، یا ثمن میں خلل انداز شرط ہو مثلاً خرید فروخت کرنے والوں میں سے کسی ایک کی طرف سے قرض کی شرط ہو، تو بیع صحیح ہو جائے گی۔

اس حالت میں صرف یہ شرط ہے کہ ساقط کرنا سامان کے باقی رہنے کے ساتھ ہو۔

قرض کی شرط کے حذف کرنے کی وجہ سے یہاں بیع کے صحیح ہونے کی توجیہ شرعی نے یہی ہے کہ مانع زائل ہو گیا<sup>(۱)</sup>۔

۱۸- کیا قرض کی شرط کے مثل میں ساقط کرنے سے متعلق حکم ان دونوں صورتوں میں برآمد ہے کہ یہ اس سے انتفاع کی قدرت سے قبل ہو یا اس کے بعد؟ اس مسئلہ میں دو اقوال ہیں:

الف۔ مذہب میں مشہور جو ابن القاسم کا قول ہے، یہ ہے کہ اگر قرض قرض دینے والے کو لوٹا دے، جبکہ سامان موجود ہو تو بیع صحیح ہوگی، اگرچہ قرض لینے والا قرض کے بعد اتنی مدت تک غائب ہو جس میں وہ اس سے انتفاع کر سکتا ہو۔

ب۔ تھون اور ابن حبیب کا قول یہ ہے کہ قرض کے ساتھ غیبیہ بت سے بیع ٹوٹ جائے گی، اگرچہ وہ قرض کی شرط کو ساقط کر دے، کیونکہ ان دونوں کے درمیان ربا کا سبب پایا گیا ہے یا دونوں کے درمیان ربا ہو چکا ہے (جیسا کہ شیخ درودیر کی تعبیر ہے)، لہذا ساقط کرنے سے فائدہ نہیں ہوگا۔

درودیر کے نزدیک معتمد پہا قول ہے، جیسا کہ انہوں نے اس کی صراحت کی ہے، اور دسوقی کا میلان دوسرے قول کی طرف ہے، جیسا کہ ان کے کلام اور دوسرے قول کو ان کے نقل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ انہوں نے اس کے مشہور ہونے کو نقل کیا ہے۔ اور اسی

(۱) اس سلسلہ میں دیکھئے القوائین النعمیہ ۱۷۲، کیونکہ ابن جزئی نے یہاں صراحتاً کہا: ان کا اختلاف ہے نیز دیکھئے المشرح الکبیر للدرودیر وجامعہ الدسوتی ۶۷/۳، شرح الخرشنی ۸۱/۵۔

## بیع و شرط ۲۰-۲۱

چیزوں کو مستثنیٰ کیا ہے جن کا استثناء شرع سے ثابت ہے، اور انہوں نے عقد کے تقاضے اور اس کے مصالح کی طرف بہت کم نظر کی ہے۔ اس لحاظ سے ان کا مذہب تینوں مذاہب میں سب سے تنگ ہے۔

تاہم بعض شافعیہ نے شرط کی تقسیم کرتے ہوئے کہا: شرط یا تو مطلق عقد کا تقاضا ہوگی مثلاً قبضہ، فائدہ اٹھانا، اور عیب کی وجہ سے رد کرنا یا نہ ہوگی۔

پہلی صورت: عقد کے لئے مضر نہیں ہے۔

دوسری صورت: جس میں شرط عقد کا تقاضا نہ ہو، وہ یا تو مصلحت عقد سے متعلق ہوگی مثلاً رہن، گواہ بنانا، اور مقصودہ اوصاف یعنی کتابت، خیاطت، خیال<sup>(۱)</sup> وغیرہ کی شرط یا وہ مصلحت عقد سے متعلق نہ ہوگی۔

پہلی شکل مفسد عقد نہیں ہوگی اور خود شرط بھی صحیح ہوگی۔

اور دوسری شکل جو مصلحت عقد سے متعلق نہ ہو یا تو اس میں نزاع بننے والی غرض نہ ہوگی جیسے یہ شرط کہ فروخت کیا گیا جانور صرف ایسی غذا کھائے گا تو یہ شرط لغو ہوگی اور عقد صحیح ہوگا اور یا اس میں نزاع بننے والی غرض ہوگی تو یہ شرط فاسد اور مفسد ہوگی جیسے وہ امور جو مقتضائے عقد کے منافی ہوں مثلاً عدم قبضہ اور عدم تصرف وغیرہ<sup>(۲)</sup>۔ اس تقسیم کا خلاصہ:

(۱) ایسی شرط لگانا جس کا عقد متقاضی ہو یا عقد کی مصلحت یا اس کی صحت سے متعلق ہو، صحیح ہے۔

(۲) ایسی شرط جس کی کوئی غرض نہ ہو لغو ہے، لیکن مفسد عقد نہیں ہے۔

(۳) ایسی شرط جس میں نزاع پیدا کرنے والی غرض ہو وہ مفسد

یہ سب اس صورت میں ہیں جبکہ فروخت شدہ چیز ذوات الثیم میں سے ہو، اور اگر مثلی ہو تو اس میں محض مثل واجب ہے، اس لئے کہ ”مثل“، ”اس کے عین“ کی طرح ہے، لہذا اس میں کسی کی کوئی بات نہیں، کیونکہ وہ اس درجہ میں ہے کہ وہ قائم ہو، اور عینہ اس کو لوٹا دیا گیا ہو<sup>(۱)</sup>۔

دوسرا سوال:

۲۰- کیا لازم آئے گا اگر مقصود کے منافی شرط کے ساتھ بیع ہو جائے، اور سامان خریدار کے پاس فوت ہو جائے، خواہ اس شرط کو ساقط کر دیا گیا ہو یا نہ ساقط کیا گیا ہو؟

انہوں نے کہا: حکم یہ ہے کہ قبضہ کے دن اس کی قیمت اور ثمن میں سے جو زیادہ ہو وہی فروخت کرنے والے کے لئے ہوگا، کیونکہ شرط کی وجہ سے بیع عام ثمن سے کم میں ہوئی ہے<sup>(۲)</sup>۔

سوم: مذہب شافعیہ:

۲۱- شافعیہ شارع کی طرف سے سابقہ حدیث میں ایک ساتھ بیع اور شرط سے ممانعت کے پابند ہیں اور انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت پر عمل کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع، ولا ربح مالہ بضمن، ولا بیع مالیس عندک“<sup>(۳)</sup> (حلال نہیں ہے ایک ساتھ قرض اور بیع، ایک بیع میں دو شرطیں، ایسی چیز کا نفع جو قابل ضمان نہ ہو، اور اس چیز کی بیع جو تمہارے پاس نہ ہو)۔ اور انہوں نے صرف انہی

(۱) حاشیہ الدسوقی حوالہ سابق۔

(۲) الشرح الکبیر وحاشیہ الدسوقی ۳/ ۶۷۔

(۳) حدیث: ”لا یحل سلف و بیع، ولا شرطان فی بیع.....“ کی روایت ترمذی (۵۳۵/۳) طبع مصنفی النسخ نے کی ہے ترمذی نے کہا حسن صحیح ہے۔

(۱) اصل میں اسی طرح ہے اور کیا درستہ ”خباہت“ ہے؟

(۲) حاشیہ الجمل علی شرح النسخ ۳/ ۷۵، ۷۷۔

## بیع و شرط ۲۲-۲۳

شرط ہے اور یہ تقاضائے عقد کے خلاف شرط لگانے کی طرح ہے<sup>(۱)</sup>۔

۲۲- دونوں احادیث اور اس تقسیم کی تطبیق کے لئے ان کے یہاں اہم تصریحات یہ ہیں:

(۱) بیع کی شرط کے ساتھ بیع مثلاً کہے: میں نے تمہیں یہ زمین ایک ہزار میں اس شرط پر بیچ دی کہ تم اپنا گھر مجھے اتنے میں بیچ دو یا تم مجھ سے میرا گھر اتنے میں خریدو، تو یہ شرط فاسد و فاسد ہے، عقد اس کا متقاضی نہیں ہے۔

(۲) قرض کی شرط کے ساتھ بیع، مثلاً اپنی زمین دوسرے کو ایک ہزار میں اس شرط میں فروخت کرے کہ وہ اس کو ایک سو قرض دے گا۔ اور قرض ہی کے مثل اجرت پر دینا، شادی کرانا اور عاریت پر دینا ہے<sup>(۲)</sup>۔

(۳) بھیتی کی خریداری اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو کاٹ دے یا کپڑے کی خریداری اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو سل دے، اور اسی میں سے (جیسا کہ عمیرہ پر لسی کہتے ہیں) ایندھن کی خریداری اس شرط پر ہے کہ فروخت کرنے والا اس کو خریدار کے گھر اٹھا کر لے جائے، تو یہ اور ان جیسی شرطوں کے بارے میں مذہب خریداری کا باطل ہونا ہے، کیونکہ اس میں ایسی چیز میں عمل کی شرط ہے جس کا مالک ابھی تک وہ نہیں ہے۔ اور یہ فاسد ہے، نیز اس لئے کہ (جیسا کہ اسنوی نے کہا) یہ شرط مقتضائے عقد کے خلاف ہے، لہذا اصح قول کے مطابق بیع اور شرط دونوں باطل ہوں گی، اگرچہ ان کے یہاں اس جزئیہ میں دو اور اقوال ہیں:

اول: بیع صحیح ہوگی اور شرط لازم ہوگی، اور یہ معنوی لحاظ سے بیع اور اجارہ ہے اور مقررہ ثمن ان دونوں پر قیمت کے اعتبار سے تقسیم کیا جائے گا۔<sup>(۱)</sup> حاشیہ الجمل علی شرح المنہاج ۷۵/۳ تصرف کے ساتھ۔  
(۲) تحفۃ المحتاج شرح المنہاج بحاشیہ الشروانی و حاشیہ العبادی ۲۹۳، ۲۹۵، شرح الجمل بحاشیہ اقلید بی و عمیرہ ۵، حاشیہ الجمل ۷۳/۳۔

جائے گا۔

دوم: شرط باطل ہوگی۔ اور فروخت شدہ چیز کے بالمقابل مقررہ ثمن میں بیع صحیح ہوگی<sup>(۱)</sup>۔

۲۳- شافعیہ نے ممانعت سے چند مسائل کو مستثنیٰ کیا ہے<sup>(۲)</sup>، جن کو شرط کے باوجود صحیح کہا ہے، وہ یہ ہیں:

الف۔ موعین مدت کی شرط پر بیع، اس کی دلیل فرمان باری ہے: ”إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِلَدَيْنِ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَابْتِئُوا“<sup>(۳)</sup> (جب دو صار کا معاملہ کسی مدت موعین تک کرنے لگو تو اسی کو لکھ لیا کرو)۔

ب۔ بیع رہن کی شرط کے ساتھ، اس میں انہوں نے متعین ہونے کی قید لگائی ہے۔

ج۔ موعین کفیل کی شرط پر بیع اور کفالت فروخت شدہ چیز یا قلمہ میں ثابت ثمن میں سے کسی عوض میں ہو۔ اس کی وجہ ایسے شخص کے ساتھ معاملہ کرنے میں ان دونوں کی ضرورت ہے جو ان دونوں کے بغیر راضی نہیں ہوتا۔

د۔ بیع ہونے پر گواہ بنانا، اس لئے کہ اس کا حکم آیت میں ہے: ”وَ أَشْهَدُوا إِذَا تَبَايَعْتُمْ“<sup>(۴)</sup> (اور جب خرید و فروخت کرتے ہو تب) گواہ کر لیا کرو)۔

ھ۔ خیاری کی شرط کے ساتھ بیع، کیونکہ اس کا ثبوت حبان بن

(۱) حاشیہ عمیرہ علی شرح الجمل علی المنہاج ۷۴/۱، شرح المنہاج بحاشیہ الجمل ۷۵، ۷۳۔

(۲) حاشیہ الجمل علی شرح المنہاج ۷۵/۳، ۷۶، شیخ الجمل نے اس کو شرح قسطلانی علی البخاری کے حوالہ سے صراحۃً نقل کیا ہے۔

(۳) سورۃ بقرہ ۲۸۲۔

(۴) سورۃ بقرہ ۲۸۲۔



منقذ کی مشہور روایت میں ہے (۱)۔

۲۴۔ فروخت شدہ چیز کو آزاد کرنے کی شرط پر بیع کے بارے میں ان کے یہاں چند اقوال ہیں:

پہلا قول جو زیادہ صحیح ہے، یہ ہے کہ شرط صحیح ہوگی اور بیع بھی صحیح ہوگی۔ اس کی دلیل حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ انہوں نے حضرت بریرہ کو آزاد کرنے کے لئے خریدنا چاہا، حضرت بریرہ کے گھر والوں نے ”ولاء“ کی شرط لگائی۔ حضرت عائشہ نے اس کا تذکرہ حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اشتریہا واعتقیہا، فإنما الولاء لمن أعتق“ (۲) (اس کو خرید لو، اور آزاد کرو، اس لئے کہ ولاء تو آزاد کرنے والے ہی کے لئے ہوتا ہے)، اور حضور ﷺ نے ان کے لئے ولاء کی شرط لگائے جانے پر نکیر نہیں فرمائی، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ما بال أقوام يشترطون شروطا ليست في كتاب الله؟ من اشترط شرطاً ليس في كتاب الله فهو باطل“ (۳) (کیا حال ہے لوگوں کا کہ وہ ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں، جس نے کوئی ایسی شرط لگائی جو اللہ کی کتاب میں نہیں وہ باطل ہے)۔ نیز اس لئے کہ بیع کے فوراً بعد آزاد ہونا رشتہ دار کے خریدنے کی صورت میں معروف ہے، لہذا اس کی شرط کو برداشت کر لیا گیا، نیز اس لئے کہ شارع نے آزادی کو پسند کیا ہے۔

اسی کے ساتھ اس میں خریدار کے لئے فائدہ اور نفع ہے، دنیا میں ولاء کے حصول کے ذریعہ اور آخرت میں ثواب کے ذریعہ اور

فروخت کرنے والے کا نفع اس کا سبب بننے کی وجہ سے ہے (۱)۔

دوسرا قول یہ ہے کہ شرط باطل ہوگی اور بیع بھی باطل ہوگی، جیسا کہ اگر اس کی بیع یا اس کے بہہ کی شرط لگا دے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ بیع صحیح ہوگی اور شرط باطل ہوگی (۲)۔

۲۵۔ شافعیہ کے یہاں ممانعت سے مستثنیٰ امور میں سے آزادی کے ساتھ خریدار کے علاوہ کسی اور کے لئے ولاء کی شرط لگانا ہے۔ شافعیہ کے یہاں دو اقوال میں سے زیادہ کمزور قول یہی ہے۔ اس صورت میں بیع صحیح ہوگی اور شرط باطل ہوگی، اس کی دلیل بعض روایات میں حضرت بریرہ کی حدیث کا ظاہر اور حضرت عائشہ سے آپ ﷺ کا فرمان ہے: ”واشترطي لهم الولاء“ (۳) (ان کے لئے ولاء کی شرط لگا لو)۔

لیکن اصح اس حالت میں شرط اور بیع کا باطل ہونا ہے۔ اس لئے کہ شرعاً طے ہے کہ ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے۔

ان حضرات نے حدیث عائشہ: ”واشترطي لهم الولاء“ کا جواب یہ دیا ہے کہ شرط عقد بیع میں نہیں تھی، اور یہ کہ یہ حضرت عائشہ کے مسئلہ کے ساتھ خاص ہے، اور یہ کہ آپ ﷺ کے فرمان میں ”لهم“ (ان کے لئے) ”عليهم“ (ان کے خلاف) کے معنی میں ہے (۴)۔

۲۶۔ شافعیہ کے یہاں مستثنیٰ امور میں سے فروخت شدہ چیز میں عیوب سے براءت کی شرط ہے، اس لئے کہ اس میں فروخت کرنے والے کو شرط براءت کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کو خفیہ اپنے لئے

(۱) تحفۃ المحتاج ۳۰۰ھ۔

(۲) جامعہ الجمل ۵/۳، ۷، ۶، نیز دیکھئے شرح المنہج ۶/۳۔

(۳) حدیث: ”الولاء لمن أعتق“ کی تخریج نمبر ۲۳ میں گزر چکی ہے۔

(۴) جامعہ الجمل علی شرح المنہج ۶/۳، نیز دیکھئے شرح المنہج علی الصہبائ

(۱) حدیث کی تخریج نمبر ۲۹ میں گزر چکی ہے۔

(۲) حدیث: ”الما الولاء لمن أعتق“ کی روایت بخاری (بیع الباری

۳۷۶/۳ طبع استغیہ) اور مسلم (۵/۲۳ طبع الحلبي) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”من اشترط شروطا ليس في كتاب الله فهو باطل“ کی

تخریج نمبر ۲۹ کے تحت گزر چکی ہے۔

## بیع و شرط ۲۷

منتقل کرنے کی شرط، انہوں نے کہا: اس لئے کہ یہ مقتضائے عقد کی صراحت ہے<sup>(۱)</sup>۔

ب۔ پھل کی صلاحیت ظاہر ہونے اور پکنے کے بعد اس کو توڑنے یا باقی رکھنے کی شرط، یہ عقد بیع میں جائز ہے، جیسا کہ پکنے کے بعد اس کی بیع بلا شرط جائز ہے، اس لئے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ”ان النبی ﷺ نہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحها“<sup>(۲)</sup> (رسول اللہ ﷺ نے بد و صلاح سے قبل پھل کی بیع سے منع فرمایا)، اور حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ”لا تتبايعوا الثمار حتی یبدو صلاحها“<sup>(۳)</sup> (پھلوں کو آپس میں فروخت مت کرو جب تک کہ اس کا کارآمد ہونا ظاہر نہ ہو جائے)۔

حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بد و صلاح کے بعد پھل کی بیع جائز ہے، اور یہ تینوں احوال پر صادق آتا ہے: بلا شرط اس کی بیع، اس کو توڑنے کی شرط پر اس کی بیع اور اس کو باقی رکھنے کی شرط پر بیع<sup>(۴)</sup>۔

ج۔ یہ شرط کہ فروخت کرنے والا فروخت شدہ چیز میں متعین کام کرے گا مثلاً کپڑا خرید اس شرط پر کہ فروخت کرنے والا اس کو سلے گا، یہ تین احوال میں سب سے ضعیف قول کے مطابق ہے، جیسا کہ گزرا<sup>(۵)</sup>۔

د۔ فروخت شدہ چیز میں عرفاً مقصود وصف کی شرط لگانا

(۱) حاشیہ الجمل علی شرح الحج ۷۶۳۔

(۲) حدیث: ”لہی عن بیع الثمار حتی یبدو صلاحها.....“ کی روایت بخاری (فتح المبارک ۳۴۳ ۳۴۳ طبع استغبر) اور مسلم (۳۴ ۱۱۶۷ طبع المکملی) نے کی ہے الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۳) حدیث: ”لا تبایعوا الثمار حتی یبدو صلاحها.....“ کی روایت مسلم (۳۴ ۱۱۶۷ طبع المکملی) نے کی ہے۔

(۴) شرح المکملی علی المصباح ۲/۲۳۳۔

(۵) دیکھئے اسی بحث کا فقرہ ۲۲۔

ما معلوم عیب کے بارے میں بیع کے لزوم کا اطمینان ہو (معلوم عیب کے بارے میں نہیں)۔ یہ حکم جانور اور اس کے علاوہ میں مطلق ہے، لہذا مذکورہ شرط کے ساتھ بیع علی الاطلاق صحیح ہوگی، خواہ شرط صحیح ہو یا غیر صحیح، اس لئے کہ یہ ایسی شرط ہے جو عقد کو پختہ کرتی ہے اور ظاہر حال (یعنی عیوب سے سلامتی) کے موافق ہے<sup>(۱)</sup>۔

اس کی تائید حضرت ابن عمرؓ کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنا ایک غلام آٹھ سو درہم میں عیوب سے بری ہونے کی شرط پر فروخت کیا، پھر خریدار نے ان سے کہا: اس میں ایک مرض ہے جس کو آپ نے میرے سامنے بیان نہیں کیا، وہ دونوں اس معاملہ کو حضرت عثمانؓ کے پاس لے گئے، تو انہوں نے حضرت ابن عمر کے خلاف یہ فیصلہ کیا کہ ابن عمر قسم کھائیں کہ انہوں نے جب غلام کو فروخت کیا تھا تو ان کے علم میں یہ مرض نہ تھا، حضرت ابن عمر نے قسم کھانے سے انکار کیا، اور غلام واپس لے لیا، پھر اس کو پندرہ سو میں فروخت کیا<sup>(۲)</sup>۔

انہوں نے کہا: صحابہ کے درمیان مشہور اس فیصلہ عثمانی کے ذریعہ عیب سے برائت کی شرط لگانے کا جواز معلوم ہوتا ہے، یہ صحابہ کے درمیان مشہور ہے، لہذا یہ اجماع سکوتی ہو گیا<sup>(۳)</sup>۔

۲۷۔ ثنائیہ کے یہاں مستثنیٰ امور میں سے یہ بھی ہے:

الف۔ فروخت کرنے والے کی جگہ سے فروخت شدہ چیز کو

(۱) شرح المکملی ۱۳۲/۳، ۱۳۳۔

(۲) ابن عمرؓ: ”الہ باع عبدًا.....“ کو شیخ الاسلام زکریا انصاری نے شرح المکملی (۳۴ ۱۳۲ طبع المکملی) میں ذکر کیا ہے، اور اس کو بیعتی سے منسوب کیا ہے اور ان کے حوالہ سے اس کی تصحیح نقل کی ہے لیکن ہمیں بیعتی کی ”اسنن“ میں یہ نہیں ملا، شاید ان کی کسی اور کتاب میں ہو۔

(۳) دیکھئے شرح المکملی وحاشیہ الجمل ۱۳۲/۳، شرح المکملی علی المصباح ۲/۱۷۸۔

## بیع و شرط ۲۸

(۱) پہلی قسم: شرط صحیح لازم کی تین قسمیں ہیں:

اول: جو حکم شریعت سے عقد کے تقاضے کے مطابق ہو مثلاً آپسی قبضہ کرنا، ثمن کافی الفور ہونا، ان میں سے دونوں کا اپنے تحت آنے والی چیز میں تصرف کرنا، خیارج مجلس، اور پرانے عیب کی وجہ سے رد کرنا۔

اس شرط کا وجود اس کے عدم کی طرح ہے۔ وہ نہ تو حکم کا فائدہ دیتی ہے، اور نہ ہی عقد میں اثر انداز ہے، اس لئے کہ یہ عقد کے تقاضے کا بیان اور تاکید ہے<sup>(۱)</sup>۔

دوم: مصلحت عقد کی شرط، یعنی اس شرط سے ایسی مصلحت متعلق ہے جس کا فائدہ دونوں عقد کرنے والوں میں سے شرط لگانے والے کو پہنچے مثلاً خیارج، کوای یا ثمن میں کسی وصف کی شرط، مثلاً کلی یا جزوی طور پر اس کو ادھار رکھنے یا اس کے عوض معین رہن، یا معین کفیل یا فروخت شدہ چیز میں مطلوب صفت کی شرط لگانا مثلاً صناعیت، کتابت یا جانور کا دودھ والا ہونے یا بہت زیادہ دودھ والا ہونے کی شرط یا چیتے کا شکاری یا پرندہ کا خوش الحان یا اندا دینے والا ہونے یا معلوم مسافت سے آنے یا زمین کے خراج (آمدنی) کا اتنی مقدار میں ہونے کی شرط..... مذکورہ تمام صورتوں میں شرط صحیح ہے، اس کو پورا کرنا لازم ہے<sup>(۲)</sup>۔ اس کی دلیل یہ ہے: ”المسلمون عند شروطهم إلا شرطاً أحل حراماً أو حرم حلالاً“<sup>(۳)</sup> (مسلمان اپنی شرطوں کے پابند ہیں، مگر ایسی شرط جو حرام کو حلال کرے یا حلال کو حرام کرے)، کیونکہ ان اوصاف کے ہونے یا نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی رغبتیں مختلف ہوتی ہیں، اگر ان کی شرط لگانا

مثلاً جانور حاملہ ہو یا دودھ والا ہو۔ اس صورت میں شرط صحیح ہوگی۔ اور اگر شرط نہ پائی جائے تو خریدار کے لئے خیارج ہوگا، انہوں نے کہا: صحت کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرط مصلحت عقد سے متعلق ہے<sup>(۱)</sup>۔

نیز اس لئے کہ یہ عقد کے وقت موجود شرط کا التزام ہے، اس کا التزام مستقبل میں کسی چیز کے انشاء پر موقوف نہیں ہے، اور یہی شرط کی حقیقت ہے، لہذا یہ ”ایک ساتھ بیع اور شرط سے ”ممانعت“ کے تحت نہیں آئے گا<sup>(۲)</sup>۔

۳۔ یہ شرط لگانا کہ جب تک ثمن پورا وصول نہ کر لے گا فروخت شدہ چیز سپرد نہیں کرے گا۔

و۔ عیب کی وجہ سے واپسی کی شرط، اس لئے کہ یہ عقد کا تقاضا ہے<sup>(۳)</sup>۔

ز۔ خیارج رویت، جبکہ بغیر دیکھی ہوئی چیز فروخت کی، یہ اس کی صحت کے قول کے مطابق ہے، اس لئے کہ اس کی ضرورت ہے<sup>(۴)</sup>۔

چہارم: مذہب حنابلہ:

۲۸۔ حنابلہ نے بیع میں شرائط کو دو قسموں میں تقسیم کیا ہے:

اول: صحیح اور لازم شرط، جس کے خلاف یہ شرط ہے اس کے لئے اس کو توڑنے کا اختیار نہیں ہے۔

دوم: فاسد شرط، اس کی شرط لگانا حرام ہے۔

(۱) شرح المنہج للہامیہ، ج ۳، ص ۷۸، ۸۰، شرح المکمل و جامعہ اقلیو بی ۱۸۱، ۱۸۰ ص ۲۔

(۲) تحت المحتاج ص ۳۵، لفظ ”بیع و شرط“ میں ”واو“ کا اضافہ جامعہ لشروانی سے کیا گیا ہے۔

(۳) شرح المکمل علی المصباح ص ۱۸۰۔

(۴) جامعہ الجمل ص ۶۳۔

(۱) کشف القناع ص ۱۸۹، المغنی ص ۲۸۵۔

(۲) کشف القناع ص ۱۸۹، ۱۹۰، المغنی ص ۲۸۵، ۲۸۶۔

(۳) حاشیہ ”المسلمون علی شروطهم“ کی تخریج فقرہ ۱ کے تحت آجکی ہے۔



## بیع و شرط ۲۸

صحیح نہ ہو تو وہ حکمت فوت ہو جائے گی، جس کی وجہ سے بیع کو جائز کیا گیا ہے۔

ابن اس شرط کو اگر پورا کرے تو بیع لازم ہوگی، ورنہ اس کی شرط لگانے والے کے لئے اختیار ہے کہ اس کے نقد ان کی وجہ سے فسخ کر دے یا صفت کے نقد ان کا تاوان لے۔ اور اگر واپس کرنا محال ہو تو صفت کے نقد ان کا تاوان متعین ہے، جیسے عیب دار چیز اگر خریدار کے پاس تلف ہو جائے (۱)۔

سوم: ایسی شرط جس کا عقد متقاضی نہ ہو، نہ عقد کی مصلحت میں سے ہو، نہ عقد کے تقاضے کے منافی ہو، لیکن اس میں فروخت کرنے والے یا خریدار کے لئے معلوم نفع ہو۔

الف۔ مثلاً فروخت کرنے والے نے فروخت شدہ گھر میں ایک ماہ رہائش کی شرط لگائی یا یہ شرط لگائی کہ جانور (یا گاڑی) اس کو معلوم جگہ تک لے جائے گی، تو یہ صحیح ہے، اس لئے کہ حضرت جابرؓ کی حدیث میں ہے کہ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ اپنا اونٹ فروخت کیا تو انہوں نے کہا: میں نے اس کو فروخت کیا، اور اپنے گھر تک اس پر سواری کو استثناء کیا (۲)۔

حضرت جابرؓ کی روایت ہے: ”أن النبی ﷺ نہی عن المحاقلة والمزابنة، والثنيا إلا أن تعلم“ (۳) (نبی کریم ﷺ نے محاقلہ، مزابنہ، اور ثنیا سے منع فرمایا الا یہ کہ ثنیا معلوم ہو)، اور

(۱) کشاف القناع ۳/۱۸۹، ۱۹۰۔

(۲) حدیث جابر کی روایت بخاری (بیع الباری ۵/۳۱۳ طبع استغیثہ) اور مسلم (۳/۱۲۲۱ طبع المجلدی) نے کی ہے۔

(۳) حدیث: ”لہی عن المحاقلة والمزابنة و الثنيا إلا أن تعلم.....“ کی روایت مسلم (۳/۱۱۷۵ طبع عیسیٰ المجلدی) اور بخاری (بیع الباری ۵/۵۰ طبع استغیثہ) نے کی ہے لیکن حدیث کے آخری کلمے ”و الثنيا إلا أن تعلم“ کی روایت ترمذی (۳/۸۵ طبع المجلدی) نے کی ہے۔

”ثنیا“ سے مراد استثناء ہے۔

نیز کرایہ پر دیئے گئے گھر کو فروخت کرنے کے مسئلہ پر اس کو قیاس کرنا ہے۔

ما سبق کے مثل عی فروخت کرنے والے کا یہ شرط لگانا ہے کہ ثمن پورا وصول کرنے تک وہ فروخت شدہ چیز کو روکے گا۔ اسی طرح دوسرے کے لئے معلوم مدت تک منفعت کی شرط لگانا ہے۔ اگر وہ ”عین“ جس کے نفع کے استثناء کی شرط ہے، فروخت کرنے والے کے نفع وصول کرنے سے قبل تلف ہو جائے:

اگر تلف خریدار کے فعل اور اس کی کوتاہی سے ہو تو اس پر اجرت مثل لازم ہوگی، اس لئے کہ اس نے واجب منفعت کو اس کے مستحق کے حق میں فوت کر دیا، اور اگر اس کے بغیر تلف ہو تو اس پر عوض لازم نہیں ہوگا (۱)۔

ب۔ نیز جیسا کہ اگر خریدار نے فروخت کرنے والے پر ایندھن کے اٹھا کر پہنچانے یا اس کو توڑنے یا کپڑے کے سلنے یا اس کو کاٹنے یا کچی کھیتی کو کاٹنے یا کچی کے توڑنے کی شرط لگائی تو صحیح ہے اگر نفع معلوم ہو، اور فروخت کرنے والا اس کو انجام دینا لازم ہے۔ اور اگر شرط لگائی کہ فروخت کرنے والے خریدار کے سامان کو اس کے گھر تک پہنچائے اور فروخت کرنے والے کو گھر کا علم نہ ہو تو اس سلسلہ میں ان کے یہاں دو اقوال ہیں (۲)۔

پھر اگر مشروط عمل بیع کے تلف ہونے کی وجہ سے ناممکن ہو جائے یا اجارہ خاصہ کی وجہ سے نفع کا استحقاق ہو جائے یا فروخت کرنے والے کی موت کی وجہ سے محال ہو جائے تو خریدار اس نفع کا عوض واپس لے گا، جیسا کہ اگر اجارہ اس کے عوض پر قبضہ کے بعد فسخ

(۱) کشاف القناع ۳/۱۹۱۔

(۲) حوالہ سابق۔

### نوع اول:

۳۰- ان میں سے ایک دوسرے پر کسی اور عقد کی شرط لگائے مثلاً عقد سلم یا قرض یا بیع یا اجارہ یا شرکت کی تو یہ شرط فاسد ہے، اور اس کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی، خواہ اس کی شرط فروخت کرنے والے نے لگائی ہو یا خریدار نے۔

مذہب میں مشہور یہی ہے، کوکہ صرف شرط کا باطل ہونا حنا بلہ کے یہاں ایک احتمال ہے، اور یہی امام احمد سے ایک روایت ہے<sup>(۱)</sup>۔

### مشہور قول کی دلیل:

الف۔ یہ ایک بیع میں دو بیع ہیں اور حدیث ہے: "أن النبي ﷺ نهى عن بيعتين في بيعة"<sup>(۲)</sup> (نبی کریم ﷺ نے ایک بیع میں دو بیعوں سے منع کیا ہے) ممانعت فساد کی متقاضی ہے۔

ب۔ حضرت ابن مسعود کا قول ہے: "ایک سووے میں دو سووا رہا ہے"۔

ج۔ اس لئے کہ اس نے ایک عقد میں دوسرے عقد کی شرط لگائی ہے، لہذا صحیح نہیں ہے، جیسا کہ نکاح شغار۔

اسی طرح ہر وہ چیز جو اس کے مفہوم میں ہو مثلاً کہنے میں نے تمہیں اپنا گھراٹے میں اس شرط پر فروخت کیا کہ تم اپنی بیٹی کی شادی مجھ سے کرو گے، یا اس شرط پر کہ تم میرے جانور پر یا اس میں سے میرے حصہ پر قرض کے طور پر یا مفت خرچہ کرو گے<sup>(۳)</sup>۔

(۱) دیکھئے الانصاف ۳/۳۹۲، ۳۵۰۔

(۲) حدیث: "نهى عن بيعتين في بيعة" کی روایت احمد (۲/۲۳۲ طبع المصنوع) اور ترمذی (۳/۵۳۳ طبع المصنوع) نے کی ہے، اور ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

(۳) کشاف القناع ۳/۱۵۳، نیز دیکھئے المغنی ۳/۲۸۶، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۵۳۔

ہو جائے تو اجرت پر لینے والا منفعت کا عوض واپس لے گا۔

اگر مرض کی وجہ سے فروخت کرنے والے کے لئے عمل کرنا محال ہو جائے تو کام کے لئے اس کا قائم مقام مقرر کیا جائے گا، اور اجرت کام کرنے والے کے ذمہ ہوگی، جیسا کہ اجارہ میں<sup>(۱)</sup>۔

۲۹- حنا بلہ نے معلوم نفع کے اشتراط کے جواز سے اس صورت کو مستثنیٰ کیا ہے کہ استثناء میں دو شرطوں کو جمع کر دیا جائے، اور وہ دونوں صحیح ہوں مثلاً ایندھن کے اٹھا کر لے جانے، اور اس کو توڑنے یا کپڑے کو سلنے اور کاٹنے کی شرطیں، کہ اس صورت میں بیع صحیح نہیں ہوگی، اس لئے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت میں فرمان نبوی ﷺ ہے: "لا يحل سلف و بيع، ولا شرطان في بيع، ولا ربح مالم يضمن، ولا بيع ماليس عندك"<sup>(۲)</sup> (حالیہ نہیں ہے ایک ساتھ قرض اور بیع، ایک بیع میں دو شرطیں، ایسی چیز کا نفع جس کا ضمان نہ ہو، اور اس چیز کی بیع جو تمہارے پاس نہ ہو)۔

ہاں اگر دونوں مجموعی شرطیں مقتضائے عقد میں سے ہوں مثلاً دونوں کے اپنے پاس آنے والی چیز میں تصرف کی شرط کے ساتھ ثمن کے فی الفور ہونے کی شرط لگانا تو یہ بلا اختلاف صحیح ہے، یا دونوں شرطیں مصلحت عقد میں سے ہوں مثلاً ثمن پر معین رہن، اور معین کفیل کی شرط تو صحیح ہے، جیسا کہ اگر وہ دونوں مقتضائے عقد میں ہوں<sup>(۳)</sup>۔

(۲) دوم: یعنی شرط فاسد حرام، اس کے تحت بھی تین انواع

ہیں:

(۱) کشاف القناع ۳/۱۹۲۔

(۲) حدیث: "لا يحل سلف و بيع" کی تخریج فقرہ ۲۱۸ کے تحت آچکی ہے۔

(۳) کشاف القناع ۳/۱۹۱، ۱۹۲، نیز دیکھئے المغنی ۳/۲۸۵، المشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/۵۲، ۵۳۔

نوع دوم:

۳۱- عقد میں تقاضائے عقد کے منافی شرط لگائے مثلاً فروخت کرنے والا خریدار پر شرط لگائے کہ فروخت شدہ چیز کو فروخت نہیں کرے گا، بیہ نہیں کرے گا، آز نہیں کرے گا یا شرط لگائے کہ اس کو فروخت کرے گا یا وقف کرے گا اگر فروخت شدہ چیز ہلاک ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ اس کو واپس کرے گا اگر اس کو کسی غاصب نے غصب کر لیا، تو اس کا ثمن واپس لے لے گا۔ اور اگر اس کو آزاد کر دیا تو ولاء اس کے لئے ہوگا، تو یہ اور اس جیسی تمام شرطیں فاسد ہیں۔

ان شرائط کی وجہ سے بیع کے فساد کے بارے میں ”مذہب“ میں دو روایتیں ہیں، امام احمد سے منصوص یہ ہے کہ بیع صحیح ہے اور شرط اس کو باطل نہیں کرے گی، بلکہ صرف شرط باطل ہو جائے گی، اس لئے کہ حضور ﷺ نے حضرت بریرہ کی معروف حدیث میں شرط کو باطل کر دیا، اور عقد کو باطل نہیں کیا (۱)۔

۳۲- حنابلہ نے اس شرط باطل سے آزادی کو مستثنیٰ کیا ہے، لہذا صحیح ہے کہ فروخت کرنے والا خریدار پر اس کی شرط لگائے، اس کی دلیل حضرت بریرہ کی سابقہ حدیث ہے۔ اور خریدار کو آزاد کرنے پر مجبور کیا جائے گا اگر وہ انکار کرے، اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے، جیسا کہ نذر، اور اگر خریدار آزاد کرنے سے گریز کرے تو حاکم اس کی رضامندی کے بغیر آزاد کر دے گا، اس لئے کہ یہ آزادی اس پر واجب ہے، کیونکہ یہ ایسا ”تقرب“ ہے جس کا اس نے التزام کیا ہے، جیسا کہ نذر (۲)۔

۳۳- حنابلہ کے مذہب کے مطابق سابقہ صورت میں بیع کی صحت اور صرف شرط کے فساد کے حکم کی بنیاد پر شرط کے فاسد ہونے کی وجہ

سے فروخت کرنے والے اور خریدار میں سے جس کی بھی غرض فوت ہوئی ہو، خواہ اس کو فساد شرط کا علم ہو یا نہ ہو، اس کے لئے حسب ذیل امور جائز ہیں:

الف۔ بیع کو فسخ کرنا، اس لئے کہ جس شرط پر وہ آیا تھا وہ شرط اس کے لئے محفوظ و سالم نہیں رہی۔

ب۔ شرط کی وجہ سے ثمن میں پیدا ہونے والے نقص کو شرط کے لغو ہونے کے بعد فروخت کرنے والا واپس لے سکتا ہے، کیونکہ اس نے نقص کے ساتھ اس لئے فروخت کیا تھا کہ اس کی مشروط غرض حاصل ہوگی، اور جب اس کی غرض حاصل نہیں ہوئی تو نقص کو واپس لے گا۔

ج۔ شرط کے بعد زائد ثمن کو خریدار واپس لے سکتا ہے، کیونکہ اس نے زائد ثمن کے ساتھ اس لئے خرید اتھا کہ اس کو مشروط غرض حاصل ہوگی، اور جب اس کی مشروط غرض پوری نہیں ہوئی تو اس زیادتی کو واپس لے گا جس کو اس نے درگزر کر دیا تھا، جیسا کہ اگر اس کو عیب دار پائے۔

لہذا فروخت کرنے والے کو اختیار ہے کہ فسخ کر دے یا نقص کا تاوان لے۔

خریدار کو اختیار ہے کہ فسخ کر دے یا ثمن میں زیادتی کو واپس لے (۱)۔

اسی کے ساتھ حنابلہ نے کوئی چیز واپس لئے بغیر ثبوت خیار کا احتمال ذکر کیا ہے۔ اس کی وجہ ہمن اور کفیل کی شرط لگانے پر راہن اور کفیل کے گریز کرنے پر قیاس ہے، نیز اس لئے کہ شرط کی وجہ سے ثمن میں آنے والا نقص مجہول ہے، لہذا ثمن بھی مجہول ہو جائے گا، نیز اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بریرہ کے مالکان کے حق

(۱) حدیث بریرہ کی تحریر بیع نفقہ ۲۳ کے تحت آچکی ہے۔

(۲) کشاف القناع ۳/ ۱۹۳۔

(۱) حوالہ سابق، نیز دیکھئے: المغنی ۳/ ۲۸۷، الشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۳/ ۵۳۔



## بیع و شرط ۳۴-۳۵

میں کسی چیز کا فیصلہ نہیں کیا، جبکہ شرط ناسد اور بیع صحیح تھی<sup>(۱)</sup>۔

حضرت ابن مسعودؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی النبی ﷺ عن صفقتین فی صفقة“<sup>(۱)</sup> (حضور ﷺ نے ایک سودے میں دو سودوں سے منع فرمایا ہے)۔

نوع سوم:

۳۴- فروخت کرنے والا اور خریدار ایسی شرط لگائیں جس پر خریدار فروخت مطلق ہو، مثلاً فروخت کرنے والا کہے: میں نے تمہیں فروخت کیا اگر میرے پاس اتنا لاؤ گے یا فروخت کیا اگر فلاں راضی ہو۔ اور جیسے خریدار کہے: میں نے خرید اگر زید آجائے، تو بیع صحیح نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے کہ بیع کا تقاضا بیع کے وقت ملکیت کو منتقل کرنا ہے، اور یہاں پر شرط اس سے مانع ہے، نیز اس لئے کہ اس نے بیع کو شرط مستقبل پر مطلق کیا ہے، لہذا صحیح نہیں ہوگی، جیسا کہ اگر کہے: میں نے تمہیں فروخت کیا جب مہینہ کا آخر آجائے، حنا بلہ نے اس سے فروخت کرنے والے کے قول: فروخت کر دیا انشاء اللہ، اور خریدار کے قول: قبول کیا انشاء اللہ، اور بیع عربوں کو مستثنیٰ کیا ہے، کہ یہ صحیح ہے، اس لئے کہ مافع بن حارث نے حضرت عمر کے لئے مفعوان سے قید خانہ خرید اک اگر عمر راضی ہو جائیں تو ٹھیک ہے ورنہ اس کے لئے اتنا ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

اس مسئلہ سے مراد ایک عقد میں دو بیع کو جمع کرنا ہے۔ اس عقد کو دو بیع کہنا ثمن کے متعدد ہونے کے اعتبار سے ہے<sup>(۲)</sup>۔

حنفیہ میں سے کمال ابن الہمام نے اشارہ کیا ہے کہ جو لوگ اس حدیث کے بارے میں کہتے ہیں کہ دونوں حدیثیں ایک معنی میں ہیں، ان کو وہم ہوا ہے، کیونکہ ایسا نہیں ہے، بیعتین (دو بیع) والی حدیث صفقتین (دو سودوں) والی حدیث سے خاص ہے، اس لئے کہ پہلی حدیث ایک خاص سود یعنی بیع کے بارے میں ہے<sup>(۳)</sup>، جبکہ صفقتین والی حدیث میں عموم زیادہ ہے، اس لئے کہ اس کے تحت بیع اور اس کے علاوہ مثلاً اجارہ آتے ہیں۔ اور ممنوع کے تصور کے لئے فقہاء نے مختلف صورتیں پیش کی ہیں۔

ان میں تفصیل ہے جس کو اصطلاح ”بیعتان فی بیع“ کے تحت دیکھا جائے۔

دیکھئے: اصطلاح ”عربوں“۔

ایک بیع میں دو بیع:

۳۵- حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیعتین فی بیعة“<sup>(۳)</sup> (حضور ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع سے منع فرمایا ہے)۔

(۱) حدیث: ”نہی عن صفقتین.....“ کی روایت احمد (۳۹۸/۱ طبع المکتبہ)

نے کی ہے شیخ احمد نے اسے اسناد (۳۹۵/۲ طبع معارف) پر اپنی تعلق میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) جامعہ العدوی علی شرح کلائیہ الطالب الربانی فی شرح رسالۃ ابن ابی زید الہیروانی ۱۵۷/۳۔

(۳) فتح القدیر ۸۱/۶۔

(۱) اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۵۳، ۵۵۔

(۲) کشاف القناع ۱۹۵/۳، اشرح الکبیر فی ذیل المغنی ۵۸/۳۔

(۳) حدیث کی تاریخ گزر چکی ہے۔

## بیع الوضیعه

دیکھئے: ”وضیعه“۔

## بیع الوفاء

تعریف:

۱- بیع مال کامل سے تبادلہ ہے (۱)۔

وفاء لغت میں عذر کی ضد ہے، کہا جاتا ہے: وفی بعہدہ، اور آوفی: یہ دونوں ایک معنی میں ہیں۔ وفاء شریفانہ عالی اور بلند اخلاق کا نام ہے، اور آوفی الرجل حقہ اور وفاء ایماہ کا معنی ہے: اس نے اس کا حق مکمل اور پورا پورا دے دیا۔

اصطلاح فقہاء میں ”بیع الوفاء“ اس شرط پر بیع ہے کہ جب فروخت کرنے والا ثمن لوٹائے گا تو خریدار اس کو فروخت شدہ چیز لوٹائے گا۔ اس کو بیع الوفاء اس لئے کہا جاتا ہے کہ خریدار پر اس شرط کی وفاداری اور تکمیل لازم ہوتی ہے۔

علاوہ ازیں مالکیہ اس بیع کو ”بیع الثمنیا“، شافعیہ اس کو ”بیع العہدہ“ (۲)، اور حنابلہ اس کو ”بیع الامانہ“ کہتے ہیں (۳)، اس کو ”بیع الطاعہ“ اور ”بیع الجائز“ بھی کہتے ہیں، اور حنفیہ کی بعض کتابوں میں اس کو ”بیع المعاملہ“ بھی کہا گیا ہے (۴)۔

بیع الوفاء کا حکم:

۲- بیع الوفاء کے شرعی حکم کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے:

(۱) مجلۃ الاحکام العدلیہ دفعۃ (۱۰۵)۔

(۲) الخطاب ۳/۳۷۳، حنفیۃ المسعر شریعہ ص ۱۳۳۔

(۳) کشاف القناع ۳/۱۳۹، ۱۵۰۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ ۳/۲۰۹۔

### بیع الوفاء ۳-۴

ہوگا اور نہ ہی اس سے انتفاع کرے گا، اور اگر اس کو اجرت پر لے لے تو اس کی اجرت اس پر لازم نہ ہوگی، جیسا کہ اگر راءین مرہون کو مرتہن سے اجرت پر لے لے، اور اس کے ہلاک ہونے کی وجہ سے دین ساقط ہو جائے گا، اور اس میں ہونے والی زیادتی کا وہ ضامن نہ ہوگا، اور اگر راءین مرجائے تو مرتہن اس کا بقیہ قرض خواہوں کے مقابلہ میں زیادہ حق دار ہوگا۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ عقود میں اعتبار معانی کا ہے، الفاظ اور کلمات کا نہیں، اسی وجہ سے بہہ بشرط عوض بیع ہوتی ہے، اور کفالت بشرط برامت اصیل حوالہ ہوتی ہے، اس کی مثالیں فقہ میں بے شمار ہیں۔ اس بیع میں چونکہ ثمن لوٹانے کے وقت فروخت شدہ چیز لینے کی شرط ہے، لہذا یہ رہن ہے، اس لئے کہ دین کی ادائیگی کے وقت رہن ہی کو لیا جاتا ہے<sup>(۱)</sup>۔

۴- ابن عابدین نے کہا: بیع الوفاء کے بارے میں دو قول ہیں: اول: یہ بیع صحیح ہے، اپنے بعض احکام (یعنی اس سے فائدہ کے حامل ہونے) کا فائدہ دیتی ہے، البتہ خریدار اس کو فروخت کرنے کا مالک نہیں ہے، ذیل میں نے ”لہا کراہ“ میں کہا: اور اسی پر فتویٰ ہے۔

دوم: بعض محققین کا جامع قول یہ ہے کہ یہ بیع بعض احکام کے حق میں فاسد ہے حتیٰ کہ ان میں سے ہر ایک فسخ کرنے کا مالک ہوتا ہے اور بعض احکام کے حق میں صحیح ہے، جیسے فروخت شدہ چیز کو اپنے پاس اتارنا اور اس کے منافع کا حامل ہونا، اور بعض احکام کے حق میں رہن ہے حتیٰ کہ خریدار دوسرے کے ہاتھ اس کو فروخت کرنے اور اس کو رہن رکھنے کا مالک نہیں ہوتا ہے، اور اس کی بلاکت سے دین ساقط ہو جاتا ہے، لہذا یہ تینوں عقود سے مرکب ہے، جیسا کہ زرافہ میں اینٹ، گائے اور چیتے کی صفات اکٹھا ہوتی ہیں، لوگوں کی ضرورت کی وجہ سے اپنے مالکین کے لئے دونوں بدل کے محفوظ و سالم رہنے کی

مالکیہ، حنابلہ اور حنفیہ اور شافعیہ میں سے متقدمین کی رائے ہے کہ بیع الوفاء فاسد ہے، اس لئے کہ ثمن خریدار کو لوٹانے پر فروخت شدہ چیز کے لینے کی فروخت کرنے والے کی طرف سے شرط لگانا بیع کے تقاضے اور حکم کے خلاف ہے، بیع کا تقاضا ہے کہ استقرار و دوام کے طور پر فروخت شدہ چیز پر خریدار کی ملکیت ہو۔ اور اس شرط میں فروخت کرنے والے کا فائدہ ہے، اس کے جواز کی کوئی معین دلیل وارد نہیں ہے، لہذا یہ شرط فاسد ہوگی، اور بیع میں اس کی شرط لگانے سے بیع فاسد ہو جائے گی۔

نیز اس لئے کہ اس طریقہ پر بیع کا مقصد حقیقتاً بیع بشرط الوفاء نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مقصد حرام ربا تک پہنچنا ہوتا ہے، یعنی مال کو ایک مدت تک کے لئے دینا، اور فروخت شدہ چیز کا نفع ہی ربح ہے۔ اور ربا تمام حالات میں باطل ہے۔

حنفیہ اور شافعیہ میں سے بعض متاخرین کی رائے ہے کہ بیع وفاء جائز ہے، اور بعض احکام کا فائدہ دیتی ہے جیسے خریدار کا فروخت شدہ چیز سے فائدہ اٹھانا، اور بعض احکام کا فائدہ نہیں دیتی ہے، جیسے دوسرے کے ہاتھ بیع۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ اس شرط پر بیع کا لوگوں میں عرف ہے، لوگوں نے اپنی ضرورت کی وجہ سے اس پر عمل کیا ہے تاکہ ربا سے بچ سکیں، لہذا یہ صحیح ہوگی، اور اس کی شرط لگانے سے بیع فاسد نہ ہوگی، کہ وہ قواعد کے خلاف ہے، اس لئے کہ تعامل کی وجہ سے قواعد کو ترک کر دیا جاتا ہے جیسا کہ استصناع میں ہے<sup>(۱)</sup>۔

۳- حنفیہ میں سے ابو شجاع، علی السعدی، اور قاضی ابوالحسن ماتریدی کی رائے ہے کہ بیع الوفاء رہن ہے، بیع نہیں ہے، پس اس کے لئے رہن کے سارے احکام ثابت ہوں گے، لہذا خریدار اس کا مالک نہ

(۱) تبیین الحقائق للمبطلی ۵/۱۸۳، البحر الرائق ۶/۸، الفتاویٰ الہندیہ ۳/۲۰۸، ۲/۲۰۹، ابن عابدین ۳/۲۲۶، ۲/۲۳۷، مغنی المحتاج ۲/۳۱، نہایت المحتاج ۳/۲۳۳، مغنی المسرشدین ص ۱۳۳، الاقناع ۳/۵۸۔

(۱) تبیین الحقائق ۵/۱۸۳، البرازیہ بہاش الہندیہ ۳/۲۰۵۔



## بیع الوفاء ۵-۷

اس کی قیمت میں سے دین کے بالمقابل مقدار ساقط ہو جائے گی، اور وہ اس سلسلے میں حنفیہ کے نزدیک رہن کی طرح ہے<sup>(۱)</sup>۔

بیع الوفاء پر مرتب ہونے والے اثرات:

متاخرین حنفیہ وغیرہ جو اس کے جواز کے قائل ہیں، ان کے نزدیک بیع الوفاء پر کچھ اثرات مرتب ہوتے ہیں جو اجمالی طور پر یہ ہیں:

اول: ملکیت کے لئے اس کو منتقل نہ کرنا:

۷- بیع الوفاء خریدار کے لئے کسی ایسے تصرف کا جواز پیدا نہیں کرتی جو ملکیت کو منتقل کر دے مثلاً بیع اور بیہ ان لوگوں کے نزدیک جو اس کو جائز کہتے ہیں۔ اور اس پر چند مسائل مرتب ہوتے ہیں:

الف۔ بیع الوفاء میں فروخت شدہ چیز کی بیع فروخت کرنے والے کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ نافذ نہیں ہوگی، اس لئے کہ یہ رہن کی طرح ہے اور رہن کی بیع ناجائز ہے<sup>(۲)</sup>۔

ب۔ بیع الوفاء میں خریدار کے لئے حق شفعہ نہیں ہے، حق شفعہ فروخت کرنے والے کے لئے باقی رہے گا، چنانچہ ”الفتاویٰ الہندیہ“ میں ”فتاویٰ ابی الفضل“ کے حوالے سے ہے: ان سے دریافت کیا گیا کہ ایک مرد اور ایک عورت کے پاس باغ ہے، عورت نے اپنا حصہ اس مرد کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور یہ شرط لگائی کہ جب وہ ثمن لائے گی تو مرد اس کا حصہ اس کو واپس کر دے گا، پھر اس مرد نے اپنا حصہ فروخت کر دیا تو کیا عورت کے لئے اس میں شفعہ ہے؟

انہوں نے (ابو الفضل نے) کہا: اگر بیع بیع المعاملہ ہے تو اس میں عورت کے لئے شفعہ ہے، خواہ باغ میں سے اس کا حصہ اس کے ہاتھ میں ہو یا مرد کے ہاتھ میں۔

شرط پر اس کو جائز قرار دیا گیا ہے، ”البحر“ میں کہا: مناسب ہے کہ فتوے میں جامع قول سے عدول نہ کیا جائے، اور ”الہجر“ میں ہے کہ ہمارے دیار میں عمل زیلعی کی ترجیح پر ہے<sup>(۱)</sup>۔

۵- متاخرین شافعیہ میں سے صاحب ”بغیۃ المسترشدین“ نے کہا: بیع العہد صحیح اور جائز ہے، اور اس کے ذریعہ سے حجت شرعاً و عرفاً اس کے قائلین کے قول کے مطابق ثابت ہے۔ کسی نے اس کی کراہت کی صراحت کی ہو، میں نے نہیں دیکھا، زمانہ قدیم سے مسلمانوں کے غالب اطراف و جہات میں اس پر عمل جاری ہے، اس کے مطابق حکام نے فیصلہ کیا ہے، اس کے قائل علماء اسلام نے اس کو برقرار رکھا ہے، حالانکہ وہ امام شافعی کے مذہب میں نہیں ہے، صرف کچھ لوگوں نے اس کو اختیار کیا ہے، اور مختلف مذاہب سے تلفیق کی ہے، جو اس کی سخت ضرورت کی وجہ سے ہے، تاہم بذات خود اس کی صحت اور اس پر تفریع کے بارے میں اختلاف فقہ سے واقف شخص پر مخفی نہیں ہے<sup>(۲)</sup>۔

جواز کے قائلین کے نزدیک بیع الوفاء کی شرط:

۶- بیع الوفاء کے احکام کی تطبیق کے لئے اس کی اجازت دینے والوں کے یہاں دو لازمی شرطیں ہیں:

الف۔ عقد میں صراحت ہو کہ جب فروخت کرنے والا ثمن لوٹائے گا تو خریدار فروخت شدہ چیز لوٹائے گا۔

ب۔ دونوں بدل کی سلامتی۔ اگر بیع الوفاء میں فروخت شدہ چیز ضائع ہو جائے، اور اس کی قیمت دین (یعنی ثمن) کے برابر ہو، تو اس کے مقابلہ میں دین ساقط ہو جائے گا، اور اگر مقدار دین سے زیادہ ہو، اور فروخت شدہ چیز خریدار کے ہاتھ میں ہلاک ہو جائے تو

(۱) ابن ماجہ بن ۲۳۶/۳، ۲۳۷/۲ طبع بلاق۔

(۲) بغیۃ المسترشدین ص ۱۳۳ تصرف کے ساتھ۔

(۱) ابن ماجہ بن ۲۳۷/۲، مجلۃ الاحکام العدلیہ دفعۃ (۳۹۹، ۴۰۰)۔

(۲) ابن ماجہ بن ۲۳۷/۳۔

## بیع الوفاء ۸-۹

بیع الوفاء اور بیع المعاملہ ایک ہیں، ”تارخانہ“ میں اسی طرح ہے (۱)۔

ج۔ بیع الوفاء کے طور پر فروخت شدہ زمین کا خراج فروخت کرنے والے پر ہوگا (۲)۔

د۔ اگر فروخت شدہ چیز خریدار کے ہاتھ میں بلاک ہو جائے تو فروخت کرنے والے اور خریدار میں سے کسی کے لئے دوسرے پر کچھ نہیں ہوگا (۳)۔

ھ۔ بیع الوفاء میں فروخت شدہ چیز کے منافع فروخت کرنے والے کے لئے ہیں مثلاً اجارہ اور درختوں کے پھل وغیرہ، لہذا اگر بیع الوفاء کے طور پر معلوم ثمن میں کسی نے اپنا گھر دوسرے کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور دونوں نے قبضہ کر لیا، پھر اس نے اس گھر کو خریدار سے صحت اجارہ کی شرائط کے ساتھ اجارہ پر لے لیا، اور اس پر قبضہ کر لیا، اور مدت گزر گئی تو کیا اس پر اجرت لازم ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ خریدار کے لئے ملکیت منتقل نہیں ہوئی، کیونکہ اگر ملکیت منتقل ہو چکی ہوتی تو اجرت لازم ہوتی۔ اسی طرح درخت کا پھل فروخت کرنے والے کے لئے ہوگا نہ کہ خریدار کے لئے۔ اور اگر خریدار درختوں کے پھل میں سے کچھ لے لے، اور اس نے فروخت کرنے والے کی اجازت سے لیا ہو تو اس کا ذمہ بری ہے۔ اور اگر اس کی اجازت اور رضامندی کے بغیر لیا ہو تو اس کا ضامن ہوگا (۴)۔

و۔ بیع الوفاء میں فروخت شدہ چیز کا وراثت کی وجہ سے فروخت کرنے والے کے ورثاء کی طرف منتقل ہوا، لہذا اگر کسی نے اپنا باغ دوسرے کے ہاتھ بیع الوفاء کے طور پر فروخت کیا اور دونوں نے قبضہ

کر لیا، پھر خریدار نے اس کو دوسرے کے ہاتھ قطعی بیع کے طور پر فروخت کر دیا اور سپرد کر دیا اور غائب ہو گیا، تو فروخت کرنے والے یا اس کے ورثاء کو حق ہے کہ دوسرے خریدار سے مقدمہ لڑیں اور باغ واپس لے لیں۔

اسی طرح اگر فروخت کرنے والا اور دونوں خریدار مر گئے، اور ہر ایک کے ورثاء ہوں تو مالک کے ورثاء کو حق ہے کہ اس کو دوسرے خریدار کے ورثاء کے ہاتھ سے نکال لیں، اور دوسرے خریدار کے ورثاء کو حق ہے کہ دوسرے خریدار نے اپنے فروخت کرنے والے کو جو ثمن دیا ہے، اس کو فروخت کرنے والے کے ترکہ میں سے جو اس کے ورثاء کے ہاتھ میں ہے واپس لیں، اور پہلے خریدار کے ورثاء کے لئے حق ہے کہ اس کو واپس لیں، اور اپنے مورث کے دین کے عوض اس کو روک لیں تا آنکہ وہ دین کو ادا کر دیں (۱)۔

دوم: فروخت شدہ چیز کو واپس لینے کے سلسلے میں فروخت کرنے والے کا حق:

۸۔ فروخت کرنے والے کو حق ہے کہ اپنا فروخت کردہ سامان واپس کر لے اگر اس نے ثمن خریدار کو واپس کر دیا ہو، وقت مقرر کرنے اور نہ کرنے دونوں حالتوں کا یہی حکم ہے (۲)۔

سوم: بیع الوفاء میں متعاقدین میں سے کسی ایک کی موت کا اثر:

۹۔ ابھی گزرا ہے کہ اگر بیع الوفاء میں خریدار یا فروخت کرنے والا مرجائے تو رہن کے پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے، وفاء کے احکام کے

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳۔

(۲) معین الحکام ص ۱۸۳۔

(۳) حوالہ سابق۔

(۴) الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳، معین الحکام ص ۱۸۳۔

(۱) الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳، امیر ازبک پبلیکیشنز الہندیہ ص ۱۱۳۔

(۲) معین الحکام ص ۱۸۳، الفتاویٰ الہندیہ ۲۰۹/۳، مدعیہ المسترشدین ص ۱۳۳۔

## بیع الوفاء ۱۰، بیعتان فی بیعة ۱

سلسلے میں اس کے ورثاء اس کے قائم مقام ہوں گے<sup>(۱)</sup>۔

چہارم: بیع الوفاء میں متعاقدين کا اختلاف:

۱۰- بیع الوفاء میں متعاقدين کے اختلاف سے متعلق اہم احکام یہ ہیں:

الف۔ اگر متعاقدين کا اختلاف اصل بیع الوفاء میں ہو، یعنی ایک کہے: بیع قطعی تھی یا وفاء تھی تو اعتبار حقیقی اور قطعی بیع کے مدعی کے قول کا ہوگا، الا یہ کہ بیع الوفاء کا قرینہ ہو۔ اسی سلسلے میں حنفیہ کے یہاں ایک اور قول یہ ہے کہ اعتبار بیع الوفاء کے مدعی کے قول کا استحساناً ہوگا<sup>(۲)</sup>۔

ب۔ اگر خریدار اور فروخت کرنے والا دونوں کواد پیش کریں تو ”وفاء“ کے کواد کو مقدم کریں گے، اس لئے کہ یہ خلاف ظاہر ہے<sup>(۳)</sup>۔

ج۔ اگر کسی کے پاس کواد نہ ہوں تو اعتبار قطعی بیع کے دعوے دار کے قول کا ہوگا۔

ابن عابدین نے کہا: اس کا حاصل یہ ہے کہ بینہ (کواد) میں اختلاف کی صورت میں استحسان ”وفاء“ کے کوادوں کی ترجیح میں ہے، اور قول میں اختلاف کی صورت میں استحسان قطعی کے دعوے دار کے قول کی ترجیح میں ہے<sup>(۴)</sup>۔

”وفاء“ پر دلالت کرنے والے قرآن میں سے ثمن میں بہت زیادہ کم ہونا ہے۔ یعنی جس میں عادیات لوگ دھوکہ روا نہیں رکھتے، الا یہ کہ ”وفاء“ کا مدعی نرخ کی تبدیلی کا دعویٰ کرے<sup>(۵)</sup>۔

## بیعتان فی بیعة

تعریف:

۱- بیعتان لغت میں: بیعة کا تشبیہ ہے۔ اور ”بیعة“ ایک مرتبہ بیع کا نام ہے۔

”البیعتان فی بیعة“ کے اصطلاحی معنی میں فقہاء کے مختلف اقوال ہیں:

اول: اس کا معنی یہ ہے کہ آدمی اپنا سامان فروخت کرتے ہوئے کہے: یہ نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں، یعنی ثمن اول سے زیادہ ثمن میں، اس کی یہ تشریح امام احمد کے مطابق حضرت سماک نے حضرت ابن مسعود کے حوالہ سے کی ہے (جو ”النہی عن البیعتین فی بیعة“ والی حدیث کے راوی ہیں)، اور ایک جماعت نے اسی تشریح کو اپنایا ہے، کوکہ بعد میں خرید فروخت کرنے والے ایک ثمن کو بیان کر دیں، اور اسی وجہ سے انہوں نے سامان کی ادھار بیع میں اس دن کے نرخ سے اضافہ اور زیادتی کو منع کیا ہے، جیسا کہ آئے گا۔

دوم: بعض حضرات نے اسی سابقہ تشریح میں یہ قید لگائی ہے کہ دونوں ثمن میں ابہام کے ساتھ علاحدگی ہوگئی ہو، انہوں نے کہا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ کہے: میں نے تمہارے ہاتھ اس کو نقد اتنے میں یا ادھار اتنے میں فروخت کیا، پھر دونوں میں سے کسی ایک ثمن پر بیع ہونے کے التزام سے قبل وہ دونوں علاحدہ ہو گئے، ابہام کے ساتھ ان میں علاحدگی ہوئی ہو۔ امام شافعی نے کہا: اس کی تعریف یہ

(۱) امیر ازبیر پشاش البندیہ ۳۱۱ھ، الفتاویٰ البندیہ ۳۰۹ھ، جامعہ الطیلاوی

علی الدر المختار ۳/۱۳۳، ۱۳۴۔

(۲) الطیلاوی مع الدر المختار ۳/۱۳۴۔

(۳) حوالہ سابق۔

(۴) ابن عابدین ۳/۲۳۸۔

(۵) ابن عابدین ۳/۲۳۸، ۲۳۹۔



## بیعتان فی بیعتہ ۱

ﷺ کے موافق ہے: ”فلہ أو كسبهما أو الربا“<sup>(۱)</sup> (تو اس کے لئے ان دونوں سے کم تر ہو گا یا ربا)، کیونکہ اگر وہ زائد ثمن کو لے تو اس نے ربا لیا یا ثمن اول کو لے تو یہی ان دونوں میں کم تر ہے۔ اور اس کا مقصد نقد و راتم کو ادھار زائد و راتم کے عوض فروخت کرنا تھا، حالانکہ وہ صرف راس المال کا مستحق ہے<sup>(۲)</sup>۔

اس کے ”بیعتین فی بیعتہ“ کے باب سے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ دونوں دو بیع ہیں: ایک ادھار ثمن میں، اور دوسری فوری ثمن میں، اور دونوں کو ایک سودے میں مکمل کیا گیا ہے۔

پہنچ: یہ ہے کہ وہ دونوں ایک بیع میں دوسری بیع کی شرط لگائیں۔

اس کی یہ تشریح بھی امام شافعی نے کی ہے۔ انہوں نے کہا: وہ یہ ہے کہ کہے: میں نے تمہارے ہاتھ یہ گھوڑا ایک ہزار میں اس شرط پر فروخت کیا کہ تم اپنا گھر مجھے اتنے میں فروخت کر دو یعنی جب مجھ پر تمہارا واجب ہوگا تو میرا تم پر واجب ہو جائے گا۔ شوکانی نے کہا: یہ حضرت ابو ہریرہ کی پہلی روایت کی تشریح بننے کے قابل ہے، دوسری روایت کے لئے نہیں، اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان: ”أو كسبهما“ (ان دونوں میں کم تر) بتاتا ہے کہ اس نے ایک ہی چیز کو دوبارہ فروخت کیا: ایک بار کم میں اور دوسری بار زیادہ میں<sup>(۳)</sup>۔

مسروق نے اسی قبیل سے اس قول کو بھی قرار دیا ہے کہ وہ کہے: میں نے یہ کپڑا تمہارے ہاتھ اتنے اتنے دینا میں فروخت کیا، تم ایک

(۱) حدیث: ”من باع یبعین فی بیعتہ...“ کی روایت ابو داؤد (۳۹/۳۷۳) متفقین عزت عبید دماس (اور حاکم (۲/۳۵۲) طبع دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن) نے کی ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔

(۲) جامع الأصول لابن الاثیر (۹/۳۳) طبع ۱۳۸۹ھ میں اس حدیث پر حاشیہ ہے۔

(۳) نیل الاوطار ۵/۱۷۲۔

ہے کہ کہے: میں نے اس کو تمہارے ہاتھ نقد ایک ہزار میں یا ایک سال تک کے لئے ادھار دو ہزار میں فروخت کیا، لہذا ان میں سے جس کے عوض تم چاہو اور میں چاہوں لے لو۔ ثنافیہ میں سے ”تافضی“ نے کہا: مسئلہ کی صورت یہ فرض کی گئی ہے کہ اس نے ابھام کے ساتھ قبول کر لیا، لیکن اگر اس نے کہا: میں نے ایک ہزار میں نقد قبول کیا، یا کہا: ادھار دو ہزار میں قبول کیا تو یہ صحیح ہے<sup>(۱)</sup>۔

اس کی یہی تشریح ابو عبیدہ، ثوری، اسحاق، مالکیہ اور حنابلہ نے بھی کی ہے، نیز انہوں نے اس کی کچھ اور تشریحات کی ہیں، جیسا کہ آئے گا۔

سوم: امام مالک نے یہ بھی کہا: وہ یہ ہے کہ کوئی سامان ایک دینار یا ایک بکری کے عوض خریدے یا ایک دینار میں ایک بکری یا ایک کپڑا خریدے، ان میں سے ایک خریدار کے لئے واجب ہو۔

باقی نے کہا: خواہ لزوم دونوں کے لئے ہو یا کسی ایک کے لئے، لہذا اس وجہ میں سابقہ وجہ بھی داخل ہو جائے گی، اور اس کا مدار دو ٹیموں یا دو سامانوں کے درمیان اختیار دینے پر ہے، ان دونوں میں سے کسی ایک غیر معین کا پابند بنانے کے ساتھ<sup>(۲)</sup>۔

چہارم: جسے ابن القیم نے ”تہذیب السنن“ میں کہا ہے: وہ یہ کہ کہے: میں نے یہ سامان تمہارے ہاتھ ایک سو کے عوض ایک سال کے لئے ادھار اس شرط پر فروخت کیا کہ میں اس کو تم سے (یعنی اس کے بعد) اسی کے عوض نقد خریدوں گا۔ انہوں نے کہا: ”بیعتین فی بیعتہ“ کے بارے میں وارد حدیث کا مطلب یہی ہے، اس کے علاوہ اس کا کوئی اور مطلب نہیں ہے، اور یہی مفہوم اس فرمان نبوی

(۱) نیل الاوطار ۵/۱۷۲، عون المعبود ۹/۳۳، طبع کردہ المکتبۃ المستقیمہ مدینہ منورہ، المغنی ۳/۲۳۳، نصب الرایۃ ۳/۲۰، فتح القدیر ۱/۸۱۔

(۲) المواقیہ ما مشیخ الجلیل ۳/۳۶۳۔

## بیعتان فی بیعة ۲-۳

پر ہوتا ہے، کیونکہ جب ایک شخص بیع کو لازم کرتا تو اپنا ہاتھ خریدار کے ہاتھ پر مارتا تھا۔ اور اس کا اطلاق امام کی بیعت پر بھی ہوتا ہے، اور اسی معنی میں یہ حدیث ہے: ”من بايع إماماً فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه.....“<sup>(۱)</sup> (جو شخص کسی امام سے بیعت کرے اور اس کو اپنے ہاتھ کا ”صفقہ“، اور اپنے دل کا پھل دے دے)۔

اصطلاح میں صفقہ کا اطلاق بیعت اور دوسرے عقود پر بھی ہوتا ہے، لہذا ایک بار اجارہ صفقہ ہے، اور ایک بار قرض صفقہ ہے اور اسی طرح ہے<sup>(۲)</sup>۔

”صفقتین فی صفقہ“ سے مراد دو سودے ایک عقد میں جمع کرنا ہے، مثلاً فلاں کے ہاتھ اپنا گھر بیچے، اور اس سے اس کا جانور خریدے، اس شرط پر کہ جب پہلا سودا مکمل ہوگا، تو دوسرا بھی مکمل ہو جائے گا یا فلاں کے ہاتھ اپنا گھر بیچے اور اس سے اس کا جانور کرایہ پر لے، اس شرط پر کہ جب بیع مکمل ہوگی تو اجارہ بھی مکمل ہو جائے گا، لہذا ”صفقتین فی صفقہ“ کی اصطلاح ”بیعتین فی بیعة“ کی اصطلاح کے مقابلہ میں عام ہے<sup>(۳)</sup>۔

### ب- بیع و شرط:

۳- بیع و شرط، ”بیعتین فی بیعة“ سے عام ہے، اس لئے کہ اشتراط میں کبھی کبھی دوسرے عقد کی شرط ہوتی ہے، اور بسا اوقات متعاقبین میں سے کسی ایک کی مصلحت کی شرط ہوتی ہے، کسی دوسرے عقد کی شرط نہیں ہوتی ہے۔

(۱) لسان العرب۔

حدیث: ”من بايع إماماً فأعطاه صفقة يده وثمرة قلبه فزاده.....“ کی روایت مسلم (۳/۳۷۳ طبع عینی لعلی) نے کی ہے۔

(۲) المغنی ۳/۲۳۳، ۲۳۶، شرح المسہاج مع قلیوبی وحاشیہ عمیرہ ۲/۱۸۸، ۱۸۹۔

(۳) فتح القدیر ۶/۸۱۔

دینار کے عوض مجھے دس درہم دو گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے ”بیع“ اور ”صرف“ کو جمع کر دیا ہے<sup>(۱)</sup>۔

ششم: اور یہ حنفیہ کے نزدیک پانچویں قول سے عام ہے، کیونکہ اس کے تحت یہ صورت بھی داخل ہے کہ اس شرط پر گھر فروخت کرے کہ فروخت کرنے والا اس میں ایک ماہ رہے گا یا جانور اس شرط پر فروخت کرے کہ اس سے خدمت لے گا، کو کہ مدت معینہ ہو وغیرہ<sup>(۲)</sup>۔

ہفتم: خطابی نے کہا: وہ یہ ہے کہ اس سے ایک دینار میں ایک صاع گیہوں ایک ماہ کے ”سلم“ کے طور پر خریدے، اور جب مدت پوری ہو جائے، اور وہ گیہوں کا مطالبہ کرے تو وہ اس سے کہے: تمہارا ایک صاع جو میرے ذمہ ہے، اس کو میرے ہاتھ دو ماہ تک کے لئے دو صاع کے عوض فروخت کر دو۔ خطابی نے کہا: یہ دوسری بیع ہے جو بیع اول پر داخل ہوتی ہے، لہذا ان دونوں کو ان میں سے کم تر (یعنی بیع اول) کی طرف لوٹایا جائے گا، انہوں نے یہ تشریح ابن رسلان کی شرح سنن ابی داؤد کے حوالہ سے نقل کی ہے۔ اور ابن الاثیر نے اس کو ”انہایہ“ میں نقل کیا ہے<sup>(۳)</sup>۔ اور واضح ہے کہ اسی طرح کی بیع سب کے نزدیک باطل ہے، اس لئے کہ مال ربوی کی، اسی جنس کے عوض کی بیشی کے ساتھ اوصار بیع کی گئی ہے۔

### متعلقہ الفاظ:

#### الف- صفقتان فی صفقہ:

۲- صفقہ: صفق کا اسم مرہ ہے، لغت میں اس کا معنی ایسی مار ہے جس کی آواز سنائی دے۔ عرف لغوی میں اس کا اطلاق بیع میں ایک مرتبہ

(۱) مصنف عبدالرزاق ۸/۱۳۹۔

(۲) فتح القدیر ۶/۸۰۔

(۳) نیل الاوطار ۵/۷۲، عون المعبود ۹/۳۲۔

## بیعتان فی بیعة ۴-۵

### بیعتین فی بیعة کا حکم:

۴- بیعتین فی بیعة ایک ممنوع بیع ہے، اس سے ممانعت تین روایات میں وارد ہے:

اول: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیعتین فی بیعة“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع سے منع فرمایا)۔ اور حضرت عبداللہؓ کی روایت اسی طرح ہے (۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے: ”نہی النبی ﷺ عن بیعتین فی بیعة، و عن ربح مالہ یضمن“ (۳) (رسول اللہ ﷺ نے ایک بیع میں دو بیع اور ایسی چیز کے نفع سے منع کیا جس کا ضمان نہ ہو)۔

دوم: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”من باع بیعتین فی بیعة فله أو کسھما أو الربا“ (۴) (جس نے ایک بیع میں دو بیع کی اس کے لئے ان دونوں میں سے کم تر یا ربا ہے)، شوکانی نے کہا: اس کی اسناد میں محمد بن عمرو بن علقمہ ہے، جس پر کئی ایک نے کلام کیا ہے (۵)۔

سوم: حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے: ”نہی النبی ﷺ

عن صفقتین فی صفقة“ (۱) (نبی کریم ﷺ نے ایک سودے میں دو سودوں سے منع فرمایا)، اور ان ہی سے ایک روایت میں ہے: ”لا تحل الصفقتان فی الصفقة“ (۲) (ایک سودے میں دو سودے حلال نہیں ہیں)۔ اور ایک دوسری موقوف روایت میں ہے: ”الصفقة فی الصفقتین ربا“ (۳) (دو سودوں میں ہونے والا سودا ربا ہے)۔

لہذا ایک بیع میں دو بیع حرام عقد ہے، اس کا اقدام کرنے والا گنہگار ہے، کیونکہ اس نے ممانعت کی مخالفت کی، اور یہ عقد فاسد ہے، لیکن ”بیعتین فی بیعة“ کی تعریف میں سابق اختلاف کے لحاظ سے کس پر فساد کا حکم لگائیں؟ اس سلسلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ جس کی تشریح حسب ذیل ہے:

نوع اول: یہ کہ فروخت کرنے والا کہے: یہ اتنے میں نقد ہے اور اس سے زیادہ میں ادھار ہے۔

۵- ادھار ثمن کے عوض جس کی مقدار اور مدت معلوم ہو بیع فی الجملہ بالاتفاق جائز ہے، اس میں کسی فقیہ کا اختلاف نہیں ہے۔ اس لئے کہ فرمان باری ہے: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا تَدَايَنْتُمْ بِدِينٍ إِلَى

(۱) حدیث: ”نہی عن صفقتین فی صفقة“ کی روایت احمد (۳۹۸/۱) طبع المیزب (۲۹۵/۲) طبع دار المعارف) پر اپنے حاشیہ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۲) حدیث: ”لا تحل صفقتان فی الصفقة.....“ کی روایت طبرانی نے لا وسط میں سماک بن حرب سے مرفوعاً کی ہے اور زیلعی نے عقلی کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کے موقوف ہونے کو درست کہا ہے (نصب الراية ۲۰/۳ طبع مجلس العلم ہندوستان)۔

(۳) حدیث: ”الصفقة فی الصفقتین ربا.....“ کی روایت عقلی نے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً کی ہے اور اسے عمرو بن عثمان بن ابوموفان ثقفی کی وجہ سے معلول قرار دیا ہے اور کہا اس کے مرفوع پر اس کا کوئی متابع نہیں، اور موقوف اولیٰ ہے (نصب الراية ۲۰/۳ طبع مجلس العلم ہندوستان)۔

(۱) حدیث: ”نہی عن بیعتین فی بیعة.....“ کی روایت احمد (۲۳۲/۲) طبع المیزب (اور تذکرہ ۵۳۳/۳ طبع مصطفیٰ الجلی) نے کی ہے اور امام ترمذی نے کہا حدیث حسن صحیح ہے۔

(۲) اس کو ابن قیم نے تہذیب السنن میں ذکر کیا ہے۔

(۳) حدیث: ”نہی عن بیعتین فی بیعة وعن ربح مالہ یضمن“ کی روایت احمد (۱۷۳/۲، ۱۷۵/۲) طبع المیزب نے کی ہے احمد ثناء نے اسناد (۱۶۰/۱۰) طبع دار المعارف) پر اپنے حاشیہ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۴) حدیث: ”من باع بیعتین فی بیعة فله أو کسھما أو الربا“ کی تخریج فقرہ کے تحت آچکی ہے۔

(۵) نیل الاوطار ۵/۱۷۲۔



## بیعتان فی بیعت ۵

حرام سمجھتے تھے<sup>(۱)</sup>۔

صاحب ”سبل اسلام“ نے اس میں بعض حضرات کا اختلاف نقل کیا ہے مگر ان لوگوں کا نام نہیں لیا ہے<sup>(۲)</sup>۔

شوکانی نے کہا: اس کی دلیل یہ روایت ہے: ”فلہ او کسہما او الربا“ اور اس کے راوی کے بارے میں کلام آپ کو معلوم ہی ہے۔ اس کے باوجود حضرت ابوہریرہ سے مشہور روایت کے الفاظ وہی ہیں جو دوسرے راویوں نے ذکر کئے ہیں، یعنی: دو بیع سے ممانعت، اور اس میں مقصود کے لئے کوئی دلیل نہیں ہے۔ پھر شوکانی نے کہا: تاہم اس میں زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ یہ بیع سے ممانعت پر دلالت ہے، اگر بیع اس صورت پر ہو یعنی فروخت کرنے والا کہے: ”نقد اتنے میں“، اور ادھار اتنے میں“۔ نہ کہ اس صورت میں جبکہ وہ ابتداء ہی کہہ دے: ”صرف ادھار اتنے میں“، اور کچھ نہ کہے، اور وہ اس دن کے نرخ سے زیادہ ہو، تاہم اس روایت کو مستدل بنانے والے اس صورت کو بھی ممنوع کہتے ہیں، اور حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی ہے، لہذا دلیل دعویٰ سے خاص ہوئی۔ اور سماک کی سابقہ روایت (دیکھئے: فقرہ ۱) کا ظاہر یہ ہے کہ وہ حرام اس صورت کو سمجھتے تھے کہ وہ کہے: ”یہ نقد اتنے میں اور ادھار اتنے میں ہے“۔ اس طرح اس پر حدیث کی دلالت مطابق ہو جاتی ہے<sup>(۳)</sup>۔

نوع دوم: دو دشمن کے عوض بیع جس میں ایک نقد اور دوسرا ادھار ہو جو نقد سے زیادہ ہو اور ابہام کے ساتھ ہو۔

اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاُكْتَبُوهُ“<sup>(۱)</sup> (اے ایمان والو جب ادھار کا معاملہ کسی مدت معین تک کرنے لگو تو اس کو لکھ لیا کرو)، مفسرین نے کہا: اس سے مراد ہر ایسا معاملہ ہے جس کا ایک عوض نقد ہو اور دوسرا ادھار<sup>(۲)</sup>، جس میں دشمن کو پہلے ادا کر دیا جائے، اور فروخت شدہ چیز کو سپرد کرنا ادھار ہو وہ ”سلم“ ہے۔ جس کا جواز شریعت میں وارد ہے، اور اس پر اجماع منعقد ہے، یہ بیع بھی اسی طرح ہے، اس لئے کہ یہ دونوں عوض میں سے ایک کی تاخیر ہے، یہ سب اس شرط پر ہے کہ دونوں عوض میں سے کوئی ایسا نہ ہو جس میں ادھار کا سود جاری ہوتا ہو، جیسا کہ سونا سونے کے بدلہ یا چاندی کے بدلہ، اور جیسے گیہوں جو کے بدلہ۔

لیکن امام احمد کے یہاں یہ مکروہ ہے کہ آدمی خاص طور پر ادھار کے عوض بیع کرے، ادھار کے عوض ہی بیع کرے اور نقد بیع نہ کرے۔ ابن عقیل نے کہا ادھار کو مکروہ محض اس لئے سمجھا کہ وہ ربا کے مشابہ ہے، اس لئے کہ اکثر اوقات ادھار کے عوض بیع کرنے والا مدت کی وجہ سے زیادتی کا قصد کرتا ہے، لیکن ادھار بیع بالاتفاق حرام نہیں ہے، اور مکروہ نہیں ہے، الا یہ کہ اس کے علاوہ اس کی کوئی تجارت نہ ہو<sup>(۳)</sup>۔

لیکن اگر وہ دشمن جس پر ادھار بیع ہوئی ہے، اس سامان کے موجود دشمن سے اٹلی ہو تو:

اس کے بارے میں زین العابدین علی بن حسین سے اختلاف منقول ہے، چنانچہ شوکانی نے ان سے نقل کیا ہے کہ ادھار کی وجہ سے اس دن کے نرخ سے زیادہ میں کسی چیز کی بیع کو وہ

(۱) نیل الاوطار ۵/ ۱۷۲۔

(۲) سبل السلام ۱۶۳ طبع چہارم و ۱۳۱ھ۔

(۳) نیل الاوطار ۵/ ۱۷۲، شوکانی نے کہا اس سلسلہ میں ہم نے ایک رسالہ ”خفاء الغلیل فی حکم التریاق فی الحجج مجرد الاجل“ کے نام سے لکھا ہے اور اس میں ایسی تحقیق ہے جو اس سے پہلے نہیں ہوئی تھی۔

(۱) سورہ بقرہ ۲۸۲۔

(۲) تفسیر القرطبی ۳/ ۳۷۷، فتح القدیر لابن ابیہام ۵/ ۶۸۔

(۳) المغنی ۶/ ۱۷۳۔

## بیعتان فی بیعتہ ۶-۷

دبا،<sup>(۱)</sup> (۱) ایک سو دو سو دوں میں ربا ہے، اور حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث پر ہے: ”فلہ او کسہما او الربا“<sup>(۲)</sup> (اس کے لئے ان دونوں میں سے کم تر یا ربا ہے)۔

یہی علت امام مالک، ان کے شیخ ربیعہ اور بقیہ مالکیہ نے بیان کی ہے۔ ”المدونہ“ میں مکروہ صورت کی تشریح یہ آئی ہے کہ اگر ایک دینار نقد یا دو دینار ایک مقررہ مدت تک ادھار کے عوض ایک کپڑے کا مالک بنلے کہ ان دونوں میں سے جس کے عوض تم چاہو، اور میں چاہوں لے لو، اور تم پر ان میں سے ایک واجب ہے، تو گویا وہ ایک دینار نقد میں تم پر واجب ہوئی، تم نے اس کو مؤخر کرتے ہوئے دو دینار ادھار کے عوض کر دیا، یا گویا وہ تم پر دو دینار ادھار کے عوض واجب ہوئی اور تم نے ان دو دیناروں کو ایک دینار نقد بنا دیا۔

اس مسئلہ میں مالکیہ کے مذہب کی توضیح:

۷- مالکیہ نے تفصیل کے ساتھ اس مسئلہ کی تشریح کی ہے اور ایک بیعت میں دو بیعت کی حرام صورت کے ضوابط کو بیان کیا ہے، ان کے کلام کا حاصل یہ ہے:

الف۔ حرمت اس صورت کو شامل ہے جبکہ تردد دو مختلف سامانوں کے درمیان ہو مثلاً اگر کہے: میں تمہیں ایک دینار میں یہ سامان یا یہ بکری بیچ رہا ہوں۔ اور اس صورت کو بھی جبکہ تردد دو شمنوں کے درمیان ہو مثلاً اگر کہے: میں تمہیں یہ سامان دس میں نقد یا بیس میں ایک سال تک ادھار فروخت کر رہا ہوں۔

ب۔ یہ حرام نہیں الا یہ کہ عقد دونوں خرید فروخت کرنے

(۱) حدیث: ”الصفقة فی الصفقتین دبا.....“ کی تخریج فقرہ ۳ میں آچکی ہے۔

(۲) حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث: ”فلہ او کسہما او الربا.....“ کی تخریج فقرہ ۱ میں آچکی ہے۔

۶- اگر سامان کو ایک ہزار کے عوض نقد یا ڈیرا ہزار کے عوض ایک سال تک ادھار کے طور پر فروخت کرے، اور ان میں سے ایک اس پر واجب ہو، پھر اگر علاحہ کی سے قبل دونوں میں سے ایک شمن کو یقین متعین کر دیں تو بیعت جائز ہے، اور اگر ابہام کے ساتھ وہ دونوں علاحدہ ہو گئے تو ناجائز ہے۔

امام شافعی نے جیسا کہ گزرا صراحت کی ہے کہ یہ ممنوعہ ایک بیعت میں دو بیعت کے قبیل سے ہے، اور جمہور فقہاء نے اسی کو لیا ہے۔

شافعیہ اور حنابلہ نے اس ممانعت کی دولت بتائی ہے: اول: شمن میں جہالت اور اس کا متعین نہ ہونا۔ ابن قدامہ نے کہا: اس لئے کہ شمن مجہول ہے، لہذا صحیح نہیں ہوگی جیسا کہ ما معلوم نمبر پر بیعت، نیز اس لئے کہ ایک عوض غیر معین اور غیر معلوم ہے، لہذا صحیح نہیں ہوگی۔ جیسا کہ اگر کہے: میں نے تمہارے ہاتھ اپنے گھروں میں سے ایک گھرنہ فروخت کر دیا۔ انہوں نے کہا: صحیح اسی وقت ہوگی کہ خریدار اس کے بعد کہے: میں اس کو ادھار اتنے میں لینا ہوں، پھر فروخت کرنے والا کہے: لے لو یا کہے: میں راضی ہوں وغیرہ، تو یہ کامل عقد ہوگا، لیکن اگر کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو ایجاب کے قائم مقام ہو یا ایجاب پر دلالت کرے تو صحیح نہیں ہوگا، اس لئے کہ جو قول تردد اور ابہام کے ساتھ گزر چکا ہے وہ ایجاب بننے کے لائق نہیں ہے، پھر انہوں نے صحیح ہونے کی ایک دوسری ”وجہ“ کی تخریج کی ہے<sup>(۱)</sup>۔

دوم: اس میں ربا ہے۔ اس علت کا مدار حضرت ابن مسعودؓ کی بعض روایات پر ہے جن میں وارد ہے: ”الصفقة فی الصفقتین

(۱) المغنی ۵/۳۳، جوہر لا کلیل ۲۲/۲ شرح المنہاج بحامیہ اقلیو بی و حامیہ عمیرہ ۲/۱۷۷۔

## بیعتان فی بیعت ۸

دے، اور دوسرے ڈھیر کو لے لے، اور ان دونوں کے ماپ میں کمی بیشی ہو، اور سامان غذا کی کمی ہو، لہذا زیادتی کا سود ہوگا۔

حنفی نے اس تعلیل کو سرے سے قبول ہی نہیں کیا ہے۔ ابن ابہام نے کہا: ثمن کا بفرض نقد ایک ہزار ہوتا، اور بفرض اوصار و ہزار ہوتا رہا کے معنی میں نہیں ہے<sup>(۱)</sup>۔

۸- رہا چند سامانوں کے درمیان یا ایک سامان کی چند قیمتوں کے درمیان اختیار کے ساتھ بیع کرنا تو یہ حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے یہاں بھی فاسد ہے، اس لئے کہ جہالت ہے، اور اس صفت کے ساتھ بیع باعث نزاع ہے، حنفیہ نے استحسان کے طور پر اس سے اس صورت کو مستثنیٰ کیا ہے کہ چند کپڑوں مثلاً دو کپڑوں یا تین کپڑوں میں ایک کو اس شرط پر فروخت کرے کہ تین دن کے اندر اندر ان میں سے انتخاب کرنے کا اختیار ہوگا۔ اور اگر کپڑے چار ہوں تو بیع فاسد ہوگی۔ انہوں نے کہا: قیاس یہ ہے کہ سارے میں بیع فاسد ہو، یہی امام زہری اور شافعی کا قول ہے۔ استحسان کی وجہ یہ ہے کہ خیال کی مشروعیت ازلیہ غبن کی ضرورت کی وجہ سے ہے، تاکہ وہ اپنے لئے زیادہ موافق اور بہتر کا انتخاب کر سکے، اور ضرورت کا ثبوت متحقق ہے، اس لئے کہ خریدار کو ضرورت ہوتی ہے کہ اس کا معتبر آدمی انتخاب کرے یا جس کے لئے وہ چیز خریدی ہے وہ انتخاب کر لے، البتہ یہ ضرورت تین کپڑوں سے پوری ہو جاتی ہے، کیونکہ اس میں عمدہ، رومی اور اوسط ہوتا ہے۔ رہا چار یا اس سے زائد تو اس کی ضرورت متحقق نہیں ہے<sup>(۲)</sup>۔

اگر دو ”قیمتی“ چیزوں میں سے ایک کو ابہام کے ساتھ بلا اختیار کے فروخت کرے، مثلاً گھرا اور کپڑا ایک دینار میں، تو یہ سب کے

والوں یا کسی ایک کو دو چیزوں میں سے ایک کا پابند بنانے کے طور پر ہو، اور اگر بغیر پابندی کے دونوں کے لئے اختیار دینے کے طور پر ہو تو جائز ہے۔

ج۔ یہ اس صورت میں ہے کہ جبکہ ان دونوں سامانوں کی جنس جن کے درمیان اختیار دیا گیا ہے الگ الگ ہو، لیکن اگر جنس ایک ہو، اور اختلاف محض عمدہ اور خراب ہونے میں ہو تو کوئی حرج نہیں ہے، اس لئے کہ وہ افضل ہی کو اختیار کرے گا۔ امام مالک نے کہا: کوئی حرج نہیں کہ دو کپڑوں میں ایک جس کو وہ اختیار کرے گا اتنے ثمن میں خریدے یا گٹھر کے سو کپڑوں میں سے پچاس کپڑا جن کا وہ انتخاب کرے گا خریدے، اگر جنس ایک ہو، اور اس کی بناوٹ اور طول کو بتا دے اگرچہ قیمت الگ ہو۔ جبکہ وہ سب مروی یا ہروی ہوں<sup>(۱)</sup> (یہ مروی اور ہرات کی طرف منسوب ہیں)۔

د۔ اس حالت سے مستثنیٰ یہ ہے کہ سامان جس کی بیع ہو رہی ہے ناج ہو جس میں زیادتی کا سود جاری ہوتا ہے، تو جائز نہیں کہ تم اس میں سے اس شرط پر خریدو کہ ان چند ڈھیروں میں سے ایک ڈھیر کا انتخاب کر لو گے، یا کھجور کے چند درختوں کے پھلوں میں سے ایک درخت کے پھل کا انتخاب کر لو گے، یا پھل دار درختوں میں سے مصلح تعداد کا انتخاب کر لو گے، جنس ایک ہو یا مختلف۔ مالکیہ نے اس مسئلہ میں ”طعام“ کی صراحت اس لئے کی ہے کہ ان کے نزدیک زیادتی کے سود کی علت نقدین کے علاوہ میں ”غذائیت“ ہے<sup>(۲)</sup>۔

انہوں نے یہاں پر زیادتی کے سود کے وجود کی شکل یہ بتائی ہے کہ ہو سکتا ہے کہ وہ کسی ایک ڈھیر کو اختیار کرنے کے بعد چھوڑ

(۱) مدونہ امام مالک بروایت جہون ۱۳/۱۳۳۔

(۲) مواہب الجلیل علی مختصر فہم للخطاب، النج والکلیل بہامعہ ۱۳/۱۳۳، جومہ والکلیل ۲۲/۲۲۔

(۱) فتح القدیر ۶/۸۱۔

(۲) فتح القدیر ۵/۵۲۱۔



## بیعتان فی بیعتہ ۹-۱۱

۱۰- اس کے دو طریقے ہیں:

اول: عقد بیع میں دوسری بیع کی شرط لگائے، اور دوسری فروخت شدہ چیز یا ثمن کی تحدید نہ کرے۔ تو یہ دو وجوہ سے صحیح نہیں ہے۔ اول: یہ ”ایک ساتھ بیع اور شرط“ میں سے ہے جو ممنوع ہے۔ دوم: جہالت۔ نیز یہ کہ یہ بیع اکثر علماء کے نزدیک ایک بیع میں دو بیع ہے۔

دوم: بیع میں دوسری بیع کی شرط لگائے اور دوسری فروخت شدہ چیز یا ثمن کی تحدید کر دے مثلاً کہے: میں نے تمہیں اپنا یہ گھر ایک ہزار میں اس شرط پر بیچ دیا کہ تم مجھے اپنا گھر ایک ہزار پانچ سو میں بیچو گے یا اس شرط پر کہ تم مجھ سے میرا دوسرا گھر ایک ہزار پانچ سو میں خریدو گے۔

حنفیہ، شافعیہ اور حنابلہ نے صراحت کی ہے کہ یہ ایک بیع میں دو بیع ہے جو ممنوع ہے اور یہ حنفیہ و شافعیہ کے نزدیک، ”ایک ساتھ بیع اور شرط“ میں سے بھی ہے جس سے سنت نبوی میں ممانعت وارد ہے<sup>(۱)</sup> (دیکھئے: ”بیع و شرط“).

۱۱- ایک ساتھ بیع و شرط سے ممانعت کا قائل ہونے میں اگرچہ فقہاء کا اختلاف ہے۔ حنفیہ و شافعیہ اس کو ممنوع کہتے ہیں، جبکہ حنابلہ اس کو جائز کہتے ہیں اگر شرط ایک ہو۔ اس میں ہر ایک کے یہاں تفصیل ہے، یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں ہے، لیکن اگر مشروط دوسری بیع ہو تو شرط فاسد ہوگی، اور بیع بھی فاسد ہوگی حتیٰ کہ حنابلہ کے نزدیک بھی<sup>(۲)</sup>۔

نزدیک فاسد ہوگی، اس لئے کہ فروخت شدہ چیز مجہول ہے<sup>(۱)</sup>۔

نوع سوم: ابن القیم کے کلام میں وارد ہے کہ ثمن ادھار میں کوئی چیز فروخت کرے اور شرط ہو کہ وہ لوٹ کر اس کے خریدار سے اس کے ادھار ثمن سے کم نقد ثمن میں خریدے گا۔

۹- یہ نوع بھی ان تمام لوگوں کے نزدیک فاسد ہے جو عینہ کی بیع کو باطل سمجھتے ہیں، اس لئے کہ بیع عینہ یہ ہے کہ کسی شخص کے ہاتھ ثمن نقد میں سامان فروخت کرے، جس کو اس نے اسی سے اس سے زیادہ ادھار ثمن میں خرید اٹھا۔ اور یہ ربا کا ایک حیلہ ہے، کیونکہ سامان اپنے مالک کے پاس لوٹ آیا، اور اس کے اپنے لئے فریق کے ذمہ میں مثلاً بارہ سو ایک مدت تک کے لئے ثابت ہو گئے۔ اور اس نے اس کے مقابلہ میں ایک ہزار نقد لے لیا (دیکھئے: ”بیع عینہ“).

بیع عینہ کی تحریم کے قائلین نے کہا: یہ حرام ہے، اور فاسد ہے، اگر اس کا وقوع ہو جائے، خواہ بیع دوسری اتفاقاً ہوئی ہو یا ان دونوں نے عقد اول کے وقت اس پر اتفاق کیا ہو<sup>(۲)</sup>۔ اور جب وہ عقد اول میں عقد ثانی کی شرط کی بنیاد پر ہوئی ہے تو یہ بدرجہ اولیٰ حرام اور فاسد ہوگی۔

لیکن جو لوگ بیع عینہ کے جواز کے قائل ہیں مثلاً امام شافعی اور ان کے اصحاب ان کے نزدیک بھی یہ بیع حرام ہے اور فاسد ہے، اور یہ ان کے نزدیک ایک بیع میں دو بیع میں سے ہے، اسی طرح ممنوع بیع یا شرط میں سے ہے<sup>(۳)</sup>، اور یہ اگلی نوع میں داخل ہے۔

نوع چہارم: عقد بیع میں دوسری بیع یا کسی اور عقد کی شرط

لگائے:

(۱) فتح القدیر والفتاویٰ ۵/ ۵۱۸، ۵۱۹، ابن ماجہ ۱۰۹/۳، شرح الصہاج ۱۶۱/۲۔

(۲) المغنی ۳/ ۱۷۳ طبع سوم۔

(۳) شرح الصہاج و فتاویٰ ۵/ ۵۱۸، ۵۱۹۔

(۱) شرح الصہاج و فتاویٰ ۵/ ۵۱۸، ۵۱۹، المغنی ۳/ ۱۷۳ طبع سوم۔

حدیث: ”بیعی عن بیع و شرط...“ کی روایت طبرانی نے لاوسط میں کی ہے زیلعی نے ابن القطن سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو ضعیف کہا ہے (نصب الراية ۳/ ۱۸، طبع مجلس اعلیٰ ہندوستان)۔

(۲) المغنی ۳/ ۱۷۳، ۲۳۵، شرح فتح القدیر علی الہدایہ ۱/ ۸۰، ۸۱۔

## بیعتان فی بیعتہ ۱۲-۱۳

دونوں نے اسی عقد میں اتفاق کر لیا ہو۔ ابن قدامہ نے کہا: یہ باطل ہے، کیونکہ اس نے اس عقد میں شرط لگائی کہ اس کے ساتھ اس ثمن میں، جس پر عقد ہوا ہے بیعت صرف کرے، اور صرف عقد ہے تو یہ ”بیعتین فی بیعتہ“ کے باب سے ہوگا، پھر انہوں نے کہا: اور امام مالک نے کہا: میں لفظ فاسد کی طرف توجہ نہیں دوں گا اگر وہ معلوم حلال ہو۔ تو کو یا اس نے سامان کو ان در اہم کے عوض فروخت کیا جن کو وہ دیناروں کے بدلے لے گا۔

۱۲- مذکورہ بالا حالت اور اس صورت کے درمیان فرق کرنا چاہئے کہ دو مختلف سامانوں کو ایک ثمن میں فروخت کرے، مثلاً جانور اور گھر ایک ہزار دینار میں فروخت کرے تو یہ بالاتفاق جائز ہے۔ اور ”بیعتین فی بیعتہ“ میں سے نہیں ہے۔ اسی طرح اگر گھر کو ایک جانور اور ایک ہزار دینار کے عوض فروخت کرے۔

۱۳- اسی طرح اگر بیعت اور اجارہ کو یا بیعت اور صرف کو یا اجارہ اور نکاح کو ایک عوض کے ساتھ جمع کر دے، مثلاً اگر کہے: میں نے ایک ہزار دینار میں تمہیں اپنا یہ گھر فروخت کیا، اور اپنا دوسرا گھر تمہیں ایک سال کے لئے اجرت پر دیا، تو یہ جائز ہے، اس لئے کہ یہ دو چیزیں ہیں، انفرادی طور پر ان میں سے ہر ایک کا عوض لیما جائز ہے، لہذا اجتماعی طور پر ان دونوں کا عوض لیما بھی جائز ہوگا، جیسا کہ اگر کہے: میں نے تمہیں یہ دونوں کپڑے ایک ہزار میں فروخت کئے، یہ حنا بلہ کے یہاں قول اصح اور شافعیہ کے یہاں اظہر ہے، اور ایک کو واپس کرنے کے وقت عوض کو ان دونوں کی قیمت کے لحاظ سے تقسیم کیا جائے گا، یعنی مثلاً مقررہ مدت کی اجرت کے لحاظ سے کرایہ کی چیز کی قیمت اور فروخت شدہ چیز کی ذات کی قیمت۔

فریقین میں سے ہر ایک کے یہاں دوسرا قول یہ ہے کہ یہ صحیح

یہ نوع بھی فاسد ہے، خواہ شرط عقد بیعت میں بیعت ہو یا اس کے علاوہ مثلاً سلف یا اجارہ یا قرض یا اس کے علاوہ دوسرے عقود۔ اس کی وجہ بیعت کی شرط لگانے پر قیاس ہے۔ نیز وہ دوسری روایت یعنی ایک صفقہ میں دو صفقوں سے ممانعت کے عموم میں داخل ہے، اس لئے کہ صفقہ بمعنی عقد ہے، لہذا اس کے تحت ہر وہ دو عقد آئیں گے جن کو ایک عقد میں جمع کر دیا گیا ہو، اور سلف اور بیعت کو جمع کرنے کے بارے میں خاص ممانعت وارد ہے۔ اور وہ فرمان نبوی ﷺ ہے: ”لا یحل سلف و بیع“ (ایک ساتھ بیعت اور سلف حلال نہیں ہیں) ابن قدامہ نے کہا: یہ امام مالک اور شافعی کا مذہب ہے۔ میرے علم میں اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ امام مالک نے کہا: اگر سلف کی شرط لگانے والا اپنی شرط کو چھوڑ دے تو بیعت صحیح ہوگی۔

ابن قدامہ نے فساد بیعت کی توجیہ اس کا صفقتین فی صفقہ میں سے ہونے کے ساتھ ساتھ یہ کی ہے کہ جب اس نے مثلاً قرض کی شرط لگا دی تو اس کی وجہ سے ثمن میں اضافہ کر دیا، تو ثمن میں ہونے والی یہ زیادتی قرض کا عوض اور اس کا نفع ہوگی، اور یہ حرام سود ہے، لہذا فاسد ہوگی، جیسا کہ اگر اس کی صراحت کر دے (۱)۔

اگر دونوں عقدوں میں کوئی بیعت نہ ہو تو بھی دونوں فاسد ہیں جیسا کہ اگر اجارہ میں سلف یا نکاح کی شرط لگائے یا نکاح میں نکاح کی شرط لگائے، ایک تشریح کے مطابق یہی شغار کہلاتا ہے جو منوع ہے۔ (دیکھئے: ”شغار“)

اس نوع کے تحت آنے والے مسائل میں یہ بھی ہے کہ کوئی سامان سونے کے دانہ میں فروخت کرے اور شرط لگائے کہ ثمن در اہم کی شکل میں بیعت صرف کے نرخ پر سپرد کرے گا، جس پر ان

(۱) المغنی ۵/۳۳۵۔

## بیعتان فی بیعة ۱۴

لوں گا۔ حنفیہ نے اس کو ”بیعتین فی بیعة“ میں داخل کیا ہے، جس سے ممانعت وارد ہے۔ اور انہوں نے کہا: اس کی وجہ سے بیع فاسد ہو جائے گی، نیز اس لئے کہ یہ ”ایک ساتھ بیع“ اور ”شرط“ کے باب سے ہے۔ جس سے ممانعت ہے۔ (دیکھئے: ”بیع و شرط“)

اس کے ”بیعتین فی بیعة“ میں سے ہونے کی وجہ جیسا کہ ”الہدایہ“ اور ”فتح القدیر“ میں ہے، یہ ہے کہ اگر خدمت اور رہائش کے بالمقابل کچھ ثمن ہو، بایں طور کہ مقررہ رقم کو فروخت شدہ چیز کے بالمقابل ثمن اور خدمت و رہائش کے بالمقابل اجرت مانا جائے تو یہ بیع میں اجارہ ہوگا، اور اگر خدمت و رہائش کے بالمقابل ثمن کا کوئی حصہ نہیں تو یہ بیع میں اعارہ ہوگا، اور اس کے رہا ہونے کی وجہ یہ ہے عقد میں شروط زیادتی، عوض سے خالی ہے۔ اور رہا کا مفہوم یہی ہے (۱)۔

حنفیہ کے نزدیک اسی کے مثل یہ بھی ہے کہ درخت فروخت کرے جس پر پھل ہو، اور ایک مدت تک درخت پر پھل کے بقاء کی شرط لگا دے۔ اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ یہ بیع میں اعارہ یا اجارہ ہوگا، لہذا یہ ”صفتین فی صفتہ“ کے باب سے بھی ہوگا (۲)۔

شافعیہ اس بیع کے ممنوع ہونے اور اس جیسی شرط کے مفسد عقد ہونے سے اتفاق کرتے ہیں، اس لئے کہ یہ ”بیع و شرط“ کے باب سے ہے۔

مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ بیع جائز ہے، جبکہ شروط منفعت معلوم ہو۔ انہوں نے کہا: حضرت جابرؓ کی صحیح حدیث ہے: ”انہ باع من النبی ﷺ جَمَلًا وَاَسْتَنْشَى حَمْلَهُ اِلَى الْمَدِينَةِ“ (انہوں نے نبی کریم ﷺ کے ہاتھ اونٹ فروخت کیا اور مدینہ تک اس کی سواری کا استئنا کر لیا) اور اس لئے کہ: ”نہی عن الشیء الا ان

نہیں ہے، اس لئے کہ ان دونوں کا حکم مختلف ہے، اس لئے کہ فروخت شدہ چیز محض بیع سے قابل ضمان ہو جاتی ہے، اور اجارہ اس کے برخلاف ہے، اس لئے کہ بسا اوقات فسخ و انفساخ وغیرہ کے اسباب میں اختلاف کی وجہ سے ان دونوں کے حکم میں ہونے والے اختلاف کی بنا پر کوئی ایسی چیز پیش آ جاتی ہے، جو ان دونوں میں ایک کے فسخ کی متقاضی ہوتی ہے، اور تقسیم کی ضرورت ہوتی ہے تو لازم آئے گا کہ عقد کے وقت ان دونوں میں سے ہر ایک کا خصوصی عوض مجہول ہو، اور یہ ممنوع ہے، لیکن اگر دو عقد میں سے کوئی ایک نکاح ہو تو وہ مہر مثل سے صحیح ہو جائے گا، اس لئے کہ مقرر کرنا اس کی صحت کے لئے شرط نہیں ہے (۱)۔

مالکیہ کے یہاں مشہور قول کے مطابق صراحت ہے کہ بیع کے ساتھ ”صرف“ یا ”جعل“ یا ”مساقات“ یا ”شرکت“ یا ”قرض“ یا ”نکاح“ یا ”سلف“ کو جمع کرنا ناجائز ہے۔ اسی طرح ان میں کسی ایک چیز کو کسی دوسری چیز کے ساتھ جمع کرنا ناجائز ہے۔ اور سلف کے ساتھ سلف لینے والے کی جانب سے صدقہ یا ہبہ وغیرہ بھی جمع نہیں ہوں گے (۲)۔

نوع پنجم: متعاقبین میں سے کسی ایک کے لئے منفعت کی

شرط:

۱۴۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کہنے میں نے تمہیں یہ گھر اس شرط پر فروخت کیا کہ اس میں ایک سال رہائش اختیار کروں گا یا کہنے میں نے تمہیں یہ جانور اس شرط پر فروخت کیا کہ اس سے ایک ماہ خدمت

(۱) المغنی ۲/۳۶۲، شرح المنہج ۲/۵۳، نہایۃ المحتاج ۳/۶۶، ۳/۶۸، شرح

المحلی علی المسحاج ۲/۱۸۸۔

(۲) لوطاب ۳/۳۱۳۔

(۱) الہدایہ و فتح القدیر ۶/۷۸، ۷/۸۰۔

(۲) الاختیار لتحلیل الفقار ۲/۷ طبع سوم ابن عابدین ۳/۳۹، ۳/۴۱۔



## بیعتان فی بیعة ۱۴، بیعت ۱

تَعْلَمُ،<sup>(۱)</sup> (حضور ﷺ نے استثناء سے منع کیا ہے الا یہ کہ وہ معلوم ہو)۔

## بیعت

تعریف:

۱۔ لغت میں بیعت کے کئی معانی ہیں، اس کا اطلاق: طاعت کے لئے بیعت پر ہوتا ہے، اور اس کا اطلاق: بیع کے ایک سووے پر ہوتا ہے، کہا جاتا ہے: بايعته، یہ بیع اور بیعت دونوں سے ہے۔ اور ”تبايع“ بھی اسی کی طرح ہے۔ فرمان باری ہے: ”إِنَّ الْمُبْدِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ“<sup>(۱)</sup> (بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں۔ وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں)۔

اور حدیث میں ہے کہ جب حضرت مجاشع نے حضور ﷺ سے دریافت کیا: کس بات پر آپ ہم سے بیعت لیتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”على الاسلام والجهاد“<sup>(۲)</sup> (اسلام اور جہاد پر)۔ اور یہ عقد اور معاہدہ کرنے کے معنی میں ہے، کو یا کہ ان میں سے ہر ایک نے اپنی چیز دوسرے کے ہاتھ بیچ دی، اور اس کو اپنی خالص نیت، اپنی اطاعت اور اپنا راز سونپ دیا۔ اور اسی کے مثل بیعت کی قسمیں ہیں، جن کو حجاج نے بہت سخت امور یعنی طلاق، آزادی اور روزہ وغیرہ پر مشتمل کر کے مرتب کیا تھا<sup>(۳)</sup>۔



(۱) المغنی ۹/۱، ۹۸، نیل المار ب ۳۹۹/۱، مطبع کردہ مکتبہ الفلاح کوہست،

۱۳۰۳ھ، جولائی ۱۸۶۲ء، ۱۸۷۔

حدیث جامعہ کی روایت بخاری (فتح الباری ۵/۳۱۳ طبع استغیہ) نے کی ہے۔

اور حدیث: ”اللہبی عن اللہ“ کی روایت ترمذی (۵۸۵/۳ طبع لکھنؤ)

نے کی ہے۔

(۱) سورہ فتح ۱۰۔

(۲) حضرت مجاشع کی حدیث کی روایت بخاری (فتح ۶/۱۱ طبع استغیہ) اور

مسلم (۳/۱۳۸ طبع لکھنؤ) نے کی ہے الفاظ بخاری کے ہیں۔

(۳) لسان العرب، المصباح الممیر، الصحاح۔

## بیعت ۲-۵

بیعت اصطلاح میں جیسا کہ ابن خلدون نے اپنے ”مقدمہ“ میں اس کی تعریف کی ہے، طاعت پر عہد کرنا ہے، کو یا بیعت کرنے والا اپنے امیر سے اس بات پر عہد کرنا ہے کہ وہ اپنے ذاتی امر اور مسلمانوں کے امور کی نگرانی اس کے سپرد کرتا ہے۔ اس سلسلہ کی کسی چیز میں اس سے نزاع نہیں کرے گا، اور خوشی و ناخوشی میں اس کے حکم کو مانے گا، اور جب وہ کسی امیر سے بیعت کر لیتے اور اس سے عہد کو مکمل کر لیتے تو عہد کی تاکید کے لئے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ میں دے دیتے تھے۔ اس طرح سے یہ عمل خرید و فروخت کرنے والے کے فعل کی طرح ہو گیا اور بیعت دست بدست مصافحہ سے ہونے لگی۔

یہ لغت میں اس کا مدلول اور شریعت میں معروف معنی ہے۔ ”عقبہ کی رات“، اور ”درخت“ کے پاس نبی کریم ﷺ سے بیعت والی حدیث میں یہی مراد ہے، اور جہاں بھی یہ لفظ وارد ہے یہی مراد ہے۔ اسی سے ”بیعت خلفاء“، اور اسی سے ”بیعت کی قسمیں“ ماخوذ ہے، چنانچہ خلفاء عہد پر قسم لیتے، اور اس میں تمام اقسام کی قسموں کو شامل کر لیتے تھے، لہذا اس استیعاب و جامعیت کو ”ایمان بیعت“ کہا گیا (۱)۔

۲- علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ سے شہرت کے ساتھ ثابت ہے کہ لوگ آپ ﷺ سے کبھی ہجرت و جہاد پر، کبھی ارکان اسلام کے قائم کرنے پر، کبھی کفار سے جنگ میں ثابت قدمی، اور بدتر ار رہنے پر، اور بسا اوقات سنت کو اختیار کرنے، بدعت سے اجتناب، اور طاعات کی پابندی پر بیعت کرتے تھے (۲)۔

اس کے علاوہ بیعت بمعنی ایک بار بیعت کرنا پر بحث کے لئے دیکھئے: اصطلاح ”بیعت“۔

متعلقہ الفاظ:

الف- عقد:

۳- عقد: اس کی جمع عقود ہے، لغت میں اس کے کئی معانی ہیں مثلاً رسی وغیرہ میں گرہ لگانا، اور اس کا ایک معنی عہد ہے (۱)۔

اصطلاح میں عقد تصرف کے اجزاء کو شرعاً ایجاب و قبول کے ذریعہ مربوط کرنا ہے (۲)۔

لہذا عقد میں، مقابلہ بیعت عموم ہے۔

ب- عہد:

۴- لغت میں اس کے معانی میں سے ہر وہ چیز ہے جس پر اللہ سے عہد کیا جائے، اور بندوں کے درمیان ہونے والے میثاق اور ایمان ہیں۔

عہد: وہ تحریر ہے جو حکمرانوں کے لئے ذمہ داری سوچتے وقت لکھی جاتی ہے۔ اس کی جمع: ”عہود“ ہے، کہتے ہیں: عہد الیہ عہداً: سوچنا، حوالہ کرنا۔

عہد: وہ میثاق اور قسم ہے جو انسان سے لی جائے، تم کہتے ہو: علی عہد اللہ و میثاقہ یعنی مجھ پر اللہ کا عہد اور میثاق ہے، اور أخذت علیہ عہداً للہ و میثاقہ: میں نے اس سے اللہ کا عہد اور میثاق لیا، اور ”بیعت“ ایک طرح کا عہد ہے (۳)۔

بیعت کا شرعی حکم:

۵- بیعت کرنے والوں کے لحاظ سے بیعت کا حکم مختلف ہوتا ہے، چنانچہ اہل حل و عقد پر اس شخص سے بیعت کرنا واجب ہے جس کو

(۱) لسان العرب، المصباح المہر۔

(۲) التعریفات للبحر ج ۱/ ۵۳۔

(۳) لسان العرب، التعریفات للبحر ج ۱۔

(۱) مقدمہ ابن خلدون، ص ۲۰۹ طبع دار احیاء التراث العربی۔

(۲) القواعد الفہمیۃ للمجددی المہرکتی، ۶۱۲ طبع ڈھاکہ۔

## بیعت ۶

انہوں نے امامت کے لئے منتخب کیا ہو اور جس میں امامت کی تمام شرعی شرائط موجود ہوں۔

رہے عام لوگ تو اصل یہ ہے کہ اہل حل وعقد کی بیعت کی بنیاد پر ہر شخص پر بیعت واجب ہے، اس لئے کہ فرمان نبوی ہے: ”مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ لِإِمَامٍ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً“ (۱) (جو مر گیا، اور اس نے کسی امام سے بیعت نہیں کی تو اس کی موت جاہلیت کی سی ہوگی)، لیکن مالکیہ کی رائے ہے کہ بقیہ لوگوں کے لئے یہ عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ بیعت شدہ امام کے ماتحت ہیں اور اس کی اطاعت کے پابند ہیں (۲)۔

یہ تو بیعت کرنے والوں یعنی اہل حل وعقد اور بقیہ لوگوں کے تعلق سے ہے۔

جہاں تک امامت کے لئے منتخب کئے جانے والے شخص کا تعلق ہے تو اس پر واجب ہے کہ بیعت قبول کر لے، اگر امامت اس کے لئے متعین ہو، یعنی کسی دوسرے کے اندر تمام شرائط نہ پائی جائیں۔ اور اگر کئی ایک میں تمام شرائط موجود ہوں تو بیعت کو قبول کرنا فرض کفایہ ہوگا، دیکھئے: اصطلاح ”امامت کبریٰ“ اور ”اہل حل وعقد“۔

## بیعت کی مشروعیت کے دلائل:

۶۔ مسلمانوں کا رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا، اللہ سے بیعت کرنا ہے جیسا کہ فرمان باری میں ہے: ”إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا

يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَذُ اللَّهُ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ“ (۱) (بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں، وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے)، چنانچہ اجر و ثواب دینے میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ وفاداری کے بارے میں بیعت کرنے والوں کے ہاتھوں سے اوپر، اور ہدایت کے ذریعہ ان پر احسان کرنے میں اللہ تعالیٰ کا ہاتھ طاعت کے باب میں ان کے ہاتھ کے اوپر ہے (۲)۔

اس آیت میں بیعت سے مراد مقام حدیبیہ میں ہونے والی بیعت رضوان ہے، جہاں بیعت کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: ”لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا“ (۳) (بیشک اللہ خوش ہوا ان مسلمانوں سے جبکہ وہ آپ سے بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے اور اللہ کو معلوم تھا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا۔ مگر اللہ نے ان میں اطمینان پیدا کر دیا اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دے دی)۔

”صحیح مسلم“ میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے، انہوں نے کہا: ”كُنَّا يَوْمَ الْحُدَيْبِيَةِ أَلْفًا وَ أَرْبَعَمِائَةٍ، فَبَايَعْنَاهُ وَعَمْرُ أَخَذَ بِيَدِهِ تَحْتَ الشَّجَرَةِ وَهِيَ سَمُرَةٌ“ (۴) (ہم حدیبیہ کے دن ایک ہزار چار سو تھے، ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی، اور حضرت عمرؓ آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑے ہوئے درخت کے نیچے تھے۔ اور وہ سمرہ (بول) کا درخت تھا)۔ انہوں نے کہا: ”بَايَعْنَاهُ عَلَى أَنْ لَا نَقْرَ، وَلَمْ نُبَايِعْهُ عَلَى الْمَوْتِ“ (۵) (ہم نے آپ ﷺ سے نہ بھاگنے

(۱) سورہ فتح ۱۰۔

(۲) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۶/۲۶۷۔

(۳) سورہ فتح ۱۸۔

(۴) حدیث جامعہ ”کنا یوم الحدیبۃ.....“ کی روایت مسلم (۳/۳۸۳ طبع الحلی) نے کی ہے۔

(۱) حدیث: ”مَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ.....“ کی روایت مسلم (۳/۴۸۸ طبع الحلی) نے کی ہے۔

(۲) ابن ماجہ ۱/۳۶۸، شرح الکبیر ۲/۲۹۸، دیکھئے: منهاج الطالبین وجامعہ اقلیوبی ۳/۴۳، مطالب اولیٰ ۶/۲۶۳۔



## بیعت ۷

پر بیعت کی تھی، مگر جانے پر بیعت نہیں کی تھی)۔

بیعت عقبہ اولیٰ میں مسلمانوں نے آپ ﷺ سے ”عورتوں“ والی بیعت کی تھی، یہ جہاں فرض ہونے سے قبل تھی، چنانچہ حضرت عبادہ بن صامتؓ سے جو شہر کا بدر اور عقبہ کی رات کے نقتباء میں سے ہیں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد صحابہ کی ایک جماعت تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ”بایعونی علی أن لا تشركوا بالله شيئا، ولا تسرقوا، ولا تزنوا، ولا تقتلوا أولادكم، ولا تأتوا ببهتان تفترونه بين أيديكم وأرجلكم، ولا تعصوا في معروف، فمن وفى منكم فأجره على الله، ومن أصاب من ذلك شيئا فعوقب في الدنيا فهو كفارة له، ومن أصاب من ذلك شيئا ثم ستره الله، فهو إلى الله، إن شاء عفا عنه وإن شاء عاقبه، فبایعناه على ذلك“ (۱) تم مجھ سے اس بات پر بیعت کرو کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ گے، چوری نہ کرو گے، زنا نہ کرو گے، اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گے، اور بہتان نہ لائو گے جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑ لو، نیک کام میں مافرمائی نہ کرو گے، پھر تم میں سے جو یہ عہد پورا کرے اس کا ثواب اللہ پر ہے، اور جو ان گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھے، اور اس دنیا میں اس کی سزا مل جائے تو وہ اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو کوئی ان گناہوں میں سے کچھ کر بیٹھے، پھر اللہ نے اس کو دنیا میں چھپائے رکھا، تو وہ اللہ کے حوالے ہے، اگر چاہے اس کو معاف کر دے، اور اگر چاہے عذاب دے، پھر ہم نے ان باتوں پر آپ ﷺ سے بیعت کر لی)۔

۷۔ رعی عورتوں والی بیعت تو اس کا بیان اس فرمان باری میں ہے:

”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعُكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ وَلَا يَقْتُلْنَ أَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَأْتِينَ بِبُهْتَانٍ يَفْتَرِينَهُ بَيْنَ أَيْدِيهِنَّ وَأَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيَنَّكَ فِي مَعْرُوفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ“ (۱) (اے پیغمبر جب مسلمان عورتیں آپ کے پاس آئیں تو آپ سے ان باتوں پر بیعت کریں کہ اللہ کے ساتھ نہ کسی کو شریک کریں گی اور نہ چوری کریں گی اور نہ بدکاری کریں گی اور نہ اپنے بچوں کو قتل کریں گی اور نہ کوئی بہتان لائیں گی جسے اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے درمیان گھڑ لیں اور مشرور باتوں میں آپ کی مافرمائی نہ کریں گی تو آپ ان کو بیعت کر لیا کیجئے اور ان کے لئے اللہ سے مغفرت طلب کر لیا کیجئے، بیشک اللہ بڑا مغفرت والا ہے، بڑا رحمت والا ہے)۔

فتح مکہ کے موقع پر مکہ کی عورتیں آپ ﷺ کے پاس بیعت کے لئے آئیں تو آپ ﷺ نے ان سے عہد لیا شریک نہ ٹھہرائیں..... الخ۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے، انہوں نے کہا کہ مسلمان عورتیں جب ہجرت کر کے آئیں تو آپ ﷺ ان کا اس آیت کے مطابق امتحان لیتے: ”يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا جَاءَكَ الْمُؤْمِنَاتُ يَبَايِعُكَ عَلَى أَنْ لَا يُشْرِكْنَ بِاللَّهِ شَيْئًا وَلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِينَ“ إلى آخر الآية۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: پھر جو عورت اس کا اقرار کر لیتی تو کو بیعت کا اقرار کرتی (۲)۔

جب وہ اپنی زبان سے اس کا اقرار کر لیتیں تو رسول اللہ ﷺ فرماتے: ”انطلقن فقد بايعتكن“ (جاء، میں تم سے بیعت لے

(۱) سورہ مجملہ ۱۲۔

(۲) امام ابوہریرہؓ نے کہا یعنی آپ نے شرعی بیعت لے لی۔

(۱) حدیث عبادہ صامتؓ کی روایت بخاری (فتح ۱/ ۶۳ طبع المستوفی) نے کی

## بیعت ۸

(رسول اللہ ﷺ عورتوں سے بیعت لیتے تو پانی کا ایک پیالہ منگاتے، اس میں دست مبارک ڈال دیتے پھر عورتیں آپ ﷺ کے حکم سے اپنے ہاتھ اس میں ڈال دیتیں)۔

بہر کیف رسول اللہ ﷺ سے مسلمان مردوں کی بیعت زبانی گفتگو کے ساتھ مصافحہ کے ذریعہ ہوتی تھی، جبکہ مسلمان عورتوں کی بیعت صرف زبانی ہوتی، مصافحہ نہیں ہوتا تھا۔ امام نووی نے ”شرح مسلم“ میں کہا: عورتوں کی بیعت ہتھیلی پکڑے بغیر صرف زبانی ہوتی، اور مردوں کی بیعت زبانی کے ساتھ ہتھیلی پکڑ کر ہوتی تھی (۱)۔

اور جس وقت حضرت عمر بن الخطابؓ کو مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ اے ابوبکر! آپ اپنا ہاتھ بڑھائیں، انہوں نے ہاتھ بڑھا دیا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے بیعت کی، پھر مہاجرین نے ان سے بیعت کی، پھر انصار نے ان سے بیعت کی (۲)۔

نبی کریم ﷺ سے صحابہ کی بیعت، اور دوسرے ائمہ سے بیعت کے درمیان فرق:

۸- رسول اللہ ﷺ سے بیعت کا موضوع بیعت کرنے والوں کے سمع و طاعت کا عہد کرنے اور اس کے پابند ہونے اور خاص طور پر جس چیز کی بیعت ہوئی ہے، اس کی پابندی تک محدود ہے، رہا آپ ﷺ کا امامت کے لئے متعین ہونا تو وہ وحی کے ذریعہ تھا۔ اور دوسرے حضرات کی بیعت طرفین سے التزام اور پابندی ہے، یہ اہل حل

چکا) اور اللہ کی قسم! آپ کا ہاتھ کسی عورت کے ہاتھ سے کبھی مس نہ ہوا، بلکہ آپ ﷺ ان سے زبان سے بیعت لیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے عورتوں سے کوئی اتر نہیں لیا، مگر جس کا اللہ نے حکم دیا، آپ ﷺ کی ہتھیلی کسی عورت کی ہتھیلی سے کبھی نہیں لگی، بلکہ وہ اتر کر بیٹھیں تو آپ ﷺ صرف زبان سے فرما دیتے: ”قد بايعتكن“ (۱) (میں تم سے بیعت لے چکا)۔ (یعنی ان سے مصافحہ نہیں ہوتا تھا)۔

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے کہا: جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو انصار کی عورتوں کو ایک گھر میں جمع کیا، پھر حضرت عمر بن الخطابؓ کو ہمارے پاس بھیجا، انہوں نے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا، عورتوں نے سلام کا جواب دیا، انہوں نے کہا: میں تمہارے پاس رسول اللہ ﷺ کا یہ پیغام لے کر آیا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، عورتوں نے کہا: جی ہاں۔ انہوں نے اپنا ہاتھ گھر کے باہر سے بڑھایا، ہم نے اپنا ہاتھ گھر کے اندر سے بڑھایا، پھر انہوں نے کہا: خدا یا! تو کواد رہ (۲)۔

حضرت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ کی سند سے روایت ہے: ”أن النبی ﷺ کان إذا بايع النساء دعا بقدر من ماء فغمس يده فيه، ثم أمر النساء فغمسن أيديهن فيه“ (۳)

(۱) حدیث ما کثرت ”الطلاق فقد بايعتكن“ کی روایت مسلم (۳۸۹/۱۳ طبع الجلی) نے کی ہے۔

(۲) حضرت ام عطیہ کی حدیث کی روایت ابن سعد (۸/۷ طبع دار بیروت) نے اپنی طبقات میں کی ہے نیز ابوداؤد (۱/۶۷ طبع عزت عبید دھاس) نے مختصر اس کی روایت کی ہے۔

(۳) الجامع لاحکام القرآن للقرطبی ۱۸/۷۰، ۷۱، اسیرۃ النبویہ لابن ہشام ص ۲۳۱ جز ۲۔

حدیث عمرو بن شعیبہ ”کان إذا بايع النساء دعا بقدر من ماء.....“ کی روایت ابن سعد اور ابن مردویہ نے کی ہے، جیسا کہ الدر المنثور للسیوطی (۸/۱۳۳ طبع دار الفکر) میں ہے۔

(۱) حاشیہ قلیوبی علی منہاج الطالبین ۳/۲۷۲، الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ ص ۹ طبع مصطفیٰ الجلی، قواعد فقہ المجددی للبرکتی رسالہ چہارم ص ۶۱۲۔  
(۲) اسیرۃ النبویہ لابن ہشام ص ۶۶۰ جز و رابع۔

منتخب شخص امامت سے گریز کرے اور اس کو قبول نہ کرے تو اس کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا، اور اس سے ہٹ کر دوسرے مستحق کو دیکھا جائے گا<sup>(۱)</sup>۔

امامت کے انعقاد میں بیعت کا اثر:

۱۰- اہل حل و عقد کی طرف سے امام کا انتخاب اور اس کے لئے ان کی بیعت ہی امامت کے انعقاد میں اصل ہے، اور اہل حل و عقد علماء اور اہل رائے و تدبیر کی جماعت ہے، جن میں امانت و عدالت اور رائے کی شرائط کے ساتھ ساتھ علم بھی ہو (دیکھئے: اہل حل و عقد)۔  
رباوی عہد بنانے یا غلبہ کی وجہ سے امامت کا انعقاد<sup>(۲)</sup> تو اس کا حکم اصطلاحاً: ”امامت کبریٰ“ میں دیکھا جائے۔

جو لوگ امام کے شہر میں ہیں ان کو دوسرے شہروں والے لوگوں پر کوئی خصوصیت اور امتیاز حاصل نہیں ہے، جس کی وجہ سے وہ امام کے انتخاب میں دوسرے سے آگے ہوں، امام کے شہر کے لوگ عقد امامت کرنے والے محض عرفا ہو گئے ہیں، شرعاً نہیں، کہ ان کو امام کی موت کا علم پہلے ہوتا ہے، اس لئے کہ اکثر خلافت کے اہل افراد امام کے شہر میں موجود ہوتے ہیں<sup>(۳)</sup>۔

و عقد کی طرف سے امام کے لئے سمع و طاعت کی پابندی اور اس کی امامت کا اقرار کرنا ہے، اور جس کے لئے بیعت کی جائے اس کی طرف سے عدل و انصاف قائم کرنے، اور فی انصاف امامت کی انجام دہی کی پابندی کا اقرار ہے<sup>(۱)</sup>، اس بیعت پر اگر وہ شرعی طریقہ پر ہو جائے، اس شخص کے لئے امامت کا انعقاد مرتب ہوگا جس سے اہل حل و عقد بیعت کر لیں، اور اہل حل و عقد کے علاوہ بقیہ لوگوں پر واجب ہے کہ وہ اہل حل و عقد کے اتباع میں اس سے بیعت کر لیں۔

کیا بیعت عقد ہے اور قبول کرنے پر موقوف ہے؟

۹- بیعت رضا اور اختیار کا عقد ہے اس میں جبر و دباؤ کا کوئی دخل نہیں ہے، اور یہ طرفین کے درمیان عقد ہے، ایک طرف اہل حل و عقد اور دوسری طرف وہ شخص ہے جس کا انہوں نے اپنے اجتہاد سے انتخاب کیا ہے، جس میں امامت کی تمام شرائط موجود ہیں، تاکہ وہ ان کا امام ہو سکے۔ جب اہل حل و عقد انتخاب کے لئے جمع ہوں اور امامت کی اہلیت رکھنے والوں کے حالات کا جائزہ لیں جن میں امامت کی شرائط موجود ہیں تو ان میں سب سے افضل اور سب سے مکمل شرائط کے حامل کو آگے بڑھادیں جس کی اطاعت لوگ فوری کریں گے، اور اس کی بیعت سے توقف نہیں کریں گے، اور اپنے اجتہاد کے نتیجے میں انہوں نے جماعت میں سے ایک معین شخص کا انتخاب کر لیا تو اس کے سامنے امامت کو پیش کریں، اگر وہ قبول کر لے تو اس سے بیعت امامت کر لیں، اور ان کی بیعت ہو جانے سے اس شخص کی امامت کا انعقاد ہو جائے گا، اور تمام امت کو اس کی بیعت میں داخل ہونا اور اس کی اطاعت قبول کرنا واجب ہوگا، اور اگر وہ

(۱) الاحکام السلطانیہ والولایات الدینیہ للماوردی ص ۷ طبع دار الکتب العلمیہ، حاشیہ قلیوبلی علی منہاج الطالبین ۳/۱۷۳، الاحکام السلطانیہ لابی یحییٰ ص ۸ طبع اول مصنف، المجلس، مقدمہ ابن خلدون ص ۲۰۹۔

(۲) ابن حابدین ۳/۳۶۹، ۳/۳۱۰، المشرح الکبیر ۳/۲۹۸، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۶، منہاج الطالبین وحاشیہ قلیوبلی ۳/۱۷۳، مطالب اولیٰ الیٰ ۶/۲۶۳، الاحکام السلطانیہ لابی یحییٰ ص ۵۔

(۳) ابن حابدین ۳/۳۱۰، المشرح الکبیر ۳/۲۹۸، الاحکام السلطانیہ للماوردی ص ۶، مطالب اولیٰ الیٰ ۶/۲۶۳، الاحکام السلطانیہ لابی یحییٰ ص ۳، ۳۔

(۱) مطالب اولیٰ الیٰ ۶/۲۶۶۔



## بیعت ۱۱-۱۲

سے انعقاد کے قائل ہیں<sup>(۱)</sup>۔ تفصیل اصطلاح ”امامت کبریٰ“ میں دیکھئے۔

### طریقہ بیعت:

۱۲- اس کا طریقہ یہ ہے کہ بیعت کرنے والے اہل حل و عقد میں سے ہر شخص بیعت کرتے وقت کہے: ہم نے آپ سے عدل و انصاف کے قائم کرنے اور فرائض امامت کی انجام دہی پر بیعت کی، اس کے لئے ہاتھ پر ہاتھ مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عہد رسالت اور خلفائے راشدین میں بیعت مصافحہ کے ذریعہ ہوتی تھی، لیکن جب حجاج برسر اقتدار آیا تو اس نے اللہ کی قسم، طلاق، آزادی اور صدقہ مال پر مشتمل تسمیں مرتب کیں۔ ابن القیم نے ”اعلام المتوعین“ میں مزید لکھا ہے کہ عورتوں سے بیعت زبانی ہوتی تھی، رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ کبھی بھی کسی غیر محرم عورت کے ہاتھ سے نہیں لگا<sup>(۲)</sup>۔

حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے سلسلہ میں جب حضرت عمرؓ کو مسلمانوں میں اختلاف کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا: ابو بکر! اپنا ہاتھ پھیلائیے، انہوں نے ہاتھ پھیلا دیا، حضرت عمرؓ نے ان سے بیعت کر لی، پھر مہاجرین نے بیعت کی، پھر انصار نے بیعت کی۔

عورتوں کی بیعت کے بارے میں حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ وہ زبانی ہوتی تھی، آپ ﷺ عورتوں کے ہاتھ پر ہاتھ نہیں مارتے تھے، جیسا کہ مردوں سے بیعت کرتے تھے۔

(۱) الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ ص ۷، ولما وردی ۶، ۷، حاشیہ الدسوقی ص ۳۹۸،  
الشرح الکبیر ص ۲۹۸، مطالب اولیٰ ائسی ۶/۲۶۳، ابن ماجہ ص ۳۱۰،  
منہاج الطالبین وحاشیہ قلیوبی ص ۱۷۳۔  
(۲) مطالب اولیٰ ائسی ۶/۲۶۶، الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ ص ۹۔

جن لوگوں کی بیعت سے امامت کا انعقاد ہوتا ہے ان کی تعداد:

۱۱- اس پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ امامت کا انعقاد بیعت پر اہل حل و عقد کے اتفاق کر لینے اور ہر شہر کے جمہور اہل حل و عقد کی طرف سے بیعت کر لینے اور آمادگی پائے جانے سے ہو جاتا ہے۔ بعض فقہاء کی رائے ہے کہ اس سے کم سے امامت کا انعقاد نہیں ہوتا، تا کہ اس کی امامت پر مکمل رضا اور آمادگی پائی جائے۔ امام بخاری نے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: ”من بايع رجلا من غير مشورة من المسلمين فلا يبايع هو ولا الذي يبايعه“<sup>(۱)</sup> (جس نے کسی شخص سے مسلمانوں کے مشورہ کے بغیر بیعت کر لی تو نہ اس نے بیعت کی اور نہ اس نے جس کی بیعت کی گئی)۔

ابو یعلیٰ نے کہا: رہا اہل حل و عقد کے انتخاب سے امامت کا انعقاد تو وہ جمہور اہل حل و عقد کے بغیر نہیں ہوگا، اور اسحاق بن ابراہیم کی روایت میں امام احمد نے کہا: امام وہ ہے جس پر اہل حل و عقد اتفاق کر لیں، سب کہیں: یہ امام ہے۔ ابو یعلیٰ نے کہا: اس کا ظاہر یہ ہے کہ امامت کا انعقاد ان کی جماعت سے ہوگا۔

ایک قول ہے کہ اس سے کم سے بھی ہو جائے گا۔ جمہور اہل حل و عقد ہی کے ذریعہ امامت کے انعقاد کے قائلین میں مالکیہ اور حنابلہ ہیں، معتزلہ نے کہا: پانچ سے انعقاد ہو جائے گا، شافعیہ نے کہا: چار، تین اور دو سے انعقاد ہو جائے گا، اور حنفیہ ایک

(۱) حضرت عمر بن الخطابؓ کے اثر: ”من بايع رجلا من غير مشورة.....“ کی روایت بخاری (فتح الباری ۱۲/۱۳۵ طبع الشریعہ) نے تفصیل سے کی ہے۔

بیعت کو توڑنا:

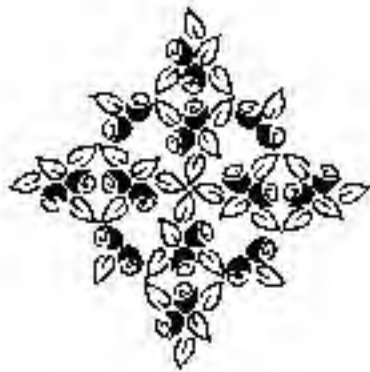
۱۳- امام سے بیعت کرنے کے بعد اس کی بیعت کو توڑنا یا اس کی اطاعت نہ کرنا مسلمان کے لئے حرام ہے الا یہ کہ بیعت کے توڑنے کا کوئی شرعی تقاضا ہو مثلاً امام کا مرتد ہونا، اور اس کے علاوہ دوسرے اسباب جن کا ذکر اصطلاح ”امامت کبریٰ“ میں آچکا ہے۔ اور اگر اس کے علاوہ کسی اور وجہ سے بیعت توڑ دے تو حرام ہے<sup>(۱)</sup>۔ اس کی ممانعت اس فرمان باری میں وارد ہے: ”إِنَّ الْبَيْنَ يَبَايَعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ، فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكُثُ عَلَى نَفْسِهِ وَمَنْ أَوْفَى بِمَا عَاهَدَ عَلَيْهِ اللَّهُ فَسَيُؤْتِيَهُ أَجْرًا عَظِيمًا“<sup>(۲)</sup> (بیشک جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کر رہے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، سو جو کوئی عہد توڑے گا تو اس کے عہد توڑنے کا وبال اس پر پڑے گا، اور جو کوئی اس چیز کو پورا کر لے گا جس کا اس نے اللہ سے عہد کیا ہے تو اللہ اسے عنقریب بڑا اجر دے گا)، اور فرمان نبوی ہے: ”مَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةً يَدَهُ وَثَمَرَةً قَلْبِهِ فَلْيَطْعُهُ إِنَّ اسْتَطَاعَ“<sup>(۳)</sup> (جس نے کسی امام سے بیعت کر لی، اس کو اپنا ہاتھ دے دیا، اور دل سے اس کی تابع داری کر لی، تو اس کی اطاعت کرے، جہاں تک طاقت ہو)۔

بیعت

دیکھئے: ”معابد“۔

بیعت

دیکھئے: ”شہادات“ اور ”إثبات“۔



(۱) ابن عابدین ۱/ ۶۸، ۳۱۰، شرح الکبیر ۳/ ۱۲۹، ۱۳۰، منہاج

الفاکین وحاشیہ قلیوبی ۳/ ۷۳، الاحکام السلطانیہ للماوردی ۷/ ۷،

مطالب اولیٰ الابی ۶/ ۶۵، الاحکام السلطانیہ لابی یعلیٰ ۶/ ۵۶۔

(۲) سورہ فتح ۱۰۔

(۳) حدیث: ”مَنْ بَايَعَ إِمَامًا فَأَعْطَاهُ صَفْقَةً يَدَهُ.....“ کی روایت مسلم

(۳/ ۷۳ طبع مجلس) نے کی ہے۔

# تراجم فقہاء

جلد ۹ میں آنے والے فقہاء کا مختصر تعارف



ابن تیمیہ (تقی الدین): یہ احمد بن عبد الحلیم ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۹۲ میں گزر چکے۔

ابن الحاجب: یہ عثمان بن عمر ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۹۲ میں گزر چکے۔

ابن حبیب: یہ عبد الملک بن حبیب ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۳۰۰ میں گزر چکے۔

ابن حجر: یہ احمد بن حجر البیہقی ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۳۰۰ میں گزر چکے۔

ابن خلدون: یہ عبد الرحمن بن محمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۳۰۶ میں گزر چکے۔

ابن رشد (المجد): یہ محمد بن احمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۳۳۲ میں گزر چکے۔

ابن رشد (الحفید): یہ محمد بن احمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۳۳۲ میں گزر چکے۔

ابن الرفعة (۶۴۵-۷۱۰ھ)  
یہ احمد بن محمد بن علی بن مرتفع بن حازم، ابو العباس، الفساری،  
مصری ہیں، ابن رفاعہ کے نام سے مشہور ہیں، شافعی فقیہ، فضلاء مصر  
میں سے تھے، انہوں نے ظہیر الترمذی، اور شریف عباسی سے فقہ  
حاصل کیا، ان کا لقب ”فقیہ“ تھا، محی الدین دیر سے حدیث سنی،

## الف

ابراہیم المقدسی (؟-۵۱۸ھ)

یہ ابراہیم بن مسلم، ابو الفتح ہیں، فقیہ سلطان مقدسی کے نام سے  
مشہور ہیں، شافعی فقیہ ہیں۔ ذہبی نے کہا: نصر مقدسی سے علم حاصل کیا  
اور ابو بکر خطیب سے حدیث سنی۔ استوی اور علی سلامہ مقدسی نے کہا:  
مذہب میں ماہر تھے، ستر سال کی عمر کے بعد مصر آئے، وہاں حدیث  
سنی، وہ مصر کے عظیم ترین فقہاء میں سے تھے، مصر کے اکثر فقہاء نے  
ان سے پڑھا۔

بعض تصانیف: ”البيان في أحكام التقاء الختان“، اور  
”ذخائر الآثار“ فقہ میں۔

[شذرات الذہب ۵۸/۴: انجوم الزہرہ ۲۲۹/۵: معجم  
المؤلفین ۱/۱۱۱: کشف الظنون ۱/۲۶۳]

ابن ابی موسیٰ: یہ محمد بن احمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۲۸ میں گزر چکے۔

ابن الاثیر: یہ المبارک بن محمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۲ میں گزر چکے۔

ابن بطہ: یہ عبید اللہ بن محمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۲۲۸ میں گزر چکے۔

ابن سماعہ

تراجم فقہاء

ابن قدامہ

اور مدرسہ معزیہ میں درس دیا۔

ابن عرفہ: یہ محمد بن محمد بن عرفہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

بعض تصانیف: "المطلب فی شرح الوسیط"، "الکفایۃ فی شرح التنبیہ"، "ہذل النصائح الشرعیۃ فیما علی السلطان وولایۃ الأمور وسانر الرعیۃ"، "الإیضاح والتبیان فی معرفۃ المکیال والمیزان" اور "الرتبۃ فی الحسبۃ"۔

ابن عمر: یہ عبداللہ بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۶ میں گذر چکے۔

[شذرات الذہب ۲/۲۲: البدر الطالع ۱/۱۱۵: طبقات

الشافعیہ ۵/۷۷: معجم المؤلفین ۲/۱۳۵، لا ۱/۲۱۳]

ابن فرحون: یہ ابراہیم بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

ابن سماعہ: یہ محمد بن سماعہ التمیمی ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۵۷ میں گذر چکے۔

ابن القاسم: یہ محمد بن قاسم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۸ میں گذر چکے۔

ابن سیرین: یہ محمد بن سیرین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۳ میں گذر چکے۔

ابن قاسم العبادی: یہ احمد بن قاسم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۷ میں گذر چکے۔

ابن الصلاح: یہ عثمان بن عبدالرحمن ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۴ میں گذر چکے۔

ابن قدامہ (۵۹۷-۶۸۲ھ)

یہ عبدالرحمن بن محمد بن احمد بن قدامہ، ابو الفرج، مقدسی، اصلاً جماعیلی، پھر مشقی، صالکی، حنبلی ہیں، فقیہ، محدث اور اصولی تھے، اپنے والد، اپنے چچا مفتی الدین، نیز ابوالحسن کندی اور ابن جوزی وغیرہ سے حدیث سنی، اور اپنے چچا مفتی الدین سے فقہ حاصل کیا، اور خود ان سے حنفی الدین نووی، احمد بن عبدالدائم، قتی الدین بن تیمیہ وغیرہ نے روایت کیا، مدرس مفتی رہے اور ایک زمانہ تک علم سکھاتے رہے۔ لوگوں نے ان سے استفادہ کیا۔ اپنے دور میں مذہب حنبلی کی

ابن عابدین: یہ محمد امین بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۴ میں گذر چکے۔

ابن عباس: یہ عبداللہ بن عباس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳۴ میں گذر چکے۔

ابن عبدالبر: یہ یوسف بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۶۶ میں گذر چکے۔

ابن قدامہ

تراجم فقہاء

ابو بکر الصدیق

ریاست انہی پر ختم ہوئی، نہ چاہتے ہوئے بھی بارہ سال سے زیادہ تک منصب قضا پر فائز رہے، اور اس پر متعین وظیفہ نہیں لیا۔  
بعض تصانیف: "شرح المقنع" دس جلدوں میں، اور "تسہیل المطلب فی تحصیل المذہب"۔

[شذرات الذہب ۵/۳۷۶: الذیل علی طبقات الخنابلہ ۱۹/۳: انجوم الزہرہ ۷/۵۸: معجم المؤلفین ۵/۳۶۹]

ابن قدامہ: یہ عبداللہ بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۸ میں گذر چکے۔

ابن القصار: یہ علی بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۸ ص ۱۶ میں گذر چکے۔

ابن القطان: یہ عبداللہ بن عدی ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۵۸ میں گذر چکے۔

ابن التیم: یہ محمد بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۸ میں گذر چکے۔

ابن المہشون: یہ عبدالملک بن عبدالعزیز ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۹ میں گذر چکے۔

ابن المنذر: یہ محمد بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۰ میں گذر چکے۔

ابن نجیم: یہ زین الدین بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۱ میں گذر چکے۔

ابن ہانی (؟-۲۶۵ھ)

یہ ابراہیم بن ہانی، ابواسحاق نيساپوری، امام احمد کے کبار اصحاب میں سے ہیں۔ یہ امام حدیث تھے، بہت سفر کرنے والے تھے۔ انہوں نے ابو عبید اللہ العیسیٰ، یعلیٰ بن عبید اور محمد بن عبید وغیرہ سے حدیث روایت کی اور امام احمد سے بہت سے مسائل نقل کئے۔ امام احمد کہا کرتے تھے: اگر شہر میں ابدال میں سے کوئی ہے تو وہ اسحاق نيساپوری ہیں۔ ابتلاء و آزمائش کے دور میں امام احمد انہی کے گھر میں روپوش رہے۔

[طبقات الخنابلہ لابن یعلیٰ ۱/۲۷: شذرات الذہب ۲/۱۴۹: انجوم الزہرہ ۳/۴۱]

ابن الہمام: یہ محمد بن عبدالواحد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۱ میں گذر چکے۔

ابن یونس: یہ احمد بن یونس مالکی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۶۱ میں آئیں گے۔

ابو ایوب الانصاری: یہ خالد بن زید ہیں:

ان کے حالات ج ۶ ص ۸۷ میں گذر چکے۔

ابو بکر: یہ عبدالعزیز بن جعفر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۳ میں گذر چکے۔

ابو بکر الصدیق:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۲ میں گذر چکے۔



ابو ثور

تراجم فقہاء

ابو عبید

ابو ثور: یہ ابراہیم بن خالد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۳ میں گزر چکے۔

ابو حنیفہ (؟-۶۴ھ)

یہ وہب بن عبد اللہ بن مسلم بن جنادہ، ابو حنیفہ، سوائی، صحابی ہیں، رحلت نبوی کے وقت وہ قریب البلوغ تھے۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ حضرت علی اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کی۔ اور خود ان سے ان کے بیٹے عون، نیز سلمہ بن کہیل، شععی، اور حکم بن عتیہ وغیرہ نے روایت کیا۔ کوفہ میں رہائش تھی، حضرت علی کی خلافت کے دور میں بیت المال، اور پولیس کے ذمہ دار رہے۔ حضرت علی ان کو ”وہب الخیر“ کہہ کر پکارتے تھے۔

[لأصابہ ۶۴۲/۳: تہذیب التہذیب ۱۱/۱۶۴: لأعلام

۱۲۹/۹]

ابو حنیفہ: یہ النعمان بن ثابت ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گزر چکے۔

ابو الخطاب: یہ محفوظ بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گزر چکے۔

ابو داؤد: یہ سلیمان بن الأشعث ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۴ میں گزر چکے۔

ابوزید (۳۰۱-۷۳ھ)

یہ محمد بن احمد بن عبد اللہ بن محمد، ابوزید، فاشانی ہیں، شافعی فقیہ اور محدث ہیں، ”مرو“ کے ایک گاؤں ”فاشان“ کی طرف نسبت

ابو عبید: یہ القاسم بن سلام ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گزر چکے۔

ہے۔ محمد بن یوسف فریری، عمر بن ملک مروزی، اور محمد بن عبد اللہ سعدی وغیرہ سے حدیث روایت کی، اور خود ان سے یثیم بن احمد صباغ، عبد الوہاب میدانی، اور ابو عبد اللہ حاکم وغیرہ نے روایت کی ہے، خطیب نے کہا: وہ ائمہ مسلمین میں سے اور مذہب شافعی کے حافظ تھے۔

[شذرات الذہب ۳/۶: أنجوم الزہرہ ۴/۱۴۱: طبقات الشافعیہ ۲/۱۰۸]

ابو سعید الخدری: یہ سعد بن مالک ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۵ میں گزر چکے۔

ابوشجاع (؟-؟)

ابو الوفاء نے الجواہر المصیہ میں کہا: ابوشجاع کا ذکر ”خاصی“ نے اس مسئلہ میں کیا ہے: اگر نماز میں تشہد سے فراغت کے بعد بھول کر حضور ﷺ پر درود شروع کر دے، پھر یاد آئے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہو جائے، تو سید امام ابوشجاع، اور قاضی ماتریدی نے کہا: اس پر سجدہ سہو واجب ہے، جیسا کہ یہی ہمارے مشائخ کا جواب ہے، البتہ سید امام نے کہا: اگر وہ ”اللہم صلی علی محمد“ کہہ دے تو سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے، اور قاضی ماتریدی نے کہا: اس پر واجب نہیں جب تک کہ اس کے ساتھ ”و علی آل محمد“ نہ کہہ دے۔ یہ ابوشجاع اور قاضی ماتریدی، امام علی سعدی کے ہم عصر تھے، سعدی کا انتقال ۳۶۱ھ میں ہوا ہے۔

[الجواہر المصیہ ۲/۲۵۴-۲۵۵: طبع اول: حاشیۃ الشیخ علی تبیین الحقائق ۱/۱۹۳]

ابو الفضل

ابو الفضل: یہ عبداللہ بن محمود ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۴ میں گذر چکے۔

ابو مسعود: یہ عقبہ بن عمرو ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۶ میں گذر چکے۔

ابو ہریرہ: یہ عبدالرحمن بن صخر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

ابو یعلیٰ: یہ محمد بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۳ میں گذر چکے۔

ابو یوسف: یہ یعقوب بن ابراہیم ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۷ میں گذر چکے۔

الأتاسی: یہ خالد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

الاثرم: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۸ میں گذر چکے۔

أخوین:

مالکیہ کی کتابوں میں اخوین سے مراد: مطرف اور ابن ماثون ہیں۔ ان کو ”أخوین“ اس لئے کہا گیا کہ احکام میں وہ بکثرت ہم رائے ہوتے ہیں، اور ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوتے۔

[الخرشی ۴۹ طبع اول]

تراجم فقہاء

اسحاق بن منصور

الاذرقی: یہ احمد بن حمدان ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۸ میں گذر چکے۔

الاسیبجانی (؟-۴۸۰ھ)

یہ احمد بن منصور، قاضی، البونصر، اسیبجانی ہیں، حنفی فقیہ ہیں، ان کی نسبت ”اسیبجانی“ کی طرف ہے، جو حد و ترک کا ایک بڑا شہر ہے۔ ابوالوفاء نے الجواہر میں عمر بن محمدؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ سمرقند آئے تو لوگوں نے ان کو افتاء کے لئے بیٹھا دیا، اور واقعات کے سلسلے میں انہی کی طرف رجوع ہو گیا۔ اور ان کی وجہ سے دینی امور منظم ہو گئے، اور ان کے اچھے اثرات سامنے آئے، وفات کے بعد ان کا ایک صندوق ملا جس میں بہت سے فتاویٰ تھے۔

بعض تصانیف: ”شرح مختصر الطحاوی“، ”شرح علی کتاب الصلوة ابن مازة“، ”شرح الکافی“، ”فتاویٰ“، یہ سب فروع حنفی میں ہیں۔

[الجواہر المصیہ ۱/۱۲۷: الفوائد البہیہ ۴۲: معجم المؤلفین

۱۸۳/۲]

اسحاق بن راہویہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۹ میں گذر چکے۔

اسحاق بن منصور (؟-۴۵۱ھ)

یہ اسحاق بن منصور بن بہرام، ابویعقوب، کو بج مروزی ہیں، حنبلی فقیہ، امام احمد کے اصحاب میں سے اور رجال حدیث میں سے ہیں۔ سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید قطان اور عبدالرحمن بن مہدی وغیرہ سے حدیث سنی، اور خود ان سے ابراہیم بن اسحاق حرلی، عبداللہ بن احمد بن حنبل، بخاری اور مسلم (صحیحین میں)، ابوزرعہ اور

ابویسی ترمذی وغیرہ نے روایت کی۔ مسلم بن حجاج اور ابو عبد الرحمن نسائی نے کہا: اسحاق بن منصور ثقہ مامون ہیں۔ اور ابویعلیٰ نے کہا: اسحاق عالم فقیہ تھے، انہوں نے فقہ میں امام احمد کے حوالہ سے مسائل مدون کئے۔

بعض تصانیف: ”المسائل“ فقہ میں۔

[طبقات الحنابلہ لابن یعلیٰ ۱/۱۳۳؛ شذرات الذہب ۲/۱۲۳؛

الاعلام ۱/۲۸۹؛ معجم المؤلفین ۲/۲۳۹]

## ب

الباہر قی: یہ محمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۱ میں گذر چکے۔

الباہجی: یہ سلیمان بن خلف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۱ میں گذر چکے۔

با علوی (?-۱۲۵۱ھ)

یہ عبد الرحمن بن محمد بن حسین بن عمر با علوی، حضرمی، شافعی ہیں، فقیہ تھے، دیار حضرم میں مفتی رہے۔

بعض تصانیف: ”بغیة المسترشدين في تلخيص فتاوى بعض الأئمة من العلماء المتأخرين“ اور ”غاية تلخيص المراد من فتاوى ابن زياد“۔

[ہدیۃ العارفین ۱/۵۵۷؛ الاعلام ۳/۱۱۰؛ معجم المؤلفین ۵/۱۷۳؛ معجم المطبوعات ۱/۵۱۷]

البخاری: یہ محمد بن اسماعیل ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۲ میں گذر چکے۔

بریرہ (?-?)

بریرہ صحابیہ ہیں، یہ حضرت عائشہ بنت ابی بکر صدیقؓ کی آزاد

الاسنوی: یہ عبد الرحیم بن الحسن ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

اصغ: یہ اصغ بن الفرج ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۰ میں گذر چکے۔

امام احمد: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۸ میں گذر چکے۔

امام الحرمین: یہ عبد الملک بن عبد اللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

انس بن مالک:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۷۶ میں گذر چکے۔

الاوزاعی: یہ عبد الرحمن بن عمرو ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۱ میں گذر چکے۔



البغوی

تراجم فقہاء

الجصاص

کردہ باندی تھیں، پہلے یہ بنی بلال کے ایک شخص کی ملکیت میں تھیں، انہوں نے ان سے مکاتبت کر لی، پھر ان کو حضرت عائشہؓ کے ہاتھ فروخت کر دیا، اور انہوں نے ان کو آزاد کر دیا، حضرت عائشہؓ کی ملکیت میں آنے سے قبل وہ حضرت عائشہؓ کی خدمت کرتی تھیں، حضرت ہریرہؓ عی کے بارے میں یہ حدیث پاک وارد ہے: ”الولاء لمن اعتق“ (ولاء آزاد کرنے والے کے لئے ہے)۔ بعض ائمہ نے اس حدیث کے نوائد کو جمع کیا ہے، آزادی کے وقت وہ شوہر والی تھیں، ان کے شوہر کا نام مغیث تھا، ان کی آزادی کے وقت ان کے شوہر آزاد تھے یا غلام؟ مختلف فیہ مسئلہ ہے، صحیح ہے کہ وہ غلام تھے۔

[الإصابة ۴/۲۵۱: اسد الغابہ ۶/۳۹۶: الاستیعاب ۴/

[۱۷۹۵]

البغوی: یہ یحسین بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

البہوتی: یہ منصور بن یونس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

جابر بن عبد اللہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۶ میں گذر چکے۔

الجصاص: یہ احمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۶ میں گذر چکے۔

ت

التسولی: یہ علی بن عبد السلام ہیں:

ان کے حالات ج ۵ ص ۴۸۴ میں گذر چکے۔

الحسن بن زیادہ

تراجم فقہاء

خیرالدین الرملی

الحموی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱۰ ص ۳۶۶ میں آئیں گے۔

ح

خ

الحسن بن زیادہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۸ میں گذر چکے۔

الحصکفی: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

الخرشی: یہ محمد بن عبداللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۰ میں گذر چکے۔

الخرقی: یہ عمر بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۰ میں گذر چکے۔

الخطاب: یہ محمد بن محمد بن عبدالرحمن ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

الخطابی: یہ حمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۱ میں گذر چکے۔

الحکم: یہ الحکم بن عتیبہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۲ میں گذر چکے۔

الخال: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۱ میں گذر چکے۔

الحکیم بن حزام:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۷۴ میں گذر چکے۔

خیرالدین الرملی:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۲ میں گذر چکے۔

الحلوانی: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۹ میں گذر چکے۔

حماد بن ابی سلیمان:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۰ میں گذر چکے۔

## د

الدرریر: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

الدسوقی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

## ر

الرازی: یہ محمد بن عمر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۴ میں گذر چکے۔

الرافعی: یہ عبدالکریم بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۴ میں گذر چکے۔

## ز

زفر بن الہذیل:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۶ میں گذر چکے۔

زید بن ثابت:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

الزلیعی: یہ عثمان بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

## س

السائب بن یزید:

ان کے حالات ج ۵ ص ۴۸۷ میں گذر چکے۔

سالم بن عبداللہ:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۸۶ میں گذر چکے۔



السبکی

تراجم فقہاء

الشروانی

السبکی: یہ علی بن عبد الکافی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۷ میں گذر چکے۔

السیوطی: یہ عبد الرحمن بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

السرخسی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

ش

سعد بن ابی وقاص:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۸ میں گذر چکے۔

الشاشی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۵ میں گذر چکے۔

سعید بن المسیب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۹ میں گذر چکے۔

الشاطبی: یہ قاسم بن فیروہ ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۴۵۳ میں گذر چکے۔

سہل بن ابی حشمہ (؟-؟)

یہ سہل بن ابی حشمہ بن ساعدہ بن عامر بن عدی، انصاری، اوی ہیں، ان کے والد کے نام میں اختلاف ہے۔ ایک قول میں عبد اللہ ہے، دوسرا قول عامر ہے۔ انہوں نے نبی کریم ﷺ، زید بن ثابت، اور محمد بن سلمہ رضی اللہ عنہما وغیرہ سے روایت کیا۔ اور خود ان سے ان کے بیٹے محمد، ان کے بھتیجے محمد بن سلیمان، نیز بشیر بن یسار اور نافع بن جبر بن مطعم وغیرہ نے روایت کیا۔ ابن مندہ، ابن حبان اور حاکم وغیرہ نے کہا: وفات نبوی کے وقت ان کی عمر آٹھ سال یا اس کے قریب تھی۔ طبری نے قطعی طور پر کہا کہ حضرت معاویہ کی خلافت کے اوائل میں ان کا انتقال ہوا، ابن ابی حاتم نے اپنے والد سے نقل کیا کہ وہ بیعت رضوان میں شریک تھے، اور بدر کے علاوہ تمام غزوات میں شریک رہے۔

الشافعی: یہ محمد بن ادیس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

الشرینی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۰ میں گذر چکے۔

الشرنبلاوی: یہ حسن بن عمار ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

الشروانی: یہ شیخ عبد الحمید ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۱ میں گذر چکے۔

[الاصابہ ۸۶/۲، تہذیب التہذیب ۴/۲۴۸: اسد الغابۃ

۲/۲۱۶: الاستیعاب ۲/۶۶۱]

الشمس (؟-۱۰۲۱ھ)

یہ احمد بن محمد بن احمد بن یونس، ابو العباس، مصری ہیں، شمس (چلی) سے مشہور ہیں، حنفی فقیہ، محدث، نحوی تھے۔ اپنے والد سے اور جمال الدین یوسف بن قاضی زکریا وغیرہ سے علم حاصل کیا، اور خود ان سے شہاب احمد شوری، شیخ حسن شربلائی، اور شمس محمد بابلی وغیرہ نے علم حاصل کیا۔

بعض تصانیف: "تجريد الفوائد الوقائق في شرح كنز المقائق"، "مناسك الحج" اور "فتاویٰ" جس کو ان کے پوتے علی بن محمد نے جمع کیا ہے۔

[خلاصة الاثر ۲۸۲/۱: معجم المؤلفين ۷۸/۲: لأعلام

۲۲۵/۱]

## ص

صاحب الانصاف: یہ علی بن سلیمان المرادوی ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گزر چکے۔

صاحب البحر الرائق: یہ زین الدین بن ابراہیم ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گزر چکے۔

صاحب البدائع: یہ ابو بکر بن مسعود ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۶ میں گزر چکے۔

صاحب بغية المسترشدین:  
دیکھئے: بابلوی۔

صاحب البیان:  
دیکھئے: ابراہیم المقدسی۔

صاحب الخلاصة: یہ طاہر بن احمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۵ ص ۴۹۰ میں گزر چکے۔

صاحب الشرح الکبیر: یہ عبدالرحمن بن محمد بن قدامہ ہیں:  
دیکھئے: ابن قدامہ (ابو الفرج)۔

الشوکانی: یہ محمد بن علی ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گزر چکے۔

شیخ خلیل:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۲ میں گزر چکے۔

شیخ العدوی: یہ علی بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۳ میں گزر چکے۔

شیخ علیش: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گزر چکے۔

شیخین:

اس لفظ سے مراد کی وضاحت ج ۱ ص ۴۷۲ میں گزر چکی۔

صاحب الشرح الکبیر: یہ محمد بن احمد الدسوقی ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۳ میں گذر چکے۔

صاحب کشاب القناع: یہ منصور بن یونس ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۵۴ میں گذر چکے۔

ط

الطحاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۴ میں گذر چکے۔

صاحب المہذب: یہ ابراہیم بن علی الشیرازی البواسحاق ہیں:  
ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۰ میں گذر چکے۔

الطحاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۵ میں گذر چکے۔

صاحب النہر: یہ عمر بن ابراہیم بن نجیم ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۴۱ میں گذر چکے۔

صاحب الہدایہ: یہ علی بن ابی بکر المرغینانی ہیں:  
ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

طلحہ بن عبید اللہ (۲۸ ق ھ - ۳۶ ھ)

یہ طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمر قرظی رضی اللہ عنہ، ابو محمد ہیں، صحابی، بہادر تھے۔ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، چھ اصحاب شوریٰ میں سے ہیں، اور آٹھ سابقین اولین میں سے ہیں، ان کو ”طلحہ الجود“، ”طلحہ الخیر“، اور ”طلحہ الفیاض“ کہا جاتا ہے۔ یہ سارے القاب رسول اللہ ﷺ نے ان کو مختلف مواقع پر عطا فرمائے تھے۔

غزوہ احد میں شریک تھے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے، اور آپ ﷺ سے موت کی بیعت کی، ان کو چوبیس زخم آئے، اپنے جسم کو رسول اللہ ﷺ کے لئے ڈھال بنا دیا، اپنے ہاتھوں سے حضور ﷺ پر آنے والے تیروں کو روکا، جس کی وجہ سے آپ کی انگلی شل ہو گئی، خندق اور دوسرے تمام غزوات میں شریک رہے۔ عراق کے ساتھ ان کی زبردست تجارت تھی، انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اور حضرت ابوبکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما وغیرہ سے

صاحبین:

اس لفظ سے مراد کی وضاحت ج ۱ ص ۴۷۳ میں گذر چکی۔

الصاوی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۷۳ میں گذر چکے۔



عائشہ

تراجم فقہاء

عمر بن شعیب

روایت کی ہے۔ اور خود ان سے ان کی اولاد، محمد، موسیٰ، یحییٰ، عمران، عائشہ، اور مالک بن اوس بن حدثان وغیرہ نے روایت کیا۔

عثمان بن عفان:

ان کے حالات ج ۱ ص ۷۷ میں گذر چکے۔

[الاصابہ ۲/۲۲۹: الاستیعاب ۲/۶۲: تہذیب المہذیب

۵/۲۰: الاعلام ۳/۳۳۱]

عطاء بن اسلم:

ان کے حالات ج ۱ ص ۷۸ میں گذر چکے۔

علی السعدي (؟-۴۶۱ھ)

یہ علی بن حسین بن محمد، ابوالحسن، سعدي، قاضی ہیں، سمرقند کے ایک نواحی علاقہ ”سعد“ کی طرف منسوب ہیں۔ حنفی فقیہ تھے، بخاری میں سکونت پذیر تھے، قاضی رہے، افتاء کے منصب پر فائز ہوئے۔ سمعانی نے کہا: وہ امام، فاضل، فقیہ تھے، حدیث سنی۔ ان سے شمس الامیر حسنی نے روایت کیا ہے۔ حنفیہ کی ریاست انہی پر ختم ہوئی۔ بعض تصانیف: ”النتف“ (فتاویٰ میں)، محمد بن حسن شیبانی کی الجامع الکبیر کی شرح، اور خصاف کی کتاب ادب القاضی کی شرح۔ [الجوہر المصنیہ ۱/۳۶۱: الفوائد المہیہ ۱۲۱: لا اعلام ۵/۹۰: معجم المؤلفین ۷/۷۹]

عمر بن الخطاب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۷۹ میں گذر چکے۔

عمران بن الحصین:

ان کے حالات ج ۱ ص ۸۰ میں گذر چکے۔

عمر بن شعیب:

ان کے حالات ج ۱ ص ۷۸ میں گذر چکے۔

ع

عائشہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۷۵ میں گذر چکے۔

عامر بن مہیرہ:

ان کے حالات ج ۱ ص ۸۵ میں گذر چکے۔

عبادہ بن الصامت:

ان کے حالات ج ۱ ص ۷۶ میں گذر چکے۔

عبداللہ بن عمر:

ان کے حالات ج ۱ ص ۳۶ میں گذر چکے۔

عبداللہ بن عمرو:

ان کے حالات ج ۱ ص ۷۶ میں گذر چکے۔

عمرو بن العاص

عمرو بن العاص:

ان کے حالات ج ۶ ص ۴۹۵ میں گزر چکے۔

عمیرہ البرسی: یہ احمد عمیرہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۰ میں گزر چکے۔

تراجم فقہاء

تہستانی

القرافی: یہ احمد بن اورلیس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۴ میں گزر چکے۔

القفال: یہ محمد بن احمد بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۵ میں گزر چکے۔

التلیوبی: یہ احمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۵ میں گزر چکے۔

غ

الغزالی: یہ محمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۱ میں گزر چکے۔

تہستانی (؟ - تقریباً ۹۵۳ھ)

یہ محمد بن حسام الدین، خراسانی، شمس الدین، تہستانی ہیں۔  
تہستان: خراسان کا ایک قصبہ ہے، حنفی فقیہ ہیں، بخاری کے مفتی  
تھے۔ ابن العماد نے شذرات الذہب میں کہا: وہ امام، عالم، زائد، اور  
تبحر فقیہ تھے، کہا جاتا ہے کہ ان کے کان میں جو بات پڑ گئی، اس کو وہ  
کبھی نہیں بھولے۔

بعض تصانیف: "جامع الرموز" جو النقایة مختصر الوقایة  
کی شرح ہے، "جامع المبانی فی شرح فقہ الکیلمانی"، اور  
"شرح مقدمة الصلاة"، یہ سب فروع فقہ حنفی میں ہیں۔

[شذرات الذہب ۸/۳۰۰: الاعلام ۷/۲۳۳: معجم  
المؤلفین ۹/۱۷۹]

ق

قاضی ابوالحسن: یہ علی بن الحسن الماتریدی ہیں:

دیکھئے: الماتریدی۔

قاضی زکریا الانصاری: یہ زکریا بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۶۶ میں گزر چکے۔

مالک: یہ مالک بن انس ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۹ میں گزر چکے۔

الماوروی: یہ علی بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۰ میں گزر چکے۔

المتولی: یہ عبدالرحمن بن مامون ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۰ میں گزر چکے۔

ثنی بن جامع (تیسری صدی کے ہیں)

یہ ثنی بن جامع، ابوالحسن، انباری ہیں، امام احمد کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے سعد بن سلیمان واسطی، محمد بن صباح دولابی، عمار بن نصر ثراسانی، اور احمد بن حنبل وغیرہ سے روایت کیا ہے، اور خود ان سے احمد بن محمد بن یثیم دوری اور یوسف بن یعقوب بن اسحاق وغیرہ نے روایت کیا۔ ابوبکر خلال نے کہا: ثنی ایک پرہیزگار شخص تھے، بشر بن حارث، اور عبدالوہاب وراق کے نزدیک بڑی حیثیت کے مالک تھے۔ ان کا مذہب تھا کہ اہل بدعت سے قطع تعلق رکھا جائے، ان سے علاحدہ رہا جائے۔ ابو عبد اللہ (یعنی امام احمد) ان کی حیثیت اور حق کو جانتے تھے، انہوں نے ان سے ”اچھے مسائل“ نقل کئے۔

[طبقات الحنابلہ ۱/۳۳۶]

الحاملی: یہ احمد بن محمد ہیں:

ان کے حالات ج ۳ ص ۴۹۱ میں گزر چکے۔

المحلی: یہ محمد بن احمد ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۶۰۰ میں گزر چکے۔

## ک

الکاسانی: یہ ابوبکر بن مسعود ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۶ میں گزر چکے۔

الکرخی: یہ عبید اللہ بن الحسین ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۸۶ میں گزر چکے۔

الکرلانی: یہ جلال الدین بن شمس الدین ہیں:

ان کے حالات ج ۲ ص ۵۹۸ میں گزر چکے۔

## م

الماتریدی (؟-۵۱۱ھ)

یہ علی بن حسن بن علی بن محمد بن عفان، ابوالحسن، قاضی، ماتریدی ہیں، شیخ الاسلام ابو منصور ماتریدی کے نواسے ہیں، انہوں نے اپنے ماما سے فقہ حاصل کی۔

[الجواهر المضية ۱/۳۵۶]



محمد بن الحسن

محمد بن الحسن:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۱ میں گذر چکے۔

المرداوی: یہ علی بن سلیمان ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

المرغینانی: یہ علی بن ابی بکر ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۲ میں گذر چکے۔

معاذ بن جبل:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۳ میں گذر چکے۔

ن

نافع: یہ نافع المدنی، ابو عبد اللہ ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۴ میں گذر چکے۔

النخعی: یہ ابراہیم النخعی ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۷ میں گذر چکے۔

تراجم فقہاء

تتخی بن ابی کثیر

النووی: یہ تتخی بن شرف ہیں:

ان کے حالات ج ۱ ص ۴۹۵ میں گذر چکے۔

ی

تتخی بن ابی کثیر (؟-۱۲۹ھ)

یہ تتخی بن صالح ابو کثیر، ابو نصر، یمامی ہیں، ان کا رشتہ ولا قبیلہ بنو طے سے تھا، حضرت انسؓ سے روایت کیا، اور ان کو دیکھا تھا، اور ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، محمد بن ابراہیم تیمی، اور ہلال بن ابو میمونہ وغیرہ سے روایت کیا ہے۔ اور خود ان سے ان کے بیٹے عبد اللہ، نیز تتخی بن سعید الساری، عکرمہ بن عمار، اور علی بن مبارک وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ عجل نے کہا: ثقہ ہیں۔ اصحاب حدیث میں شمار ہوتے تھے۔ اور ابو حاتم نے کہا: تتخی امام ہیں، وہ صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں۔ ابن حبان نے ان کا ذکر ”ثقات“ میں کیا ہے۔ اور بعض اصحاب حدیث نے ان کو زہری پر ترجیح دی ہے۔

[تہذیب التہذیب ۱۱/۲۶۸: لا علام ۹/۱۸۶]